

شیر
سُؤَالِ عَرَبِيٍّ
مُصَنَّفٌ

محمد نور محمدی

ناشران

تاج مکینہ لمیٹڈ
لاہور

58509

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

المحمد لله ذي الجلال والاكرام - وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا
ووسيلتنا في الدارين محمد خيرا لا نام - وعلى آله واصحابه وانما واجد وذريته
واتباعه الی یوم البعث والقیام -

اتابعد گورنمنٹ کالج لاہور کی پروفیسری سے سبکدوش ہونے کے کچھ عرصہ بعد فقیر
توقی نے حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ امرارہم کے حالات لکھنے شروع کئے۔
پہلے یہ ارادہ تھا کہ ان کے شروع میں چند صفحے وقف حالات مبارک حضور امام الاولیاء محمد مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کر دئے جائیں گے۔ مگر جب وہ کتاب اختتام کے قریب پہنچی۔ تو یہ شوق پیدا
ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح اقدس میں ایک مستقل کتاب لکھوں۔ چنانچہ سیرت
کا ایک نہایت مختصر سا خاکہ ذہن نشین کر کے طبع آزمائی کرنے لگا۔ غنایت الہی اور حضور تبار
مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی برد شامل حال ہوئی۔ پھر کیا بیان کروں۔ حالات تھے یہ پورا
پیارے۔ جذبہ شوق میرے قلم کو کشاں کشاں کہیں سے کہیں لے گیا اور غایت اختصار کے
باوجود یہ کتاب تیار ہو گئی جو قارئین کرام کے سامنے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقف ہونا ہر ایک مسلمان پر فرض ہے۔
کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب ارشاد الہی مسلمانوں کے لئے واجب التقلید نمونہ ہیں۔
اسی واسطے حضور کے اقوال و افعال۔ اخلاق و عادات۔ حرکات و سکنات۔ وضع و قطع۔
رفتار و گفتار اور طریق معاشرت وغیرہ سب کے سب بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ
ہیں۔ تاکہ وہ قیامت تک آپ کے نام لیواؤں کے لئے دستور العمل بنیں۔

اسی دستور العمل میں رضائے مولے کریم جل شانہ اور مسلمانوں کی ترقی کا راز مضمر ہے۔ مسلمان
اگر اختیار کی غلامی سے آزادی چاہتے ہیں۔ تو وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کریں
اور جمیع امور میں آپ کے ارشادات کی تعمیل۔ آپ کے طرز عمل کا اتباع۔ آپ کے قوانین کی

پابندی - آپ کے اطوار و عادات کی پیروی اور آپ کی ذات منبع البرکات کی انتہائی محبت اور تعظیم و توقیر ملحوظ رکھیں - حضور بآبی ہو واتی تو یہاں تک فرما رہے ہیں - کہ "تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا - جب تک کہ میں اس کی نظر میں اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ بن جاؤں" کمال حقیقتی ایمان اسی کا نام ہے - ایسے ہی مومنوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے **وَإِنَّمَا الْإِغْلَاقُ** کا قرعہ سنایا ہے - عرب کو دیکھئے - پہلے ان کی مذہبی اخلاقی سیاسی اور تمدنی حالت کیسی گری ہوئی اور ناگفتہ بہ تھی مگر جب وہ درمگاہ محمدی سے اس حقیقت کی سند لے کر نکلے - تو کیا کیا بن گئے - معارف ربانی کے عارف اور اسرارِ فرقانی کے ماہر بن گئے - مشب بیدار عابد بن گئے - فاتح عالم بن گئے - مبلغ اسلام بن گئے - معلم اخلاق بن گئے - علوم و فنون کے موجد بن گئے - غرض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم و صحبت نے ان کی کایا ہی پلٹ دی - دنیا ان کی اس بے نظیر ترقی پر حیران تھی اور ہے - چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فارس میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے بھیجا تو بیزدگرد شاہ فارس نے اپنے سپاہیوں کو ہر روز کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا - رستم مذکور نے حضرت سعدؓ کو ایک تہہ مید آمیز نامہ میں یوں لکھا :-

ز شیر شتر خوردن و سوسمار
عرب را بجائے رسید است کار
کہ تاج کیاں را کند آرزو
تغویا د بر چرخ گردان تقوی (شاہنامہ فردوسی)

حضرت سعدؓ نے جواب میں رستم کو دعوتِ اسلام دی - مگر وہ روبرو نہ ہوا - اور مقابلہ میں حضرت سعدؓ کے ہاتھ سے مارا گیا - کاش زمانہ موجودہ کے مسلمان بھی اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے عامل بن کر قرونِ اولیٰ کی برکات کا مشاہدہ کریں - اس پر آشوب زمانہ میں ملک ہند میں کئی فتنے برپا ہیں - جو سب کے سب صراطِ مستقیم یعنی مسلکِ اہل سنت و جماعت سے منحرف ہیں - اردو میں سیرت پر جو چند کتابیں شائع ہوئی ہیں - ان میں سے شاید ہی کوئی ہمہ وجود اہل سنت و الجماعت کے معیار پر پوری اترے فقیر نے بتوفیقِ الہی اس کتاب میں مسلکِ اہل سنت کی پابندی کا پورا التزام رکھا ہے - اور مستند اور معتبر روایات مع حوالہ درج کی ہیں - آیات و احادیث وغیرہ کا ترجمہ بالعموم لفظ بہ لفظ

دیا گیا ہے اور عبارت آرائی کا چنداں لحاظ نہیں رکھا گیا۔ قارئین کرام اثنائے مطالعہ میں بہت
 کسی صحابی یا اور بزرگ کا نام پائیں، رضی اللہ عنہ یا اور مناسب فقہ استعمال کریں۔
 جب اس کتاب کا مسودہ تیار ہو چکا۔۔۔ تو اس کی طبع و اشاعت کا مرحلہ پیش آیا میں
 نے اپنے برادر عزیز عالی جناب فیض مآب چودھری محمد سلیمان صاحب ایڈیوٹو کیٹ ہائی کورٹ
 پنجاب سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے میری صدا پر نہایت خوشی سے لبیک کہا۔ مجھے امید اٹھ
 ہے۔ کہ یہ کارنامہ جناب چودھری صاحب موصوف کے اعمالِ حسنہ میں اتنی زری حیثیت
 رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا و آخرت میں آبرو سے رکھے۔ اور ان کے عاہل و عیال
 کو صالح اور طویل العمر بنائے بجاہِ حبیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ۴
 آغاز کتاب سے پہلے یہ مناسب سمجھا گیا کہ ملک عرب کا جغرافیہ اور تاریخ قدیم پیش کی
 جائے۔ جن سے ایک حد تک مضامین سیرت کا بھی تعلق ہے۔ سفرِ آخرت درپیش ہے
 اگر مہلت مل گئی تو دوسرے ایڈیشن میں نقشہ عرب اور بعض دیگر مضامین کے اضافہ کا ارادہ
 ہے۔ واللہ هو الموفق والمعین۔

محمد نور بخش توکلی

بانی مدرسہ توکلیہ چیک قاضیاں ضلع لودھیانہ
 لودھیانہ نورمنزل

۲۱ محرم الحرام ۱۳۵۶ھ

مطابق

۲۴ مارچ ۱۹۳۸ء

دیباچہ طبع دوم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حامداً و مُصَلِّياً و مسألماً خوشی کا مقام ہے کہ سیرت رسول بنی صلی اللہ علیہ وسلم میری نظر ثانی کے بعد دہریہ بازیرہ اہتمام تاج کپنی لاہور چھپ رہی ہے جس کی مطبوعات اعلیٰ درجہ کی کتابت طباعت وغیرہ میں مشہور آفاق ہیں۔ اس کے پہلے ڈریشن کوٹاہہ و شاخ و عامرہ میں نے باوجود عالمگیر جنگ و فتنہ کے جس قدر دانی کی نگاہ سے دیکھا وہ نہایت حوصلہ افزا ہے۔ حالات موجودہ میں کپنی مذکورہ کا اس کے طبع ثانی کی اجازت طلب کرنا مزید ثبوت اس کی قبولیت کا ہے کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی بانی ہودامی کے پیارے حالات ہیں کپنی کے اس قدم کے مبارک و مستحسن ہونے میں کلام نہیں۔ مجھے امید ہے کہ زمانہ امن و رزائی میں جو ہر قسم کی ذلتی کا گہوارہ ہے اس کتاب مستطاب کی اشاعت کا دائرہ اللہ تعالیٰ بہت وسیع ہو گا۔

دیباچہ سیرت کے اخیر میں دوسرے ایڈیشن میں نقشہ عرب اور بعض دیگر مضامین کے اضافہ کا ارادہ ظہور کیا گیا تھا۔ نیز بنی نظر ثانی میں نول بشریہ، خوشی کا ثمرہ حیات الہی، آثار کبرے، حدیث شریف الرجال کی بحث، حدیث توسل بالعباس کی بحث، عرصت قیامت میں شفاعت و توسل وغیرہ مضامین کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اور بعض دیگر مضامین پر بھی قدر سے تقایم و تاخیر و تردد و بدل عمل میں آیا ہے۔ جو مفاہم سے معلوم ہوگا۔ یہ نقشہ عرب سے اس کے لئے وقت درکار ہے و فقیر اس وقت مراکز علم و تہذیب سے دور اپنے گاؤں میں بیٹھا ہے۔ لہذا فی الحال بجائے نقشہ کے کہ مخطیہ و روضہ منورہ کا فوٹو شروع میں منظم کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تکمیل کے لئے ابھی کئی اور امور کے اضافہ کی ضرورت ہے۔ جن پر بشرط زندگی تیسرے ایڈیشن میں غور کیا جائے گا۔ اب نوڑے امتحان کی فکر دامن گیر ہے۔ اپنی بے بساختی و بے اعتمادیاں پیش نظر ہیں۔

بجائے کہ دہشت خود نڈبیا تو عذرا گندہ را چہ داری بیا

مگر جب خیال آتا ہے کہ معاملہ تو آخر خدا و رسول سے ہے اور وہ دونوں کریم ہیں۔ تو دماغ میں بندھ جاتی ہے اور

زبان لول گویا ہو جاتی ہے۔ یارب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ مستبیم میان دو کریم

محمد نور بخش لکھی عفی عنہ

مجموعہ الواغ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ
مطابق ۲ ستمبر ۱۹۴۵ء
موضع چک قاضیوں۔ ڈاکخانہ سانہ وال۔ ضلع لودھیانہ پنجاب

پہلا مقدمہ

ملک عرب کا جغرافیہ

ملک عرب بڑا عظیم ایشیا کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ چونکہ اس کو تین طرف سمندر نے اور چوتھی طرف دریاؤں نے جوڑ لیا ہے۔ اسے جزیرہ عرب کہتے ہیں۔ اس کے شمال میں بلاد شام و عراق ہیں۔ مغرب میں بحر احمر یعنی بحیرہ قلزم۔ جنوب میں بحر ہند اور مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس ہیں۔

اس کا طول شمالاً جنوباً پندرہ سو میل کے قریب، اور اوسط عرض شرقاً غرباً آٹھ سو میل ہے۔ اس کا رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل یعنی بڑا عظیم یورپ کی ایک تہائی کے قریب ہے۔ علمائے جغرافیہ نے حسب طبیعت ارضی اس ملک کو آٹھ حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کا بیان بطریق اختصار نیچے لکھا جاتا ہے۔

۱۔ اقلیم حجاز جو مغرب میں بحر احمر کے ساحل کے قریب واقع ہے۔ حجاز سے ملحق رمل بحر کو جو نشیب ہے تمامہ یا غور کہتے ہیں۔ اور حجاز سے مشرق کو جو حصہ ملک ہے وہ نجد (زمین مرتفع) کہلاتا ہے۔ حجاز چونکہ نجد و تہامہ کے درمیان عاجز و حائل ہے۔ اس لئے اس نام سے موسوم ہے۔

حجاز کے مشہور شہروں میں سے مکہ مشرفہ ہے۔ جو مشرق میں جبل ابوقیس اور مغرب میں جبل تعینان کے درمیان واقع ہے۔ اس شہر مبارک میں نوشیرواں کی تخت نشینی کے بیالیسویں سال سال فیل میں ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے۔ خانہ کعبہ (بیت اللہ شریف) اسی شہر میں ہے۔ مناسک حج کے مشہور مقامات میں سے صفا اور مردہ تو بیت اللہ شریف کے عین قریب ہی ہیں یعنی تین میل مشرق کو ہے۔ منیٰ سے اسی قدر فاصلے پر مشرق کی طرف مزدلفہ اور مشرق سے مشرق کو اتنے ہی مسافت پر عرفات ہے۔

مکہ مشرفہ سے شمال کی طرف قریباً دو سو میل کے فاصلہ پر مدینہ منورہ ہے۔ جہاں حضور
سرد کائنات علیہ الوضو النجیۃ والصلوٰۃ کا مزار مقدس واقع ہے۔ مدینہ منورہ سے قریباً تین میل
شمال کی جبل اُحد ہے۔ جہاں حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مزار مبارک ہے۔
مکہ مشرفہ کا بندر گاہ جدہ ہے جو ۲۴ میل کے فاصلے پر بحیرہ قلزم کے ساحل پر واقع ہے۔ مدینہ
منورہ کا بندر گاہ ینبع ہے جو مدینہ سے ۳۷ میل کے فاصلے پر بحیرہ قلزم کے ساحل پر ہے۔ حجاز
ریلوے لائن ۱۹۰۸ء میں دمشق سے مدینہ منورہ تک تیار ہو گئی تھی۔ مدینہ منورہ سے مکہ مشرفہ تک
اس وقت تک تیار نہیں ہوئی۔

اس قلم میں حرمین شریفین کے علاوہ بدر۔ اُحد خیبر۔ فدک۔ حنین۔ طائف۔ تبوک اور
غدیر خم اسلامی تاریخ میں بہت مشہور ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا شہر نائین تبوک کے محاذ
میں ساحل بحر احمر پر واقع ہے۔ حجر میں جو دادی القریٰ میں ہے آثار ثمود اب تک پائے جاتے
ہیں۔ طائف اہل مکہ مشرفہ کا مصیبت ہے۔ یہاں کے میوے مشہور ہیں۔

۲۔ اقلیم یمن جو حجاز کے جنوب میں بحر احمر اور بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے اس کی
یمن و بکرت یا کعبۃ اللہ سے جانب یمن واقع ہوتے کے سبب سے اس نام سے موسوم ہے۔
اس اقلیم میں نجران۔ صنعاء اور سبأ و مارب مشہور تاریخی مقامات ہیں۔ حدیدہ اور زبید
تجارتی حیثیت رکھتے ہیں۔

صنعاء دارالسلطنت ہے جو عدن سے ۱۶۸ میل ہے۔ کنیسہ فلکس اسی شہر میں تھا۔ اس کا بند گاہ
حدیدہ ہے۔ جہاں سے بن اور چڑے بیرونی مالک، کوجاتے ہیں۔ صنعاء سے چار دن کی مسافت
پر سبأ و مارب کے آثار پائے جاتے ہیں جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے۔
نجران ایک بڑا شہر تھا جس کے متعلق ستر گاؤں تھے۔ یہ شہر ملک عرب میں عیسائیت کا مرکز
تھا۔ یہاں ایک بڑا گرجا تھا۔ جسے بنو عبد الممدان بن الدیان حارثی نے کعبۃ اللہ کے مقابلہ میں
بنایا تھا۔ وہ کعبۃ اللہ کی طرح اس کی تعظیم کرتے تھے اور اسے کعبۃ نجران کہا کرتے تھے۔ اسی گرجا
کے بڑے بڑے پادری ہجرت کے بارہویں سال حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں
حاضر ہوئے تھے اور حضور نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ نجران ہی کے ایک گاؤں میں قصہ

اصحاب اُحدود وقوع میں آیا تھا جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں پایا جاتا ہے ۔
 ۳۔ اقلیم حضرت موت جو مین کے مشرق میں بحر ہند کے ساحل سے متصل واقع ہے ۔ اس کے مشہور شہر تریم اور شبام ہیں ۔ شبام دارالسلطنت ہے ۔ ان کے علاوہ مریاط نطافہ ۔ شحر اور مکہ ساحل پر واقع ہیں ۔ مکہ سے لوبان بیرونی مالک کو جاتا ہے ۔

۴۔ اقلیم مہرہ جو حضرت موت کے مشرق میں واقع ہے ۔ یہاں کے اونٹ مشہور ہیں جنہیں قبیلہ مہرہ کی طرف نسبت کر کے اہل مہرہ بولتے ہیں ۔ یہاں کے باشندوں کی غذا عموماً مچھلی ہے ۔
 ۵۔ اقلیم عمان جو مہرہ سے متصل بحر ہند و بحر عمان کے ساحل سے ملحق ہے ۔ اس کے مشہور

شہروں میں سے سقط اور صحار ہیں ۔ یہاں کے باشندے عموماً خوارج ابانہ ہیں ۔
 ۶۔ اقلیم الاحساء جسے بحرین بھی کہتے ہیں ۔ کیونکہ یہ بحر فارس و بحر عمان کے ساحل پر واقع ہے اس طرف کے جزائر میں موتیوں کے معاص ہیں ۔ اس کے مشہور شہروں میں سے قطیف ۔ ہفوف اور بجر ہیں ۔ یہاں کے باشندے عموماً رافضی تہرانی ہیں ۔

۷۔ اقلیم نجد جو حجاز کے مشرق اور صحرائے شام کے جنوب میں ہے ۔ اسی اقلیم کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہاں سے شیطان کا سینک نکلے گا ۔ یہ پیشگوئی محمد بن عبد الوہاب اور فرقہ وہابیہ کے ظہور سے پوری ہو گئی ۔ اسی اقلیم کے شمالی حصے میں حرب و اس اور حرب بسوس وقوع میں آئے جن میں سے ہر ایک چالیس سال تک جاری رہی ۔ وہابیہ کا دارالسلطنت ریاض ہے ۔

۸۔ اقلیم الاحقاف جو عمان ، احساء و نجد و حضرت مہرہ کے درمیان میں ایک وسیع بے آباد صحرا ہے ۔ اس کا حال معلوم نہیں ۔ حضرت ہود علیہ السلام کی قبر مبارک حضرت مہرہ کے متصل احقاف ہی میں ہے ۔

پیداوار | یمن وغیرہ میں بن کے پیڑ اور صنغ عربی کے درخت واقفیتاً ہوتے ہیں ۔ حضرت موت میں نباتات عطریہ اور مشروبات اور عود قافلی ہوتا ہے ۔ کھجور ۔ کپاس ۔ کئی اور چاول یمن میں خصوصیت سے ہوتے ہیں ۔ سنا جنوبی ۔ حجاز اور تہام میں ہوتی ہے ۔ بسان مکہ مشرفہ کے قریب اور حنا مغربی ساحل پر پائی جاتی ہے ۔ بنجی کے گھوڑے اور مہرہ کے اونٹ مشہور ہیں ۔ گدھے ۔ دنبے بکریاں اور مویشی کثرت سے ہیں ۔ عرب میں وحوش میں سے شتر مرغ ۔ چیتا ۔ پنٹ ۔ سیاہ گوش اور کفتار ہیں ۔

دوسرا مقدمہ

عرب کی تاریخ قدیم طائرانہ نظر

زمانہ قدیم میں طوفان نوح کے بعد جزیرہ عرب میں سام بن نوح کی نسل کے لوگ آباد تھے چنانچہ بنو عریب بن فحطان بن عامر بن شالخ بن ارفخشذ بن سام بن نوح میں بستے تھے۔ بنو جرہم بن فحطان اور بنو عمالیق بن نوح بن سام حجاز میں رہتے تھے۔ بنو طسم بن نوح اور بنو جدیس بن عامر بن آرام بن سام یمامہ میں بحرین تک پھیلے ہوئے تھے۔ قوم عاد بن عوض بن آرام شحر و عمان و حضرموت کے مابین اقطاف میں آباد تھی۔ اس قوم کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ قوم ثمود بن جاثربن آرام حجاز و شام کے درمیان حجر میں آباد تھی۔ ان کی طرف حضرت صالح علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔

ایک زمانہ گزرنے پر عاد و ثمود و جدیس و عمالیق و جرہم فنا ہو گئے۔ اس واسطے ان کو عرب بانکہہ بولتے ہیں۔ ان میں سے جو باقی رہے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بل بل گئے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شادی قبیلہ جرہم میں ہوئی تھی۔ اس واسطے ان کی اولاد کو عرب مُسْتَعْرَبہ کہتے ہیں۔ اور بنو فحطان کو عرب عامر یعنی اہلی عرب بولتے ہیں۔ قصہ مذکورہ بالا تباہی و اختلاط کے بعد عرب میں دو بڑے قبیلے رہ گئے۔ بنو فحطان اور بنو عدنان (بنو اسماعیل) ان دونوں کی بہت سی شاخیں تھیں۔ اب عرب کا بڑا حصہ خاندان اسماعیل سے ہے۔ اور خود حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اسی خاندان سے ہیں۔

قایم الابام سے عربوں کی تجارت مصر و شام کے ساتھ تھی۔ چنانچہ جب بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کوئٹہ میں گمراہ کیا۔ تو انہوں نے دیکھا کہ گلعاد سے اسماعیلیوں کا قافلہ آ رہا ہے جن کے اونٹوں پر ادویہ و بلسان و مرادے ہوئے ہیں اور وہ مصر کو جا رہے ہیں۔ یہ چیزیں لاشوں کے

معطر بنانے میں مصریوں کے کام آیا کرتی تھیں۔ اس کے مذنوں بعد وہ اہالیٰ صور کے ساتھ مریہ اور ادویہ اور پیش بہا پتھروں اور سوئے کی تجارت کرتے دیکھے جاتے ہیں۔

قرون ماضیہ میں عربوں پر بہت سے بیرونی حملے ہوئے۔ مگر وہ کسی کے ماتحت نہ رہے چنانچہ مصری فاتح شیشک ان کو زیر نہ کر سکا۔ قیروش فارسی (متوفی ۵۲۹ قبل مسیح) نے عرب کے شمالی حصے کے بعض عربوں کو مغلوب کیا۔ مگر مورخ ہیروڈوٹس (متوفی ۴۲۷ قبل مسیح) ہمیں یقین دلاتا ہے۔ کہ دارا ہشتاسپ (جس نے سلطنت، فارس کی توحید کی تھی) کے عہد میں عرب خراج سے بری تھے۔ بخت نصر بابل نے ان پر حملہ کیا۔ اور ان کے بہت سے شہر فتح کئے۔ مگر غنیمت لے کر اپنے وطن کو چلا آیا۔ سکندر اعظم کا ہانشین انطیغولس (متوفی ۳۳۰ قبل مسیح) ان پر حملہ آور ہوا۔ مگر اُسے ان کے ساتھ ان ہی کی شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ رومی فاتح پومپے (مولود ۱۰۶ قبل مسیح) نے ملک عرب کے ایک حصے کو تاخت و تاراج کیا۔ مگر اس کی فوج پسپا ہوئی۔ تو عربوں نے شدت سے تعاقب کیا۔ اور وہ کچھ عرصے تک شام میں رہیوں کو تنگ کرتے رہے۔ ولادت مسیح سے قریباً ۲۳ سال پہلے رومی سپہ سالار لیوس گالس بجیرہ قلمز تم تک آیا۔ اُس نے چاہا کہ عرب کو فتح کرے۔ مگر ناکام رہا۔ طراجان رومی نے ۱۲۰ء کے قریب ان پر حملہ کیا اور شہر حجر کا محاصرہ کر لیا مگر عدو ڈالہ و گرد ہاد اور لکھیوں کے جھنڈے کے سبب سے اس کا لشکر کامیاب نہ ہوا۔ جب وہ حملہ کرتے۔ تو یہی آفتیں پیش آئیں۔ ۱۲۰ء کے قریب سیلواروس رومی نے لشکر کثیر اور سامان حرب کے ساتھ شہر حجر کا دوبارہ محاصرہ کیا۔ مگر لشکر و شاہ کے درمیان ایک بے وجہ تنازع نے شاہ کو محاصرہ اٹھالینے پر مجبور کر دیا۔

شاہ فارس شاپور ذوالاکتاف نے عرب پر حملہ کیا۔ تو بحرین و بحر و یامہ میں کشت و خون کرنا ہوا مدینہ تک پہنچ گیا۔ سرداران عرب جو گرفتار ہو کر آتے تھے۔ وہ ان کے موندھے نکال دیتا تھا۔ اس لئے ذوالاکتاف کہتے تھے۔ مگر اسی بادشاہ نے ۳۶۰ء کے قریب تکریت پر جو خود مختار عربوں کا

۱۵ جز قیل باب ۲۷ - آبیہ ۲۰ تا ۲۲ -

۱۶ تاریخ کامل ابن اثیر -

۱۷ لغت بابل مصنفہ پادری جان برون مطبوعہ نیویارک ۱۹۳۳ء تحت لفظ عرب -

۱۸ تاریخ کامل ابن اثیر ذکر شاپور ذوالاکتاف -

ایک مضبوط قلعہ تھا حملہ کیا۔ تو ناکام رہا۔

دسویں صدی قبل مسیح میں مین میں ملوک حمیر بن سبا میں سے ایک فاسق نجدت بادشاہ مالک نام تھا۔ وہ باکرہ غور تول کو بلا کر ان کی ابرو دیریزی کرتا تھا۔ پناچہ اس نے اپنی چچا زاد بہن بلقیس سے بھی یہی ارادہ ظاہر کیا۔ بلقیس نے کہا کہ میرے محل میں آجانا۔ اور اس کے قتل کرنے کے لئے اپنے اقرباء میں سے دو آدمی مقرر کئے۔ جب وہ محل میں داخل ہوا۔ تو ان آدمیوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ اہل مین نے اسی سبب سے بلقیس کو اپنا حکمران بنایا۔ ورنہ وہ عورت کی حکومت کو پسند نہ کرتے تھے۔ یہ وہی بلقیس ہے۔ جس کا قصہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

بلقیس کے بعد خاندان حمیر کے بہت سے بادشاہ یکے بعد دیگرے تخت بن پر متمکن ہوئے جب اہل مین نے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ تو ان پر پل عرم بھیجا گیا۔ جس سے ان کے باغات وغیرہ برباد ہو گئے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں وارد ہے وہ رزق و معاش کی تلاش میں مختلف اطراف کو بھرت کر کے پلے گئے۔ پناچہ بنو لخم بن عدی کی ایک جماعت خراسان کی طرف نکلی۔ انہوں نے دریائے فرات کے قریب شہر حیرہ کی بنا ڈالی۔ جو بعد میں اسی خاندان کا دارالسلطنت رہا۔ ملوک لخمیہ و نازہ ۶۳۷ء تک اکاسرہ کی طرف سے عراق پر گورنر ہوتے رہے۔ اس کے بعد اسلام کا تسلط ہو گیا۔ بنو لخم کی طرح بنو قحطان کی ایک جماعت ہجرت کر کے دمشق کے متصل ایک چشمہ پر جسے غسان کہتے تھے جا آئی۔ وہ آخر کار شام کے حکمران بن گئے۔ ملک غسان جنہیں مویخین عرب عرب متنصرہ سے تعبیر کرتے ہیں قباصرہ روم کی طرف سے قریباً ۳۲۰ء سے ۶۳۰ء تک شام میں حکمرانی کرتے رہے۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ جبہ بن ایہم تھا۔ جو بھاگ کر قیصر کے ہاں چلا گیا تھا۔ اس کے بعد یہ ملک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

بنو قحطان میں سے قبیلہ ازد کے دو بھائی ادس و حوزج مدینہ میں آئے۔ انصار ان ہی کی اولاد میں سے ہیں۔ قحطانیوں میں سے بعض اندرون جزیرہ عرب میں چلے گئے۔ پناچہ ملوک کندہ نے نجد میں اپنی سلطنت قائم کی۔ ان کے علاوہ عرب میں اور متفرق ملوک تھے جن کے ذکر کی یہاں چنداں

لے تنزل دزدوال رومہ الکبریٰ مصنف ایڈورڈ گین درچہ رجد۔ جلد اول ص ۵۲۵

۵۲ کاہل ابن اثیر جزء اول ص ۷۹

ضرورت نہیں۔

سپیل عوم کے بعد جو لوگ یمن میں رہ گئے ان پر بنو مخطان بدستور حکمرانی کرتے رہے۔ ان بادشاہوں میں سے ایک کا نام شمر بن افریقیس بن ابرہہ تھا۔ کہتے ہیں کہ شمر مذکورہ بڑا عالی ہمت تھا۔ اس نے عراق پر لشکر کشی کی۔ اور اُسے فتح کر کے حین کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں جب وہ صعند میں پہنچا۔ تو اس نواح کے باشندے ایک مقام میں پناہ گزین ہو گئے۔ شمر نے چاروں طرف سے محاصرہ کر کے ان کو قتل کیا۔ اور اس مقام کو کھدوا کر ویران کر دیا۔ اس واسطے اس مقام کو شمر کنڈ کہنے لگے۔ جسے عرب مغرب کر کے سمرقند بولتے تھے۔ شمر وہاں سے حین کی طرف ہڑھانگروہ اور اس کی فوج پیاس سے ہلاک ہو گئی۔

تبامع یمن میں سے تبان اسعد ابو کرب تھا۔ وہ بلا دمشق کو فتح کر کے واپس آتا ہوا مدینہ میں آئے۔ جہاں وہ جاتا ہوا اپنے بیٹے کو چھوڑ گیا تھا۔ مگر اس کو کسی نے ناگہان قتل کر دیا تھا۔ اس لئے تبع مذکور نے مدینہ اور اہل مدینہ کو تباہ کرنا چاہا۔ مگر یہود بنی قریظہ سے دو عالموں نے تبع کو منع کیا۔ اُس نے وجہ دریافت کی۔ تو عالموں نے کہا کہ آخر زمانہ میں قریش میں سے ایک پغمبر پیدا ہوگا جس کی ہجرت ہی شہر مدینہ کی طرف ہوگی۔ وہ یمن کرنا آئے اور اس نے مذہب یہود اختیار کر لیا۔ تبع مذکور مدینہ سے اپنے وطن یمن کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اُس نے مکہ میں چھ دن قیام کیا۔ اور طواف کر کے کعبہ پر بیڑیا فی چڑھائی۔ یہ تبع پہلا شخص ہے جس نے سب سے پہلے کعبہ پر بیڑیا چڑھایا۔ مکہ سے وہ یمن میں آیا۔ دونوں عالم اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اپنی قوم یعنی حمیر کو یہودیت کی دعوت دی۔ حمیر اس وقت تک بت پرست تھے۔ انہوں نے تبع کی دعوت سے آخر کار مذہب یہود اختیار کر لیا۔

تبان اسعد کے بعد اس کے بیٹے حسان کو عمرو بن تبان اسعد نے مکہ کے لالچ میں قتل کر دیا۔ عمرو مذکور بھی جلدی ہلاک ہو گیا۔ اور حمیر کی سلطنت کا شیرازہ پرانہ ہو گیا۔ لخنیعہ نیوف ذہین نام جو شاہی خاندان میں سے نہ تھا۔ ان کا بادشاہ بن بیضا۔ وہ فاسق خبیث تھا۔ انہوں نے لوک سے

۱۔ معجم البلدان یا قوت حموی۔ تحت سمرقند۔

۲۔ یہاں سے سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہے۔

لواطت کیا کرتا تھا۔ تاکہ وہ بادشاہ نہ بن جائیں۔ کیونکہ اس زمانے میں عرب کی عادت تھی کہ ایسے
 شہزادے کو بادشاہ نہ بناتے تھے۔ نہ عمر بن تیان اسعد اپنے بھائی احسان کے قتل کے وقت
 بچہ ہی تھا۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔ اس کے سر کے بال پیچھے تک پہنچتے تھے۔ اس واسطے اس کا
 لقب ذونواس تھا۔ خوبصورتی کے سبب لوگ اُسے یوسف کہا کرتے تھے۔ ذوشنا نے اسے بلایا
 ذونواس سمجھ گیا اور ایک تیز چھری جوتے میں پاؤں تلے چھپا کر لے گیا۔ جب وہ خلوت میں پہنچا
 تو اسی چھری سے ذوشنا تڑکا کام تمام کر دیا۔ یہ شجاعت دیکھ کر حمیر نے ذونواس ہی کو اپنا بادشاہ
 تسلیم کر لیا۔ اہل نجران اس وقت عیسائی تھے۔ ذونواس شکر سمیت نجران میں گیا۔ اور اس نے
 اہل نجران کو یہودیت کی دعوت دی۔ ذونواس نے ایک خندق کھدوا کر آگ سے بھردی جو لوگ
 یہود کا ہونے سے انکار کرتے وہ ان کو آگ میں گر ادیتا تھا۔ قرآن کریم میں اسی ذونواس اور اس
 کے اصحاب کو سورہ بروج میں اصحاب الاخذہ کہا گیا ہے۔ نجران کے عیسائیوں میں سے
 ایک شخص دوس ذوثعلبان قیصر روم جتینین (متوفی ۶۵۶ء) کے پاس پہنچا۔ اور اُسے سب جوا
 کہہ ستایا قیصر نے جواب دیا کہ تمہارا ملک ہم سے بہت دُور ہے ہم شاہ حبشہ نجاشی کو یہ عیسائی
 ہے تمہارا مدد کے لئے لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ دوس قیصر کا نامہ نجاشی کے پاس لایا۔ نجاشی نے اپنے
 ایک امیر ارباط کو لشکر جہاد سے کر دوس کے سامنے روانہ کیا۔ اس لشکر میں ابرہہ اشرا م بھی تھا۔
 ذونواس کو شکست ہوئی۔ وہ بدیں خیال کہ مبادا دشمن کے ہاتھ گرفتار ہو جائے ۲۸ء میں سمتہ میں
 ڈوب کر مر گیا۔ ارباط ۵۲۵ء سے ۵۴۹ء تک میں حکمران رہا۔ وہ کمزوروں پر تومی کیا کرتا تھا۔
 اس لئے بہت ہی رعیت اس کے خلاف ابرہہ سے مل گئی۔ ابرہہ نے ارباط سے کہا کہ ہم دونوں سمجھ
 لیں چنانچہ دونوں لڑنے لگے۔ ابرہہ نے پس پشت ایک غلام کو مقرر کیا تھا۔ جب ارباط نے حربہ مارا
 تو ابرہہ کی پیشانی پر پڑا۔ اور اس کی آنکھ ناک اور ہونٹ کاٹ دیئے۔ اسی سبب سے اس کو ابرہہ اشرا م
 کہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس غلام نے ابرہہ کی پشت کی طرف سے کل کر ارباط کو قتل کر ڈالا۔ اس طرح حبشہ
 اور یمن نے ابرہہ کو بادشاہ تسلیم کر لیا۔ نجاشی یہ حال سن کر ابرہہ پر ناراض ہوا۔ مگر ابرہہ نے
 معافی مانگ کر اس کو راضی کر لیا۔ اسی ابرہہ نے صنعا میں ایک گرجا بنایا تھا۔ تاکہ خوب
 بجائے کجتمہ اللہ کے اس کا طواف کیا کریں۔ مگر بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے اس میں بول ڈیرا نہ کر دیا

اس پر بارہ ہاتھی لے کر خانہ کعبہ کو ڈھانے آیا۔ مگر وہ اور اس کی فوج تباہ ہو گئی۔ یہ قصہ صحابہ فیل قرآن مجید میں مذکور ہے۔ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا تولد بشارت اس واقعہ کے پچیس دن بعد ہوا۔

ابرہہ کے بعد اس کا بیٹا کیسوم تخت یمن پر بیٹھا۔ مگر جلد ہی ہلاک ہو گیا۔ پھر کیسوم کا بھائی مسروق تخت نشین ہوا۔ اہل یمن اجنبیوں کی حکومت سے تنگ آئے ہوئے تھے۔ اس لئے سیف بن ذی یزین جبیری قبصر روم کے پاس گیا اور اپنے ملک کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرنے کے لئے اس سے مدد مانگی۔ قیصر نے مدد دینے سے انکار کر دیا۔ اس لئے وہ کسرے نو شیر وال کے دربار میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ ہمارے ملک پر اجنبیوں کی حکومت ہے۔ اگر آپ مدد دیں تو ہمارا ملک آپ کے زیر فرمان ہو جائیگا۔ کسرے کے ایک مرزبان نے یہ مشورہ دیا۔ کہ بادشاہ کے قیدخانہ میں آٹھ سو آدمی واجب القتل موجود ہیں۔ ان کو بھیج دیا جائے۔ اگر وہ ہلاک ہو گئے تو ہمارا ملک اور اگر فقیاب ہو گئے تو علاقہ مفتوحہ آپ کے قبضہ میں آجائے گا۔ چنانچہ قیدیوں میں سے ایک شخص وہرنہ کی کہہ کر دیا گیا وہ سب مہم یمن پر بھیج دئے گئے۔ اہل فارس کو فتح نصیب ہوئی۔ اور مسروق مارا گیا۔ اس طرح حبشہ کا تصرف یمن پر بہتر سال (۵۲۹ء سے ۵۳۰ء تک) رہا۔

وہرنہ کے بعد کسرے کی طرف سے مرزبان بن وہرنہ پھر یمنجان بن مرزبان نائب الساطنت مقرر ہوا۔ یمنجان کے بعد اس کا بیٹا جانشین ہوا۔ مگر کسرے نے اسے معزول کر کے باذان کو اپنا نائب مقرر کیا۔ جب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت یہی بادان حاکم یمن تھا۔ جب کسرے (خسر و پڑوینہ) کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی۔ تو اس نے باذان کو لکھا۔ کہ تم اس مدعی نبوت کے پاس جاؤ اور اسے کہہ دو۔ کہ اپنے دعوے سے باز آجائے۔ ورنہ اس کا سر قلم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ باذان نے وہ خط رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ حضور نے باذان کو جواب میں لکھا کہ کسرے فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قتل ہو جائیگا۔ جب یہ نامہ باذان کو ملا۔ تو کہنے لگا کہ اگر وہ نبی ہیں تو ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ کسرے کو اس کے بیٹے شیرزید نے اسی مہینے اور اسی تاریخ کو قتل کر دیا۔ جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ یہ دیکھ کر باذان اور دیگر

اہل فارس جو مین ہیں نفعے مشرف باسلام ہوئے ۔

حروبِ عرب کی جہنیں ایامِ عرب سے تعبیر کیا جاتا ہے اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ عرب
جاہلیت کی دینی و اخلاقی حالت کا بیان آگے آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ

پہلا باب

برکاتِ نورِ محمدی

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے بلا واسطہ اپنے حبیبِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا کیا۔
پھر اسی نور کو خلقِ عالم کا واسطہ ٹھہرایا۔ اور عالم ارواح ہی میں اس روح سرایا نور کو وصفِ نبوت
سے سرفراز فرمایا۔ چنانچہ ایک روز صحابہ کرام نے حضور نور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کہ
آپ کی نبوت کب ثابت ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ وادم بین الروح والجسد یعنی میں اس وقت نبی
تھا جب کہ آدم کی روح نے جسم سے تعلق نہ پکا تھا۔ بعد ازاں اسی عالم میں اللہ تعالیٰ نے دیگر
انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے وہ عہد لیا۔ جو وَاِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ الْاٰیہ
میں مذکور ہے۔ جس وقت ان پیغمبروں کی روحوں نے عہد مذکور کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ و
السلام کی نبوت و امداد کا اقرار کر لیا۔ نورِ محمدی کے فیضان سے ان روحوں میں وہ قابلیتیں پیدا
ہو گئیں کہ دنیا میں اپنے اپنے وقت میں ان کو منصبِ نبوت عطا ہوا اور ان سے معجزات ظہور
میں آئے امام بوسیری رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا ہے ۔

وَكُلُّ شَيْءٍ اَنْتَ الرَّسُلُ الْكِيَامُ لَهَا فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهِ لِيَهُم

سید مصنف عبد الرزاق (منوفی ۱۱۲ھ) روایت حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری
سے ترمذی تشریف ۔

سے اس آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ اور جب لیا اللہ نے اقرار پیغمبروں کا کہ البتہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب و حکمت سے
پہر آوے تمہارے پاس رسولی سچا کرنے والا اس چیز کو کہ تمہارے ساتھ ہے۔ البتہ تم ایمان لاؤ گے اس پر اور البتہ
مرد و دو گے اس کو۔ کہا خدا نے۔ کیا اذکار کیا تم نے اور لیا اس پر عہد میرا۔ کہا ہوں نے اقرار کیا ہم نے۔ فرمایا خدا نے
تم کو اور وہاں میں تمہارے ساتھ گواہ ہوں سے ہوں۔ (تفسیر آل عمران - رکوع ۵)

فَاتَهُ شَمْسٌ فَضِلَّ هَمَّ كَوَاكِبِهَا كَيُظْهِرَنَّ أَوَادَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

ترجمہ منظوم

مغربتے جتنے کہ لائے تھے سورانِ کرام
لو اسی کے نور سے جالتی ہے سب کی ہم
آفتابِ فضل ہے وہ سب کو آلباس کے تھے
ظلمتوں میں نور پھیلا یا جہنوں نے ہمیشہ دم

اسی عہد کے سبب سے حضرات انبیائے سابقین علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو حضور بنی
آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد و بشارت اور ان کے اتباع و امداد کی تاکید فرماتے رہے
ہیں۔ اگر حضور بنی امی یا بنی ہمدانی کی نبوت دنیا میں ظاہر نہ ہوتی۔ تو تمام انبیائے سابقین
علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوتیں باطل ہو جاتیں اور وہ تمام بشارتیں نا تمام رہ جاتیں۔
پس دنیا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری نے تمام انبیائے سابقین
علیہم السلام کی نبوتوں کی تصدیق فرمادی۔ **لَمَّا جَاءَ بِالنَّبِيِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ**

جس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ازہر اوارا انبیاء تھا۔ آپ کے جسم اطہر کا مادہ بھی
لطیف ترین اشیاء تھا۔ چنانچہ حضرت کعب احبار سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کرنا چاہا۔ تو جبریل کو حکم دیا۔ کہ سفید مٹی لاؤ۔ پس جبریل بہشت کے فرشتوں
کے ساتھ اترے اور حضرت کی قبر شریف کی جگہ سے مٹی بھر خاک سفید چمکتی دکتی اٹھا لائے۔ پھر وہ
مشت خاک سفید بہشت کے چشمہ میں تسلیم کے پانی سے گوندھی گئی۔ یہاں تک کہ سفید مٹی
کی مانند ہو گئی۔ جس کی بڑی شعاع تھی بعد ازاں فرشتے اسے لے کر عرش و کرسی کے گرد آسمانوں
اور زمین میں پھرے یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ روح انور و مادہ اطہر کو آدم علیہ السلام
کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا۔ تو اپنے حبیب پاک
کے نور کو ان کی پشت مبارک میں بطریق دلالت رکھا۔ مگر اس نور کے انوار ان کی پیشانی میں یوں نکلا
تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ اور ان سے عہد لیا گیا کہ یہ نور انور

۱۔ لہ بگدہ لایا ہے حق کو اور سچا کیا ہے پیغمبروں کو (صحاف - رکوع ۲) -

۲۔ وفانی فضائل المصطفیٰ لابن الجوزی -

پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔ اسی واسطے جب وہ حضرت حواء علیہا السلام سے مقابرت کا ارادہ کرتے۔ تو اسے پاک و پاکیزہ ہونے کی تاکید فرماتے یہاں تک کہ وہ نور حضرت حواء علیہا السلام کے رحم پاک میں منتقل ہو گیا۔ اس وقت وہ نوارہ جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھے حضرت حواء کی پیشانی میں نمودار ہوئے۔ ایام حمل میں حضرت آدم علیہ السلام نے پیاس ارب و تعظیم حضرت حواء سے مقابرت ترک کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت ثبیت علیہ السلام پیدا ہوئے۔ تو وہ نور ان کی پشت میں منتقل ہو گیا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرامت تھی کہ حضرت ثبیت علیہ السلام ایسے پیدا ہوئے۔ آپ کے بعد ایک بطن میں جوڑا دلہ لڑکا لڑکی پیدا ہوتا رہا۔ اس طرح یہ نور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد ماجد حضرت عبد اللہ تک پہنچا۔ اور ان سے بتا دیا۔

قول صحیح ایاہم تشریق میں جمعہ کی رات کو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ اسی نور کے پاک و صاف رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت کے تمام آبا و اہمات کو شرک و کفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھا ہے۔ اسی نور کے ذریعہ سے حضرت کے تمام آبا و اجداد انہما بیت حسین و مرجع خلافت تھے۔ اسی نور کی رکت سے حضرت آدم علی بنینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام ملائک کے مسجود بنے اور اسی نور کے وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت نوح علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کشتی طوفان میں غرق ہونے سے بچی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آتش نمرود کا گزرا نہ ہو گئی۔ اور اسی نور کے فضیل سے حضرت انبیاء سابقین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عنایات پر اللہ تعالیٰ کی عنایات بے غایت ہوئیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند اشعار عرض کئے جن میں مذکور ہے کہ کشتی نوح کا طوفان سے بچنا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود کا گزرا نہ ہو جانا۔ حضور کے نور ہی کی برکت سے تھا۔ حضرت امام الامام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کوئی رضی اللہ عنہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یوں فرماتے ہیں:-

لہ خصائص کبریٰ للسیوطی بحوالہ حاکم و طبرانی

۱۰ مجموعہ قصائد ص ۱۰

آپ کی وہ مفاسد ذات ہے کہ اگر آپ نہ ہوتے تو ہرگز کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتی۔ اگر آپ نہ ہوتے۔ آپ وہ ہیں کہ آپ کے نور سے چاند کو روشنی ہے اور سورج آپ ہی کے نور زیبا سے چمک رہا ہے۔ آپ وہ ہیں کہ جب آدم نے لغزش کے سبب سے آپ کا وسیلہ پکڑا تو وہ کامیاب ہو گئے۔ حالانکہ آپ کے باپ ہیں آپ ہی کے وسیلہ سے خلیل نے دعائے نوحی، تو آپ کے روشن نور سے آگ ان پر ٹھنڈی ہو گئی اور سمجھ گئی۔ اور ابوبہ نے اپنی مصیبت میں آپ ہی کو پکارا۔ تو اس پکار نے پر ان کی مصیبت دور ہو گئی۔ اور مسیح آپ ہی کی بشارت اور آپ ہی کی صفات حسنہ کی خبر دینے اور آپ کی بزرگی کی مدح کہتے ہوئے آئے اسی طرح موسیٰ آپ کا وسیلہ پکڑنے والے اور قیامت میں آپ کے سبزہ زار میں پناہ لینے والے ہے اور انبیاء اور مخلوقات میں سے ہر مخلوق اور پیغمبر اور فرشتے آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

أَنْتَ الَّذِي لَوْلَاكَ مَا خُلِقَ أَرْضٌ
كَلَّا وَلَا خَلْقَ الْوَرَى لَوْلَا كَا
أَنْتَ الَّذِي مِنْ لَوْهَاكَ لِلْبَدْرِ الشَّنَا
وَالشَّمْسِ مُشْرِقَةً يَنْوِيهَا كَا
أَنْتَ الَّذِي لَمَّا تَوَسَّلَ آدَمُ
مِنْ ذَلَّةٍ بِكَ فَازَ وَهُوَ آبَا كَا
وَبِكَ الْخَبِيلُ دَعَا فَعَادَتْ نَارُكَ
بَرْدًا وَقَدْ خَدَّتْ بِنُورِ سَنَا كَا
وَدَعَاكَ أَيُّوبُ لِضُرِّ مَسَدِهِ
فَأَزِيلَ عَنْهُ الضَّرْحِينَ دَعَا كَا
وَبِكَ الْمَسِيحُ اتَى بِشِيرًا مَخْبِرًا
بِصِفَاتِ حُسْنِكَ مَا دَحَا لِعَلَا كَا
كَذَاكَ مُوسَى لَمَّا نَزَلَ مُتَوَسِّلًا
بِكَ فِي الْقَيْمَةِ مُرَحَّمًا بِحِمَا كَا
وَالْأَنْبِيَاءُ وَكُلُّ خَلْقٍ فِي الْوَرَى
وَالسَّهْلُ وَالْأَمَلَالُ تَحْتَ لَوَا كَا

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:-

صلی اللہ علیٰ نور کے گز و شد نور ہا پیدا	نہیں از حب اور ساکن فلک در مشق او شیدا
محمد احمد و محمود ویرا خالقش بستود	کہ و شد بود ہر موجود نہ و شد و بد ہا بینا
اگر نام محمد رانیا و دے شفیع آدم،	نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق غبنا
نہ ایوب از بلا راحت نہ یوسف حشمت و یغنا	نہ عیسیٰ آل مسیحا دم نہ موسیٰ آل بید بیغنا

دوسرا باب

حالات نسب و ولادت شریف تا بعثت شریف

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ سیدنا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرثد بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ اور عدنان حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد سے ہیں۔

خاندانی شرافت و ریافت | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان عرب میں ہمیشہ سے ممتاز و معزز چلا آتا تھا۔ نضر یا فہر کا لقب قریش تھا۔ اس وجہ سے اس کی اولاد کو قریشی اور خاندان کو قریش کہنے لگے اور اس سے اوپر والے کنانی کہلائے۔ قریش کی وجہ تسمیہ میں بہت سے مختلف اذوال ہیں جن کے ابراہم کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے بھیجا گیا ایک قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے کہ ہوا۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے کنانہ کو برگزیدہ بنایا۔ اور کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو برگزیدہ بنایا۔ اسی طرح تمہاری شریفی میں بہ سند حسن آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو مجھ کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا۔ پھر قبیلوں کو چننا۔ تو مجھ کو سب سے اچھے قبیلہ میں بنایا۔ پھر گھروں کو چننا۔ تو مجھے ان کے سب سے اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں روح و ذات اور اصل کے لحاظ سے ان سب سے اچھا ہوں۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

لَمْ يَخْلُقِ الرَّحْمَنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ | خدا نے حضرت محمدؐ کا مثل کبھی پیدا نہیں کیا
أَبَدًا وَعَلِمْتُ أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ | اور مجھے علم ہے کہ وہ آپؐ کا مثل پیدا نہ کرے گا

نضر کے بعد فہر اپنے وقت میں رئیس عرب تھا۔ اس کا ہم عصر حسان بن عبد کلال جبری چاہتا تھا۔ کہ کعبہ کے پتھر اٹھا کر یمن میں سے جائے تاکہ حج کے لئے وہیں کعبہ بنا دیا جائے۔ جب وہ اس ارادے سے حمیر وغیرہ کو ساتھ لے کر یمن سے آیا۔ اور مکہ سے ایک منزل پر مقام نخلہ میں اترا۔ تو فہر نے قبائل عرب کو

جمع کر کے اس کا مقابلہ کیا۔ حمیرہ کو شکست ہوئی۔ حسان گرفتار ہوا اور تین برس کے بعد فدیبہ دے کر رہا ہوا۔ اس واقعہ سے فہر کی ہیبت و عظمت کا سکہ عرب کے دلوں پر جم گیا۔

فہر کے بعد قصی بن کلاب نے نہایت عزت و اقتدار حاصل کیا۔ قصی مذکورہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خاندان میں۔ ان کا اصلی نام زید تھا کلاب کی وفات کے بعد ان کی والدہ فاطمہ نے بنو غنم سے

سے ایک شخص ربیعہ بن جرم سے شادی کر لی تھی۔ وہ فاطمہ کو اپنی ولایت یعنی ملک شام کو لے گیا۔

فاطمہ اپنے ساتھ زید کو بھی لے گئی۔ چونکہ زید ابھی بچہ ہی تھے اور اپنے وطن مالون سے دور جا رہے تھے

اس لئے ان کو قصی (تصنیف قصی یعنی عبید) کہنے لگے۔ جب قصی جوان ہو گئے۔ تو بچہ مکہ میں اپنی قوم میں

آ گئے۔ اور وہیں خلیل نزاعی کی بیٹی جتی سے شادی کر لی۔ خلیل اس وقت کعبہ کا متولی تھا۔ اس کے

مرنے پر تولیت قصی کے ہاتھ آئی۔ اس نے خیرا کو بیعت المال سے کال دیا اور قریش کو گھائیوں پہاڑیوں اور

وادیوں سے جمع کر کے مکہ کے اندر اور باہر آباد کیا۔ اس وجہ سے قصی کو مجتمع بھی کہتے ہیں۔

قصی نے کئی کارہائے نمایاں کئے۔ چنانچہ ایک کمیٹی گھر قائم کیا جسے دار الندوہ کہتے تھے۔ مہمانوں

میں مشورے یہیں کرتے۔ لڑائی کے لئے جھنڈا یہیں تیار ہوتا۔ نکاح اور دیگر تقریبات کی مراسم یہیں ادا

کرتے۔ حرم کی رفاقت و سفایت کا منصب بھی قصی ہی نے قائم کیا۔ چنانچہ موسم حج میں قریش کو جمع کر کے

یہ تقریر کی: تم خدا کے پروردہ اور خدا کے گھر کے متولی ہو۔ اور حجاج خدا کے مہمان اور خدا کے گھر کے

زائرین ہیں۔ وہ اور مہمانوں کی نسبت تمہاری میزبانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لئے ایام حج میں ان کے

کھانے پینے کے لئے کچھ وقفہ رکھو۔ اس پر قریش نے سالانہ رقم مقرر کی۔ جس سے ہر سال ایام منیٰ میں

غریب حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ سفایت کے لئے قصی نے چرمی حوض بنائے جو ایام حج میں کعبہ

کے صحن میں رکھے جاتے تھے۔ ان حوضوں کے بھرنے کے لئے مکہ کے گرووں کا پانی مشکوں میں اونٹوں

پر لایا جاتا تھا۔ ان مناصب کے علاوہ قریش کے باقی شرف بھی یعنی حاجت کعبہ کی کلید برداری تولیت

اور لوہ (علم بندی) اور قباوت (مرات لشکر) قصی کے ہاتھ میں تھے۔ اور قصی ہی پہلے شخص ہیں،

جنہوں نے مزدلفہ پر روشنی کی ناکہ لوگوں کو عرفات سے نظر آجائے۔

قصی کے چار لڑکے: عبد الدار، عبد المناف، عبد العزی، عبد اور ولذکیاں (نختر۔ برہ) تھیں۔

سہ قصی کے حالات کے لئے دیکھو سیرت ابن ہشام اور سیرت حلبیہ۔

تھ رفاقت حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام کرنا۔ سفایت حاجیوں کو آب زمزم پلانا۔

عبدالدار اگرچہ عمر میں سب سے بڑا تھا۔ مگر شرافت و دجاہنت میں اپنے بھائیوں کے ہمپایہ نہ تھا۔ اور عبدمنافؑ تو سب سے اشرف تھے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ رابع تھے۔ ان کا اصلی نام مغیرہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی جھلک ان کی پیشانی میں ایسی تھی کہ ان کو قرابطی وہ اوی مکہ کا چاند کہا کرتے تھے جب قصی بہت بوڑھے ہو گئے۔ تو انہوں نے عبدالدار سے کہا کہ میں تجھے تیرے بھائیوں کے برابر کہتا ہوں۔ یہ کہہ کر حرم شریف کے تمام ناصب اُس کے سپرد کر دئے۔ قصی کی ہدیت کے سبب سے اس وقت کسی نے اعتراض نہ کیا۔ مگر قصی کے بعد جب عبدالدار اور عبدمناف کا بھی انتقال ہو چکا۔ تو عبدمناف کے بیٹوں (ہاشم۔ عبدشمس۔ مطلب۔ نوفل) نے اپنا استحقاق ظاہر کیا اور چاہا کہ حرم شریف کے مخالف عبدالدار کی اولاد سے چھین لیں۔ اس پر قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ بنو اسد بن عنہ اور بنو زہرہ بن کلاب اور بنو تمیم بن مرہ اور بنو عارث بن زہرہ سب بنو عبدمناف کی طرف اور بنو مخزوم اور

بنو ہاشم اور بنو جحج اور بنو عدی بن کعب دوسری طرف ہو گئے۔ بنو عبدمناف اور ان کے اصحاب نے قسمیں کھان کر معاہدہ کیا کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ اور ایک جہتی کے اظہار کے لئے ایک پیالہ خربزو سے بھر کر حرم شریف میں رکھا۔ اور سب نے اس میں اپنی انگلیاں ڈبوئیں۔ اس لئے ان پانچ قبائل کو مطہبین کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے فریق نے باہم معاہدہ کیا۔ اور ایک پیالہ خون سے بھر کر اس میں اپنی انگلیاں ڈبو کر چاٹ لیں۔ اس لئے ان پانچ قبائل کو کعقۃ الدم (خون کے چاٹنے والے) کہتے ہیں۔ غرض ہر دو فریق لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر اس بات پر صلح ہو گئی۔ کہ سفایت و وفادت و قیادت بنو عبدمناف کو دی جائے۔ اور حجابت و لواء و ندوہ بدستور بنو عبدالدار کے پاس رہے۔ چنانچہ ہاشم کو جو بھائیوں میں سب سے بڑے تھے سفایت و وفادت ملی۔ ہاشم کے بعد مطلب کو اور مطلب کے بعد عبدالمطلب اور عبدالمطلب کے بعد ابوطالب کو ملی اور ابوطالب نے اپنے بھائی عباس کے حوالہ کر دی۔ قیادت عبدشمس کو دی گئی۔ عبدشمس کے بعد اس کے بیٹے امیرہ کو پھر امیرہ کے بیٹے حرب کو پھر حرب کے بیٹے ابوسفیان کو عطا ہوئی۔ اس لئے جنگ احد اور احزاب میں ابوسفیان ہی قائد تھا۔ جنگ بدر کے وقت وہ قافلہ قریش کے ساتھ تھا۔ اس لئے عقبہ بن ربیعہ بن عبدشمس امیرِ اجیش تھا۔ دار الندوہ عبدالدار کی اولاد میں رہا۔ یہاں تک کہ عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبدالدار نے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ انہوں نے اسے دارالامارت بنالیا اور آخر کار حرم میں شامل ہو گیا۔ حجابت
 آج تک عبدالدار کی اولادیں ہے۔ اور وہ بنو شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیز بن
 عثمان بن عبدالدار ہیں۔ لوا بھی اسی کی اولادیں رہا۔ پنا سچھٹا احد میں جھنڈا ان ہی کے
 ہاتھ میں تھا۔ جب ایک قتل ہو جاتا تو دوسرا اس کی جگہ لیتا۔ اس طرح ان کی ایک جماعت قتل
 ہو گئی۔

ہاشم نے منصب وفات و سقاہت کو نہایت خوبی سے انجام دیا۔ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو
 صبح کے وقت کعبہ سے پشت لگا کر قریش سے یوں خطاب کرتے تھے: "اے قریش کے گروہ تم
 خدا کے گھر کے پڑوسی ہو۔ خدا نے نبی اسرائیل میں سے تم کو اس کی تولدیت کا شرف بخشا ہے اور
 تم کو اس کے پڑوسی کے لئے خاص کیا ہے۔ خدا کے زائین تمہارے پاس آ رہے ہیں، جو اس کے
 گھر کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس وہ خدا کے مہمان ہیں۔ اور خدا کے مہمانوں کی میزبانی کا حق سب سے
 زیادہ تم پر ہے۔ اس لئے تم خدا کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائین کا اکرام کرو۔ جو ہر ایک شہر سے
 تیروں حبیبی لافراور سبک اندام اونٹنیوں پر زور و لیدہ اور غبار آلودہ آ رہے ہیں۔ اس گھر کے رب کی قسم
 اگر میرے پاس اس کام کے لئے کافی سرمایہ ہوتا۔ میں تمہیں تکلیف نہ دیتا میں اپنی کسب حلال کی کمائی میں
 سے دے رہا ہوں۔ تم میں سے بھی جو چاہے ایسا کرے۔ میں اس گھر کی حرمت کا بواسطہ دے کر گزارش
 کرتا ہوں۔ کہ جو شخص بیت اللہ کے زائین کو اپنے مال سے دے، وہ بجز حلال کی کمائی کے نہ ہو۔"
 اس تقریر پر قریش اپنے حلال مالوں میں سے دیا کرتے اور دارالندوہ میں جمع کر دیتے۔

ہاشم کا اصلی نام عمرو و سقہ۔ علو رتبہ کے سبب عمرو و علما کہتے تھے۔ نہایت مہمان نواز تھے۔ ان کا
 دسترخوان ہر وقت بچھا رہتا تھا۔ ایک سال قریش میں سخت قحط پڑا۔ یہ ناک شام سے خشک روئیاں خرید
 کر ایام حج میں لے گئے۔ اور روئیلوں کا چورہ کہ کے اونٹوں کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر
 خرید بنایا اور لوگوں کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اس دن سے ان کو ہاشم دروئیلوں کا چورہ کرنے والا کہنے لگے!
 بعد مناف کے صاحبزادوں نے قریش کی تجارت کو بہت ترقی دی اور دول خارجہ کے ساتھ
 تعلقات پیدا کر کے ان سے کاروان قریش کے لئے قرین حفظ و امن حاصل کئے۔ پنا سچھ ہاشم نے

لے کامل ابن اثیر و سیرت حلبیہ۔

قیصر روم اور ملک عثمان سے اور عبیدس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے اور نوفل نے کاسرہ عراق سے اور مطلب نے یمن کے شاہ حمیر سے اسی قسم کے فرمان لکھوائے۔ اس کے بعد ہاشم نے قریش کے یہاں سال میں دو تجارتی سفر منفرہ کئے اس لئے قریش موسم سرما میں یمن و حبشہ میں اور گرما میں عراق و شام میں جاتے اور بیٹائے کوچک کے مشہور شہر انقرہ، انگور، بید، اناب پہنچ جاتے۔

ہاشم کی پیشانی میں نور محمدی چھا رہا تھا۔ اجبار میں سے جو آپ کو بچھتا آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا۔ قبائل عرب و اجار میں سے آپ کو شادی کے پیام آتے۔ مگر آپ انکار کر دیتے۔ یہ کتبہ بعض قبائل تجارت آپ تک شام کو گئے۔ راستے میں مدینہ میں بنو عدی بن نجار میں سے ایک شخص عمرو بن عبد بن لبید بن زبیر بن کے ہاں ٹھہرے۔ اس کی صاحبزادی سلی حسن و صبرت و شرافت میں اپنی قوم کی تمام عورتوں میں ممتاز تھی۔ آپ نے اس سے شادی کر لی۔ مگر عمرو نے ہاشم سے یہ عہد لیا کہ سلی جو آزاد بنے گی وہ اپنے میکے میں بنے گی۔ شادی کے بعد ہاشم شام کو چلے گئے۔ جب واپس آئے تو ملے کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔ حمل کے آثار خوبی محسوس ہوئے تو سلی کو یہ خبر میں چھوڑ کر آپ شام کو چلے گئے۔ اور وہیں غزہ میں چالیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور غزہ ہی میں دفن ہوئے سلی کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے سر میں کچھ سفید بال تھے۔ اس لئے اس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ اور شیبہ الحجاز بھی کہتے تھے۔ حمد کی نسبت اس کی طرف اس امید رکھی گئی کہ اس سے نواز یک نسل نہ ہوں گے۔ بس کے سبب لوگوں کی تعریف کیا کریں گے۔ شیبہ نے با آٹھ سال مدینہ ہی میں رہے۔ بعد مطلب کو نبیؐ کو بچھنے کو لینے کے لئے مدینہ میں پہنچے۔ جب مدینہ سے واپس آئے۔ تو شیبہ کو اپنے پیچھے اونٹ پر سوار کر لیا۔ شیبہ کے کپڑے پھٹے پڑنے لگے۔ جب شیبہ کے وقت تک میں داخل ہوئے۔ تو لوگوں نے مطلب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ مطلب نے کہا۔ یہ میرا عمیر غلام ہے۔ اس وجہ سے شیبہ کو بعد مطلب کہنے لگے۔ وجہ تسمیہ میں بعضوں نے اور نوفل بھی نقل کئے ہیں۔

مطلب کے بعد اہل مکہ کی ریاست عبدالمطلب کو ملی۔ اور وفات و سفایت ان کے حوالہ ہوئی۔ سوال اعلیٰ علیہ السلام کا نوزاد کی پیشانی میں چھک رہا تھا۔ ان سے سنواری کی ہی خوشبو آتی تھی۔ جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا تو عرب مطلب کو کوہ شیبہ پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے بارگاہ رب العزت میں

لے سکتی ہاشم سے پہلے احمیج بن جراح کے تحت میں تھی۔ جس سے عمرو بن احمیج پیدا ہوا۔ - - - - - یہ شہر مصر کی طرف انصاف شام میں واقع ہے۔ مطلب نے رومان میں عبیدس نے مکہ میں اور نوفل نے سلمات میں وفات پائی۔ - - - - - عراق سے مکہ کے راستے میں ایک قطعاب ہے۔ ۳۰ ان کے حالات کیلئے دیکھو سیرت ہشامیہ اور سیرت نبویہ ص ۱۰۰ حدیثی مشہور حدیث

وہاں آگتے۔ اور ایام تحفظ میں ان کے واسطہ سے طلب باراں کرتے اور وہ دعا قبول ہوئی عبدالمطلب
 اپنے شخص میں بوجہ نجات کرا کرتے تھے۔ یعنی ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرا میں جا کر خدا کے گیارہ دھیان
 میں گوشہ نشین رہا کرتے۔ وہ موجد تھے شراب و زنا کو حرام جانتے تھے۔ نکاح حرام سے اور بھارت ہندی
 طواف کعبہ سے منع کرتے۔ لڑکیوں کے قتل سے روکتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ بڑے مجاہد دعوات
 اور فیاض تھے۔ اپنے دسترخوان سے پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پند چرند کو کھلایا کرتے تھے۔ اس لئے
 انہیں مطہم اطیرا پرندوں کو کھلانے والے کہتے تھے۔ یہ سب کچھ نور محمدی کی برکت سے تھا۔

عبدالمطلب نے پچاس ہزار ہجرت کو نئے سر سے کھدوا کر درست کیا۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ حضرت
 اسماعیل علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کعبہ کی تالیف نابت بن اسماعیل کے سپرد ہوئی۔ نابت کے بعد
 نابت کا نانا رمضان بن عمرو ہمدانی منوی ہوا۔ بس جبرہ بن جرم شریف کی بیعت اور کعبہ کے مال اپنے سرچ میں لانے
 لگے تو بنو نجران عبدمنان بن نمانہ و بنو نجران خزاہی نے ان کو مکہ سے یمن کی طرف نکال دیا۔ اس وقت سے خزاہ
 منوی ہوئے۔ خزاہ میں سے ابو منوی اصل بن بشیر بن جبرہ کے بعد تالیف تھی کے ہاتھ آئی جیسا کہ پہلے
 مذکور ہوا۔ عمرو بن عمارت بن رمضان جرمی نے جاتے وقت کعبہ کے سرور خزاہی اور جبرہ بن کوزوم میں
 ڈال کر اسے ایسا بند کر دیا تھا۔ کہ مدت گذرے تو جرمی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ آخر کعبہ عبدالمطلب
 کو خواب میں اس کے کھودنے کا اشارہ ہوا۔ عبدالمطلب کے ہاں اس وقت نہ نایب صاحب مزادہ عمارت تھا۔ اس کو
 سانچے کے کھودنے لگے۔ جب کوئیں کا بالائی حصہ نظر آیا تو خوشی میں تکبیر کہی۔ کھودنے کو دئے سرور خزاہی نے
 کچھ تلواریں اور زریں بڑا دے دیں۔ یہ دیکھ کر قریش نے کہا کہ اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ عبدالمطلب نے ان
 مقابلہ کے اس معاملہ کو قرعہ اندازی پر پہنچا دیا۔ چنانچہ ہر دو خزاہی کا قرعہ کعبہ پر اور تلواروں اور زریوں کا قرعہ
 عبدالمطلب پر پڑا اور قریش کے نام کچھ نہ نکلا۔ اس طرح عبدالمطلب نے ہرمم کو کھدوا کر درست کیا۔ اس وقت
 سے ہرمم کی پانی ہا جیوں کے کام آئے۔ اور مکہ کے کوئوں کے پانی کی ضرورت نہ رہی۔

ہرمم کے کھودنے میں عبدالمطلب نے اپنے معاہدین کی قلت شعوس کر کے بہت تالیف تھی کہ اگر میں اپنے ہاں بیوں کو
 جوان دیکھوں تو ان میں سے ایک کو فراہم کر دوں گا۔ جب مراد برائی تو ایسا نہ کرے کہ میں
 ہرمل بیوں کو کعبہ میں آئے۔ اور چجاری سے اپنی تدرک کا حال بیان کیا اور کہا کہ ان دسوں پر قرعہ ڈالو
 دیکھو کس کا نام نکلتا ہے۔ چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے نام کا قرعہ دیا۔ ایک طرف چجاری قرعہ نکلا۔

دوسری طرف عبدالمطلب یوں دعا کر رہے تھے۔ یا اللہ میں نے ان میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی اب میں ان پر قرعہ اندازی کرتا ہوں۔ تو جسے چاہتا ہے اس کا نام نکال۔ اتفاق سے عبد اللہ کا نام نکلا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور عبدالمطلب کو سب بیٹوں میں پیار سے تھے۔ عبدالمطلب چھری ہاتھ میں لے کر ان کو قربان گاہ کی طرف لے چلے مگر قریش اور عبد اللہ کے بھائی مانع ہوئے۔ آخر کار عبد اللہ اور بیس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ اتفاق یہ کہ عبد اللہ ہی کے نام پر قرعہ نکلا۔ پھر عبد اللہ اور بیس اونٹوں پر قرعہ ڈالا گیا۔ مگر نتیجہ وہی نکلا۔ بڑھاتے بڑھاتے سوا اونٹوں پر نوبت پہنچی۔ تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ چنانچہ عبدالمطلب نے سوا اونٹ قربانی کئے۔ اور عبد اللہ نوح کئے۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

أنا ابن الذبیح یعنی میں وہ ذبیح (اسماعیل و عبد اللہ) کا بیٹا ہوں۔

سب عبدالمطلب اونٹوں کی قربانی سے فارغ ہوئے تو عبد اللہ کی شادی کی فکر میں ہوئے۔ عبد اللہ نور محمدی کے سبب کمال حسن و جمال رکھتے تھے۔ قضیہ صحیح صحابہ مشہور ہو گئے۔ قریش کی عورتیں ان کی طرف مائل تھیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو پردہ عفت و عصمت میں محفوظ رکھا۔ عبدالمطلب ان کے لئے ایسی عورت کی تلاش میں تھے جو شرف نسب و عفت میں ممتاز ہو۔ اس لئے وہ ان کو بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ کے ہاں لے گئے۔ وہب کی بیٹی آمنہ زہرہ قریشیہ نسبت شرف میں قریش کی تمام عورتوں سے افضل تھیں۔ عبدالمطلب نے وہب کو عبد اللہ کی شادی کا پیغام دیا۔ اور وہیں عقد ہو گیا۔ بعضے کہتے ہیں کہ آمنہ اپنے چچا وہب کے پاس رہتی تھیں۔ عبدالمطلب نے وہب کو پیغام دیا اور نکاح ہو گیا اور اسی مجلس میں خود عبدالمطلب نے وہب کی صاحبزادی ہالہ سے شادی کی۔

عبدالمطلب کے ہاں بقول ابن ہشام پانچ بیویوں سے بیس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کی تفصیل یوں ہے :-

زوجہ کا نام	اولاد
سمراء بنت جندب ہوازینہ	حارث
لبنی بنت ہاجرہ خزاعیہ	ابولہب (اصلی نام عبد العزیز)
ناطر بنت عمرو مخزومیہ	ابوطالب (اصلی نام عبد مناف) زبیر۔ عبد اللہ والد رسول اللہ (بیٹا) تاکہ بہ اسمیرہ۔ دی

۱۔ اسمیرہ بنت عبدالمطلب
۲۔ بقول واقدی حارث کی ماں کا نام صفیہ بنت جندب ہے اور اردوی حارث کی سگی بہن ہے ۱۲

حزہ - مقوم - محل - صفیہ

الہدیت و سہب زہرہ

عباس - ضراہ

تقیہ بنت جناب خزیمہ

جب نور محمدی حضرت آمنہ کے رحم مبارک میں منتقل ہو گیا۔ تو کئی عجائبات ظہور میں آئے اس سال قریش میں سخت سخت سال تھی۔ اس نور کی برکت سے زمین پر جا بجا روئیدگی کی محملی ہوا اور نظر آنے لگی۔ بہتوں نے اپنے پھل جو کھا دیئے اور کبہ میں اس قدر فراخ سالی ہوئی کہ اس سال کو سنتہ الفتح والابتہاج کہنے لگے۔ قوش کا ہر ایک چار یا یہ فصیح عربی زبان میں حضرت آمنہ کے حمل کی خبر دینے لگا۔ بادشاہوں کے تخت اور بت اور ندھے گہڑے، مشرق و مغرب کے وحشی چوند پرند اور دریائی جانوروں نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی۔ جن پکاراٹھے کہ حضرت کا زمانہ قریب آگیا۔ کہانت کی آبرو بجاتی رہی اور رہبانیت پر خوف طاری ہوا۔ حضرت کی والدہ ماجدہ نے خواب میں سنا کہ کوئی کہتا ہے "تیرے پیٹ میں جہنم کا سردار ہے۔ جب وہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد رکھنا۔"

حضرت عبداللہ کی وفات | جب قول مشہور کے موافق حمل شریف کو دو مہینے پورے ہو گئے۔ تو حضرت کے دادا عبدالمطلب نے آپ کے والد حضرت عبد اللہ کو مدینہ میں کھجوریں لانے کے لئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ وہاں اپنے والد کے تنہا بنو عدی بن نجاریں ایک ماہ بیمار رہ کر انتقال فرما گئے۔ اور وہیں دارنا بقیہ میں دفن ہوئے۔ بعض کہتے ہیں کہ عبدالمطلب نے حضرت عبد اللہ کو نجارت کے لئے ملک شام بھیجا تھا۔ وہ واپس آتے ہوئے مدینہ میں بنو عدی میں ٹھہرے اور بجایہ ہو کر رہیں رہ گئے۔ حضرت عبداللہ کا ترکہ ایک لونڈی ام ایمنہ کہ جس کا نام ام ایمنہ اور پانچ اینٹ اور کچھ بکریاں تھیں۔

واقعہ صحابہ فیل | تولد شریف سے ۵۵ دن پہلے ایک واقعہ پیش آیا جو صحابہ فیل کا واقعہ کہے مشہور ہے اس واقعہ کی کیفیت بطریق اختصار یوں ہے کہ اس وقت شاہ حبشہ کی طرف سے ابراہیم بن کا گورنر تھا۔ اس نے شہر صنعاء میں ایک کلیسا بنایا اور شاہ حبشہ کو لکھا کہ میں نے آپ کے لئے ایک بے نظیر کلیسا بنوایا ہے۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ عرب کے لوگ آئندہ نوانہ کعبہ کو چھو نہ کریں۔ چچ و طواغیت کیا کریں۔ جب یہ خبر عرب میں مشہور ہو گئی۔ تو بنی کنانہ میں سے ایک شخص نے غصہ میں آکر اس کلیسا میں بول دیا۔ یہ دیکھ کر ابراہیم آگ بجولا ہو گیا اور اس نے قسم کھانی کہ کعبہ کی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دوں تو میرا نام ابراہیم نہیں۔ اسی وقت فوج دہا تھی لے کر کعبہ پر چڑھائی کی یہاں تک کہ مقام مغس میں جو کہ مشہور

سے بڑیل سے جانتا تھا۔ اور ایک سالہ دار کو تکم دیا۔ گھر اہل گھر سے چھپڑ چھپڑ شروع کر کے پھانچے
وہ سالہ دار قریش کے اونٹ اور بھیڑ بکریاں لانگ لایا۔ جن میں دو سو اونٹ عبدالمطلب بن ہاشم کے
بھی تھے۔ بعد ازاں ابراہیم کی طرف سے حناطہ حمیری آیا اور عبدالمطلب کو ابراہیم کے پاس لے آیا۔
ابراہیم نے عبدالمطلب کا بڑا اکرام کیا اور دونوں میں بڑی غیرت خانہ یہ لٹکوا ہوئی :-

ابراہیم تم کیا چاہتے ہو؟

عبدالمطلب - میرے اونٹ واپس کر دو

ابراہیم نے متعجب ہو کر تمہیں ازبجور کا تو خیال ہے۔ تمہارا کعبہ جو تمہارا اور تمہارے آباؤ اجداد

کا دین ہے، اور جسے میں نے آج آج ہی آجیا ہوں اس کا نام تک نہیں لیتے :-

عبدالمطلب - میں اونٹوں کا مالک ہوں۔ خانہ کعبہ کا مالک ہے اور ہے۔ وہ اپنے گھر کو بچا لے گا

ابراہیم - خانہ کعبہ مجھ سے بچ نہیں سکتا :-

عبدالمطلب - پھر تم جانو اور وہ :-

اس گفتگو کے بعد عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں لوٹ گیا اور قریش سے کہنے لگا کہ شہر مکہ سے

مکمل جاننا اور پیاروں کے دروں میں پناہ لے کر یہ کہہ کر خود چند آدمیوں کو ساتھ لے کر خانہ کعبہ میں گیا اور
دروازے کا حلقہ پڑا کر یوں دعا کی :-

لا اھقران العبد یمنع رجلا فامنع لاک

لا یغذبن علیہم وھما لم غدر اھماک

ان کنت ناسا کمم و قبلتنا خا مریا ابد الاک

ترجمہ اشعار

اے اللہ ہندہ اپنے گھر کو بچا کرنا ہے تو بھی اپنا گھر بچا :-

یہاں نہ ہو کر گوان کی علیب اور ان کی تدبیر تیری تدبیر پر غالب آجائے :-

اگر تو ہمارے قبیلہ کو ان پر چھوڑنے لگا ہے۔ تو حکم کر جو بچا ہوتا ہے :-

ادھر عبدالمطلب یہ دعا کر کے اپنے ساتھیوں سمیت پیادوں کے درے میں پناہ گزین ہوا۔

ادھر صبح کو ابراہیم خانہ کعبہ کو دھانے کے لئے فوج اور باغی لے کر تیار ہوا۔ جب اس نے ہاتھی کا منہ

مکہ کی طرف کیا تو وہ بیٹھ گیا بہتیرے انکس مارے مگر نہ اٹھا۔ آخر مکہ کی طرف سے اس کا منہ موڑ کر اٹھایا تو اٹھا اور تیز بھاگنے لگا۔ غرض جب مکہ کی طرف اس کا منہ کرتے تو بیٹھ جاتا۔ اور کسی دوسری طرف گتے تو اٹھ کر بھاگتا۔ اسی حال میں اللہ تعالیٰ نے ہمد کی طرف سے ابا جہلوں کے غول کے غول کیسے بھجے جن کے پاس کنکر یاں تھیں۔ ایک ایک پونج میں اور دو دو بیجوں میں۔ انہوں نے کنکروں کا منہ برسانا شروع کیا۔ جس پر کنکر گرتی ہلاک ہو جانا۔ یہ دیکھ کر ابوبہہ کا لشکر بھاگ نکلا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا گھرو دشمن سے بچالیا۔ قرآن مجید سورہ فیل میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

قصہ اصحاب فیل میں دو طرح سے حضرت کی کرامت ظاہر ہے۔ ایک تو یہ کہ اگر کتاب فیل انجالب آتے۔ تو وہ حضرت کی قوم کو قید کر لیتے اور غلام بنا لیتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا تاکہ اس کے حبیب پاک پر حمل و طفولیت کی حالت میں امیری و غلامی کا دھرم نہ لگے۔ دوسرے یہ کہ اصحاب فیل نصارے اہل کتاب تھے جن کا دین قریش کے دین سے جو بت پرست تھے یقیناً بہتر تھا۔ مگر یہ کہ حضرت کے وجود باوجود کی برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ شریف کی ہر ت قائم رکھنے کے لئے قریش کو باوجود بت پرست ہونے کے اہل کتاب پر فتح دی۔ یہ واقعہ حضرت کی نبوت کا پیش خمیرہ تھا۔ کیونکہ آپ کے دین میں اسی بیت اللہ کی تعظیم اسی کے حج اور اسی کی طرف کا حکم ہوا۔

تولد شریف | جب محل شریف کو چاند کے حساب سے پورے نو مہینے ہو گئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو دو شنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی بعض ستارے آسمان پر نظر آ رہے تھے پیدا ہوئے۔ دونوں ہاتھ زمین پر رکھے ہوئے تھے۔ آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے۔ جس سے آپ اپنے غلوں کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ بدن بالکل پاکیزہ اور تیز گوشت سوری کی طرح خوشبودار سنتہ کئے ہوئے۔ ناف بریدہ۔ چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی۔ آنکھیں قدرت الہی سے سرگدیں۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں۔ آپ کی والدہ نے آپ کے دادا عبدالمطلب کو جو اس وقت نماز کعبہ کا طواف کر رہے تھے بلا بھیجا۔ وہ حضرت کو بیکو کر بہت خوش ہوئے۔ اور بیت اللہ شریف میں لے جا کر آپ کے لئے صدق دل سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ آپ کے چچا ابوہب کی لوزری قوم نے ابوہب کو تولد شریف کی خبر دی تو اس نے اس خوشی میں قوم کو آنا دکر دیا۔

حضرت جس مہینے میں پیدا ہوئے۔ اس کا نام تو ربیع تھا ہی۔ مگر وہ موسم بھی ربیع (بہار) کا تھا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

ولورُحوق لورُحوق لورُحوق لورُحوق

سرا بیع فی ربیع فی سرا بیع
چہرہ مبارک کا موسم بیع، ماہ تولد شریف

تولد شریف کی خوشی کو تو ابوہب کی موت کے ایک سال بعد حضرت عباس نے خواب میں ابوہب کو پڑے سال میں دیکھا۔ پوچھا۔ نبھتے کیا ملا؟ ابوہب نے جواب دیا:-

لما لقی بعد کفر غیر

اتنی سقیت فی

ہذا لجتا قتی ثوبیتا

تمہارے بعد مجھے (کچھ آرام) نہیں ملا سوائے اس کے کہ ثوبیتہ کو آزاد کرنے کے سبب سے بقدر اس (مناک) میان ابہام و سبابہ کے پانی مل جاتا ہے جسے میں پی لیتا ہوں۔

اس پر بیٹھ کر وہ بن زبیر کا م طلب یہ ہے کہ ابوہب بتا رہا ہے۔ کہ میرے تمام اعمال رائگاں گئے سوائے ایک کے اور وہ یہ کہ میں نے حضرت کی وفات کی خوشی میں اپنی لونڈی ثوبیتہ کو آزاد کر دیا تھا۔ اس ایک عمل کا فائدہ باقی رہ گیا۔ اور وہ یوں ہے کہ اس کے بدلے ہر دو شنبہ کو ابہام و سبابہ کے درمیان مناک کی مقدار مجھے پانی مل جاتا ہے جسے میں اٹھلیوں سے چوس لیتا ہوں اور عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ یہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔ ورنہ کافر کا کوئی عمل فائدہ نہ دے گا۔

فقیر تو کلی گزارش کرتا ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تولد شریف پر خوشی منانے سے ایک کافر کو یہ فائدہ پہنچا۔ تو قیاس کیجئے کہ ایک مسلمان جو ہر سال مولود شریف کرتا اور حضور احمدؑ صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف پر خوشیاں مناتا۔ اس درفانی سے رخصت ہو جائے تو اسے کس قدر فائدہ پہنچے گا۔

تولد شریف کے وقت خوارق | تولد شریف کے وقت غیب سے عجیب و غریب اور خارق عادت امور ظاہر ہوئے تاکہ آپ کی بلوت کی بنیاد پڑ جائے اور لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب وَاٰہَتُکُمْ اَلْبِقٰی اَرْضَکُمْ۔ نیز نہرقانی علی الواہب۔ جزو اول ص ۳۷

میں مشہور تھی ایسا مبارک رھیمع مل گیا کہ ساری زحمت کا غم ہو گئی۔ دیکھتے ہی دائیں چھاتی سے لگا لیا
دودھ نے جوش مارا۔ حضرت نے پیا اور بائیں چھاتی چھوڑ دی جس سے حلیمہ کے بچے نے پیا اس
اس کے بعد بھی ایسا ہی ہوتا رہا۔ یہ غسل جبلی کا نتیجہ تھا۔ ڈیرے پہنچی۔ تو پھر دونوں بچوں نے سیر
ہو کر دودھ پیا۔ حادث نے اٹھ کر اونٹنی کو جو دیکھا۔ تو اس کے ٹخن دودھ سے بھرے ہوئے تھے جس سے
میاں بھوی سیر ہو گئے۔ اور رات آرام سے کٹی۔ اس طرح تین راتیں نہ ہیں گزارا کہ حضرت آمنہ کو وداع کر دیا
گیا اور حلیمہ اپنے قبیلہ کو آئی۔ اس نے حضرت کو اپنے آگے: رانہ گوش پر سوار کر لیا۔ رانہ گوش نے پہلے
کعبہ کی طرف تین سجدے کر کے سر آسمان کی طرف اٹھایا گویا شکر یہ ادا کیا کہ اس سے یہ خدمت لی گئی۔
پھر روانہ ہوئی۔ اور حضرت کی برکت سے ایسی چست و چالاک بن گئی کہ قافلہ کے سبب چوہا پل
سے آگے چل رہی تھی حالانکہ جب آئی تھی تو کمزوری کے سبب سے سب سے پیچھے رہ جاتی تھی۔
ساتھ کی عورتیں حیران ہو کر پوچھتی تھیں۔ ابو ذؤبیب کی بیٹی! کیا یہ وہی رانہ گوش ہے؟ حلیمہ جواب
دیتی۔ واللہ یہ وہی ہے۔ بنو سعد میں اس وقت سخت مخطوفا۔ مگر حضرت کو برکت سے حلیمہ کے
مولیٰ سیر ہو کر آئے اور خوب دودھ دیتے اور دوسروں کے مولیٰ بھوکے آئے اور دودھ کا ایک قطرہ
نہ دیتے۔ اس طرح حلیمہ کی سب تنگدستی دور ہو گئی۔

حلیمہ حضرت کو کسی دور جگہ نہ جانے دیتی تھی۔ ایک روز وہ غافل ہو گئی۔ اور حضرت اپنی
رہنمائی بہن شیمار کے ساتھ دوپہر کے وقت بھیڑوں کے ریوڑ میں تشریف لے گئے۔ مائی حلیمہ
تلاش میں نکلی۔ اور آپ کو شیمار کے ساتھ پایا۔ کہنے لگی۔ ایسی تپش میں؟ شیمار بولی: اماں جان!
میرے بھائی نے تپش خموس نہیں کی۔ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپ ٹھیر جاتے۔ تو بادل
بھی ٹھیر جاتا۔ اور جب چلتے تو بادل بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ آ پہنچے ہیں۔
جب حضرت دو سال کے ہو گئے تو مائی حلیمہ نے آپ کا دودھ چھڑا دیا۔ اور آپ کو آپسکی والدہ کے
پاس لے کر آئی اور کہا۔ کاش تو اپنے بیٹے کو میرے پاس اور رہنے دے تاکہ قوی ہو جائے۔ کیونکہ مجھے اس پر
دبائے مکہ کا ڈر ہے۔ یہ سن کر نبی آمنہ نے آپ کو حلیمہ کے ساتھ واپس کر دیا۔ حلیمہ کا بیان ہے کہ میں واپس آئے

۱۰ ماہ بوندہ قانی

۱۰ ابن سعد و ابو نعیم وغیرہ

دو یا تین مہینے گزرے تھے کہ ایک روز حضرت اپنے رضاعی بھائی سعید اللہ کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے ہماری بھیڑوں میں تھے کہ آپ کا بھائی دوڑتا آیا۔ کہنے لگا کہ میرے اس فریشتی بھائی کے پاس شخص آئے جن پر غیب کی پڑے ہیں۔ انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر اس کا پیٹ پھاڑ دیا۔ یہ سن کر میں اور آپ کا باپ دوڑے گئے۔ دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ میں اور آپ کا باپ دونوں آپ کے گلے پٹ گئے اور پوچھا۔ بیٹا! تجھے کیا ہوا۔ آپ نے بیان کیا کہ دو شخص میرے پاس آئے جن پر غیب کی پڑے تھے انہوں نے پہلو کے بل لٹا کر میرا پیٹ پھاڑ دیا۔ اور اس میں سے ایک خون کی چمکی نکال کر کہا ہذا حظ الشیطان منک! یہ تجھ سے شیطان کا حصہ ہے، پھر اسے ایمان چمکتے بھکر کر سی دیا۔ پس ہم آپ کو اپنے خیمہ میں سے آئے میرے خاندان نے کہا۔ حلیمہ! مجھے ڈر ہے اس لڑکے کو کچھ آسیب ہے۔ آسیب ظاہر ہونے سے پہلے اسے اس کے کنبے میں چھوڑا۔ میں آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لائی۔ اور بڑے اصرار کے بعد اس سے خفیقت نکال بیان کی۔ ماں نے کہا۔ اللہ کی قسم ان شیطان کو بغل نہیں۔ میرے بیٹے کی بڑی شان ہے۔

تعد و شق صدر | واضح رہے کہ حضور علیہ السلام کا شق صدر تیار مرتبہ ہوا ہے۔ ایک وہ جس کا ذکر اوپر ہوا۔ یہ اس واسطے تھا۔ کہ حضور انور و سوس شیطان سے بن میں بچے مبتلا ہوا کرتے ہیں محفوظ رہیں۔ اور بچپن ہی سے اخلاق حمیدہ پر پرورش پائیں۔ دوسری مرتبہ دس برس کی عمر میں ہوا تاکہ آپ کامل ترین اوصاف پر جوان ہوں۔ تیسری مرتبہ غار میں بعثت کے وقت ہوا تاکہ آپ وحی کے بوجہ کو برداشت کر سکیں۔ چوتھی مرتبہ شب معراج میں ہوا۔ تاکہ آپ مناجات الہی کے لئے تیار ہو جائیں۔

حضرت آمنہ کی وفات | حضرت کی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی۔ تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ میں آپ کے دادا کے ننہال بنو عدی بن نجاد میں ملنے گئیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے گئی تھیں۔ ام ایمن بھی ساتھ تھی۔ جب واپس آئیں تو راستے میں مقام ابوا میں انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔

، بھرت کے بعد جب حضرت گائز بنو نجار پر ہوا۔ تو اس قیام مدینہ کا نقشہ سامنے آگیا۔ اپنے قیام گاہ کو دیکھ کر فرمایا۔ "اس گھر میں میری والدہ کمرہ مجھے لے کر ٹھہری تھیں۔ میں بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرا کرتا تھا۔" (مواہب لدینیہ)۔

عبد المطلب و ابو طالب کی کفالت | ام ایمن حضرت کو مکہ میں لائیں اور آپ کے دادا عبد المطلب کے حوالہ کیا

عبدالطلب آپ کی پرورش کرتا رہا۔ مگر جب آپ کی عمر مبارک آٹھ سال کی ہوئی۔ تو اس نے بھی وفات پائی اور حسب وصیت آپ کا چچا ابوطالب جو حضرت علی کا باپ اور آپ کے والد عبداللہ کا ماں جایا بھائی تھا۔ آپ کی تربیت کا فیصل ہوا۔ ابوطالب نے آپ کی کفالت بہت اچھی طرح انجام دیا۔ اور آپ کو اپنی ذات اور بیٹیوں پر مقدم رکھا۔

طفولیت میں حضرت کی دعا سے نزدل باران | ایک دفعہ ابوطالب نے حضرت کو ساتھ لے کر بارش کے لئے دعا کی تھی جو حضور کی برکت سے فوراً قبول ہوئی تھی۔ چنانچہ ابن عباس کہ جہلمہ بن زوفط سے ناقل ہے کہ اس نے کہا کہ میں مکہ میں آیا۔ اہل مکہ قحط میں مبتلا تھے۔ ایک بولا کہ لات وغوٹے کے پاس چلو۔ دوسرا بولا کہ مذت کے پاس چلو۔ میں نے کہا کہ ایک خوب روچیدار اے بوڑھے نے کہا۔ تم کہاں لٹے جا رہے ہو حالانکہ ہمارے درمیان بلقہ ابراہیم و سلالہ اسماعیل موجود ہے۔ وہ بولے کیا تمہاری مراد ابوطالب ہے؟ اس نے کہا ہاں پس وہ سب اٹھے اور میں بھی ساتھ ہو گیا۔ جا کر دروازے پر دستک دئی۔ ابوطالب نکلا۔ تو کہنے لگے "ابوطالب! جنگل قحط زدہ ہو گیا۔ ہمارے ذہن و فرزند قحط میں مبتلا ہیں۔ چل میں نہ مانگا۔" پس ابوطالب نکلا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکا تھا۔ گویا آفتاب تھا جس سے ہلکا سیاہ بادل دور ہو گیا ہو۔ اس کے گرد اور چھوٹے چھوٹے لڑکے تھے۔ ابوطالب نے اس لڑکے کو لیا اور اس کی پیٹھ کبہ سے لگائی۔ اس لڑکے (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے التجا کرنے والے کی طرح اپنی انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ حالانکہ اس وقت آسمان پر کوئی بادل گا کر نہ تھا۔ اشارہ کرنا تھا کہ چاروں طرف سے بادل آنے لگے۔ برسا اور خوب برسا۔ جنگل میں پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ اور باد میں دوادی سب سرسبز و شاداب ہو گئے۔ اسی بار سے میں ابوطالب نے کہا ہے۔

و ابيض يستقي الغمام بوجهه
 اوگوسے رنگتالے بن کی ذات کے وسیلہ سے نزدل باران طلب کیا جاتا
 شمال اليتامى عصمة للاسراصل
 یتیموں کے ملجا و ماوا۔ رانڈوں اور درویشوں کے نگہبان
 بدت کے بعد جب قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تار ہے تھے۔ تو ابوطالب نے ایک قصیدہ لکھا
 جو سیرت ابن ہشام میں دیا ہوا ہے۔ شعرند کو راجح قصیدے میں سے ہے۔ اس شعر میں ابوطالب قریش پر
 چین سے حضرت کے احسانات جتا رہے۔ اور گویا کہہ رہا ہے کہ ایسے قدیم بابرکت محسن کے درپے
 آزاد کیوں ہو؟ (موہب و نہ قانی)۔

شام کا پہلا سفر | جب حضرت کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوئی۔ تو ابوطالب حسب معمول قافلہ قریش کے ساتھ

بغرض تجارت لاک شام کو جانے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ اس سے لپٹ گئے۔ اس لئے اس نے آپ کو بھی ساتھ لے لیا جب قافلہ شہر بصرے میں پہنچا۔ تو وہاں بحیرہ اہلبت آپ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، یہ سارے جہاں کا سردار ہے۔ یہ لعین کا رسول ہے۔ اللہ اس کو تمام جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گا قریشیوں نے پوچھا۔ تجھے یہ کیوں معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ جس وقت تم گھائی سے پڑھے کوئی درخت اور پتھر باقی نہ رہا مگر سجدے میں گر پڑا۔ درخت اور پتھر پیغمبر کے سوا کسی دوسرے شخص کو سجدہ نہیں کرتے اور میں ان کو مہربوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی ہڈی کے نیچے سیب کی مانند ہے۔ پھر اس نے کہا کہ ان کو مہربوت سے پہچانتا ہوں جو ان کے پاس کھانا لایا۔ تو حضرت اونٹوں کے چرانے میں مشغول تھے اس نے کہا۔ آپ کو بلاو۔ آپ آئے تو بادل نے آپ پر سایہ کیا ہوا تھا۔ جب آپ قوم کے نزدیک آئے۔ تو ان کو درخت کے سایہ کی طرف آگے بڑھے ہوئے پایا۔ جس وقت آپ بیٹھ گئے تو درخت کا سایہ آپ کی طرف بٹ آیا۔ راہب بولتا ہے جو درخت کا سایہ آپ کی طرف بہا آیا۔ پھر کہا۔ تمہیں خدا کی قسم۔ بتاؤ ان کا بولی کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو طالب پس اس نے ابو طالب سے بتا کبیدہ نام کہا۔ کہ ان کو مکہ میں واپس لے جاؤ۔ کیونکہ اگر تم آگے بڑھو گے۔ زور ہے کہ میں یہودی ان کو قتل کر دوں۔ لہذا ابو طالب آپ کو واپس لے آیا اور شہر بصرے سے آگے نہ بڑھا۔ اور اس راہب نے حضرت کو خشک روٹی اور تینوں کا تیل بنا دیا۔

حرب فجا میں شرکت | آغاز اسلام سے پہلے عرب میں جو لڑائیاں ان مہبتوں میں پیش آتی تھیں جن میں لڑنا ناجائز تھا۔ حرب فجا کہلاتی تھیں۔ پختھی یعنی اخیر حرب فجا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اس جنگ کا سبب یہ تھا کہ نعمان بن منذر شاہ حیرہ ہر سال اپنا تجارتی مال بازار عکاظ میں فروخت ہونے کے لئے اشراف عرب میں سے کسی کی پناہ میں بھیجا کرتا تھا۔ اس وفد جو اس نے اونٹ لدا کر نیا رکھے۔ اتفاقاً عرب کی ایک جماعت اُس کے پاس حاضر تھی۔ جن میں بنی کنانہ میں سے براہن اور ہوازن میں سے عروہ درحال موجود تھا۔ نعمان نے کہا۔ اس قافلہ کو کون پناہ دے گا؟ براہن بولا۔ میں بنی کنانہ سے پناہ دیتا ہوں۔ نعمان نے کہا میں ایسا شخص چاہتا ہوں جو اہل نجد و نامہ سے پناہ دے۔ یہ سن کر عروہ نے کہا اکلب خلیع یجیر ہالک۔ میں اہل نجد و نامہ سے پناہ دیتا ہوں۔ براہن نے کہا۔ اے عروہ! کیا تو بنی کنانہ سے پناہ دیتا ہے؟ عروہ نے کہا۔ تمام مخلوق سے۔ پس عروہ

نے تندی شریف لے کیا۔ اندہ قوم کتا تیرے قافلہ کو پناہ دے گا؟ دیکھو عقد عبد الفریدان عبد ربہ

اس قافلہ کے ساتھ نکلا۔ براض بھی اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور موقع پا کر عروہ کو ماہ حرام میں قتل کر ڈالا۔ ہوازن نے قصاص میں براض کو قتل کرنے سے انکار کیا۔ کیونکہ عروہ ہوازن کا سردار تھا۔ وہ قریش کے کسی سردار کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ مگر قریش نے منظور نہ کیا۔ اس لئے قریش و کنانہ اور ہوازن میں جنگ چھڑ گئی۔ کنانہ کا سپہ سالار اعظم حرب بن امیہ تھا۔ جو ابوسفیان کا باپ اور حضرت امیر معاویہ کا دادا تھا اور ہوازن کا سپہ سالار اعظم مسعود بن معتب ثقفی تھا۔ لشکر کنانہ کے ایک پہلو پر عبداللہ بن جدعان اور دوسرے پر کریم بن ربیعہ اور قلب میں حرب بن امیہ تھا۔ اس جنگ میں کئی لڑائیاں ہوئیں مان میں سے ایک میں حضرت کے چچا آپ کو بھی لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک چودہ سال کی تھی۔ مگر آپ نے خود لڑائی نہیں کی، بلکہ تیراٹھا اٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے رہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ دکننت انبل علی اعمامی بعضے کہتے ہیں۔ آپ نے بھی تیر پھینکے تھے۔ بہر حال اخیر میں فریقین میں صلح ہو گئی۔

حلف الفضول میں شرکت جب قریش حرب بن امیہ سے واپس آئے تو یہ واقعہ پیش آیا کہ شہر زبیدی کا ایک شخص اپنا مال تجارت مکہ میں لایا جسے عاص بن وائل سہمی نے خرید لیا۔ مگر قیمت نہ دی۔ اس پر زبیدی نے اپنے اعدائے عبدالدار و مخزوم و جمح و سہم و عدی بن کعب سے مدد مانگی۔ مگر ان سب نے مدد دینے سے انکار کیا۔ پھر اس نے جبل ابو نفیس پر کھڑے ہو کر فریاد کی۔ جسے قریش کعب بن لہب سے لے کر حضرت کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی تحریک پر بنو ہاشم۔ زہرہ اور بنو اسد بن عبدالمطلب نے سب عبداللہ بن جدعان کے گھس میں جمع ہوئے۔ اور باہم عہدہ کیا کہ ہم ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کریں گے۔ اور مظلوم واپس کر دیا کریں گے۔ اس کے بعد وہ سب عاص بن وائل کے پاس گئے۔ اور ان سے زبیدی کا مال واپس کر لیا۔ اس معاہدہ کو حلف الفضول اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ یہ معاہدہ اس معاہدہ کے مشابہ تھا۔ جو قدیم زمانہ میں جرہم کے وقت مکہ میں بدین مضمون ہوا تھا۔ کہ ہم ایک دوسرے کی حق رسانی کیا کریں گے۔ اور قوی سے ضعیف کا اور مقیم سے مسافر کا حق لے کر دیا کریں گے۔ چونکہ جرہم کے وہ لوگ جو اس معاہدہ کے محرک تھے۔ ان سب کا نام فضل ہوا۔ جن میں یزید بن جابر، ابی بن امیہ، ابی بن فضل بن فضالہ تھے۔ اس لئے اس کو حلف الفضول سے موسوم کیا گیا تھا!

اس معاہدہ قریش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے

نہ ادرین تیراٹھا کہ اپنے چچاؤں کو دے رہا تھا۔

تھے کہ اس معاہدے کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سُرخ رنگ کے اونٹ بھی دے جاتے۔ تو میں اسے نہ لوں گا اور ایک روایت میں ہے کہ میں عبد اللہ بن بدیعان کے گھر میں ایسے معاہدے میں حاضر ہوا کہ اگر اُس سے غیر حاضری پر مجھے سُرخ رنگ کے اونٹ بھی دے جاتے۔ تو میں پسند نہ کرتا۔ اور آج اسلام میں بھی اگر کوئی مظلوم یا اللہ حلف الفضول کہہ کر پکارے۔ تو میں مدد دینے کو حاضر ہوں۔

شام کا دوسرا سفر | جب حضرت کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی۔ تو آپ کے صدق و امانت کا شہرہ وہاں پہنچ چکا تھا یہاں تک کہ زبان بھاق نے آپ کو امین کا لقب دے دیا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت خدیجہ نے جو ایک معزز مالدار رہا تو انہوں نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال تجارت لے کر شام کو جائیں۔ جو معاوضہ میں اوروں کو دیتی ہوں۔ آپ کو اس کا مضاعف دوں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبول فرمایا۔ اور مال تجارت لے کر ملک شام کو روانہ ہوئے۔ حضرت خدیجہ کا غلام میسرہ آپ کے ساتھ تھا جو آپ کی خدمت کرتا تھا اور آپ کی ضروریات کا متکفل تھا۔ جب آپ شام میں پہنچے۔ تو بازار بصرے میں ایک راہب بطور انام کی خانقا کے نزدیک اترے۔ وہ راہب میسرہ کی طرف آیا اور اسے جانتا تھا۔ کہا

”اے میسرہ! یہ کون ہے۔ جو اس درخت کے نیچے اترتا ہے۔“ میسرہ نے کہا۔ اہل حرم میں سے قریش سے ہے۔ راہب نے کہا۔ سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے کبھی کوئی نہیں اترتا۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا اس کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے۔ میسرہ نے جواب دیا ہاں۔ اور کبھی دُور نہیں ہوتی۔ یہ سن کر راہب بولا۔ ”یہ وہی ہیں اور یہی آخر الانبیاء ہیں۔ کاش میں ان کو پاؤں جس وقت یہ مبعوث ہوں گے۔“ اور میسرہ سے کہا کہ ان سے بھرانہ ہونا اور نیک ملتی سے ان کے ساتھ رہنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔“ حضرت بازار بصرے میں خرید و فروخت کر کے مکہ واپس آئے۔ جب حضرت خدیجہ نے جو عورتوں کے درمیان ایک بالا خانے میں بیٹھی تھی آپ کو آتے ہوئے دیکھا۔ تو دو فرشتے آپ کے مبارک پر دھوپ سے سایہ کئے ہوئے تھے میسرہ نے حضرت خدیجہ سے بیان کیا۔ کہ میں نے تمام سفر میں آپ کا یہی حال دیکھا ہے۔ اور اس راہب کے قول و وصیت کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس تجارت میں مضاعف نفع دیا۔ حضرت خدیجہ نے جو دیکھا اور سنا اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ بے شک ساری مخلوق کی طرف اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔

حضرت خدیجہ سے نکاح | اس وقت حضرت خدیجہ بیوہ تھیں۔ ان کی دو شادیاں پہلے ہو چکی تھیں ان کی پاکدامنی کے سبب لوگ جاہلیت میں ان کو ظاہر کہا کرتے تھے ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ملتا ہے۔ حضرت خدیجہ نے امور مذکورہ بالا کو مدنظر رکھ کر واپس آنے کے قریباً تین مہینے بعد یعلیٰ بن منبہ کی بہن نفیسہ کی وساطت سے آپ کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ نے اس درخواست کی خبر اپنے چچاؤں کو دی۔ انہوں نے قبول کیا۔ پس تاریخ معین پر ابوطالب اور امیر حمزہؓ اور دیگر رؤسائے خاندان حضرت خدیجہ کے مکان پر گئے۔ اور ان کے چچا عمرو بن اسد اور بقول بعض ان کے بھائی عمرو بن خویلد نے ان کا نکاح کر دیا۔ شادی کے وقت ان کی عمر پچیس سال کی تھی۔ ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانسو درہم مہر قرار پایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات کے مہر بھی پانسو درہم تھے۔ سوائے ایک صاحبزادے ابراہیم کے جو منہ آٹھ ہجری میں حضرت اربہ قبیلہ سے پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱ میں انتقال فرما گئے۔ حضرت کی تمام اولاد اسی نیک ہنادیبوی سے پیدا ہوئی جس کی تفصیل اپنے مرقع پر آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ !

تعمیر کعبہ | جب حضرت کی عمر مبارک پینتیس سال کی ہوئی۔ تو قریش نے کعبہ کو از سر نو بنایا۔ علامہ زرقانی (متوفی ۱۲۲۳ھ) نے تاریخ مکہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پتھروں سے جو تعمیر کی تھی۔ اس کا طول و عرض حسب ذیل تھا :-

ارتفاع	۹ گز
طول (سامنے کی طرف) حجر اسود سے رکن شامی تک	۳۲ گز
عرض (دینراب شریعی کی طرف) رکن شامی سے رکن یمنی تک	۲۲ گز
طول (پچھواڑے کی طرف) رکن مغربی سے رکن یمنی تک	۳۱ گز
عرض رکن یمنی سے حجر اسود تک	۲۰ گز

اس عمارت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام تعمیر کر رہے تھے۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کندھے پہ پتھر لاد کر لارہے تھے جب دیواریں اونچی ہو گئیں۔ تو مقام پر کھڑے ہو کر کام کرتے رہے جب حجر اسود کی جگہ تک پہنچ گئے۔ تو آپ نے حضرت اسماعیلؑ سے فرمایا کہ ایک پتھر لاؤ۔ میں اُسے یہاں نصب کروں۔ تاکہ لوگ یہاں سے شروع کیا کریں۔ حضرت اسماعیل پتھر کی تلاش میں گئے۔ تو حضرت

۱۰ اعلام باعلام بیت اللہ الحرام للعلماء قطب الدین الحنفی

۲۵ شرحی گز ۲۵۔ اصل کا ہوتا ہے !

جبرائیل حجرِ اسود لے کر حاضر ہوئے اس بنا میں دروازہ سطح زمین کے برابر تھا۔ مگر چونکہ کھٹ بازو نہ تھے۔ نہ کوڑ تھے نہ چھت۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد عمال نفقہ و جبرہم و ثقی نے اپنے اپنے وقت میں اس عمارت کی تجدید کی۔ چونکہ عمارت نشیب میں واقع تھی۔ وادی مکہ کی روڈوں کا پانی حرم میں آجاتا تھا اس پانی کی روک کے لئے بالائی حصہ پر بند بچی بنوادیا گیا تھا۔ مگر وہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا۔ اس دفعہ ایسے زور کی رو آئی کہ کعبہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ اس لئے قریش نے پرانی عمارت کو ڈھا کر نئے سہ سے مضبوط و مستحکم بنانے کا ارادہ کیا۔ حسن اتفاق یہ کہ ایک رومی تاجر باقوم کہ ہجاز ساحلِ جدہ پر کندہ سے مکر کر لوٹ گیا۔ باقوم مذکور معمار و تاجر بھی تھا۔ قریش کو جو خبر ملی۔ تو ولید بن مغیرہ چند اور قریشیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اس نے چھت کے لئے ہجاز کے تختے مول لے لئے اور باقوم کو بھی ساتھ لے آیا۔ دیواروں کے لئے قریش کے ہر ایک قبیلہ نے الگ الگ پتھر ڈھونڈنے شروع کئے۔ مرد و دوڑ کر دور سے پتھروں کو کندھوں پر اٹھا کر لاتے تھے۔ چنانچہ اس کام میں حضرت اپنے چچا عباس کے ساتھ شریک تھے۔ اور کوہ صفا کے متصل اجیاد سے پتھر لارہے تھے۔ جب سامانِ عمارت جمع ہو گیا۔ تو ابو وہب بن عمرو بن مائدہ مخزومی کے مشورے سے قبائل قریش نے تعمیر کے لئے بیت اللہ کی چاروں طرفیں آپس میں تقسیم کر لیں۔ ابو وہب مذکور حضرت کے والد ماجد عبد اللہ کا ماموں تھا۔ اسی نے قریش سے کہا تھا۔ کہ کعبہ کی تعمیر میں سب حلال کی کمائی کے سوا اور مال صرف نہ کیا جائے۔ جب عمارت حجرِ اسود کے مقام تک پہنچ گئی۔ تو قبائل میں سخت جھگڑا پیدا ہوا۔ ہر ایک قبیلہ چاہتا تھا کہ ہم ہی حجرِ اسود کو اٹھا کر نصب کریں اسی کشمکش میں چار دن گذر گئے۔ اور تلواریں تک نوبت پہنچ گئی۔ بنو عبد الدار اور بنو عدی بن کعب نے تو اس پر جان دینے کی قسم کھائی۔ اور حسب دستور اس حلف کی تاکید کے لئے ایک پیالہ میں خون بھر کر اپنی انگلیاں اس میں ڈبو کر پٹ لیں۔ پانچویں دن سب مسجد حرام میں جمع ہوئے۔ ابو امیہ بن مغیرہ مخزومی نے جو حضرت ام المومنین ام سلمہ کا والد اور قریش میں سب سے معمر تھا یہ رائے دی کہ کل صبح جو شخص اس مسجد کے باب بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہو وہ ثالث قرار دیا جائے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ دوسرے روز سب سے پہلے داخل ہونے والے ہمارے آقائے نادر صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ دیکھتے ہی سب پکار اٹھے "یہ امین ہیں۔ ہم ان پر راضی ہیں"۔ جب انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا۔ تو آپ نے ایک چادر بچھا کر

سے تفصیلِ اعلام باعلام بیت اللہ الحرام میں ہے۔

اس میں حجرِ اسود کو رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر طرف واسے ایک ایک سردار انتخاب کر لیں۔ اور وہ چاروں سردار چاروں کے چاروں کو نے تمام لیں۔ اور اوپر کو اٹھائیں۔ اس طرح جب وہ چاروں مقامِ نصب کے برابر پہنچ گئی۔ تو حضرت نے حجرِ اسود کو اپنے مبارک ہاتھ سے اٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا۔ اور وہ سب خوش ہو گئے۔ قریش نے اس تعمیر میں بہ نسبت سابق کئی تبدیلیاں کر دیں۔ بنائے خلیل میں ارتفاع ۹ گز تھا۔ ابناگن ارتفاع کے عمارت مستف کر دی گئی۔ مگر سامانِ تعمیر کے لئے نفقہ حلال کافی نہ ملا۔ اس لئے بنائے خلیل میں سے جانب مغرب کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا۔ اور اس کے گرد چار دیواری۔ کھینچ دی گئی کہ پھر موقع ملے گا تو کعبہ کے اندر لے لیں گے۔ اس حصہ کے حجرِ حطیم کہتے تھے۔ بنائے خلیل میں کعبہ کا دروازہ سطح زمین کے برابر تھا۔ مگر اب قریش نے زمین سے اونچا کر دیا تاکہ جس کو چاہیں اندر جانے دیں اور جس کو چاہیں نہ ہو کہ دیں۔ عہدِ نبوت میں حضرت کا ارادہ ہوا کہ حجرِ کعبہ کی عمارت کعبہ میں ملا لیں اور دروازہ سطح زمین کے برابر ہو کہ دیں۔ مگر بدیں خیال ایسا نہ کیا کہ قریش نئے نئے سمان ہیں۔ کہیں دیوار کعبہ کے گرانے سے بدظن ہو کر دین اسلام سے نہ پھرتائیں۔

تیسرا باب

حالاتِ بعثتِ شریف تا ہجرت

اس عنوان پر قلم اٹھانے سے پہلے مناسب بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس وقت عرب اور باقی دنیا کی دینی اور اخلاقی اور روحانی حالت جو تھی۔ اس کا مجمل بیان پیش کیا جائے جس سے حضور نبی اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ضرورت و اہمیت ثابت ہو جائے۔

دنیا کی حالت | عرب پہلے دینِ ابراہیم علیہ السلام پر تھے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد ان کے

سے بفرق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حجرِ حطیم نہ کہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ نام ایامِ جاہلیت میں وضع ہوا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ ایامِ جاہلیت میں وہاں باہم قسم لکھنا کرتے تھے اور عقدِ حلف کی علامت یہ ہوا کرتی تھی کہ معاہدین اپنا خون یا چاک یا گمانِ حرقی طرف پھینک دیا کرتے تھے۔ اس واسطے حجرِ حطیم کہا کہ تھے (بجاری شریف)

صاحبزادے حضرت نابت کعبہ کے متولی ہوئے۔ ان کے بعد قبیلہ جرہم متولی ہوا۔ اس قبیلہ کو عمرو بن لُحی نے جو قبیلہ خزاعہ کا مورث اعلیٰ تھا۔ بیت اللہ شریف سے نکال دیا اور خود متولی بن گیا۔ اس کا اصلی نام عمرو بن ربیعہ بن حارثہ بن عمرو بن عامر زدی تھا۔ عرب میں بت پرستی کا بانی یہی شخص تھا۔ اسی نے سائبہ و صیدہ بکیرہ حامیرہ کی رسم ایجاد کی تھی۔ ایک دفعہ یہ سخت بیمار ہو گیا کسی نے کہا کہ بلفقہ واقع شام میں ایک گرم پانی کا چشمہ ہے۔ اگر تم اس میں غسل کرو۔ تو تندرست ہو جاؤ گے۔ اس لئے یہ بلفقہ میں پہنچا۔ اور اس چشمہ میں غسل کرنے سے چنگا ہو گیا۔ وہاں اس نے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرنے دیکھا۔ پوچھا کہ یہ کیا ہیں انہوں نے کہا کہ ہم ان کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں۔ اور ان ہی کے وسیلہ سے دشمن پر فتح پاتے ہیں۔ یہ سن کر اُس نے درخواست کی کہ ان میں سے کچھ مجھے بھی عنایت کیجئے۔ عرض اس نے وہ بت لاکر کعبہ کے گرد نصب کر دئے اور عرب کو ان کی پوجا کی دعوت دی۔ اس طرح عرب میں بت پرستی شائع ہو گئی۔ جس کا اجمالی خاکہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:-

بت کا نام	مقام جہاں وہ بت تھا	قبیلہ جو ان کو پوجتا تھا	کیفیت
دوہۃ الجندل	دوہۃ الجندل	کلب	یہ بت مٹنکل افسان بزرگہ جتہ بتا۔ جس پر دو عالم منقوش تھے ایک عہہ بطور آوازہ دوسرا بطور چادر۔ تنوار آڑے لٹکائے ہوئے اور کمان موڑھے پر سامنے ایک تھیلے میں نیزہ اور جھنڈا تھا اور ایک تنک کش تھی جس میں تیر تھے۔ حارثہ ابدالی اپنے بیٹے مالک کو دودھ دے کر اس بت کے پاس بھیجا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ اپنے مہبود کو چلا ناؤ۔
سواع	رہا جو کھڑی زمین میں تھی	ہذیل	بنو لحيان اس بت کے خادم یا سچاری تھے۔
یعوث	ندج	ندج وال حبش	ندج یمن میں ایک ٹیلہ کا نام ہے۔
یعوق	خیوان	ہمدان و ابن نواح کے لوگ یمن میں	خیوان صنعاہ یمن سے مکہ کی طرف دو دن کا راستہ ہے۔
نسر	بلنج	حمیر	بلنج سرزمین سبا واقع یمن میں ہے حمیر نسر کو پوجتے رہے یہاں تک کہ وہ لوہے ان کو بہوی بنایا۔ اسی طرح حمیر کے لئے بتیں مذہب سے پہلے صنعاہ یمن میں ایک مندر بنیام تھا۔ جس پر وہ قربانیاں چڑھاتے تھے۔

یہ خاکہ ابو المنذر ہشام کلبی (متوفی ۱۵۰ھ) کی تصنیف کتاب الامنام سے ماخوذ ہے جو مصر میں ۱۳۳۰ھ میں چھپ چکی ہے

بنت کا نام	مقام جہاں بنت تھا	قبیلہ جو اس کو پوتا تھا	کیفیت
فنس (بشکل ان کا)	اجا	طی	قبیلہ طی کے دو پہاڑ اجا و سکی بدینہ منورد سے جانب شمال تین مرحلہ کے فاصلہ پر ہیں اس بنت پر قرینی چڑھتے تھے۔ اگر کوئی جانور بھاگ کر اس کی پناہ میں آتا تو وہ اسی کا ہو جاتا۔ ایک روز اس کا چھاری صیفی نام ایک عورت کی اڑنی بھگا لایا اور اس بنت پاس لاکر باندھ دی۔ عورت نے اپنے ہمسایہ سے شکایت کی۔ وہ اڑنی کو کھول کر لے گیا۔ چھاری نے بنت سے فریاد کی۔ مگر کچھ نہ بنا۔ عدی بن حاتم نے یہ دیکھ کر بت پرستی چھوڑ دی۔ وہ لیسائی ہو گئے پھر یہ میں مشرف باسلام ہوئے۔ منیٰ شہر کی اعزاز
منات	ندیدہ کے قریب ساما بحر پر کوہ شقل کے نواح میں۔	اوس و خزرج ہذیل و خزاعہ	قریش اور باقی تمام عرب اس کی عبادت کرتے تھے۔ اور اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔ اوس و خزرج جب مدینہ سے حج کرنے آئے تو ان کا حج ادا کر کے اپنے گھر اس بنت کے پاس منڈواتے تھے اور اس کے بغیر حج کو نام سمجھتے تھے۔
لات	طائف	ثقیف	مرتب پتھر تھا۔ تمام عرب اس کی تعظیم کرتے تھے۔
عزہ	واوی حراض ذوق خلد شامیہ دکھ سے جانب شمال دونوں کا راستہ	قریش	یہ ایک شیطانی تھی جس کا تھان ببول کے نین دختوں میں تھا۔ فتح مکہ کے بعد حضرت خالد بن ولید نے ان دختوں کو کاٹ دیا اور عزہ کو قتل کر دیا۔ قریش دیگر اصنام کی نسبت اس کی تعظیم زیادہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے حرم کعبہ کی طرح واوی حراض میں ایک درہ کو اس کا حرم قرار دیا تھا۔ اس درہ کا نام مقام تھا۔ اور قربانیوں کے لئے ایک مذبح بنایا تھا جسے غنغب کہتے تھے۔ عرب ان منات و عزہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ یہ ہماری شفاعت کریں گی۔
ذوالکھضر	تیمانہ	خشعم بکلیہ - اندوسراہ	تیمانہ مکہ و بین کے درمیان مکہ سے سات یا آٹھ دن کی راہ ہے یہ بت سفید پتھر پر منقوش تھا جس پر تاج کی شکل کوئی تھی تھی۔
سعد	ساحل عینہ	مالک کنانہ کنانہ	طویل پتھر تھا۔ اس پر خون بہایا جاتا تھا۔

بت کا نام	مقام جہاں بت تھا	قبیلہ جو اس کو پوجتا تھا	کیفیت
ذوالکفین ذوالین	ارضِ دوس واقعہ یمن	دوس	فتح مکہ کے بعد حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اس بت کو بحکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگ سے جلا دیا تھا۔
ذوالشری	ذوالشری	بنو حارث بن یشکر ازدی	ذوالشری مکہ معظمہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔
أقصر	مشارف شام	قضاة لحم۔ جدام عالمہ غطفان	اس کا حج کرتے۔ قربانی دیتے۔ اور اس کے پاس اپنا مندر دیا کرتے مندر والے والا ہربال پر گہیوں کے آٹے کی ایک منھی چھینکا کرتا تھا۔
سئم	x	مزینہ	اس کا پجاری خزاعی بن عبدمنم مزی تھا۔ اس نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال سنا تو اس بت کو توڑ کر حاضر خدمت ہوا۔ اور ایمان لایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
عالم	x	انہ دسرات	
رضاء رضی	x	بنو ربیعہ بن کعب بن سعد تمیمی	اس بت کا ذکر صفا کے پرانے کتبوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ اس کو مستوفی یعنی عمرو بن ربیعہ تمیمی نے زمانہ اسلام میں منہدم کر دیا۔
سعیبر	x	غزوہ	اس پر قربانیاں چڑھاتے تھے۔
عمیالین	موضع خولان واقعہ یمن	خولان	موشیوں اور کھیتوں کو اس بت اور خدا تعالیٰ کے درمیان تقسیم کیا کرتے تھے بقول ہشام کلبی وَجَعَلُوا لِلَّهِ مَا ذَرَأْتُمِنَ الْحَبِّ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا الْآیہ خولان ہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔
ہبل	مکہ	قریش	کعبۃ اللہ جو خانہ خدا تھا بتی نہ بنا ہوا تھا۔ اس میں تین سو ساڑھ بت تھے جن میں ہبل بہت بڑا اور جوف کعبہ میں نصب کیا ہوا تھا۔ یہ بت لشکر انسانی عقیق احمر کا بنا ہوا تھا۔ اس کا بابا یا ہانڈوٹا ہوا تھا۔ قریش کو اسی حالت میں پایا تھا۔ انہوں نے اس کے لئے سونے کا ہانڈو بنا دیا تھا۔ اس کے سامنے سات تیر رکھے ہوئے تھے۔ جن سے پجاری قرعہ اندازی کیا کرتا تھا۔ اسات اور ناکہ دونوں زمزم کی

بیت نام	مقام جہالت	قیید جوڑیں بت پوختا تھا	کیفیت
			جگہ پر تھے قریش ان کے پاس قربانیاں دیا کرتے تھے قریش کا ایک بت مناف تھا۔ علاوہ انکے نکر کے گھر گھر میں ایک ایک بت تھا جب کسی سفر کو جاتا تو بطور تبرک اس کو مسح کرتا جب واپس آتا تو گھر میں داخل ہو کر سب سے پہلے اس کو مسح کرتا۔

مندرجہ بالا بتوں کے علاوہ عرب میں اور بت بھی تھے۔ ساروں کی سبھی پوجا ہوتی تھی۔ چنانچہ قبیلہ تمیر سوہج کی پکٹش کرتا تھا۔ کنانہ چاند کو۔ بنو نمیم وبران کو۔ قیس شمرے کو۔ اسد غطار کو اور لخم و بنو ام شتری کو پوجتے تھے۔

عرب میں درخت پرستی بھی پائی جاتی تھی۔ مکہ مشرفہ کے قریب ایک بڑا سبز درخت تھا۔ جاہلیت میں لوگ سال میں ایک دفعہ وہاں آنے اور اس درخت پر اپنے ہتھیار لٹکاتے اور اس کے پاس حیوانات ذبح کرتے۔ کہتے ہیں کہ عرب جب حج کو آتے تو اپنی چادریں اس درخت پر لٹکادیتے اور حرم میں بغرض تعظیم بغیر دروں کے داخل ہوتے۔ اس لئے اس درخت کو اوطا کہتے تھے۔ ابن اسحاق نے حدیث بہب بن منبہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب فیمیون نصرانی اپنی سیاست میں بخران میں بطور غلام فروخت ہوا ہے۔ تو اس وقت اہل بخران ایک بڑے درخت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اس درخت کے پاس سال میں ایک دفعہ عید ہوا کرتی تھی۔ وہ عید کے موقع پر اپنے اچھے سے اچھے کپڑے اور غورتوں کے زیورات اس درخت پر ڈال دیا کرتے تھے۔ پھر وہ فیمیون کی کرامت دیکھ کر عیسائی ہو گئے۔

بتوں پر عموماً گھوڑا، اونٹ، کتھن، ہایا جاتا تھا۔ مگر بعض دفعہ انسان کو بھی ذبح کر دیتے تھے۔ چنانچہ فیمیون ایک قسم کی قربانی کا ذکر جو ۱۱۷۱ء میں دی گئی تھی بدیں الفاظ کرتا ہے۔

حجاز کے وحشی عربوں کے ہاں دیوتا کی کوئی صورت نہ تھی۔ صرف ان گھر پتھروں کی ایک قربانگاہ ہوا کرتی تھی۔ اس پر وہ سارا صبح (دہرہ) کے لئے کوئی انسان یا سفید اونٹ بڑی جلدی سے ذبح کیا کرتے

۱۔ طبقات الامم لابن صاعد اللاندسی مبعودہ بیروت ۱۹۱۲ء۔ ص ۵۳

۲۔ ہم البلدان یا قوت حموی۔ تحت اوطا

۳۔ سیرت ابن ہشام۔ قصہ اصحاب الاخدود

تھے۔ یہ ترابی طلوع آفتاب سے پہلے بظاہر بدیں وجہ ہوا کرتی تھی۔ کہ وہ ستارہ اس عمل میں پیش نظر رہے۔ وہ مقام متبرک کے گرد بھیجتے ہوئے تین بار طواف کرتے۔ تب سرد قوم یا بوڑھا چابری اس بھینٹ پر پہلا وار کرتا اور اس کا کچھ خون پیتا۔ بعد ازاں حاضرین کو دپڑتے اور اس جانور کو کچی اور نیم پخت کنڈ طلوع آفتاب سے پہلے کھا جاتے! خوب نیلوس کا بیٹا نہ ہرہ کی بھینٹ چڑھنے کو تھا کہ ایک اتفاقی امر سے بچ گیا۔ نیلوس سے پیشتر پور فری بیان کرتا ہے۔ کہ عرب میں دوسرے کے باشندے سال میں ایک بار ایک لڑکے کی بھینٹ دیتے۔ اور اسے قربانگاہ کے نیچے دفن کر دیتے۔

اوپر کے بیان سے ظاہر ہے۔ کہ عرب کے طول و عرض میں بت پرستی کا جال بچھا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ یہودیت و نصرانیت و مجوسیت بھی کہیں کہیں رائج تھی۔ چنانچہ حمیر۔ کنانہ۔ بنو حارث بن کعب اور کنندہ میں یہودیت تھی۔ مدینہ میں یہودیوں کا زور تھا۔ خیبر میں بھی یہودی بستے تھے۔ ربیعہ۔ غسان اور بعض قضاہ میں نصرانیت تھی۔ مجوسیت بہت کم تھی۔ وہ بت پرستی و یہودیت و عیسائیت میں جذب ہوتے ہوتے صرف بتونیم میں رہ گئی تھی۔ جن کے منازل نجد سے یامہ تک پائے جاتے تھے۔ حضرت حاجب بن زرارہ نمبی اسی قبیلہ سے تھے۔ جنہوں نے کسرے کے مال اپنی کان رہن رکھی تھی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ناکر اگر بطور ہدیہ خدمت اقدس میں بھیجی تھی۔

عرب میں ازدواج کی کثرت تھی چنانچہ جب حضرت غیلان ثقفی ایمان لائے۔ تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جمع بین الاختین جائز سمجھتے تھے۔ چنانچہ صخاک بن فیروز کا بیان ہے کہ جب میرا باپ اسلام لایا تو اس کے تحت میں دوسری بہنیں تھیں۔ جب کوئی شخص مر جاتا۔ تو اس کا سب سے بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو میراث میں پاتا۔ چاہتا تو اس سے شادی کر لیتا۔ ورنہ اپنے کسی اور بھائی یا رشتہ دار کو شادی کے لئے دے دیتا۔ زنا کاری کا عام رواج تھا۔ اور اسے جائز خیال کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ جاہلیت میں نکاح چار طرح کا تھا۔ ایک نکاح متعارف جیسا کہ آجکل ہے کہ زوج و زوجہ کے ولی مہر معین پر متفق ہو جائیں اور ایجاب و قبول ہو جائے۔ دوسرا نکاح

۱۔ مذہب: اخلاق کی انسائیکلو پیڈیا۔ تحت عرب قدیم۔

۲۔ حیات المؤمنان للہبیری (جز اول ص ۱۶۹) بحوالہ بصائر القدا۔ دسرا کہ الحکما للشیخ ابی حیان التوحیدی المتوفی ۳۳۰ھ

۳۔ کشف الغمہ للقطب الشحرانی۔ جز ثانی ص ۵۶

استنضاع - بدیں طور کہ شوہر اپنی عورت کو حیض سے پاک ہونے کے بعد کہتا کہ تو فلاں سے استنضاع -
 رطب ولد کہ بے اور خود اس سے مقابرت نہ کرنا - یہاں تک کہ اس شخص سے حل ظاہر ہو جاتا - اس وقت
 چاہتا تو وہ اپنی زوجہ سے مجامعت کرتا - یہ استنضاع بغرض نجابت ولد کیا جانا تھا - تیسرا نکاح جمع
 بدیں طور کہ دس سے کم مرد ایک عورت پر یکے بعد دیگرے داخل ہوتے - یہاں تک کہ وہ حاملہ ہو جاتی
 وضع حمل کے چند روز بعد وہ عورت ان سب کو بلائی اور ان سے کہتی کہ تم نے جو کیا وہ تمہیں معلوم ہے -
 میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے ان میں سے ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی کہ یہ تیسرا بچہ ہے پس وہ اسی کا سمجھا
 جاتا تھا - اور وہ شخص انکار نہ کر سکتا تھا - چوتھا نکاح بغایا - بدیں طور کہ بہت سے مرد جمع ہو کر بغایا ازنا کار
 خورتیں ہیں سے کسی پر بے روک ٹوک داخل ہوتے - یہ بغایا بطور عداوت کے اپنے دروازوں پر جھنڈے
 نصب کرتی تھیں - جو پاہت ان کے پاس جانا - جب ان میں سے کوئی حاملہ ہو جاتی تو وضع حمل کے بعد
 وہ سب مرد اس کے ہاں جمع ہوتے اور قاذو کو بلاتے - وہ قاذو اس بچہ کو اس کے اعضاء دیکھ کر فرات
 سے جس سے منسوب کرتا - اسی کا بیٹا سمجھا جاتا تھا - اور اس سے انکار نہ ہو سکتا تھا -

شراب خوری اور فہار بازی بھی عرب میں کثرت سے رائج تھیں - مہمان نوازی کی طرح ان دونوں میں
 مال دولت لٹانے پر فخر کیا کرتے تھے - ملک عرب میں انگوروں یا کھجوروں وغیرہ سے جو شراب بناتے تھے وہ ان
 کے لئے کافی نہ تھی اس لئے شراب کا بہت بڑا حصہ دیگر ممالک سے منگایا جاتا تھا - وہ بہت تیز ہوتی
 تھی - پانی میں ملا کر استعمال کیا کرتے تھے شراب کی دکانوں پر جھنڈے لہرایا کرتے تھے - جب کسی کان
 میں شراب کا ذخیرہ ختم ہو جاتا - تو جھنڈہ اٹا لیا جاتا تھا اشعار عرب میں جن مقامات کی شراب کا ذکر
 آیا ہے - ان کی تفصیل یوں ہے -

ملک کا نام	مقامات جو شراب کے لئے مشہور تھے	کیفیت
سیریا یعنی شام	حدر - حمص - بیت راس نخص اندرین - بصرے - صرخرہ - ناب	بیت راس و دثہروں کا نام ہے - ایک بیت المقدس میں دوسرا انواع عذب میں ہے - دونوں میں انگور بکثرت اور شراب کے لئے مشہور تھے - حدر کی شراب کو حدریہ کہتے تھے -
فلطین	مقدد - عوز - بیسان	مقدد کی شراب کو مقددی یا مقدبیہ اور بیسان کی شراب کو بیسانیہ بولتے تھے -

ملک کا نام	مقامات جو شراب کے لئے مشہور تھے	کیفیت
الجزیرہ	عانہ	عانہ کی شراب کو عانیہ کہتے تھے۔
کلدیہ یا یاہونیا	بابل - صریفون قطربل	صرفیوں کے قریب ہے اور قطربل بغداد و عکبر کے درمیان ہے ان مقامات کی شراب کو باطیہ و صرفیہ و قطربلیہ کہتے تھے

خدا کا نام یہ کہ دین ابراہیمی جو عرب کا اصلی دین تھا۔ سوائے چند رسموں کے جن سے عقل سلیم کو قطع نظر ایشیا و انبیا علیہم السلام کے انکار نہیں ہو سکتا عرب میں معدوم ہو گیا تھا۔ بجائے توحید کے عموماً شرک و بت پرستی تھی۔ وہ معبودان باطل کو قادر مطلق کی طرح اپنے حاجت روا جانتے تھے۔ بعضے اجرام فلکیہ۔ آفتاب ماہتاب و ستارگان کی پوجا کرتے تھے۔ بعضے تشبیہ کے قابل تھے۔ اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر ان کی پوجا کرتے اور خدا کے ہاں ان کی شفاعت کے امیدوار تھے۔ شرک و تشبیہ کا کیا ذکر بعض کو خدا کی استیہی سے انکار تھا۔ وہ شب و روز شراب خوری نماز بازی نہا کا کیا اور قتل و غارت گری میں مشغول رہتے تھے۔ نساوت قلب کا یہ حال تھا۔ کہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے تھے۔ بتوں پر آدمیوں کی قربانی چڑھانے سے دریغ نہ کرتے۔ لڑائیوں میں آدمیوں کو زندہ ہلا دینا مستورات کا پیٹ چاک کرنا اور بچوں کو تہ تیغ کرنا عموماً جائز سمجھتے تھے۔ ان کے درمیان جوہر و نصاریٰ تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ ان کی کتابیں محرف ہو چکی تھیں۔ یہود و خدا کو مغالطہ الید اور حضرت عزیر کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نصاریٰ نے یسوع کو خدا ماننے لگے۔ اور مسند کفارہ کی آڑ میں اعمال حسد کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے!

یہ حالت صوف عرب کے ساتھ مخصوص نہ تھی۔ بلکہ تمام دنیا میں اسی طرح کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اہل فارس آگ کے پوجنے اور ماؤں کے ساتھ طہی کرنے میں مشغول تھے۔ ترک شب و روز بستیوں کے تباہ کرنے اور ہندوگان خدا کو اذیت دینے میں مصروف تھے۔ ان کا دین بتوں کی پوجا اور ان کی ناسخ مخلوقات پر ظلم کرنا تھا۔ ہندوستان کے لوگ بتوں کی پوجا اور خود کو آگ میں جلانے کے سوا کچھ نہ جانتے تھے۔ اور نیوک کو جائز سمجھتے تھے۔

یہ عالمگیر ظلمت اس امر کی مقتضی تھی کہ سب عادت الہی ملک عرب میں جہاں دنیا بھر کے دین

سے شرح فقہ اکبر علی القاری

باطلہ و عقائد قلبیہ و اخلاق مدویہ موجود تھے۔ ایک مادی تمام دنیا کے لئے مبعوث ہو چنانچہ ایسا ہی
 وقوع میں آیا۔

عرب مدنی میں جس کی حالت اور پر بیان ہوئی سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بخت تک ہر
 پہلو کے لحاظ سے باکل بے لوث رہی۔ آپ اخلاق حمیدہ سے منصف اور صدق و امانت میں مشہور
 تھے۔ حتیٰ کہ قوم نے آپ کو امین کا لقب دیا ہوا تھا۔ آپ مجالس لہو و لعب میں کبھی شریک نہ ہوئے
 وہ افعال جاہلیت جن کی آپ کی شریعت میں ممانعت وارد ہے۔ آپ کبھی ان کے مرتکب نہ ہوئے
 جو جانور تہوں پر ذبح کئے جاتے۔ آپ ان کا گوشت نہ کھاتے۔ خسانہ گوئی شراب خوری۔ قمار بازی
 اور بت پرستی جو قوم میں عام شائع تھیں۔ آپ ان سے الگ رہے۔ سال میں ایک بار ماہ رمضان میں
 کوہ حرا میں جو کہ مشرف ستین میل کے فاصلہ پر منے کو جاتے ہوئے بائیں طرف کو ہے اعتکاف فرمایا کرتے۔
 اور وہاں ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ چند راتوں کا گوشہ ساتھ لے جاتے۔ وہ ختم ہو چکتا۔ تو
 گھر تشریف لاتے اور اسی قدر گوشہ لے کر حرا میں جا معتکف ہوتے!

ابتداءِ وحی

جب آپ کی عمر مبارک پچیس سال کی ہوئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو منصب نبوت سے
 سرفراز فرمایا۔ وحی کی ابتداء روپائے صادقہ سے ہوئی۔ جو کچھ آپ رات کو خواب میں دیکھتے یعنی
 وہی ظہور میں آتا۔ چھ ماہ اسی حالت میں گذر گئے کہ ایک روز آپ سب معمول غار حرا میں مراقب تھے کہ
 فرشتہ (جبرائیل) آپ کے پاس آیا۔ اُس نے آپ سے کہا۔ اِقْرَأْ (پڑھو) آپ نے فرمایا۔
 مَا اَنَا بِقَارِئٍ (میں پڑھتا ہوں نہیں) آپ کا بیان ہے۔ کہ اس پر فرشتہ نے مجھے پکار کر بھیجا۔ یہاں تک
 کہ وہ مجھ سے نہایت فصیح و طاقت کو پہنچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا اِقْرَأْ میں نے کہا۔ مَا اَنَا بِقَارِئٍ
 اس پر اس نے مجھے پکار کر دوسری بار بھیجا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ سے غایت فصیح و طاقت کو پہنچا۔ پھر
 اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا اِقْرَأْ میں نے کہا۔ مَا اَنَا بِقَارِئٍ اس نے مجھے پکار کر تیسری بار
 بھیجا یہاں تک کہ وہ مجھ سے غایت فصیح اور طاقت کو پہنچا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا

آدمی کو لہذا چھلکی سے پڑھ اور تیرا رب بزرگرم ہے

جس نے علم سکھایا قلم سے۔ سکھایا آدمی کو جو کچھ

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ فَاجْعَلْ

الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ

يَعْلَمُهُ

نہ جانتا تھا۔

یہ سبق پڑھ کر آپ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے سارا قصہ بیان کیا۔ وہ آپ کو اپنے
چھیرے بھائی ورت بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو عیسائی تھا اور تورات و انجیل کا ماہر تھا۔ اس نے یہ
ماجرا سُن کر کہا کہ یہ وہی ناموس و فرشتہ ہے۔ جو حضرت مرثیٰ پر اترا تھا۔ اس کے بعد کچھ مدت تک
مجی بند رہی تا کہ آپ کا شوق و انتظار زیادہ ہو جائے۔ پھر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۖ قُمْ فَأَنْذِرْ ۚ وَرَبُّكَ
فَكَذَّبَ وَيَتَأْتَبُكَ فَطَمَعًا ۚ وَالْمُرْجَزُ
فَأَهْ جُرَّة ۚ

پلیدی کو چھوڑ دے۔

آغاز دعوت | قُمْ فَأَنْذِرْ سے آپ پر انذار اور دعوت الی اللہ فرض ہو چکی تھی۔ مگر اعلان دعوت کا حکم
نہ آیا تھا۔ اس لئے آپ نے پہلے خفیہ طور سے ان لوگوں کو دعوت اسلام دی جن پر آپ کو اہتمام تھا
اور جو آپ کے حالات سے بخوبی واقف تھے۔ اس دعوت پر کئی مرد و زن ایمان لائے۔ چنانچہ مردوں
میں سب سے پہلے جو آپ پر ایمان لائے وہ حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ لوگوں میں سب سے پہلے ایمان لانے
والے حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ اور عورتوں میں حضرت خدیجہ الکبریٰ۔ آناد کئے ہوئے غلاموں میں
حضرت زید بن حارثہ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایمان لاتے ہی دعوت
شروع کر دی۔ عشرہ مبشرہ میں سے پانچ یعنی حضرات عثمان غنی۔ سعد بن ابی وقاص۔ طلحہ بن
عبید اللہ۔ عبد الرحمن بن عوف۔ اور زبیر بن العوام۔ آپ ہی کی ترغیب سے مشرف باسلام ہوئے۔
ان کے بعد حضرات سعید بن زید۔ ابو ذر غفاری۔ ازہم بن ابی ارقم۔ عبد اللہ بن مسعود۔ عثمان بن
مظعون۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ عبیدہ بن حارث۔ حصین والد عمر ان بن حصین۔ عمار بن یاسر۔
جناب بن الامت۔ خالد بن سعید بن العاص اور صہیب رومی وغیر ہم سابقین و اولین کے زمرہ میں شامل
ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اور عورتوں میں فاطمہ بنت خطابؓ ہمیشہ کفر فارقی۔ اسماء بنت ابی بکر۔
اسماء بنت سلمہ۔ عقیمہ۔ اسماء بنت عمیس۔ حشیمہ۔ فاطمہ بنت المطلبی قرظیہ۔ طلحہ۔ نکیہ بنت یسار۔
دلیر بنت ابی عوف اور امینہ بنت نطف خزاعیہ۔ سابقات الی الاسلام میں سے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

۱۔ تفصیل کے لئے صحیح بخاری کتاب التفسیر دیکھو۔

لیکن یہ سب کچھ جو ہوا پوشیدہ طور پر ہوا۔ نماز بھی شعاب مکہ میں چھپ کر پڑھا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت سعد بن ابی وقاص اور کچھ اصحاب مکہ کے کسی شعب میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین نے دیکھ کر اس فعل کو برا کہا۔ پس باہم لڑائی ہو گئی۔ حضرت سعد نے اونٹ کے تالو کی ہڈی ان نابکاروں میں سے ایک پر ماری اور سر توڑ ڈالا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب دارالرقم میں جو کہ صفا کی ٹلی میں تھا رہتے اور وہیں نماز پڑھتے۔

تبلیغ علی الاعلان | نحفیہ دعوت کو جب تین سل ہو چکے۔ تو اعلان کا حکم اس طرح آیا۔
 فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ | پس تو کھول کر بیان کر دے۔ جو تجھے حکم دیا جاتا ہے اور
 (سورہ حجرا) مشرکوں سے کنارہ کر
 نیز حکم آیا۔

وَإِنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ | شعرا اور ڈرا اپنے نزدیک کے ناتے والوں کو
 اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا صفا پر چڑھ کر قبیلہ قریش کے بطون کو بول پکارا۔ یا بنی فہر یا بنی عدی۔ یہاں تک کہ وہ جمع ہو گئے جو خود نہ آسکتا تھا۔ وہ اپنی طرف سے کسی اور کو بھیجتا نہ دیکھے کہ یہ پکار کیسی ہے۔ پس ابولہب اور قریش آگئے۔ آپ نے فرمایا: "بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادی مکہ سے ایک سو اربوں کا لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا تمہیں یقین آجائے گا؟" وہ بولے: "ہاں۔ کیونکہ ہم نے تم کو پہنچ ہی بولتے دیکھا ہے" آپ نے فرمایا: "تو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم مجھ پر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا"۔ اس پر ابولہب بولا: "تجھ پر آئندہ ہمیشہ ہلاک و زبیاں ہو۔ کیا اس کے بٹے تو نے ہم کو جمع کیا ہے؟" تب یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ ۚ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُ
 مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ
 ہلاک ہو جو ماٹھ ابولہب کے اور ہلاک ہو وہ۔ کام نہ آئے۔
 اس کو مال اس کا اور نہ جو کچھ کمایا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان دعوت کیا اور بت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کی۔ تو سرداران قریش عقبہ و خیلہ پیران ربیعہ بن عبد شمس۔ ابوسفیان۔ ابوہبلیہ۔ ولید بن مغیرہ۔ عاص بن وائل سہمی اور اسود بن مطلب وغیرہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تیرا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے اور

نہ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورہ شعراء۔

ہمارے آباد و اجداد کو گمراہ بنانا ہے۔ اور ہمیں احمق ٹھہرانا ہے۔ تم اس کو منع کر دو۔ یا بیچ میں سے بہت
 جاؤ۔ ہم اس سے سمجھ لیں گے۔ ابوطالب نے انہیں نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا۔ آپ نے تبلیغ کو
 جاری رکھا۔ مگر قریش بجائے رو بہ راہ ہوئے کے آپ سے عقد و عداوت نہ زیادہ کرنے لگے۔ اور
 ایک دوسرے کو آپ سے لڑنے پر ابھارنے لگے۔ وہ دوبارہ ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے
 ابوطالب! بے شک ہم میں نیری قدر و منزلت ہے ہم نے تم سے کہا تھا کہ اپنے بھتیجے کو منع کر دو۔ مگر
 تم نے ایسا نہیں کیا۔ خدا کی قسم! ہم اپنے محبوبوں اور آباد و اجداد کی توہین گوارا نہیں کر سکتے۔ تم اس
 کو روک دو۔ ورنہ وہ اور تم میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔" وہ یہ کہہ کر
 چلے گئے۔ ابوطالب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کر کہا: "اے میرے بھتیجے! تیری قوم نے
 میرے پاس آکر ایسا کہا ہے۔ تو اپنے آپ پر اور مجھ پر رحم کر۔ اور مجھے امر لایطاق کی تکلیف نہ
 دے۔" یہ سن کر حضور نے بدیں خیال کہ اب میرے چچا نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ او میری مدد سے
 عاجز آگیا۔ ہے یوں فرمایا: "اے میرے چچا! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور
 چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی میں اس کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک
 کہ اللہ اسے غالب کر دے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں۔"

دست از طلب نہ وارم تا کام من بر آید یا تن رسد بجاناں یا جاں زن بر آید

پھر آپ آبدیدہ ہوئے اور رو پڑے۔ آپ واپس ہوئے تو ابوطالب نے باکر کہا: "اے میرے
 بھتیجے! جو کچھ آپ چاہیں کہیں میں کبھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ جب قریش نے دیکھا کہ ابوطالب
 اس طرح نہیں مانتا۔ تو عمار بن ولید بن مزیہ کو ساتھ لے کر اس کے پاس آئے، کہنے لگے۔ اے
 ابوطالب! یہ عمار قریش میں نہایت قوی اور خوبصورت نوجوان ہے۔ ہم یہ تجھے دیتے ہیں۔ تو اس کو پنا
 بیٹا بنا لے۔ اور اس کے عوض میں اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دے۔ ابوطالب نے کہا: "اللہ کی
 قسم! تم مجھے بڑی تکلیف دیتے ہو۔ کیا تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اسے تمہارے واسطے پاؤں۔
 اور اپنا بیٹا تمہیں دوں کہ اسے قتل کر ڈالو! اللہ کی قسم ایسا ہرگز نہ ہوگا۔" یہ سن کر قریش اور بھی براؤ و نمتہ
 ہو گئے۔ وہ ایک روز ولید بن مزیہ کے پاس جمع ہوئے۔ ولید مذکور فصاحت و بلاغت میں ان کا سردار
 تھا۔ ایام حج قریب تھے۔ ولید قریش میں یوں گفتگو ہوئی۔

ولید۔ اسے کہ وہ قریش! حج کا موسم آگیا ہے۔ عرب کے قبائل تمہارے پاس آئیں گے جنہوں نے تمہارے صاحب کا حال سن لیا ہے۔ اس کے بارے میں ایک رائے پر اتفاق کر لو۔ ایسا نہ ہو کہ تم ایک دوسرے کی تکذیب کرو۔

قریش۔ آپ ہی ایک رائے قائم کر دیں۔ ہم اسے تسلیم کر لیں گے۔

ولید۔ نہیں تم ہی کہو میں سنتا ہوں۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ کاہن ہے۔

ولید۔ اللہ کی قسم وہ کاہن نہیں ہم نے کاہن دیکھے ہوئے ہیں۔ اس کا کلام نہ کاہن کا نہ مزور ہے نہ سبوح۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ دیوانہ ہے۔

ولید۔ وہ دیوانہ نہیں۔ ہم نے دیوانگی دیکھی ہوئی ہے۔ وہ دیوانہ کا خفیظ و منصب نہیں۔ نہ دیوانہ کا بھلیجان۔ وہ مویسہ ہے۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ شاعر ہے۔

ولید۔ وہ شاعر نہیں۔ ہمیں تمام اقسام شعر رجز۔ ہرج۔ زقریش۔ مقبوض اور مبسوط معلوم ہیں۔ اس کا کلام شعر نہیں۔

قریش۔ ہم کہیں گے کہ وہ جادوگر ہے۔

ولید۔ وہ جادوگر نہیں۔ ہم نے جادوگر اور ان کے جادو دیکھے ہوئے ہیں۔ وہ جادوگروں کا پھونک سارنا نہیں۔ اور نہ ان کا ریلوں یا بالوں کو گرہ دینا ہے۔

قریش۔ ابو عبید شمس! پھر تم بناؤ ہم کیا کہیں؟

ولید۔ اللہ کی قسم۔ اس کے کلام میں بڑی علادت ہے۔ اس کلام کی اصل مضبوط بڑ والا ذرت

خرماتا ہے اور اس کی فرع پھل ہے۔ ان باتوں میں سے جو بات تم کہو گے۔ وہ ضرور پہچاننی جائیگی

کہ جھوٹ ہے۔ اس کے بارے میں صحت سے قریبترہ قول یہ ہے کہ تم کہو۔ وہ جادوگر ہے۔

اور ایسا کلام لایا ہے۔ جو جادو ہے۔ اس کلام سے وہ باپ بیٹے میں بھائی بھائی میں۔ میاں

سیرت ابن ہشام۔

بیوی میں اور خویش و اقارب میں بھائی ڈال دیتا ہے۔

ولید کا کلام سن کر وہ مجلس سے چلے گئے۔ جب موسم حج میں لوگ آنے لگے تو وہ ان کے راستے میں بیٹھتے۔ جو کوئی ان کے پاس سے گزرتا۔ وہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈرا دیتے اور اور آپ کا حال بیان کر دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ولید کے بارے میں یہ آیات نازل فرمائیں :-

ذَرِنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَجِهًا ۝ وَجَعَلْتُ
لَهُ مَالًا مَكْنُودًا ۝ وَبَيْنَ شُهُودًا ۝
وَمَهْدَتُ لَهُ تَمِيمًا ۝ لَمْ يَنْظَمْ أَنْ
أَنبَأَنَّ ۝ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِأَيَّتَا عَيْنَيْهِ شَرًّا ۝

چھوڑ دے مجھ کو اور جس کو جو میں نے بنایا اکیلا۔ اور ویسا میں نے
اس کو مال پھیلا کر اور بیٹے مجلس میں بیٹھنے والے۔ اور تیاری
کر دی اس کو خوب تیاری۔ اور پھر لالچ رکھتا ہے۔ کہ اور
دوں کوئی نہیں وہ ہے ہماری آنکھوں کا شرافت۔

ان کے بعد کی اور کئی آیتیں ولید ہی کے بارے میں ہیں۔

اسی طرح ایک دن جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ سردار قوم عقبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور قریش میں یوں گفتگو ہوئی :-

عقبہ۔ اے گروہ قریش! کیا میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں تاکہ اس سے کلام کروں اور
چند باتیں اس کے آگے پیش کروں۔ شاید وہ ان میں سے ایک بات کو پسند کرے پس ہم وہ کر دیں
اور وہ ہم سے باز رہے۔

قریش۔ ہاں اے ابوالولید۔ آپ جائیے اور اس سے گفتگو کیجئے۔

عقبہ (حضرت سے مخاطب ہو کر) بھائی کے بیٹے! آپ کو معلوم ہے کہ خویش و اقارب میں آپ بزرگ
وہ گزیدہ اور نسب میں عالی رتبہ ہیں۔ آپ اپنی قوم میں ایک نیاند مہب لائے ہیں جس سے
آپ نے ان کی جماعت کو پر اگنہ کر دیا ہے۔ آپ نے ان کے داناؤں کو نادان بتلایا۔ ان کے
معبودوں اور ان کے دین کو بڑا کیا۔ اور ان کے گزشتہ آباؤ اجداد کو کافر بتلایا۔ سنئے ہیں چند
باتیں پیش کرتا ہوں۔ شاید آپ ان میں سے ایک بات پسند فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابوالولید! بیان کر میں سنتا ہوں!

عقبہ۔ بھائی کے بیٹے! اس نئے مذہب سے آپ کا مقصد و اگر مال ہے، تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع

لے سیرت ابن ہشام۔

کہ دیتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار بن جائیں۔ اگر اس سے ہم پر شرف مقصود ہے تو ہم آپ کو اپنا سردار بنا لیتے ہیں۔ آپ کے بغیر کوئی کام نہ کیا کریں گے۔ اگر آپ کو ملک مطلوب ہے۔ تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر ہم آپ سے اس جن کو نہ روک سکیں جو آپ کے پاس آتا ہے۔ تو آپ کا علاج کرائیں گے۔ اور علاج میں اپنا خرچ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ جن بھاگ جائے!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو الولید! کیا تو کہہ چکا ہو کمنا تھا؟
عقبہ۔ ہاں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ مجھ سے سن۔
عقبہ۔ سنائیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ حم سجدہ کی آیات تا آیہ سجدہ تلاوت فرما کر سجدہ کیا۔ اور عقبہ کھڑا سنتا رہا!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ ابو الولید! تو نے سنا؟
عقبہ۔ میں نے سن لیا۔ آپ جنائیں اور آپ کا کام۔

قریش۔ (عقبہ کو آنا دیکھ کر ایک دوسرے سے) اللہ کی قسم ابو الولید وہ چہرہ لے کر نہیں آیا جو لے کر گیا تھا۔ (عقبہ کو پاس بلبھا دیکھ کر) ابو الولید! وہاں کا حال سنا ہے۔

عقبہ۔ اللہ کی قسم میں نے ایسا کلام سنا کہ اُس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم وہ شعر نہیں۔ نہ جادو ہے۔ نہ کہانت۔ اے گروہ قریش! میرا کہا مانو۔ اُس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے۔ اور اس سے الگ ہو جاؤ۔

اللہ کی قسم میں نے جو کلام اُس سے سنا ہے اس کی بڑی عظمت و شان ہوگی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں۔ تو تم غیر کے ذریعے اس سے بچ گئے۔ اگر وہ عرب پر غالب گیا تو اس کا ملک تمہارا

ملک ہے۔ اور اس کی عورت تمہاری عورت ہے۔ تم اس کے سبب خوش نصیب ہو جاؤ گے۔

قریش۔ ابو الولید! اللہ کی قسم اس نے اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کر دیا!

عقبہ۔ اس کی نسبت میری یہی رائے ہے تم جو چاہو کرو۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلا عرب میں زور دہر پہنچ چکا تھا۔ قریش روز بروز لشکر و

میں زیادتی کرتے جاتے تھے۔ انہوں نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ کینے لوگوں کو آپ پر برا بھلا کہتے
 کیا۔ آپ کی تکذیب کی۔ آپ پر استہزاء کیا۔ آپ کو شاعر کہا۔ جادوگر بتایا۔ کاہن کہا۔ سٹری اور پاگل بتایا
 مگر آپ برا تبلیغ فرماتے رہے۔

ایک روز آپ خانہ کعبہ کے نزدیک نماز پڑھ رہے تھے۔ حرم شریف میں اس وقت قریش کی ایک
 جماعت موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابو جہل کی ترغیب سے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کی اوجھ بھدے
 کی حالت میں آپ کے دونوں نشانوں کے درمیان رکھ دی۔ یہ دیکھ کر وہ سب ناکارہ ہنسنے لگے۔
 کسی نے آپ کی صاحبزادی نبی بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خبر کر دی۔ وہ فوراً دوڑی آئیں۔ اور
 آپ کی پشت مبارک سے وہ پلیدی دور کر دی۔ اور ان کو برا بھلا کہا۔ یہ ناکارہ حرکات اللہ کی
 بے حرمتی بھی کیا کرتے تھے۔ اس لئے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو یوں بددعا فرمائی: "یا اللہ!
 تو گروہ قریش کو پکڑ۔ یا اللہ! تو ابو جہل بن ہشام۔ عقبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ عقبہ بن ابی معیط
 اور امیہ بن خلف کو پکڑ۔" اس حدیث کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے
 ہیں کہ میں نے ان سب کو بدر کے دن مقتول دیکھا۔ اور امیر کے سوا سب چاہ بدر میں پھینک دئے
 گئے۔ امیر بڑا تھا۔ جب اسے کھینچنے لگے تو چاہ میں ڈالنے سے پہلے ہی اس کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے
 ہو گئے۔

اسی طرح ثیابین قریش ایک دن خانہ کعبہ میں جمع تھے۔ ابو جہل ایک بھاری پتھر اٹھا کر سجدے کی
 حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو کچلنے کے لئے آگے بڑھا۔ جب وہ نزدیک پہنچا۔
 تو وہ خوف زدہ اور رنگ بدلا ہوا پیچھے بھاگا۔ اور پتھر ہاتھ سے نہ پھینک سکا۔ قریش نے پوچھا۔
 ابو جہل! تجھے کیا ہوا؟ بولا جب میں نزدیک گیا تو میں نے اس کے در سے ایک اونٹ دیکھا۔ اللہ کی قسم
 میں نے اس کا وہ سر اور گردن اور دانت دیکھے، کہ کبھی کسی اونٹ کے دیکھنے میں نہیں آئے۔ وہ اونٹ مجھے
 کھانے لگا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ جبرائیل تھے۔ اگر ابو جہل اور نزدیک آتا۔ تو
 اُسے پکڑ لیتے! ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ وہ ناکارہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ

لہ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب طرح جیف المشرکین۔ فی البئر۔

تہ سیرت ابن ہشام

علیہ وسلم مقام ابراہیم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن مبارک میں چادر ڈالی۔ پھر اُسے کھینچا یہاں تک کہ آپ اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑے آئے اور فرماتے لگے: کیا تم ایک شخص کو اس لئے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے۔ کہ میرا پروردگار اللہ ہے! یہ سُن کر وہ ہٹ گئے!

یہ اذیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود نہ تھیں۔ بلکہ آپ کے اصحاب بھی طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا تھے۔ وہ غریب مسلمان جن کا مکہ میں کوئی قبیلہ اور یار و یاور نہ تھا۔ خصوصیت سے قریش کا تختہ ہشت بنے ہوئے تھے۔ اذیتیں مختلف انواع کی تھیں۔ مثلاً آگ پر لٹا دینا۔ پتی بالو پر لٹا کر بھاری پتھر سینا پر رکھ دینا تاکہ کر ڈٹ نہ لے سکے۔ چابک سے اس قدر مارنا کہ ٹوٹ جاتا۔ چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھواں دینا۔ بکڑ کر کو ٹھڑی میں بند کر دینا۔ پاؤں میں رسی باندھ کر تیتی ریت پر گھسیٹنا۔ گلاہل قدر گھونٹنا۔ کہ دم نکل جانے کا گمان ہو جانا۔ زد و کوب سے بے ہوش و غفلت الحواس کر دینا۔ نیزہ مار کر ہلاک کر دینا وغیرہ۔

شہ نبوت | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ تو آپ نے اصحاب سے فرمایا۔ کہ ملک حبشہ کا بادشاہ اپنے ہاں کسی ظلم نہیں ہونے دیتا۔ تم میں سے جو چاہیں وہاں چلے جائیں چنانچہ اس سال ماہِ رجب میں اول اول گیا رہ مرد اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ جن میں حضرت عثمان غنیؓ اور ان کی زوجہ محترمہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھیں جنس اتفاق سے جب یہ بندر گاہ پہنچے۔ تو وہ تجارتی جہاز حبشہ کو جا رہے تھے بہانہ والوں نے ان کو مسرت کر ایہ پر بٹھالیا۔ قریش کو خبر لگی۔ تو انہوں نے بندر گاہ تک تعاقب کیا۔ مگر موقع نکل چکا تھا۔

مہاجرین قریباً تین ماہ حبشہ میں امن و امان سے رہے۔ ماہِ شوال میں ان کو یہ غلط خبر پہنچی کہ اہل مکہ ایمان لے آئے ہیں۔ اس لئے ان میں سے اکثر مکہ میں واپس آ گئے۔

شہ نبوت | اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا امیر حمزہ ایمان لائے۔ اور ان کے یمن واپس آئے اور حضرت عمر فاروق بھی مکتہ باسلام ہوئے۔ جو لوگ حبشہ سے واپس آئے تھے۔ قریش نے ان کو اور دو گزرے۔ مسلمانوں کو زیادہ متاثر شروع کیا۔ یہاں تک کہ ہجرت پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ اس دفعہ ۸۳ مرد اور ۸۸ عورتیں

لے صحیح بخاری۔ مناقب ابو بکرؓ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اجازت سے ہجرت کر کے حبشہ میں چلی گئیں۔
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ تو مہاجرین حبشہ میں سے کچھ لوگ فوراً
 واپس آگئے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب وغیرہ جو مال رہ گئے تھے وہ فتح خیبر کے وقت مدینہ میں واپس
 آئے۔ جب حضرت جعفر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضور نے ان سے
 تعاقب کیا۔ اور پیشانی کو بوسہ دے کر فرمایا۔ "میں نہیں بتا سکتا کہ فتح خیبر سے مجھے زیادہ خوشی ہے
 یا جعفر کے آنے سے یا"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بار بار ہجرت حبشہ کی طرف نکلے تھے۔ برک العاقباتک جو
 مکہ سے یمن کی طرف پانچ دن کی راہ ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنه ملا۔ اس نے پوچھا۔ کہاں
 جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں مالک جا کر
 خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنه نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سافیاض و مہمان نواز اپنوں سے نیک سلوک
 کرنے والا غریب پرورد اور تراوٹ حق میں لوگوں کا مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے۔ میں آپ کو اپنی
 پناہ میں لیتا ہوں۔ اس لئے آپ ابن الدغنه کے ساتھ مکہ میں واپس آگئے۔

جب قریش کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے مشورہ کر کے ایک سفارت بسر کر دی عمرو بن العاص اور عبد اللہ
 بن ابی ربیعہ ربا عمارہ بن ولید بخاشی کی خدمت میں مع تحائف بھیجی۔ سفراء وہاں پہنچ کر پہلے بادشاہ کے ہٹار
 سے ملے۔ اور نذرین پیش کر کے کہا کہ ہمیں چند نادان لوندوں نے ایک نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جو نصرا نیت
 بت پرستی دونوں سے جدا ہے۔ وہ بھاگ کر یہاں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ ہمیں اشراف قریش نے آپ کے بادشاہ
 کے پاس بھیجا ہے کہ ان کو واپس کر دے۔ درخواست پیش ہونے پر آپ ہماری تائید کر دیں۔ چنانچہ سفرائے
 بخاشی کی خدمت میں حاضر ہو کر تحائف پیش کئے۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ بادشاہ نے مہاجرین کو طلب کیا۔
 بھارتہ نے کہا "حضور! یہ لوگ ان کے حال سے بخوبی واقف ہیں۔ آپ ان کے حوالہ کر دیں۔" بادشاہ نے
 کہا "میں پہلے ہم ان سے دریافت کر لیں۔" چنانچہ جب مہاجرین دربار میں حاضر ہوئے۔ تو حضرت جعفر بن ابی
 طالب نے ان کی طرف سے اس طرح تقریر شروع کی۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ شرح السنہ۔ باب المصافحۃ والمعاقبہ۔
 ۲۔ تفصیل کے دیگر صحیح بخاری۔ باب ہجرت مدینہ۔

۳۔ سیرت ابن ہشام۔

شاہد! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے۔ بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ بدکاریاں کرتے تھے۔ اپنیوں سے شہینہ رکھتے تھے۔ پڑوسیوں سے برائسلوک کرتے تھے۔ قوی لوگ کمزوروں کو کھا جاتے تھے۔ ہم اس حالت میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے ایک رسول ہمارا طرف بھیجا جس کے نسب اور صدق و امانت اور پرہیزگاری سے ہم لوگ سب واقف تھے۔ اس نے ہم کو یہ دعوت دی کہ ہم خدا کو ایک جانیں۔ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ بتوں کی پوجا جو ہم اور ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے چھوڑیں۔ سچ بولا کریں۔ امانت ادا کریں۔ اپنیوں سے محبت و سلوک رکھیں۔ ہمسیوں سے نیک سلوک کریں۔ محارم اور خونریزی سے باز آئیں۔ یتیموں کا مال نہ کھائیں۔ غصیف عورتوں پر تہمت نہ لگائیں۔ سزا نہ پڑھیں۔ صدقہ دیں۔ دینے رکھیں۔ پس ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اللہ کی عبادت کرنے لگے۔ شرک و بت پرستی چھوڑ دی۔ حرام کو حرام اور حلال کو حلال جاننے لگے۔ اس جرم پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی۔ اور اذیت دے کر مجبور کر کے لگی کہ ہم اللہ کی عبادت چھوڑ کر پھر بتوں کو پوجنے لگ جائیں۔ اور جنابت کو بدستور سابق حلال سمجھیں۔ جب انہوں نے ہم پر ظہر و ظلم کیا اور ہمارے فرائض مذہبی کی بجا آوری میں سدا راہ ہو گئے۔ تو ہم آپ کے ملک میں آپ کی پناہ میں آ گئے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہ ہوگا۔

یہ تقریر سن کر نجاشی نے کہا کہ تمہارے پیغمبر یہ جو کلام اُترا ہے اس میں سے کچھ سناؤ۔ حضرت جعفر فرماتے سورہ مریم کی چند آیتیں پڑھیں۔ نجاشی سن کر اتنا دیا کہ اس کی دائرہی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور اس کے اسقف بھی روئے۔ پھر نجاشی نے کہا ”یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چمغ کے پرتوں ہیں“ اس کے بعد سفیروں سے کہا کہ تم واپس چلے جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں ان کو تمہارے حوالہ نہ کروں گا۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے سفار دربار ہو کر عرض کیا ”حضور! یہ لوگ حضرت عیسیٰ کی نسبت بڑا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو طلب کیا۔ جب وہ حاضر ہوئے تو ان کو پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ کی نسبت کیا عقیدہ رکھتے ہو؟ حضرت جعفر نے کہا ہم اعتقاد رکھتے ہیں جیسا کہ ہمارے پیغمبر نے فرمایا ہے۔ کہ عیسیٰ خدا کے بندے اور پیغمبر اور روح اللہ اور کلمہ اللہ ہیں۔ بہرین کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا۔ ”واللہ! جو تم نے کہا حضرت عیسیٰ اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں“ جب نجاشی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ تو بطارقہ سانسین کے منتھنوں سے خنجر اہٹ کی آواز آنے لگی۔ مگر نجاشی نے ہر وا نہ کی۔ اور سفارت بالکل ناکام واپس آئی۔

سیرت نبوت | قریش نے جب دیکھا کہ ہاؤ جو تشدد و مزاحمت کے اسلام قبائل عرب میں پھیل رہا ہے۔ حضرت حمزہؓ و عمرؓ جیسے لوگ ایمان لائے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے اور سفارت بھی بے نیل مرام واپس آگئی ہے۔ تو انہوں نے بالاتفاق یہ قرار دیا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عدلیانہ قتل کر دیا جائے۔ ابوطالب کو یہ خبر پہنچی تو اس نے نبی ہاشمؓ و بنی مطلب کو جمع کر کے کہا کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بغرض حفاظت اپنے شعب (دورہ) میں کئے چلو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب قریش کو معلوم ہوا کہ ہاشمؓ و مطلب کی اولاد نے (سوائے ابولہبؓ) بلا امتیاز مذہب حضرت کو اس طرح اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ تو انہوں نے مقام محصب میں جو مکہ و منیٰ کے درمیان ہے آپس میں یہ عہد کیا کہ ہاشمؓ و مطلب کی اولاد سے مناکحت اور لین دین سب منقوت کر دیا جائے یہاں تک کہ وہ تنگ آکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لئے ہمارے حوالہ کر دیں۔ اور تاکید مزید کے لئے یہ معاہدہ تحریر کر کے کعبۃ اللہ کی چھت میں لٹکا دیا۔ کفار قریش نے نہایت سختی سے اس معاہدہ پر عمل کیا۔ باہر سے جو غنہ مکہ میں آتا۔ وہ خود ہی خرید لیتے اور مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیتے۔ اگر ان میں سے کوئی بطور صلہ رحم اپنے کسی مسلمان رشتہ دار کو اناج بھیجتا تو اس کے بھی سدراہ ہوتے۔ غرض بنو ہاشم شعب ابی طالب میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ ابوطالب کا یہ معمول تھا کہ جب لوگ سو جاتے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بغرض حفاظت آپ کے بستر سے اٹھاتا تا کہ دوسرے بستر پر جا لیں اور آپ کے بستر پر اپنے کسی بیٹے یا بھائی کو لٹاتا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے عرض کیا کہ ابوطالب آپ کی مراعات و مدد کیا کرتا تھا۔ اور آپ کے لئے ناراض ہوا کرتا تھا۔ کیا یہ عمل بس کو مائدہ دے گا؟ آپ نے فرمایا:-

لعم وجدا تہ فی غمرا تہ من النار | ماں میں نے اسے سرتا یا بڑی آگ میں پایا۔ پس اس کو کال کہ
فاجر جنتہ الی ضحاح | غلوٹن آگ میں کر دیا۔ جو اس کے ٹخنوں تک پہنچتی ہے۔

یہ تو عذاب قبر میں تخفیف ہے۔ قیامت کو بھی اس کی یہی حالت ہوگی۔ چنانچہ ابوسعید خدری سے

روایت ہے کہ ابوطالب کا ذکر آیا۔ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا:-

لہ خصائص کبریٰ للبیرونی بحوالہ بیہقی و ابونعیم

سے صحیح بخاری۔ باب نزول النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ۔

لَعَلَّ تَتَفَعَّلَهُ شَفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَجْعَلُ
فِي ضَمَانِهِ مِنَ النَّاسِ يَبْلُغُ كَعَبِيْهِ لِعَلِيٍّ مِنْهُ
دَمَاعَهُ

مجھے امید ہے قیامت کو میری شفاعت اُسے فائدہ
دے گی۔ پس اس کو تھوڑی آگ میں کر دیا جائے گا۔ جو
اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس سے اس کا داغ جوش کھائے گا۔

بعض علماء نے خلاف احادیث صحاح ابوطالب کا ایمان ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ وَاَعْلَمُ عِنْدَ اللّٰهِ
جب تین سال اسی حالت میں گزر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ
اس معاہدے کو ویک اس طرح چاٹ گئی ہے۔ کہ اللہ کے نام کے سوا اُس میں کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے یہ خبریں
ابوطالب کو دی۔ اس نے کفار قریش کو جا کر کہا۔ "اے گروہ قریش! میرے بھتیجے نے مجھ کو اس طرح خبر
دی ہے۔ تم اپنا معاہدہ لاؤ۔ اگر یہ خبر صحیح نکلی۔ تو تم قطع رحم سے باز آؤ۔ اور اگر غلط نکلی تو میں اپنے
بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔" وہ اس پر رہنی ہو گئے۔ جب معاہدہ کو دیکھا گیا۔ تو ویسا ہی پایا
گیا جیسا کہ خبر دی گئی تھی۔ اسی وقت پانچ اشخاص (ہشام بن عمرو۔ نہیر بن ابی امیہ مخزومی۔ مطعم بن
ندی۔ ابوالبختری۔ زعمہ بن الاسود) کچھ قبیل و قال کے بعد اس معاہدے کو چاک کرنے پر متفق ہو گئے۔
اور آخر کار ابوالبختری نے لے کر بچاؤ ڈالا۔ باقی سب بجائے رہے اور ہونے کے مزید ایذا کے درپے ہو گئے۔

سنہ نبوت | اس سال ماہ رمضان میں ابوطالب نے وفات پائی۔ اور اس کے تین روز بعد خدیجہ الکبریٰ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی انتقال فرما گئیں۔ اب کفار قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی
پر اور دلیر ہو گئے۔ ایک روز ایک نابکار نے راء میں آپ کے سر مبارک پر خاک ڈال دی۔ آپ اسی
حالت میں گھر تشریف لے گئے۔ آپ کی صاحبزادی نے دیکھا۔ تو پانی لے کر سر مبارک کو دھونے لگیں۔
اور روٹی جاتی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ جان پیر! اللہ تعالیٰ تیرے باپ کو بچائے گا۔

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنگ آکر اس خیال سے کہ اگر ثقیف ایمان لے آئے تو قریش
کے برخلاف میری مدد کریں گے طائف کا قصد کیا۔ نہید بن سارث آپ کے ساتھ تھے۔ آپ نے وہاں
پہنچ کر اشرف ثقیف یعنی عبدیلیل اور اس کے بھائی مسعود حبیب کو دعوت اسلام دی۔ مگر انہوں نے
آپ کی دعوت کا بُری طرح جواب دیا۔ ایک بولا۔ اگر تجھے خدا نے پیغمبر بنایا ہے۔ تو وہ کعبہ کا پر وہ

سنہ سیرت ابن ہشام۔

سنہ سیرت ابن ہشام

چاک کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا۔ ”کیا خدا کو پیغمبری کے لئے تیرے سوا کوئی اور نہ ملا؟“ تیسرے نے کہا۔ ”میں ہرگز تجھ سے کلام نہیں کر سکتا۔ اگر تو پیغمبری کے دعوے میں سچا ہے۔ تو تجھ سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اور اگر جھوٹا ہے تو قابلِ خطاب نہیں!“ جب آپ بائوس ہو کر واپس ہوئے۔ تو انہوں نے کینے لوگوں اور غلاموں کو آپ پر ابرارہ۔ جو آپ کو گالیوں دیتے اور تالیوں بجاتے تھے۔ اتنے میں لوگ جمع ہو گئے۔ وہ آپ کے راستہ میں، دو رویہ صدف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپ درمیان سے گزرے تو قدم اٹھاتے وقت آپ کے پاؤں پر پتھر برسائے گئے یہاں تک کہ نعلین مبارک خون سے بھر گئے۔ جب آپ کو پتھروں کا صدر پہنچتا تو پیچھے جاتے۔ مگر وہ باز و تھام کر کھڑا کر دیتے۔ جب پھر چلنے لگتے تو پتھر برساتے اور ساتھ ساتھ ہنستے جاتے۔ اس طرح انہوں نے عقبہ اور شیبہ سپران ربیعہ کے باغ تک، آپ کا تعاقب کیا۔ آپ نے باغ میں ایک انگر کی شاخ کے سایہ میں پناہ لی۔ عقبہ اور شیبہ اگرچہ آپ کے سخت دشمن تھے۔ مگر آپ کی اس حالت پر ان کو بھی رحم آ گیا۔ انہوں نے اپنے نصرانی غلام عداس سے کہا۔ کہ انگر کا ایک خوشہ بنال میں رکھ کر ان کے پاس سے جا اور کہہ دے کہ کھالیں۔ آپ نے لبم اللہ کہہ کر کھایا۔ عداس تعجب ہو کر کہنے لگا۔ کہ ان شہروں کے لوگ ایسا نہیں کہتے۔ آپ نے پوچھا۔ تو کہاں سے ہے۔ اس نے کہا نینوے سے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ نیک بندے یونس بن متی کا شہر ہے۔ پھر اس نے آپ سے یونس کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ وہ بھی میرے طرح پیغمبر تھے۔ یہ سن کر وہ آپ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا۔ اور اسلام لایا۔

اسی سفر میں مقام نخلہ میں جو مکہ مشرقہ سے ایک رات کا راستہ ہے شہر نصیبین کے جن حاضر ہوئے۔ آپ رات کو نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ وہ سن کر ایمان لائے۔ وَ اِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفْرًا مِّنَ الْجِبِّ الْاٰیۃ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ نخلہ میں چتر روز قیام رہا۔ وہاں سے آپ حرا میں تشریف لائے۔ اور مطعم بن عدی کو پیغام بھیجا۔ کہ کیا تم مجھے اپنی پناہ و امان میں لے سکتے ہو؟ مطعم نے قبول کیا آپ رات کو مطعم کے ہاں رہے۔ جب صبح ہوئی۔ تو مطعم اور اس کے بیٹوں نے ہتھیار لگائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ طواف کیجئے اور خود تلواریں لگائے ہوئے مطاف میں موجود رہے۔ جب حضرت طواف سے فارغ ہوئے۔ تو اسی ہیبت میں آپ کے دو تھانہ تک آپ کے ساتھ آئے۔

یہ مقام حوصل سے چھ دن کا راستہ ہے۔ اور حوصل سے شام کو قافلہ کا راستہ ہے اس پر واقع ہے۔

اس سفر طائف کے مدلول بعد ایک روز حضرت عائشہ صدیقہ نے عرض کیا - یا رسول اللہ! کیا آپ پر کوئی ایسا دن آیا ہے جو اُحد کے دن سے سخت ہو۔ فرمایا بے شک میں تے تیری قوم سے دیکھا جو دیکھا۔ اور تو میں نے ان سے دیکھا۔ اس میں سب سے سخت عقبہ کا دن تھا۔ جب کہ میں نے اپنے آپ کو عبد بلیل بن کلال پر پیش کیا۔ اس نے دعوت اسلام کو قبول نہ کیا۔ پس میں غم کی حالت میں گرون جھکائے چلا۔ مجھے ہوش نہ آیا مگر قرن الثالب میں۔ مراٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل نے مجھے سایہ کیا ہوا ہے۔ میں نے نظر اٹھائی۔ تو اس بادل میں حضرت جبرائیل دکھائی دتے۔ حضرت جبرائیل نے مجھے آواز دی اور کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ اور انہوں نے جو آپ کو جواب دیا وہ بھی سن لیا ہے۔ آپ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا گیا ہے۔ تاکہ آپ اسے حکم دیں جو کچھ آپ اپنی قوم میں چاہتے ہیں۔ حضور کا بیان ہے کہ پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتہ نے آواز دی اور سلام کے بعد کہا اے محمد! بے شک اللہ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ مجھ کو آپ کے رب نے آپ کی طرف بھیجا ہے۔ تاکہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ میں خشبیں کو ان پر الٹ دوں۔ (تو الٹ دیتا ہوں) آپ نے جواب دیا: نہیں۔ بلکہ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

۱۱۱۱۱۱ نبوت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی کہ ہر سال موسم حج میں تمام قبائل عرب کو جو مکہ اور نواح کے میں موجود ہوتے دعوت اسلام دیا کرتے تھے۔ اسی غرض سے ان کے میلوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے۔ ان میلوں میں سے عکاظ و بجنہ و ذوالمجاز کا ذکر حدیث میں آیا ہے۔ عکاظ جو ان سب سے بڑا تھا نخلہ و طائف کے درمیان طائف سے دس میل کے فاصلہ پر لگا کرتا تھا۔ یہ عرب کی تجارت کی بڑی منڈی اور شعراء کا ڈنگل تھا۔ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ سے بیس تک رہتا تھا۔ پھر بجنہ جو مراء الظہران کے متصل مکہ سے چند میل پر تھا۔ اخیر ذیقعدہ تک لگتا ہے۔ اور ذوالمجاز جو عرفہ کے متصل تھا ذی الحجہ کی پہلی تاریخ سے آٹھویں تک قائم رہتا۔ بعد ازاں لوگ حج کو نکلتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ڈیروں پر جا کر تبلیغ فرماتے۔ مگر کوئی آپ کی نصرت کا دم نہ بھرتا تھا۔ عرب کے قبائل جن کے

۱۱۱۱۱۱ یہ مقام موصل سے چھ دن کا راستہ ہے۔ اور موصل سے شام کو جو قافلہ کا راستہ ہے اس پر واقع ہے۔

۱۱۱۱۱۱ خشبیں دو پہاڑ ہیں۔ جن کے درمیان مکہ مشرف واقع ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابو قیس اور ثقیفان۔

پاس حضرت بصرہ میں تبلیغ تشریف لے گئے یہ ہیں۔ بنو عامر۔ مخارب۔ نزارہ۔ غسان۔ مرہ۔ حلیفہ۔ سلیم۔
 علس۔ بنو نصر۔ کندہ۔ کلب۔ حارث بن کعب۔ نذرہ۔ حضارمہ۔ ان سب کو آپ نے دعوتِ اسلام دی۔
 مگر کوئی ایمان نہ لایا۔ ابولہب لعین ہر جگہ ساتھ جاتا۔ جب آپ کہیں تقریر فرماتے۔ تو وہ برابر سے کہتا۔
 اس کا کہنا نہ مانیو۔ یہ بڑا دروغ گو دین سے پھرا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو اپنے دین اور اپنے رسول کا اعزاز منظور تھا۔ اس لئے نبوت کے گیارہویں سال
 ماہِ رجب میں جب آپ نے حسبِ عادت منیٰ میں عقبہ کے نزدیک جہاں اب مسجدِ عقبہ ہے قبیلہ خزرج
 کے چھ آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی تو وہ ایمان لے آئے۔

واضح رہے کہ مدینہ کا اصلی نام یثرب تھا۔ بہت قدیم زمانہ میں یہاں قومِ عمالقہ کے لوگ آباد تھے،
 ان کے بعد شام سے یہود آئے۔ اور انہوں نے یثرب اور اس کے نواح میں اپنی سکونت کے لئے آہستہ
 آہستہ چھوٹے چھوٹے قلعے بنائے۔ جب مارب واقعہ میں سبیلِ معوم آیا۔ تو وہاں کے لوگ میں سے
 نکل کر مختلف جگہوں میں چلے گئے۔ چنانچہ قبیلہ ازربن غوثِ قحطانی کے دو بھائی اوس و خزرج یثرب
 میں آئے۔ تمام انصار ان ہی دو کے خاندان سے ہیں۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ یہود کا چونکہ بڑا اقتدار و
 زور تھا۔ اس لئے قبیلہ اوس و خزرج آخر کار ان کے حلیف بن گئے۔ یہود اہل کتاب اور صاحبِ علم
 تھے۔ اوس و خزرج نے جو بیعت پرست تھے ان سے سنا ہوا تھا کہ ایک اور پیغمبر عنقریب مبعوث ہونے والا
 ہے۔ اس لئے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ معمول دعوتِ اسلام دی۔ تو خزرج کے چھ
 اشخاص نے آپ کے حالات پر غور کر کے ایک دوسرے سے کہا۔ کہ ”واللہ! یہ تو وہی ہیں جن کا ذکر ہم نے
 یہود مدینہ سے سنا ہوا ہے۔ کہیں یہود ہم سے سبقت نہ لے جائیں؟“ اس لئے وہ سب آپ پر ایمان لائے۔
 انہوں نے مدینہ میں پہنچ کر اپنے بھائی بندوں کو اسلام کی دعوت دی۔ آئندہ سال بارہ مرد ایامِ حج میں مکہ
 میں آئے اور انہوں نے عقبہ کے متصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر عورتوں کی طرح بیعت کی۔
 کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ چوری نہ کریں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے۔ زنا
 نہ کریں گے۔ بہتان نہ لگائیں گے۔ کسی امر معروف میں آپ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ چونکہ عورتوں سے
 ان ہی باتوں پر بیعت ہوئی تھی۔ اس لئے بیعت مذکورہ کو عورتوں کی بیعت کہا گیا۔ اس کو عقبہ اولیٰ
 یعنی عقبیٰ میں اول مرتبہ بیعت بولتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بارہ کے ساتھ مصعب

بن عبید بن ہاشم بن عبد مناف کو بدین غرض بھیجا کہ ان کو تعلیم اسلام دیں۔ حضرت مصعب نے سہ ماہی
 زرارہ کے مکان پر قیام کیا۔ پھر ان کو ساتھ لے کر بنی عبدناشل اوسی میں آئے۔ اس قبیلہ کے سردار سعد
 بن معاذ اور اسید بن حضیر آپ کے سمجھانے سے ایمان لائے اور ان کے ایمان لانے سے سارا قبیلہ مسلمان
 ہو گیا۔ بقول مشہور اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت بیداری
 میں جسد شریف کے ساتھ معراج شریف ہوا اور پانچ ماہ میں فرض ہوئیں۔

نبوت کے تیرھویں سال ایام حج میں انصاریہ کے ساتھ ان کی قوم کے بہت سے مشرک بھی بغرض
 حج مکہ میں آئے۔ جب حج سے فارغ ہوئے۔ تو ان میں سے تہتر مرد اور دو عورتیں اپنی قوم سے چھپ
 کر ایام تشریق میں رات کے وقت عقبہ منی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت
 حضرت عباس بن عبدالمطلب جو اب تک اسلام نہ لائے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے
 سب سے پہلے وہی بولے: "اے گروہ خنزرج! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم میں معزز ہیں۔ اور اپنے شہر
 میں مددگاروں کی ایک جماعت ساتھ رکھتے ہیں۔ ہم نے ان کو دشمنوں سے بچایا ہے۔ اگر تم اپنے عہد کو پورا
 کر سکو اور ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر۔ ورنہ ابھی سے ان کا ساتھ چھوڑ دو۔" اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ان کو دعوت اسلام دی اور فرمایا کہ میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں۔ کہ تم مجھ سے دو چیز
 باز رکھو گے جو اپنے اہل و عیال سے باز رکھتے ہو۔ یہ سن کر سب سے پہلے براہن معرورہ انصاریہ۔ خنزرجی نے
 آپ کا دست مبارک پکڑ کر کہا: "میں منظور ہے۔ یا رسول اللہ! ہمیں بیعت کر لیجئے۔ واللہ ہم اہل حرب و
 اہل سلاح ہیں۔ یہی چیزیں باپ دادا سے ہمیں وراثت میں ملی ہیں۔" ابوالمہشم بھی تیمان انصاری
 اسی نے قطع کلام کر کے عرض کیا: "یا رسول اللہ! یہود سے ہمارے تعلقات ہیں جو بیعت سے ٹوٹ جائیں گے
 ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپ کو غلبہ دے۔ تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں چلے جائیں۔" آپ نے مسکرا کر فرمایا
 "نہیں۔ تمہارا بطن میرا خون ہے۔ میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا ہوں اور تم میرے ہو
 تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست ہے۔" اس طرح جب وہ بیعت کے لئے آمادہ ہو گئے
 تو عباس بن عبادہ بن نضار انصاری خنزرجی نے ان سے کہا: "یہ بھی خبر ہے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے
 کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یہ عرب و عجم سے جنگ پر بیعت ہے۔ اگر تمہارا خیال ہے کہ جب تمہارے
 مال تاراج ہوں اور تمہارے اشراف قتل ہوں تم ان کا ساتھ چھوڑ دو گے۔ تو ابھی سے چھوڑ دو۔"

اور اگر ایسی مصیبت پر بھی ساتھ دے سکو تو بیعت کر لو۔" سب بڑے ہم اسی بات پر بیعت کرتے ہیں۔
 مگر یا رسول اللہ! اگر ہم اس عہد پر ثابت رہیں تو ہمیں کیا ملے گا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
 فرمایا بہشت ایمین کر سب نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اُسے عقبہ کی بیعتِ ثانیہ کہتے ہیں۔
 بیعت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ اشخاص کو نقیب مقرر کیا۔ جن کے نام قوم
 انصار نے پیش کئے اور ان سے یوں خطاب فرمایا: "تم اپنی اپنی قوم کے حالات کے کنیل ہو۔ جیسا
 کہ جواری حضرت عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) کے تھے۔ اور میں اپنی قوم کا کنیل ہوں۔" یہ بڑے گہرے
 ہاں منظور ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے اپنے ڈیروں پر چلے گئے۔ صبح کو قریش ان سے کہنے لگے۔ ہم نے
 سنا ہے۔ کہ تم نے ہمارے ساتھ جنگ کرنے پر بیعت کی ہے۔ ان کے مشرک ساتھیوں نے کہا۔ کہ کوئی
 ایسی بات نہیں ہوئی۔ یہ سن کر قریش واپس چلے گئے۔ مگر تفتیش کے بعد حقیقت حال جو ان کو معلوم ہوئی
 تو انہوں نے انصار کا تقاب کیا۔ صرف سعد بن جبادہ ان کے ہاتھ آئے۔ ظالموں نے ان ہی کے اونٹ
 کے تنگ سے ان ہاتھ گردن سے بکڑ لئے اور مارتے پیٹتے اور سر کے بالوں سے گھیٹتے ہوئے ان کو کہ
 میں نے آئے وہاں جبیر بن مطعم بن عدی اور ناریہ بن حرب بن امیہ نے ان کو چھڑایا۔

پوکھا باب

حالاتِ ہجرت و اوقاتِ شریف

قریش کی اذیتِ رسانی کے سبب اے اب مکہ میں مسلمانوں کا قیام نہایت دشوار ہو گیا۔ اس لئے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ۔ چنانچہ صحابہ کرام و انصار
 طبرہ پرانے رفتہ رفتہ چوری چھپے مدینہ پہنچ گئے۔ اور مکہ میں حضور انورؐ باہی ہو و آئی کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ
 علی اور کچھ بیماریا رو عاجز رہ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کی اجازت مانگی۔ تو حضورؐ
 نے فرمایا: "امید ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل جائے گی۔" عرض کیا: "میرے ماں باپ آپ پر تریاں۔"

۵۔ اس بیعت کے حالات سیرت ابن ہشام سے ماخوذ ہیں۔

یہ اُمید ہے؟“ فرمایا ہاں۔ یہ سن کر حضرت صدیق ہمدانی کی امید پر حاضر خدمت رہے۔

خبردارانہ | قریش نے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہو گئے ہیں۔ اور ہاجرین مکہ کو انصار نے اپنی حمایت و پناہ میں لے لیا ہے تو وہ ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی وہاں چلے جائیں اور اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر حملہ آور ہوں۔ اس لئے تمام قبائل قریش کے سردار عقبہ و شیبہ لیسران ربیعہ۔ ابوسفیان۔ طعیمہ بن عدی۔ جبیر بن مطعم۔ نضر بن حارث۔ ابوالبختری بن ہشام۔ زعمہ بن اسود۔ ابو جہل۔ بنیہ و منبہ لیسران حجاج اور امیہ بن خلف وغیرہ دارالندوہ میں مشورہ کے لئے جمع ہوئے۔ ابلیس لعین بھی میل اوڑھے اور شیخ پارسا کی صورت بنائے دروازہ پر آمو جوڑا ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بولا میں نجدیوں سے ایک شیخ ہوں۔ میں نے سن لیا ہے۔ جس امر کے لئے تم جمع ہوئے ہو۔ اس لئے میں بھی حاضر ہوا ہوں۔ تاکہ سنوں کہ تم کیا کہتے ہو۔ اور مجھے تم سے اپنی رائے اور نصیحت سے بھی دریغ نہ ہوگا۔ وہ بولے بہت اچھا۔ آئیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ پیش ہوا۔ تو ایک بولا۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کی پیریاں ڈال کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دو اور کھانے پینے کو کچھ نہ دو۔ خود ہلاک ہو جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا۔ یہ راتے اچھی نہیں اللہ کی قسم! اگر تم اس کو اس طرح کوٹھڑی میں قید بھی کر دو۔ تو اس کی خبر بند دروازے میں سے اس کے صحابہ تک نہ پہنچ جائے گی۔ وہ تم پر حملہ کر کے اس کو چھڑالیں گے۔ دوسرا بولا کہ اس کو شہر سے نکال دو۔ جہاں پناہ ہے چلا جائے۔ یہیں اس کا خوف نہ رہے گا۔ شیخ نجدی نے کہا اللہ کی قسم! یہ راتے اچھی نہیں۔ کیا تمہیں دیکھتے کہ اس کا کلام کیسا شیریں اور دلنریب ہے۔ اگر تم ایسا کرو گے۔ تو ممکن ہے وہ کسی قبیلہ میں چلا جائے اور اپنے کلام سے اُسے اپنا تابع بنا لے۔ اور پھر انہیں ساتھ لے کر تم پر حملہ کر دے۔ ابو جہل بولا۔ میرے ذہن میں ایک راتے ہے جو اتنا کسی کو نہیں سوچھی۔ انہوں نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ ابو جہل نے کہا۔ وہ یہ ہے۔ کہ ہم ہر قبیلہ میں سے ایک ایک عالی قدر دلیر خاندانی جوان لیں۔ اور ہر جوان کے ہاتھ میں ایک ایک تیز تلوار دے دیں۔ پھر وہ سب مل کر اُس کو قتل کر دیں۔ اس طرح جرم خون نام قبائل پر عائد ہوگا۔ بعد مناف کی ایلا و تمام قبائل سے لڑ نہیں سکتی۔ اس لئے وہ خون بہا یعنی پوز یعنی ہو جائیں گے۔ اور ہم آسانی سے خون بہا دے دیں گے۔ یہ سن کر شیخ نجدی بولا۔ یہی

ملہ سیرت بن ہشام۔ خبردارانہ

بات درست ہے۔ اس کے سوا کوئی اور راستے نہیں۔“ سب نے اس راستے پر اتفاق کیا اور مجلس بوقت ہو گئی۔ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

اور جس وقت کافر تیرے حق میں بد سگالی کرتے تھے کہ تجھ کو قید رکھیں یا تجھ کو مار ڈالیں یا تجھ کو جلا وطن کر دیں۔ اور بد سگالی کرتے تھے اور اللہ بد سگالی کرتا تھا۔ اور اللہ اچھا بد سگالی کرنے والوں کا ہے!

وَإِذْ يَكْفُرُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِلْتَمَاسُ آلِهِمْ
يَقْتُلُونَ أَوْلَادَهُمْ جُؤُودًا وَعِيْلُونَ
يَكْفُرُوا بِاللَّهِ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ه
انفال ۸۱

قصہ ہجرت | جب قریش قبلی پر اتفاق کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اطلاع دی اور عرض کیا کہ آج رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں، عین پیر کے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے گھر پر تشریف لے گئے۔ دروازے پر دستک دی۔ اجازت کے بعد اندر داخل ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا: جو تمہارے پاس ہیں ان کو نکال دو۔ حضرت صدیق نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان، آپ کے اہل کے سوا کوئی اور نہیں! آپ نے فرمایا: کہ مجھے ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے۔ حضرت صدیق نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان! میں آپ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا۔ حضرت صدیق نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! میرا باپ آپ پر قربان! آپ ان دو اونٹنیوں میں سے ایک پسند فرمائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیمت سے لیں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو شادی کے بعد اس وقت تک اپنے والد بزرگوار کے گھر میں تھیں بیان فرماتی ہیں کہ ہم نے سفر کی ضرورت کو جلدی تیار کر دیا۔ اور دونوں کے لئے کچھ کھانا تویشہ دان میں رکھ دیا۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نطق (پٹکے) کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے تویشہ دان کاٹنا اور دوسرے سے مشکیزہ کاٹنا بندھا۔ جس کی وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ ایک کافر عبداللہ بن ابی قحطہ دہلی جو راستہ سے خوب واقف تھا۔ رہنمائی کے لئے ہجرت پر نوکر رکھ لیا گیا۔ اور دونوں اونٹنیاں اس کے گھر

۱۰ قصہ ہجرت کے لئے دیکھو صحیح بخاری باب ہجرة البني مبعث اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ ۱۰ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے اپنے نطق (پٹکے) کے دو ٹکڑے کر کے ایک سے تویشہ دان کاٹنا اور دوسرے سے مشکیزہ کاٹنا بندھا۔ جس کی وجہ سے ان کو ذات النطاقین کہا جاتا ہے۔ ایک کافر عبداللہ بن ابی قحطہ دہلی جو راستہ سے خوب واقف تھا۔ رہنمائی کے لئے ہجرت پر نوکر رکھ لیا گیا۔ اور دونوں اونٹنیاں اس کے گھر

کوڑی ٹہیں تاکہ تین راتوں کے بعد غار پر حاضر کر دے۔ اس انتظام کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لختانہ کو تشریف لے گئے۔

ایک تہائی رات گزری تھی کہ قریش نے حسب قرار داد دو لختانہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور اس انتظار میں ہے کہ آپ سو جائیں تو حملہ آور ہوں۔ اس وقت آپ کے پاس صرف حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ قریش کو اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی۔ مگر آپ کی امانت و دیانت پر انہیں عمل قدر و اعتماد تھا۔ کہ جس کے پاس کچھ مال و اسباب ایسا ہوتا کہ اسے خود اپنے پاس رکھنے میں جو کھم نظر آتی۔ وہ آپ ہی کے پاس امانت رکھتا۔ چنانچہ اب بھی آپ کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ اس لئے آپ نے حضرت امیر سے فرمایا کہ تم میری مہینر چادر اور مہر کر میرے بستر پر سو رہو۔ تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ اور حکم دیا کہ یہ امانتیں واپس کر کے چلے آنا۔ اور خود خاک کی ایک مٹھی لے۔ اور سورہ یس شریف کے شروع کی آیات فہم کا یہ صرد و تہاک پڑھتے ہوئے کفار پر پھینک دی۔ اور اس مجمع میں سے صاف نکل گئے کسی نے آپ کو نہ پہچانا۔ ایک مخبر نے جو اس مجمع میں نہ تھا۔ ان کو خبر دی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو یہاں سے نکل گئے۔ اور تمہارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر جو ہاتھ پھیرا تو واقع میں خاک پائی۔ مگر حضرت امیر کو مہینر چادر اور مہر سے ہوتے سوتے دیکھ کر خیال کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جب صبح کو حضرت امیر بیدار ہوئے تو وہ کہنے لگے کہ اس مخبر نے سچ کہا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لختانہ سے نکل کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ راستے میں بانہا جزدہ میں جو بعد میں سجد حرام میں شامل کر لیا گیا ٹھہر کر یوں خطاب فرمایا: بطحائے مکہ، تو پاکیزہ شہر ہے اور میرے نزدیک کیسا عزیز ہے۔ اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی۔ تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ اسی رات آپ حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر گھر کے عقب میں ایک دیوچہ سے نکلے اور کونہ کی غار پر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں۔ مگر صدیق اکبر نے عرض کی کہ آپ داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل نہ ہوں۔ تاکہ اگر اس میں کوئی سانپ پھرو وغیرہ ہو۔ تو وہ بچ کر کاٹے آپ کو نہ کاٹے۔ اس لئے حضرت صدیق پہلے داخل ہوئے غار میں بھڑکے اور دیا۔ اس کے ایک طرف میں کچھ سوراخ پائے۔ اپنا شلوار پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ مگر سوراخ

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں۔ مگر صدیق اکبر نے عرض کی کہ آپ داخل نہ ہوں جب تک کہ میں پہلے داخل نہ ہوں۔ تاکہ اگر اس میں کوئی سانپ پھرو وغیرہ ہو۔ تو وہ بچ کر کاٹے آپ کو نہ کاٹے۔ اس لئے حضرت صدیق پہلے داخل ہوئے غار میں بھڑکے اور دیا۔ اس کے ایک طرف میں کچھ سوراخ پائے۔ اپنا شلوار پھاڑ کر ان کو بند کیا۔ مگر سوراخ

باقی رہ گئے۔ ان میں اپنے دونوں پاؤں ڈال دئے۔ پھر عرض کیا کہ اب تشریف لائیے۔ آپ اٹل ہوئے اور مبارک حضرت صدیق اکبر کی گود میں کھڑے ہو گئے۔ ایک سو راخ سے کسی چیز نے حضرت صدیق کو کاٹا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے کہ مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاگ اٹھیں۔ حضرت صدیق کے آنسو جو آپ کے چہرے مبارک پر گئے تو فرمایا: "ابو بکر! مجھے کیا ہوا؟" عرض کی پیر کے آل باپ پر فدا مجھے کسی چیز نے کاٹ کھایا۔ آپ نے زخم پر اپنا عاب دہن لگا دیا۔ فوراً سب درد جاتا رہا۔ اس غار میں دونوں تین راتیں رہے۔ حضرت ابو بکر کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے

رات کو غار میں ساتھ سوئے صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے۔ اور قریش جو مشورہ کرتے یا کتے شام

کو غار میں آکر اس کی اطلاع دیتے۔ حضرت ابو بکر کا غلام عامر بن فہیرہ دن کو بکریاں چرانے۔ اور رات کو

دو بکریاں غار پر لے جاتا۔ ان کا دیدار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے کام آتا۔ عامر منہ اندھیرے بکریوں کو عبداللہ کے نقش پا پر لانا لے جاتا تاکہ نقش قدم مٹ جائے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اپنے دو تھانہ سے نکل آئے۔ تو صبح کو کفار نے حضرت امیر

سے پوچھا کہ تیرا یا رکہاں گیا۔ آپ نے فرمایا مجھے معلوم نہیں۔ اس لئے پائے مبارک کے نشان کے

ذریعے سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا۔ جب وہ کوہ ثور کے پاس پہنچے تو پائے

مبارک کا نشان ان پر مشتبہ ہو گیا۔ وہ پہاڑ پر چڑھ گئے اور غار کے دہانہ پر پہنچ گئے۔ مگر غار پر اس وقت

خدائی پہرہ لگا ہوا تھا۔ دہانہ پر کڑی نے جالاتا ہوا تھا۔ اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے

یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس میں داخل ہوتے تو کڑی جالاتا تھی اور

کبوتری انڈے نہ دیتی۔ اسی حال میں آہٹ پا کر حضرت ابو بکر نے عرض کی "یا رسول اللہ! اگر ان میں

سے کسی کی نظر اپنے قدم پر پڑ جائے۔ تو ہمیں دیکھ لے گا۔" آپ نے فرمایا: "عم نہ کر۔ خدا ہمارے ساتھ ہے"

قصہ کو ناہ غار میں تین راتیں گزرا کہ شب دو شنبہ یکم ربیع الاول کو اونٹنیوں پر مدینہ کی طرف روانہ

ہوئے۔ عامر بن فہیرہ کو حضرت ابو بکر نے بغرض خدمت اپنے ساتھ سوار کر لیا تھا۔ بدرقہ آگے آگے

راستہ بتاتا جاتا تھا۔ راستے میں اگر کوئی حضرت صدیق سے رسول اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھتا تھا۔ کہ

یہ کون ہیں۔ تو جواب دیتے کہ یہ میرے اہل ذریعہ ہیں۔

۱۱ مشکوٰۃ شریف۔ باب مناقب ابی بکر

۱۲ مشکوٰۃ شریف۔ باب فی البحرات۔ فصل ثالث

حضرت ابو بکر کا بیان ہے۔ کہ دو شنبہ کی ہمت کو روانہ ہو کر ہم برابر چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی اور راستہ میں آمد و رفت بند ہو گئی۔ ہمیں ایک بڑا پتھر نظر آیا۔ ہم اس کے نزدیک اتر پڑے۔ میں نے اس کے سایہ میں اپنے ہاتھوں سے جگہ ہموار کی۔ اس پر پوستان بچھا دی اور عرض کی۔

”یا رسول اللہ! آپ سو جائیں۔ میں آپ کے ارد گرد پاسبانی کرتا ہوں۔ آپ سو گئے میں نکلا۔ کہ دو بچھوں ادھر ادھر کوئی دشمن تو نہیں آئے۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چمہ والا اپنی بکریاں اسی پتھر کی طرف یہ میں آرام پانے کے لئے لارہا ہے۔ میں نے پوچھا۔ تو کس کا غلام ہے؟ اس نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ اور پوچھا۔ کیا تیری بکریوں میں دودھ دینے والی ہیں؟ وہ بولا کہ ہاں۔ میں نے کہا۔ کیا تو وہ کر دے سکتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس اس نے ایک بکری پکڑ لی۔ میں نے کہا۔ اس کا تھن گر دو عبا سے صاف کر لے۔ پھر کہا کہ تو اپنا ہاتھ صاف کرے۔ اس نے ایک پیالہ چوبیس میں دودھ دو لیا۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مٹھرہ ساتھ لے گیا تھا۔ جس سے آپ رضو کرتے۔ میں نے ٹھنڈا کرنے کے لئے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا کر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے خوب پیاجس سے میری طبیعت خوش ہوئی۔ پھر فرمایا۔ کیا چلنے کا وقت نہیں آیا؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ دن ڈھل چکا تھا کہ ہم وہاں سے چلے لے

دوسرے روز یعنی سہ شنبہ کے دن جب قدید کے قریب پہنچے۔ تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلی تعاقب میں نکلا۔ جس کی کیفیت وہ خود یوں بیان کرتا ہے۔ ”کفار قریش کے قاصد ہاتھ پاس آئے کہنے لگے کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا ابو بکر کو قتل کرے گا یا گرفتار کرے لایمگا۔ اسے ایک خوبہا کے برابر یعنی سو اونٹ) الفام دیا جائے گا۔ میں اپنی قوم بنو مدلیج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ان میں سے ایک شخص نے آکر کہا۔ ”سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند اشخاص دیکھے ہیں۔ میرے خیال میں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہی ہیں۔ مگر میں نے اس سے کہا کہ وہ نہیں ہیں۔ تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے جو ہمارے سامنے سے گئے ہیں۔ پھر ٹھوڑی دیر کے بعد میں مجلس سے اٹھ کر گھر آیا۔ اور اپنی لڑندی سے کہا کہ میرے گھوڑے کو پشتہ کے پیچھے دہن وادی میں لے جا کر ٹھہرا۔ میں نیزہ لے کر اپنے گھر کے عقب سے نکلا۔ اور بن نیزہ سے زمین میں خط

۱۰ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوت فی الاسلام۔ نیز باب مناقب المهاجرین وفضلہم

کھینچا اور نیزے کے بالائی حصہ کو بچا کئے ہوئے گھوڑے کے پاس پہنچا۔ میں نے سوار ہو کر گھوڑے کو ذرا دوڑایا یہاں تک کہ میں ان کے قریب پہنچا۔ میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ میں گہرے اٹھ کر میں نے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور اس میں سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہئے یا نہیں مگر جواب خلاف مراد نکلا۔ میں نے تیر کی بات نہ مانی۔ دو بارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ کی قرأت کی آواز سنی حالانکہ آپ (میرے طرف) نہ دیکھتے تھے۔ اور ابو بکر اشرفی دیکھتے تھے۔ تو میرے گھوڑے کے دونوں ہاتھ گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے۔ میں نے اتر کر گھوڑے کو زجر و توبیخ کی۔ اس نے چاہا کہ اٹھے۔ مگر وہ ہاتھ زمین میں سے نہ نکال سکا۔ جب وہ درمیشکل تمام اُسیدھا کھڑا ہوا۔ تو ناگاہ اس کے ہاتھوں کے نشان سے دھوئیں کی مانند غبار آسمان کی طرف اُٹھا۔ میں نے پھرتیروں سے فال لی۔ مگر خلاف مراد ہی جواب ملا۔ میں نے پکارا۔ امان! امان! یہ سن کر وہ ٹھیر گئے۔ میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے پاس پہنچ گیا۔ مگر تجربہ سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ رسول اللہ کا بول بالا ہوگا۔ میں نے آپ سے قریش کے ارادے اور انعام کا ذکر کیا۔ اور نداد و متاع پیش کیا۔ مگر انہوں نے کچھ نہ لیا۔ اور صرف یہی درخواست کی کہ ہمارا حال پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد میں نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے کتاب امن تحریر فرمادیتے۔ آپ کے حکم سے عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا۔ سراقہ نے فرمان امن اپنی ترکش میں رکھ لیا اور واپس ہوا۔ راستے میں جس سے ملتا۔ یہ کہہ کر واپس کر لیتا۔ کہ میں نے بہت ڈھونڈا۔ آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم اس طرف نہیں ہیں۔ حسن اتفاق سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کا ایک

لے آپ کو اپنے پروردگار پر اعتماد تھا۔ اس سے آپ کو سراقہ کی کچھ بردہ نہ تھی۔ حضرت صدیق اکبر کو اپنا تو خیال نہ تھا مگر محنت کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا خیال تھا۔ اس لئے اس کے شہادت سے بچنے دیکھتے تھے کہ سراقہ کی طرف سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

۱۲ صحیح بخاری۔ باب الحجرات الی المدینۃ۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا۔ کیف بہ اذا البست سوارى کسرى (تیرا کیا حال ہوگا جب تو کسری کے دو کنگن پہنایا جائیگا) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ حنین و طالا سے واپس ہوئے۔ تو جبرائیل میں سراقہ نے وہ فرمان امن پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج وفادارانہ کا دن ہے۔ سراقہ آگے بڑھے اور ایمان لائے۔ جب عہد فاروقی میں ایران فتح ہوا۔ اور کسری ہرمز کے ننگن حضرت فاروق کے ہاتھ آئے۔ تو آپ نے قول رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و تحقیق کے لئے وہ سراقہ کو پہنوادے اور فرمایا۔ الحمد للہ الذی سلیمہما کسریٰ و البسہما سراقہ (یعنی سب ننگن اللہ کو ہے جس نے کسری جیسے شاہ عجم کے ننگن یحییٰ کو سراقہ جیسے غریب بردی کو پہنوادے۔ سراقہ نے ۲۷ھ میں بعد حضرت عثمان غنی وفات پائی ۱۲۱ھ)

قافلہ ملا جو شام سے مال تجارت لا رہا تھا۔ اس قافلہ میں حضرت زہیر بن العوام بھی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر کو سفید کپڑے پہنائے !

قدید ہی میں سہ شنبہ کو دوپہر کے وقت ام معبدہ ماتکہ بنت خالد خزاعیہ کے ہاں گزر رہا۔ ام معبدہ کی قوم محظوظہ تھی۔ وہ اپنے خیمہ کے صحن میں بیٹھا کرتی۔ اور آنے جانے والوں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے گوشت اور کھجوریں خریدنے کا قصد کیا۔ مگر اس کے پاس ان میں سے کوئی چیز موجود نہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے خیمہ کی ایک جانب ایک بکری دیکھی۔ پوچھا یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ لاغری و کمزوری کے سبب سے بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے پھر پوچھا۔ کیا دودھ دیتی ہے؟ اس نے کہا۔ کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اُسے دودھ لوں؟ اس نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ اگر آپ اس کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں۔ تو دودھ لیں۔ آپ نے اس کے تھن پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا اور لیسیم اللہ ڑوسی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ بکری نے آپ کے لئے دونوں مانگیں چوڑی کر دیں دودھ اتار لیا اور جگالی کی۔ آپ نے برتن طلب کیا۔ جو جماعت کو سیراب کر دے۔ پس آپ نے اس میں خوب دودھ دیا۔ یہاں تک کہ اس پر جھاگ آگئی۔ پھر ام معبدہ کو پلایا یہاں تک کہ سیر ہو گئی۔ اور اپنے ساتھ تھیلوں کو پلایا۔ یہاں تک کہ سیر ہو گئے۔ سب کے بعد آپ نے پیا۔ بعد ازاں دوسری بار دودھ دیا۔ یہاں تک کہ برتن کو بھر دیا۔ اور اس کو دلبلہ نشان (ام معبدہ کے پاس چھوڑا اور اس کو اسلام میں بیعت کیا۔ پھر سب وہاں سے چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ام معبدہ کا خاندان گھر آیا۔ اُس نے دودھ جو دیکھا۔ تو حیران ہو کر کہنے لگا۔ کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ حالانکہ گھر میں تو کوئی ایسی بکری نہیں جو دودھ کا ایک قطرہ بھی دے۔ ام معبدہ نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا کہ جس کا علیہ تشریف ایسا تھا۔ وہ بولا۔ وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہوا ہے۔ میں نے قصد کر لیا ہے۔ کہ ان کی صحبت میں رہوں !

جب مدینہ کے قریب موضع غنیم میں پہنچے جو رابع و جحفہ کے درمیان ہے۔ تو بربدہ اسلمی قبیلہ بنی سہم کے سردار سامعہ نے کہ حصول انعام کی امید پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں بربدہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے

لہ مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات۔ فصل ثالث !

حضرت ابو بکرؓ سے بطور ثفاؤل فرمایا۔ ابو بکرؓ ہمارا کام خوش و خنک اور درست ہو گیا۔ پھر آپ نے بریدہ سے پوچھا۔ کہ تو کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا کہ بنو اسلم سے۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا ہمارے لئے خیر و سلامتی ہے۔ پھر پوچھا کون سے بنو اسلم سے۔ اس نے کہا کہ بنو سہم سے۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے اپنا حصہ و اسلام سے پالیا۔ بعد ازاں بریدہ نے حضرت سے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ حضور نے فرمایا میں اللہ کا رسول محمد بن عبد اللہ ہوں۔ بریدہ نے نام مبارک سن کر کلمۃ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ جو سوار بریدہ کے ساتھ تھے وہ بھی مشرت باسلام ہوئے۔ بریدہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مدینہ میں آپ کا داخلہ جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہئے۔ پس اپنا عامہ سر سے اتار کر نیزہ پر باندھ لیا اور حضرت کے آگے روانہ ہوا۔ پھر عرض کی یا رسول اللہ! آپ کس کے ہاں آئیں گے؟ فرمایا۔ یہ میرا ناقہ نامور ہے۔ جہاں یہ بیٹھ جائے گا وہی میری منزل ہے۔ بریدہ نے کہا۔ الحمد للہ کہ بنو سہم بطوع و رغبت مسلمان ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہنچ چکی تھی۔ لوگ ہر روز صبح کو شہر سے نکل کر حرم میں جمع ہوتے۔ مانتظار کرتے کرتے جب دوپہر ہوتی باقی۔ تو واپس چلے جاتے ایک دن انتظار کر کے گھروں میں واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے ایک قلعہ پر سے کسی مطلب کے لئے نظر دوڑائی۔ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ہمراہی سفید لباس پہنے ہوئے نظر پڑے جو شراب کے آگے حائل تھے۔ وہ یہودی نہایت زور سے بے ساختہ پکار اٹھا۔ اے معشر عرب! تو تمہارا مقصد و مقصود جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آگیا۔ یہ سن کر مسلمانوں نے فوراً ہتھیار لگا کر حرمہ قباء کے عقب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ اور انہما سرسرت کے لئے نعرۃ تکبیر بلند کیا۔ جس کی آواز بنی عمرو بن عوف میں پہنچی۔ یہ قبیلہ موضع قباء میں جو مدینہ سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر ہے آباد تھا۔ اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم انصاری اسی تھا۔ اس سے پہلے اکثر اکابر صحابہ اسی کے ہاں آئے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی کو شرف نزدیک بخشا۔

ہجرت کا پہلا سال

تعمیر مسجد قبارا قبار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نزول ۱۲ ربیع الاول یوم دو شنبہ کو ہوا۔ یہی تاریخ

لے استیعاب لابن عبد البر۔ وفار الوفا للسہودی ۱۲۔

اسلامی کی ابتداء ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے تین دن بعد تہ سے چلے تھے یہاں آئے۔ اور یہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کی بنا رکھی جس کی شان میں یہ آیت وارد ہے۔

لَمَسْجِدًا أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ
أَخَقَّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ذُنُودُ رِجَالٍ يَخْبَوْنَ
أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ

(سورہ توبہ)

البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں وہ مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

کلثوم بن بدم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں خشک ہونے کے لئے پھیلا دی جاتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ زمین لے کر مسجد مذکور کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں دیگر اصحاب کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی بعض تشوین و ترغیب کام کرتے تھے۔ ثنوں بنت نعمان انصاریہ مدنیہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا بھاری پتھر اٹھاتے کہ جسم اٹھ کر خم ہو جاتا اور بطن شریف پر مجھے مٹی کی سفیدی نظر آ جاتی۔ آپ کے اصحاب میں سے اگر کوئی عقیدتمند آ کر عرض کرتا: "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر خدا! چھوڑ دیجئے۔ میں اٹھانا ہوں" تو آپ فرماتے نہیں۔ تم ایسا اور پتھر اٹھا لو" اور خود اسی کی عمارت میں لگاتے۔ اس تعمیر میں حضرت جبریل آپ کو سمت قبلہ بتا رہے تھے۔ اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ اس مسجد کا قبلہ عدل و اقوم ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی شاعر بھی تعمیر مسجد میں شامل تھے۔ اور کام کرتے ہوئے یوں کہتے جاتے تھے:

أَفْذَحَ مَنْ يُعَابِلُهُ الْمَسَاجِدَ
وَلِقْرَاءِ الْقُرْآنِ قَائِمًا وَقَائِدًا
وَلَا يَنْبِتُ اللَّيْلُ عِنْدَهُ رَأْقِدًا

وہ کامیاب ہے جو مسجدیں تعمیر کرتا ہے
اور اٹھتے، بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے
اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملا تے جاتے تھے۔

مدینہ میں نزل رحمت | قہار میں چار (چودہ یا بیس!) روز قیام رہا۔ یہاں سے جمعہ کے دن باطن مدینہ

لے اصحابہ لیا فظ ابن حجر۔ ترجمہ ثنوں بنت نعمان۔ نیز: فاروق
لے دفار الوفا۔ جز اول ص ۱۸

کو روانہ ہوئے۔ ہاجرین و انصار ساتھ تھے۔ انصار کے جس قبیلہ سے گزر ہوتا۔ اس کے سر پر آوردہ عقیدت مند عرض کرتے "یا رسول اللہ! ہماری نصرت و حمایت میں اتر بیئے"۔ آپ اظہارِ منت و دعائے خیر کے بعد فرماتے کہ میرا ناقہ نامور ہے۔ اس کا راستہ چھوڑ دو "۔ راستے میں بنو سالم خزرجی کے محلہ میں جمعہ کا وقت آگیا۔ آپ نے وادی ذی صلب کی مسجد میں نماز جمعہ مع خطبہ ادا کی۔ یہ آپ کا پہلا جمعہ اول پہلا خطبہ تھا۔ اس طرح بنی بیاضہ۔ بنی ساعدہ اور بنی حارث بن خزرج سے گزرتے ہوئے بنی عدی بن بخاری میں پہنچے جو آپ کے دادا عبدالمطلب کے نہال تھے۔ سلیمان بن قیس بخاری خزرجی وغیرہ نے نہالی رشتہ کو یاد دلا کر اقامت کے لئے عرض کیا۔ مگر ان کو بھی وہی جواب ملا۔ بعد ازاں آپ کا ناقہ محلہ مالک بن بخاری میں اس جگہ بیٹھ گیا جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ پھر اٹھ کر قدرے آگے بڑھا۔ اور مڑ کر پہلی جگہ بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ انشاء اللہ یہی منزل ہے۔ حضرت ابویوب انصاری بخاری خزرجی آپ کی اجازت سے آپ کا سامان اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرما کر المراء مع رحلہ وہیں تشریف فرما ہوئے۔

مبارک منزلے کا خانہ رابہ چنیں باشد ہمایوں کشورے کال عرصہ اشا ہے چنیں باشد

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے جو خوشی مدینہ میں مسلمانوں کو ہوئی۔ اس کا بیان نہیں ہو سکتا۔ حضور انور کی سواری نزدیک پہنچی۔ تو جوشِ مسرت کا یہ عالم تھا۔ کہ پردہ نشین عورتیں چہتوں پر نکل آئیں اور یوں گانے لگیں۔

طلع البدر علینا من نیت الوداع ہم پر چاند نکل آیا۔ وداع کی گھٹیوں سے
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلَّهِ دَاعٍ ہم پر خدا کا شکر و جب ہے۔ جب تک دعا مانگنے والا۔ دعا مانگے۔

آپ کے ناقہ کا بیٹھنا تھا کہ بنو بخاری کی لڑکیاں دف بجاتی نکلیں اور یوں گانے لگیں۔

نَحْنُ جَوَامِرُ بَنِي النَّجَّارِ ہم بنو بخاری کی لڑکیاں ہیں

يَا حَبِيبَنَا مُحَمَّدًا كَيْسًا أَجْمًا بِسَابِئَةٍ اے بخاریو! محمد کیسا اچھا ہمسایہ ہے!

آپ نے بیٹن کر ان لڑکیوں سے پوچھا۔ کیا تم مجھ کو دست رکھتی ہو؟ وہ بولیں۔ ہاں۔ آپ نے فرمایا۔ میں بھی تم کو دست رکھتا ہوں!

ایسی خوشی میں زن و مرد چھوٹے بڑے گلی کوچوں میں پکار رہے تھے۔ جَاوَزَ سُرُّوْلُ اللّٰهِ۔ جَاوَزَ

نبی اللہ - حبشی غلام آپ کے قدم مہینت لزوم کی خوشی میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔
 انسانوں پر کیا موقوف ہے۔ وحوش بھی اپنی حرکات و سکنات سے خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔
 جب مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا انتظام ہو چکا تو آپ نے زید بن حارثہ اور
 اپنے غلام ابو رافع کو پانسو درہم اور دو اونٹ دے کر مکہ میں بھیجا کہ آپ کے عیال کو مدینہ میں لے آئیں۔
 اسی وقت حضرت ابو بکر نے عبد اللہ بن ابی بکر کو واپس بلا لیا، کے ہاتھ اپنے صاحبزادے
 عبد اللہ کو رکھ دے دیا کہ میرے عیال کو مدینہ میں لے آؤ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں
 میں سے حضرت زینب کو ان کے خاوند ابوالعاص نے آنے نہ دیا۔ حضرت رقیہ حبشہ میں تھیں۔ اس لئے
 زید و ابو رافع حضور کی صاحبزادیوں حضرات ام کلثوم و فاطمہ اور زوجہ محترمہ حضرت سووہ کو اور ام ایمن
 زوجہ زید اور اسامہ بن زید کو لے آئے۔ اور ان کے ساتھ عبد اللہ بن ابی بکر حضرت عائشہ اور ان
 کی والدہ ام رومان اور حضرت اسماء بنت ابی بکر کو لائے۔ یہ سب حارثہ بن نعمان کے ہاں آئے۔
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام سات ماہ تک حضرت بلویب کے ہاں ہی رہا۔ جب مسجد
 نبوی کے ساتھ حجرے تیار ہو گئے۔ تو نقل مکان فرمایا۔ اس عرصہ میں بنو نجار نے مہمانی کا حق کما حقہ ادا
 کیا۔ حضرات ابوالیوب اور سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے خصوصیت سے اس میں حصہ لیا۔
 جزا ہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

تعمیر مسجد نبوی | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ناقہ جہاں بیٹھا تھا۔ وہ جگہ دو بخاری یتیموں سہیل و
 سہیل کی تھی۔ جن کے ولی حضرت سعد بن زہراء بخاری خزرہ جی تھے۔ وہ اس زمین میں کھجوریں خشک
 کرنے کے لئے پھیلا دیا کرتے تھے۔ اس کے ایک حصہ میں حضرت سعد نے نماز کے لئے ایک مختصر
 جگہ بنائی ہوئی تھی۔ جس پر چھت نہ تھی۔ یہاں وہ نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ باقی زمین میں کھجور
 کے درخت اور شکرکوں کی قبریں اور گڑھے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں مسجد جامع
 بنانے کا ارادہ کیا۔ آپ نے ان یتیم بچوں کو بلا بھیجا اور ان سے قیمت پر زمین طلب کی۔ انہوں نے
 کہا کہ ہم بلا قیمت آپ کی نذر کرتے ہیں۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور قیمت دے کر خرید لی۔ تعمیر کا کام
 شروع ہو گیا۔ قبریں اکھڑو اکھڑیاں کسی دوسری جگہ دبا دی گئیں۔ درخت کاٹ دئے گئے۔ اور

سہیل و سہیل - وفاء الوفا

گڑھے بھوار کر دیئے گئے۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی کام کر رہے تھے۔ آپ اپنی چادر میں اینٹیں اٹھا کر لارہے تھے اور یوں فرما رہے تھے :-

هَذَا الْحِجَالُ الْاِحْسَالُ خَيْرٌ | اسے ہمارے ہم دروگاہ! یہ اینٹیں خیبر کے تھرو نہ بیب سے
هَذَا التَّرْتِنَا وَاطْهَرُ | زیادہ ثواب والی اور پاکیزہ ہیں۔
اور نیز فرما رہے تھے :-

اللَّهُمَّ اِنَّ الْاَجْرَ الْاٰخِرَةَ | فدایا! بے شک اجرِ آخرت کا اجر ہے
فَاَسْأَلُكَ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ | پس تو انصار و ہاجرین پر رحم فرما۔

یہ مسجد نہایت سادہ تھی۔ بنیادیں تین ماٹھ تک پتھر کی تھیں۔ دیواریں کچی اینٹوں کی۔ چھت بزرگ خرماک کی قد آدم سے کچھ اونچی اور ستون کھجور کے رتھے۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ تین دروازے تھے۔ ایک بجانب کعبہ اور دو دائیں بائیں۔ جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا۔ تو بجانب کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور اس کے مقابل شمالی جانب میں نیا دروازہ بنا دیا گیا چونکہ چھت پر مٹی کم تھی اور فرس خام تھا۔ اس لئے بارش میں کچھ دھوپ بھایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو بارش بہت ہوئی۔ جو نمازی آتا۔ کپڑے میں کنکریاں ساتھ لاتا اور اپنی جگہ پر بچھا لیتا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے۔ تو فرمایا: "یہ خوب ہے"۔ اور کنکروں کا فرس بنوا دیا۔

صحابہ صفہ | پایان مسجد میں ایک سائبان تھا جو صفہ کہلاتا تھا۔ اور ان فقرا و مساکین صحابہ کے لئے تھا۔ جو مال و منال اور اہل و عیال نہ رکھتے تھے۔ ان ہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے :-

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ | اور روک کہ جان اپنی کو ساتھ ان لوگوں کے کہ پکارتے
بِالْعُدَاةِ وَالْعِشْيْرِ يُرِيدُونَ وَجْهًا رَآئِهِ | ہیں پروردگار اپنے کو صبح کو اور شام کو پکارتے ہیں صفہ کی
رکعت ۴۴

ان کی تعداد میں موت یا سفر یا تہجد کے سبب سے کسی بیشی ہوتی رہتی تھی۔ بعض ذلت ان کی تعداد ستر تک پہنچ جاتی تھی۔ باہر سے مدینہ میں اگر کوئی آتا اور شہر میں اس کا کوئی شریف (جان پہچان) نہ ہوتا۔ تو وہ بھی صفہ میں اتر کر رہتا تھا۔ حافظ ابو نعیم نے علیہ الاولیاء میں سورے کچھ اور اہل صفہ کے نام لکھے ہیں۔ جن میں حضرات ابو ذر غفاری۔ عمار بن یاسر۔ سلمان فارسی۔ صہیب زہری۔ بلال حبشی۔

ابو ہریرہ - جناب بن اللات - خلیفہ بن الیمان - ابوسعید خدری - بشیر بن الخصاصیہ - ابو ہریرہ
رمولے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، وغیرہم مشاہیر میں سے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اہل صفہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی نظر عنایت تھی۔ ایک دفعہ غنیمت میں کینز میں آئی
ہوئی تھیں۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر آپ کی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت علی المرتضیٰ
دونوں خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور ایک خادمہ کے لئے درخواست کی۔ آپ نے یوں جواب

دیا: اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مرے۔ ان کے خرچ
کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ میں ان امیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کر دوں گا۔

ازواج مطہرات | ازواج مطہرات میں سے اس وقت صرف حضرت سیدہ و حضرت عائشہ رضی

الہ عنہما حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے عقیقہ میں آچکی تھیں۔ ان کے لئے مسجد

متصل دو مکان بنا دئے گئے۔ بعد ازاں دیگر ازواج کے آئے پر اور مکانات بنتے گئے۔ ان مکانات

میں سے پانچ کھجور کی شاخوں سے بنے تھے جن پر کھگل کی ہوئی تھی۔ ان کے ساتھ کوئی حجرہ نہ تھا

دروازوں پر کپیل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔ باقی چار مکان کچی اینٹوں کے تھے جن کی چھت کھجور کی شاخوں

کی کھگل کی ہوئی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک ایک حجرہ کھجور کی شاخوں کا تھا۔ جس کے

دروازے پر کپیل کا پردہ تھا۔ بقول داؤد بن قیس حجرہ کے دروازے سے اندرونی کمرہ کے دروازے تک

چھریا سات ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ اندرونی کمرہ ہاتھ کا تھا۔ اور بیس سات ہاتھ کے دروازے

تھا حضرت امام حسن بصری کا بیان ہے کہ میں عہد عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہن تھا۔ ان مکانات کی چھت میں ہاتھ چھوڑتا تھا

یہ مکانات جانب غربی کے سر مسجد کے گرداگرد تھے۔ ان کے دروازے مسجد ہی کی طرف تھے۔

۱۱۱۱۱۱ شرح مشکوٰۃ - جزر خامس ص ۵۸۷ - عینی شرح صحیح بخاری - جزر ثانی - ص ۶۱۱

۱۱۱۱۱۱ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی

۱۱۱۱۱۱ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ دومتہ بخندل کے لئے تشریف لے گئے۔ تو آپ کی غیر ہاضمی میں حضرت ام سلمہ

نے اپنا حجرہ بھی کچی اینٹوں کا بنایا۔ آپ نے واپسی پر دریافت فرمایا کہ یہ عمارت کیسی ہے؟ ام سلمہ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ

میں نے یہ اس لئے بنایا۔ کہ لوگوں کی نظر نہ پڑے۔ آپ نے فرمایا: ام سلمہ! اس کے مال کا ہر مصرف عمارت ہے۔

۱۱۱۱۱۱ وفار الوفا - جزر اول صفحہ ۳۲۷ -

۱۱۱۱۱۱ الادب المفرد بخاری - صفحہ ۸۸ -

۱۱۱۱۱۱ اس ارتفاع میں بننا بہترین وقت کی بنیاد محسوب ہے۔ واللہ اعلم بالصواب -

۱۱۱۱۱۱ - تعمیر مسجد مکانات کی تفصیل کے لئے دیکھو صحیح بخاری اور وفار الوفا -

اور مسجد سے اس قدر متصل تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں مسجد سے سر مبارک نکال دیتے اور اندواج مطہرات گھر میں بیٹھی آپ کے بال مبارک دھو دیا کرتی تھیں !

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دولتخانہ جانب مشرق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ سے متصل اُس جگہ تھا۔ جہاں اب آپ کی قبر شریف کی صورت بنی ہوئی ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تشریف لاتے۔ تو پہلے مسجد میں دو گانہ ادا کرتے۔ بعد ازاں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان کا حال دریافت فرماتے۔ پھر اندواج مطہرات کے گھروں میں قدم رنجہ فرماتے !

مہاجرین کے مکانات کی تعمیر | مہاجرین کی سکونت کے لئے مسجد کے قریب مکانات کا انتظام کیا گیا۔

چنانچہ آقائے نامہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو زہرہ کو مسجد کی ایک جانب میں ایک خطہ عنایت فرمایا۔

جس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف قرشی زہری کے حصہ میں ایک خرمستان آیا جو ان کے نام

سے مشہور و معروف تھا۔ حضرت عبداللہ و عتبہ پسران مسعود ہندلی جو بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ ان کے

لئے مسجد کے پاس ایک خطہ معین کیا گیا۔ جو ان کے نام سے مشہور تھا۔ حضرت زبیر بن عوام قرشی اسدی

کو ایک وسیع قطعہ ملا۔ جس میں مختلف اقسام کے درختوں کی بڑھیں تھیں۔ وہ بقیع النذیر کہلاتا تھا۔ حضرت

طلحہ بن عبید اللہ قرشی تمیمی کو ان کے گھروں کی جگہ ملی۔ حضرت ابوبکر صدیق کو بھی مسجد کے قریب زمین

دی گئی۔ اسی طرح حضرات عثمان بن عفان قرشی اموی۔ خالد بن ولید قرشی مخزومی۔ مقداد بن اسود

کندی۔ اور طفیل بن حارث قرشی مطلبی وغیر ہم کو زمینیں دی گئیں۔

ان قطععات میں سے جو زمینیں بے آباد۔ غیر محلکہ تھیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور

خود تقسیم فرمادیں۔ اور جن قطععات میں انصار کے منازل و مکانات تھے۔ وہ انہوں نے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیئے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کو عطا فرمادئے۔ چنانچہ سب

سے پہلے حضرت حارثہ بن نعمان نے اپنے مکانات بطور ہدیہ پیش کئے۔ بقول واقفی منازل حارثہ کی

جگہ ہی حضرات اہمات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حجرے بنے۔

انہوں نے اس کو بڑی اور حجرات میں راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے۔ حضرت تمیم داری کے غلام
 سراج کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کھجور کی ہنیوں اور پتوں
 سے کھڑکیاں لگی تھیں۔ ہم کھادیں درین میں نہتیوں اور سیاں لاتے۔ اور میں نے دقتیوں کو ستونوں
 پر لٹکا کر سجایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر پوچھا۔ کہ ہماری مسجد کو کس نے روشن
 کیا؟ تم نے کہا۔ میرا۔ اس پر ان غلام نے۔ آپ نے پوچھا۔ اس کا کیا نام ہے؟ تمیم نے کہا۔ فتح۔
 پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلکہ اس کا نام سراج ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے میرا نام سراج رکھا۔

حضرت ابو جریج اپنے زمان سے اہل و عیال اور بھائی بندوں کو چھوڑ کر بے سرو سامان چھپ کر
 گئے۔ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد جامع کی تعمیر کے بعد ہاجرین و انصار میں
 اختلاف نہایت قائم کیا۔ تاکہ ہاجرین غربت کی وحشت اور اہل و عیال کی مفارقت محسوس نہ کریں اور ایک
 کو دوسرے سے روکے۔ ہاجرین کی تعداد سینتالیس یا پچاس تھی۔ آپ ہر دو فریق میں سے دو دو کو بلا کر
 آپ کے گھر اور تمہیں کی بھائی ہو۔ آپ کا یہ فرمانا تھا۔ کہ وہ درحقیقت بھائی بن گئے۔ چنانچہ
 حضرت ابو جریج نے اپنی بیوی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف قرشی نہہری اور حضرت سعد بن ربیع
 بن زہری سے رشتہ تہہ تہہ داری قائم کر دیا۔ تو حضرت سعد نے حضرت عبدالرحمن سے کہا۔ کہ
 انصار میں میرے پاس سب سے زیادہ مال ہے۔ میں اپنا مال آپ کو بانٹ دیتا ہوں۔ میری دو بیویاں
 آپ کے پاس سے ایک کو جو آپ پسند کریں میں طلاق دے دیتا ہوں۔ عدت گزرنے پر آپ اس سے
 نکاح کر لیجئے۔ حضرت عبدالرحمن نے کہا کہ آپ کے اہل اور آپ کا مال آپ کو مبارک ہو۔ کیا یہاں کوئی
 مالدار ہے؟ انہوں نے بنو تمیمتار کے بازارہ کا راستہ بتا دیا۔ حضرت عبدالرحمن شام کو نفع کا پتھر
 لے کر بازارہ کے پاس پہنچے۔ بازارہ نے انہیں چلے جایا کرتے۔ تھوڑے عرصہ میں وہ مالدار ہو گئے
 اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آقدس میں حاضر ہوئے۔ ان کے بدن پر خوشبو کا نشان
 تھا۔ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کی۔ کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے

سیدہ صفیحہ بنتی زینبہ رضی اللہ عنہا علی انفرش ۱۲

سیدہ صفیحہ بنتی زینبہ رضی اللہ عنہا تہ جہ سراج التیمی۔

شادی کی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ہر کتنا دیا، عرض کیا کہ پانچ سو روپے دیا۔ اور یہ کہ ولیمہ دو خواہ ایک بکری ہو، حضرت عبدالرحمن کی طرح کہی اور ہاجرین سے بھی تجارت کا کام شروع کر دیا۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ عقد برادری کے بعد انصار نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ہمارے نخلستان ہمارے بھائیوں اور ہم میں تقسیم فرمائیں تاکہ آپ کے ہاتھ نہیں۔ یہ سن کر انصار نے ہاجرین سے کہا کہ کام درختوں کو پانی دینا وغیرہ میں تم کو حصہ نہیں پھل میں شریک کر لیں گے۔ اس پر سب نے کہا۔ بس چشمہ۔ یہ ساقاقت کی حدیث تھی۔ اور ہاجرین ہاتھ کا نصف منیخہ کے طور پر بھی دتے ہوئے تھے جن میں کام بھی خود انصار کرتے تھے۔ اور ہاجرین کو برادری کا نصف دیتے تھے۔

یہ عقد برادری نصرت و مواسات و لوازم پر تھا۔ اس لئے جب کوئی انصاری کوئی ہاجرین سے تو اس کی جائداد و مال ہاجر کو ملتا تھا۔ اور قریبی رشتہ دار محروم رہتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُبْتَغَىٰ مِنَّهَا جَزَاءٌ لِّئَلَّا يُبَدِّلُوْنَ فِي صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اتَّكَلُوْا وَيُؤْتُوْنَ عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقِ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (مشرخ)

اور نفی سے اس لئے ان لوگوں کے ہاتھوں سے محروم نہ رہیں۔ پہلے دار اسلام (مدینہ) اور مکان میں تکریر کی گئی تھی۔ ان کو جو دولتیں پہنچنے لگیں، کہ یا اس کو تھیں۔ اور کوئی دندنہ نہیں پڑتے اس چیز سے جو ہاجرین کو ملے گی۔ اور ان کی جائد سے اول رکنے پر اگر خود ان کو ہر سال سے ان کی نفس کے حصے سے پہنچا دینے سے یہ ہاجرین کو ہر سال سے

صحیح بخاری میں یہ قصہ مذکور ہے۔ کہ ایک بھوکا سا کبوتر بن گیا۔ اس نے کہا میں آیا۔ آپ نے گھر میں دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے۔ جواب آیا کہ سرٹ پانی۔ تھپکا کون ہے جو اس کو اپنا مہمان بنائے ایک انصاری نے کہا۔ میں حاضر ہوں۔ پناہ دے گا۔ گھر لگیا۔ اور بیوی سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کو کھانا کھاؤ۔ وہ پانی کو

۱۔ صحیح بخاری کتاب المناقب۔ باب احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہاجرین و انصار
 ۲۔ صحیح بخاری۔ ابواب الحرف والمزارعة۔
 ۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب دیوثون علی انفسہم

کی خوراک موجود ہے۔ کہا کہ تو وہ کھانا تیار کر۔ اور چراغ روشن کر کے کھانے کے وقت بچوں کو سلا دینا جتنا پختہ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب میاں بیوی اور مہمان کھانے پر بیٹھے۔ تو بیوی نے بتی آگسٹن کے بہانہ سے اٹھ کر چراغ گل کر دیا۔ میاں بیوی بھوکے رہے۔ اور اس طرح ہاتھ چلاتے رہے کہ گویا کھانا ہے ہیں۔ صبح کو وہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ رات اللہ تعالیٰ تمہارے نیک کام سے راضی ہوا اور وکوشرون علی انفسہم ایسے نازل فرمائی۔ جب ۳۷ھ میں بنو نضیر جلا وطن ہوئے اور ان کے اموال راراضی و نخلستان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں آئے۔ تو آپ نے تمام انصار کو بلا کر فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو۔ تو میں بنو نضیر کے اموال تم میں اور مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ اور مہاجرین تمہارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے۔ اور اگر تم چاہتے ہو۔ تو یہ اموال مہاجرین کو بانٹ دیتا ہوں اور وہ تمہارے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے۔ حضرات سعد بن عبادہ اور سعد بن معاذ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ان اموال کو آپ مہاجرین میں تقسیم کر دیجئے۔ وہ ہمارے گھروں اور اموال میں بدستور رہیں گے۔ یہ سن کر انصار بولے۔ یا رسول اللہ! ہم اس پر راضی ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خدا یا! تو انصار اور ان کے انصار پر رحم فرما" اس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیرالبنی نضیر صرف مہاجرین میں تقسیم فرمادئے۔

۳۷ھ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علاء بن الحضرمی کو بغرض تبلیغ ولایت بحرین میں بھیجا۔ منذر بن ساوی حاکم بحرین اور وہاں کے تمام عرب ایمان لائے۔ باقی اہل بحرین رنجوس و بیہودہ انصاری نے جزیہ پر صلح کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا۔ تاکہ بحرین کا جزیہ و خراج انصار کے لئے لکھ دیں۔ مگر انصار نے عرض کیا "نہیں" اللہ کی قسم! ایسا نہ کیجئے۔ یہاں تک کہ حضور ہمارے قریشی بھائیوں کے لئے اتنا ہی مال لکھ دیں۔

جب ۳۷ھ میں خیبر فتح ہوا۔ تو مہاجرین کے حصہ میں اس قدر مال آیا کہ ان کو انصار کے نخلستان

الحہ زرقانی علی امراہب۔ غزوہ بنی نضیر۔ بحوالہ اکلیل حاکم نیشاپوری۔ نیز دیکھو فتوح السیدان بلاذری مطبوعہ مصر ص ۲۶۔

۳۷ھ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ما قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من البحرین وما وعد من مال البحرین والجزیرۃ۔ یہ حدیث کتاب المناقب اور کتاب المساقات میں بھی وارد ہے۔

کی حاجت نہ رہی۔ اس لئے انہوں نے وہ نخلستان جو بطور اباحت ان کے پاس تھے انصار کو واپس کر دئے۔

آذان کی ابتداء | جب مدینہ منورہ میں مسجد جامع تیار ہو چکی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خیال آیا۔ کہ مسلمانوں کو نماز کے لئے کس طرح جمع کیا جائے۔ آپ نے اپنے اصحاب کرام سے مشورہ کیا۔ ظاہر ہے کہ ایک وقت اور ایک مکان میں اجتماع بغیر اعلام و آگاہی کے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے صحابہ کرام نے اعلام کے لئے کئی طریقے پیش کئے۔ بعض نے کہا کہ آگ روشن کر کے اونچی کر دی جائے مسلمان اسے دیکھ کر جمع ہو جایا کریں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوجہ مشابہت مجوس اس طریقہ کو پسند نہ فرمایا۔ بعضوں نے ناقوس بجنم بجا کیا۔ مگر بوجہ مشابہت نصاریٰ نے یہ تجویز رد کر دی گئی۔ اسی طرح بوق کو بوجہ مشابہت یہود پسند نہ کیا گیا۔ حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ دیا۔ کہ ایک شخص کو نماز کے وقت بغرض اعلام بھیج دیا جائے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا کہ اٹھ کر نماز کے لئے ندا کر دے۔ چنانچہ حضرت بلال یوں ندا کر دیا کرتے الصلوٰۃ معاً اسی اثنا میں حضرت عبداللہ بن زبیر انصاری کو خواب میں ان سب سے بہتر طریق بتلا دیا گیا۔ اور وہ مرحوم

آذان شرعی ہے۔ حضرت عبداللہ نے اپنا خواب بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ حضور انور باری ہو و امی پر اس سے پہلے اس بارے میں وحی آپ کی تھی۔ اس لئے آپ نے سن کر فرمایا۔ کہ بے شک یہ روپا مدحت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ حضرت بلال کو کلمات آذان کی تلقین کر دو۔ وہ وہ آذان دیں گے۔ کیونکہ ان کی آواز تم سے بلند اور نرم و شیریں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

یہود سے معاہدہ | اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں اور یہود مدینہ کے درمیان ایک معاہدہ تحریر فرمایا جس کے شرائط کی پوری تفصیل سیرت ابن ہشام میں ہے۔ ان شرائط کا خلاصہ یہ ہے۔

- (۱) خورنہا اور فدیہ کا طریقہ۔ سابقہ قائم رہے گا۔
- (۲) ہرز و فریق کو مذہبی آزادی ہوگی۔ ایک دوسرے کے زمین سے تعین نہ کریں گے۔
- (۳) ہرز و فریق ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں گے۔
- (۴) اگر ایک فریق کو کسی سے لڑائی پیش آئے۔ تو دوسرا اس کی مدد کرے گا۔

لے صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب رد المہاجرین الی الانصار منا فتحہم من الشجر و الثمر حین استنوا عنہا بافتوح

سے آپ نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف رخ کر لیا۔ اور مقتدیوں نے بھی آپ کا اتباع کیا۔ اس مسجد کو سب
 قبلتیں کہتے ہیں۔ ایک نماز ہی جو شامل جماعت تھا عصر کے وقت مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا۔ اس سے
 دیکھا۔ کہ وہاں انصار نماز عصر بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے ہیں۔ اس نے تحویل قبلہ کی خبر دی۔ اور
 لوگ نماز ہی میں کعبہ رخ ہو گئے۔ دوسرے روز قبا میں عین اس وقت خبر پہنچی جب کہ لوگ فجر کی
 نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے بھی اسی حال میں اپنا رخ بدل کر کعبہ کی طرف کر لیا۔

تحویل قبلہ یہودیوں پر سخت ناگوار گذرا۔ وہ اس پر اعتراض کرنے لگے۔ ان کا اعتراض اور اس کا

جواب قرآن کریم میں یوں مذکور ہے۔

(۱) نَسِيفِرْلُ السَّفْحَاءِ مِّنَ النَّاسِ
 مَا وَكَلَهُمْ عَنْ قِتَابَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهِمْ
 قُلْ لَّيْسَ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِي
 مَن يَشَاءُ اِلَىٰ هِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۝

(۲) وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا
 اِلَّا لِنُظَمَّرَ مَن يَتَّبِعُ الْمَسْئُولَ مِمَّنْ
 يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقْبَيْهِ ۚ فَاِنْ كَانَتْ
 لِكَيْبَرَةٍ اِلَّا عَلٰى الَّذِيْنَ هَدٰى اللّٰهُ ۝

اب کہیں گے لوگوں میں سے بوقوت۔ کس چیز نے پھیرا ان کو
 ان کے قبلے سے جس پر وہ تھے۔ کہہ دو سے اللہ کہے رہا ہے
 اور مغرب۔ چلاتا ہے جسے چاہتا ہے یہ بھی راہ کو ہدایت

اور نہیں مقرر کیا ہم نے قبلہ اس کو جس پر تو پہلے تھا۔ (یعنی کعبہ) مگر
 اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا۔ رسول کا۔ اور جو
 پھر عاودے گا۔ اُلٹے پاؤں۔ اور البتہ یہ تیسرا ہے۔ شاکیوں کو
 ان لوگوں پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے رحمت احکام کی۔

پہلی آیت میں ان کا اعتراض نقل کر کے یوں جواب دیا گیا۔ کہ شرق و غرب بلکہ بہرہائے مستقیمہ ہر طرف
 ہیں۔ اس کو کسی خاص جہت سے خصوصیت نہیں۔ کیونکہ وہ مکان و جہت سے پاک ہے۔ اور جو
 کو چاہے قبلہ مقرر کرے۔ ہمارا کام اطاعت ہے۔ دوسری آیت میں مذکور ہے۔ کہ تم لوگوں کو ہدایت
 ہوا کہ ثابت و متزلزل میں تمیز ہو جائے۔

غزوات دسرایا کا آغاز | اسی سال سلسلہ غزوات دسرایا شروع ہوا تھا۔ یہ سلسلہ غزوات دسرایا کا آغاز
 میں غزوہ وہ وہ لشکر ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذات اقدس شامل ہیں۔ اور انہیں سہروردیوں
 الصلوٰۃ والسلام بذات شریف شامل نہ ہوں۔ بلکہ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو دشمن کے مقابلے میں بھیجی
 دیں۔ تو وہ لشکر سر تہ پہلاتا ہے۔ غزوات تعداد میں تالیس ہیں۔ جن میں سے نو میں تھالی دسراہ میں لیا

آیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ بدر۔ احد۔ مرلیع۔ خندق۔ قرظہ۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین۔ طائف
سرایا کی تعداد سینتالیس ہے۔ نظر براختصار ہم سرایا کو پس اندازہ کر کے غزوات و بعض دیگر وقائع کا حال
سن وار پیش کرتے ہیں۔

ہجرت کے بعد بھی کفار قریش مسلمانوں کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں مزاحم ہوتے تھے۔ اور
اسلام کے منانے کی کوشش کرتے تھے۔ بلکہ دیگر قبائل کو بھی مسلمانوں کی مخالفت پر برا بیگختہ کرتے تھے
اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اغراض کے لئے اپنے اصحاب کی چھوٹی چھوٹی جٹائیں
دسرایا، اطراف مدینہ میں بھیجی شروع کیں۔ بلکہ بعض دفعہ خود بھی شرکت فرمائی۔ کہیں دشمن کی نفل و
حرکت کی خبر لانے کے لئے۔ کہیں بعض قبیلوں سے معاہدہ قائم کرنے کے لئے اور کہیں محض مدافعت
کے لئے ایسا کیا گیا۔ ہاں ایک غرض یہ بھی تھی۔ کہ قریش کی شامی تجارت کا راستہ بند کر دیا جائے۔
اور یہ وہی بات ہے۔ جس کی دھمکی حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے بعد
ابو جہل کو خاص خانہ کعبہ میں یوں دی تھی۔ کہ اگر تم نے ہم کو طواف کعبہ سے روکا۔ تو ہم تمہارا مدینہ کا راستہ
بند کر دیں گے۔ چونکہ قریش بالعموم مسلمانوں کو حج و عمرہ سے روکتے تھے۔ اس لئے مجبوراً مسلمانوں کو ان
کے تجارتی قافلہوں سے تعرض کرنا پڑا۔ تاکہ مذہبی پداخت سے باز آجائیں۔

غزوہ البتہ اسی سال کے ماہ صفر میں۔ غزوہ بواط و غزوہ بدر اولیٰ ماہ ربیع الاول میں اور غزوہ
ذوالعشیرہ ماہ جمادی الاخریٰ میں ہوا۔ بدر اولیٰ کرزہ بن جابر فہری کی گونٹالی کے لئے تھا۔ جو مدینہ منورہ
کے ادنیٰ بانگ لے گیا تھا۔ باقی تینوں قافلہ قریش سے تعرض کے لئے تھے۔ مگر ان میں سے کسی میں
مقابلہ نہیں ہوا۔

غزوہ ذوالعشیرہ کے بعد ماہ رجب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چھوٹی زاد بھائی حضرت
عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آٹھ یا بقول بعض بارہ مہاجرین کی جمعیت کے ساتھ نخلہ

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الغازی۔ باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یتل بسماۃ ۱۲۔
۲۔ ابواء ایک قریب ہے جو حنف سے ۲۳ میل ہے۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر ہے۔
۳۔ بواط ایک پہاڑ کا نام ہے جو مدینہ سے ایک دن کی راہ ہے۔
۴۔ ذوالعشیرہ مکہ مدینہ کے درمیان میں طبع کے نواح میں واقع ہے۔
۵۔ بدر ایک کہیں کا نام ہے۔ بدر اور مدینہ منورہ کے درمیان سات برید (منزل) ہیں۔
۶۔ یہ مقام مکہ و طائف کے درمیان مکہ سے ایک دن کی راہ ہے۔

کی طرف روانہ کیا۔ وہ نخل میں پہنچ کر قافلہ قریش کے منتظر رہے۔ ناگاہ قریش کے اونٹوں کا قافلہ بن پیدہ شراب منقہ اور چمڑا وغیرہ مال تجارت طائف سے لا رہے تھے۔ ان کے قریب آڑا۔ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی۔ عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ اور اس کا بھائی نوفل بن عبداللہ اور ابو جہل کے باپ ہشام بن مغیرہ کا آڑا کر وہ غلام حکم بن کیسان تھے۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اس میں حضرت واقد بن عبداللہ ممتبی نے ایک تیر سے عمرو بن حضرمی کا کام تمام کر دیا۔ عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان گرفتار ہوئے اور باقی بھاگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن حبش دونوں امیروں اور مال غنیمت کو لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے غنیمت تقسیم فرمادی۔ حضرت حکم بن کیسان اسلام لائے۔ عثمان بن عبداللہ کو چھوڑ دیا گیا۔ وہ مکہ میں چلا گیا اور کفر چھڑا۔

اسی سال کے ماہ شعبان میں ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے اور ماہ رمضان میں غزوہ بدر ثانیہ وقوع میں آیا۔

غزوہ بدر کبرئے | غزوہ بدر سے بڑا غزوہ ہے۔ اس کا سبب عمرو بن حضرمی کا قتل اور قافلہ قریش کا شام کی طرف سے آنا تھا۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کے قصد سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ذی العشرہ باک تشریف لے گئے تھے۔ امیہ قافلہ ابوسفیان تھا۔ اس قافلے میں قریش کا بہت سا مال تھا۔ جب یہ قافلہ بدر کے قریب پہنچا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر لگی۔ آپ نے فوراً مسلمانوں کو نکلنے کی دہشت دی۔ اس لئے جلدی سے تیاری کر کے آپ بتاریخ ۱۲ ماہ رمضان بروز ہفتہ بدینہ سے نکلے۔ اور ہرگز نہ نوڑے سے ایک میل کے فاصلہ پر پھیری بنی بنی پر لشکر گاہ مقرر ہوا۔ یہاں لشکر کا جائزہ لینے کے بعد آپ نے صدیق اکبر صحابہ و مشران ابن عمر۔ براء بن عازب۔ انس بن مالک۔ جابر۔ زبیر بن ثابت۔ اور رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو روپس کر دیا۔ اور باقی کو لے کر روانہ ہوئے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے بھائی حضرت عمیر بن کی عمر سولہ سال کی تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے آنکھ پڑا ہے تھی۔ کیونکہ ان کو شہادت کا شوق تھا۔ مگر ڈرتے تھے۔ کہ کہ میں چھوٹی عمر کے سبب روپس

لے عمرو بن حضرمی کا باپ عبداللہ حضرمی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا حرب بن امیہ کا حلیف تھا۔ اور حرب قریش کا رئیس تھا۔ اور عثمان و نوفل حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دادا مغیرہ کے بیٹے تھے جو روسائے قریش کے زمرہ میں شمار ہوتا تھا۔

لے طبقات ابن سعد و استیعاب و اصحابہ ترجمہ عمیر بن ابی وقاص۔

واپس نہ کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جب پیش ہوئے تو واپسی کا حکم ملا۔ اس پر آپ رونے لگے۔ لہذا اس رحمتہ للعالمین نے شمولیت کی اجازت دے دی۔ بلکہ ان پر خود اپنی تکرار کا پتہ نہ لگا دیا۔

واضح رہے۔ کہ مسلمان محض قافلہ قریش سے تعرض کے لئے نکلے تھے۔ ان کو علم نہ تھا۔ کہ فوج قریش سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس لئے فوری تمام تیاری کی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جس کا سواری کا اونٹ موجود ہو۔ وہ سواری ہو کہ ہمارے ساتھ چلے۔ انصار آپ سے ان اونٹوں کے لانے کے لئے جو مدینہ کے حصہ بالائی میں تھے، اجازت مانگتے تھے۔ آپ نے فرمایا نہیں صرف وہی ساتھ چلے جس کا سواری کا اونٹ حاضر ہے۔

آپ کے ساتھ صرف مشر اونٹ دو گھوڑے اور تین سو اونٹ مجاہدین تھے جن میں سے مہاجرین کچھ ساٹھ سے اوپر تھے۔ اور باقی سب انصار تھے۔ اونٹ صحابہ اور تھے۔ جو بوجہ غدر شامل نہ ہو سکے حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی غنیمت میں سے پورا حصہ دیا۔ لہذا یہ بھی اصحاب بدر میں شامل ہوتے ہیں۔

ان اونٹوں میں سے تین تو مہاجرین تھے یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اپنی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیا ناری کے لئے حضور ہی کے ارشاد سے مدینہ منورہ میں رہ گئے تھے۔

اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور سعید بن زید (ہر دو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) جن کو حضور نے روانگی سے

دس روز پیشتر قافلہ قریش کی خبر لانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ اور وہ آپ کی روانگی کے بعد مدینہ میں واپس

آئے تھے۔ اور پانچ انصار تھے۔ یعنی ابولبابہ بن عبد المنذر بن کعب بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غیبت

میں مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ عاصم بن عدی العجلانی جو روحاء سے ضرب شریہ کے سبب واپس کر دئے گئے۔

۱۷ حدیث کعب بن مالک میں ہے۔ انا خرج النبي صلى الله عليه وسلم يريد غير قریش حتى جمع الله بينه وبينهم على غير ميعاد ودينى آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف قافلہ قریش کے قصد سے نکلے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کو اچانک، مقابل کر دیا، یہ حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے۔ اور قرآن کریم کی آیت ذیل کی صحیح تفسیر ہے۔

وَلَوْ تَوَاعَدْتُمْ لَمَّا كُنْتُمْ فِي الْمِيْعَادِ وَلَكِنْ لَيْسَ فِي اللَّهِ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا اَنْفَال ۷

اور اگر آپس میں تم وعدے کرتے۔ تو نہ پہنچتے وعدے پر۔ لیکن اللہ کیلئے ان کا جو سوچا تھا۔

حدیث کعب کے علاوہ اور حدیثیں بھی ہیں۔ جو اسی مضمون کی تائید کرتی ہیں۔

صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب سقوط فرض الجہاد عن المعذوبین۔ حدیث انس بن مالک

صحیح بدر سے ۳۶ میل ہے ۱۲۔

اور ندینہ منورہ کی بالائی آبادی (عالیہ) کے حاکم بنائے گئے۔ حارث بن حاطب العمری جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے روم سے کسی خاص کام کے لئے بنو عمرو بن عوف کے پاس بھیج دیا۔ حارث بن الصغیر جو روم میں نانگ پر ضرب شدید آنے کے سبب واپس کر دئے گئے۔ اور نوات بن جبیر جو اثنائے راہ میں ساق پر پتھر لگنے کے سبب مقام صفراء سے واپس کر دئے گئے۔

سواروں کے لئے تین تین مجاہدین کو ایک ایک اونٹ ملا ہوا تھا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ اور حضرت مرثدہ غنویؓ ایک اونٹ پر اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ دوسرے پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روم سے چل کر صفراء کے قریب پہنچے۔ تو آپ نے حضرت بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغباء کو قافلہ قریش کی خبر لانے کے لئے بھیجا وہ بدر میں پہنچے اور وہاں سے یہ خبر سن کر آئے کہ قافلہ کل یا پھر سول بدر میں پہنچے گا۔ ابوسفیان کو شام میں خبر لگی تھی۔ کہ حضرت قافلہ کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس لئے اس نے حجاز کے قریب پہنچ کر ضمنی بن عمرو کو بیس مشقال سونے کی اجرت پر مکہ میں قریش کے پاس بھیجا۔ تاکہ ان کو قافلہ کے بچانے کی ترغیب دے۔ چنانچہ ضمنی اونٹ پر سوار ہو کر فوراً روانہ ہو گیا۔

مکہ میں پہنچ کر ضمنی نے اپنے اونٹ کے ناک کان کاٹ ڈئے تھے۔ کجاوہ الودیہ باہ تھا۔ اور اپنی قمیص پھاڑ دی تھی۔ اس ہیبت کذائی میں وہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر پکا پکا کر کہہ رہا تھا۔ "اے گروہ قریش! قافلہ تجارت! قافلہ تجارت! تمہارا مال ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ محمد اور اس کے صحابہ اس کے سدر راہ ہو گئے ہیں۔ میں خیال نہیں کرتا۔ کہ تم اُسے بچاؤ گے۔ فرباد! فرباد! یہ سن کر قریش کہنے لگے۔ کیا محمد اور اس کے اصحاب گمان کرتے ہیں۔ کہ یہ قافلہ بھی عمرو بن حفص کی مانند ہوگا بدھ گز نہیں اللہ کی قسم! انہیں معلوم ہو جائے گا۔ کہ اب نہیں۔ غرض قریش جلدی نکلے۔ اور ان کے اشراف میں سے سوائے ابولہب کے کوئی پیچھے نہ رہا۔ اور اس نے بھی اپنے عرصہ ابوہل کے بھائی عاص بن

۱۱۔ بدر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے۔
 ۱۲۔ مقام روم حارث بن عوف کی جگہ حضرت ابوالباقہ تھے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی باری پیدل چلنے کی آتی۔ تو حضرت علیؓ و ابوالباقہ عوف کرتے کہ آپ سوار ہوں۔ ہم بھی آپ کے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور فرماتے۔ تم پیدل چلنے پر مجھ سے زیادہ قادر نہیں ہو اور نہ میں تمہاری نسبت اجر کا کم خواہاں ہوں۔ طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر۔ ۱۲۔
 ۱۳۔ سیرت ابن ہشام۔ ۱۲۔
 ۱۴۔ سیرت ابن ہشام۔ ۱۲۔

بشام کو بھیجا۔ اور چار ہزار درہم جو بطور سود اس سے لینے تھے۔ اس صلے میں اس کو معاف کر دیئے۔ امیہ بن خلف نے بھی پیچھے رہ جائیگا۔ کہ وہ حضرت سعد بن معاذ سے ہجرت کے بعد مکہ تشریف میں سنا تھا۔ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ مگر ابو جہل نے کہا۔ تو اہل داوی مکہ کا سردار ہے۔ اگر تو پیچھے نہ گیا۔ دوسرے بھی دیکھا دیکھی تیرے ساتھ رہ جائیں گے۔ غرض اس پیش و پیش کے بعد ابو جہل کے اصرار پر وہ بھی ساتھ ہو گیا۔

قریش جب بڑے سزاوار مسلمان سے اس طرح پھیننے کو تیار ہو گئے۔ تو انہیں بنو کنانہ کی طرف سے اندیشہ پیدا ہوا۔ کہوں کہ بدر سے پہلے قریش و کنانہ میں لڑائی جاری تھی۔ اس لئے قریش خائف تھے۔ کہ مبادا آئینہ سابق کے سبب ہمارے پیچھے ہم کو کوئی ضرر پہنچائیں۔ اس وقت ابلیس بصورت سراقہ بن مالک ظاہر ہوا۔ بنو کنانہ کا سردار تھا۔ اور کہنے لگا میں ہذا من ہوں تمہارے پیچھے بنو کنانہ سے تمہیں کئی ضرر نہ پہنچے گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اس طرح ابلیس لعین بھی بصورت سراقہ لشکر قریش کے ساتھ نفا۔ علاوہ ازیں اہل مکہ کے ساتھ گانے والی عورتیں اور آلات ملا ہی بھی تھیں۔ اس کا انتظام یہ تھا کہ امرائے قریش عباس۔ عتبہ بن ربیعہ۔ حارث بن عامر۔ نضر بن حارث۔ ابو جہل امیہ وغیرہ باری باری ہر روز اس اور منڈیج کہتے اور بگوں کو کھداتے تھے۔ عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا۔

جب ابوسفیان مدینہ کے نواح میں پہنچا۔ اور قریش کی کمک اس کی مدد کو نہ پہنچی۔ تو وہ نہایت خوف زدہ ہوا۔ کہ کہیں مسلمان کہیں گاہ میں نہ ہوں۔ اسی حال میں وہ بدر میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے مجدی بن عمرو سے پوچھا۔ کیا تو نے محمد کے ہاں سوسوں میں سے کسی کو دیکھا ہے؟ مجدی بولا۔ اللہ کی قسم! میں نے کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا۔ ہاں اس مقام پر دو سوار آئے تھے۔ یہ کہہ کر ہماری دلچسپی کے مناسخ کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے ان کے اڈوں کی مہنگنیوں کو لے کر توڑا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ

صحیح بخاری باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم من یقتل بیدر
کے سیرت ابن ہشام

کہ قرآن مجید کی آیت ذیل میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔
وَإِذْ نَزَّيْنَا لَهُمُ الرِّسَالَةَ بَعَثْنَا لَهَا كَهْمُ وَفَالٍ لَّعَابِيَةٍ
لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ الرِّسَالِ وَالَّتِي جَاءَتْكُمْ (القول سلم)
انٹوں کے بھانے کی جگہ کو منڈیج بولتے ہیں۔
اور جس وقت منڈیج نے لگا شیطان انکی نظریں ان کے کام اور بولا
کوئی غائب نہ ہوگا تم پر آج کے دن۔ اور میں رہتی ہوں تمہاری

ان میں کھجور کی گٹھلیاں ہیں کہنے لگا۔ ان اونٹوں نے بے شرب کی کھجوریں کھائی ہیں۔ وہ تو محمد کے ہاں سے تھے۔ لہذا اس نے اپنے قافلے کے اونٹوں کے منہ پھیر دئے۔ اور بندہ کہہ رہا تھا پختہ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ جب وہ قافلے کو محل خطر سے بچالے گیا۔ تو اس نے قیس بن امری لقیس کے ہاتھ قریش کو کہلا بھیجا۔ کہ میں نے قافلے کو بچا لیا ہے۔ لہذا تم واپس چلے جاؤ۔ یہ قاصد ححفہ میں قریش سے ملا۔ اور انہیں ابوسفیان کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر ابو جہل بولا کہ ہم بدر سے واپس نہ ہوں گے۔ وہاں تین دن ٹھہریں گے۔ اونٹ ذبح کریں گے۔ اور کہائیں گے۔ کھلائیں گے۔ شراب پیئیں گے اور لاک نہیں گے۔ اس طرح قبائل عرب کے اطراف میں ہماری عظمت و شوکت کا آواز پھیل جائے گا۔ اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس ابو جہل کی رائے پر عمل کیا گیا ححفہ ہی میں انفس بن شریق الثقفی نے اپنے حلیف بنو زہرہ کو جو ایک سوا اور بقول بعض تین سو مرد تھے۔ مشورہ دیا کہ واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے اس طرح بنو عدی بن کوہ جو قریش کے ساتھ آئے تھے۔ ثنیۃ لفت سے واپس لوٹ گئے۔ اور اسی میں ابوسفیان ان سے ملا اور کہنے لگا۔ اے بنو عدی تم کیونکر لوٹ آئے۔ لانی العبر و کافی الذیر (نہ قافلے میں اور نہ قریش میں) وہ بوسے کہ تو نے ہی تو قریش کو لوٹ جانے کا

۱۲ طبقات ابن سعد غزوہ بدر ۱۲

۱۲ ححفہ بدر سے کے راستے میں کہ سے تین یا پانچ منزل ہے اور ثنیۃ خم سے دو میل اور ساحل بحر سے قریباً تین منزل ہے۔ معجم البلدان لیا قوت الحموی۔

۱۲ علیہ السلام نے بدر پہنچنے کے لئے جو راستہ اختیار فرمایا تھا۔ وہ نہ وادیاں سے تھا۔ نہ وادیاں اور مدینے کے درمیان چاروں کا راستہ ہے۔ پھر وادیاں سے منصرف ایک ہمدید۔ پھر ذات اجڈال ایک ہمدید۔ پھر معلات ایک ہمدید۔ پھر اسیل ایک ہمدید اور اسیل سے بدر دو میل۔ طبقات ابن سعد۔

۱۲ لکھ قرآن کریم کی آیت ذیل میں اسی کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
بَطْرًا قَرِيبًا إِلَى النَّاسِ وَوَلَّوْا
سَبِيلَ اللَّهِ وَاللَّهُ يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

۱۲ اور مت ہو کہ جیسے نکلے وہ لوگ اپنے گھروں سے اترتے۔ اور لوگوں کو دکھانے اور روکتے اللہ کی راہ سے۔ اور اللہ کے قابو میں سے جو وہ کرتے ہیں۔

۱۲ اس کا پہلی نام ابی تھا۔ مگر جب بنو زہرہ کو لوٹنے گیا تو کہا گیا انفس ہم (وہ ان کو واپس لے گیا) لہذا اس کو انفس کہنے لگے۔ طبقات ابن سعد اس کے اسلام میں اختلاف ہے۔ دیکھو اصحابہ فی تمییز الصحابہ

۱۲ طبقات ابن سعد مگر ضرب المثال لیبذاتی میں ہے۔ کہ ابوسفیان کا یہ خطاب بنو زہرہ سے تھا۔ اور اسی میں لکھا ہے۔ کہ یہ مثل سب سے پہلے ابوسفیان کی زبان سے نکلی تھی۔ بقول اسی سے ایسے مقام پر بلا جاتا ہے جہاں کسی شخص کی قدر تکفیر و تصفیہ منظور ہو۔

پیغام بھیجا تھا۔ غرض نبو نہ ہرہ اور نبو عدی کے سوا تمام قریش کے قبائل لڑائی میں شامل تھے۔
 مقام صفراء کے نزدیک وادی ذفران میں حضور اقدس کی خدمت میں حضرت جبریلؑ دو جماعتوں
 میں سے ایک کا وعدہ لائے۔ پس آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ اور پوچھا۔ کہ تم کیا چاہتے ہو غیر قافلہ
 یا نقیہ (گروہ قریش) مسلمان چونکہ محض قافلہ کے قصد سے نکلے تھے۔ تعداد بھی کم تھی۔ اور سامان جنگ
 بھی کافی نہ تھا۔ اس لئے ایک فریق اس حالت میں لڑائی سے ہچکچاتا تھا۔ وہ بولے۔ غیر۔ یہ سن کر حضور
 اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے۔ لہذا ابو بکر صدیقؓ نے کھڑے ہو کر تقریب کی اور خوب کہا پھر حضرت
 عمرؓ نے تقریب کی اور اچھی کی۔ پھر حضرت مقداد بن عمروؓ نے کھڑے ہوئے اور بولے کہ "یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ
 نے جو آپ کو بتایا ہے وہ کیجئے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نہیں کہتے جیسا کہ حضرت موسیٰ کی
 قوم نے کہا تھا۔ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا۔ بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں
 گے۔" یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے اور حضرت مقداد کے حق میں دعائے خیر فرمائی
 پھر آپ نے انصار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ مجھے مشورہ دو۔ انصار کی طرف اشارہ کی وجہ یہ تھی۔ کہ
 انہوں نے بیعت عقبہ کے وقت کہا تھا۔ "یا رسول اللہ! ہم آپ کے ذمام یعنی عہد سے بری ہیں۔
 یہاں تک کہ آپ ہمارے دیار میں پہنچ جائیں۔ جب آپ ہمارے دیار میں پہنچیں گے تو ہمارے امان و عہد

ملو سورہ انفال رکوع اول میں ہے كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيكِ بِالْحَقِّ وَبِهِ تَأْتُونَ بعض سے پانچویں آیت میں وَإِن
ضَرَبْنَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَمَنْ يَكْفُرُونَ کہ حال حقیقیہ سمجھ کر کہا ہے کہ نہ ناپہ سے نکلنے اور اس گروہ کے جی چرانے کا وقت ایک
 ہی تھا۔ اور ساتویں آیت وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ كِيَوْمَ تَأْتِي بَنِي سَعْدٍ وَأَخِيهِمْ وَرَبُّكَ میں سے ایک کا وعدہ بھی مدینہ
 ہی میں تھا۔ مگر دردمت نہیں۔ کیونکہ جبہ دران میں بقا حال حقیقیہ نہیں بلکہ مقدرہ ہے جیسا کہ نام کتب تفسیر میں مذکور ہے۔ اور
وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ كِيَوْمَ تَأْتِي بَنِي سَعْدٍ وَأَخِيهِمْ وَرَبُّكَ ہے اور اذ طرف سے فعل مضمر اذ کو واکانہ کہ اچھا جٹ گا۔ اس میں شک نہیں
 کہ نویں آیت وَإِذْ كُنْتُمْ خِيَلُونَ میں اور گیارہویں آیت وَإِذْ كُنْتُمْ خِيَلُونَ میں اذ بدل ہے اذ یعید کفر سے۔ پس
 بنا بر تقریب بعض مذکورہ خروج من البیت وعدہ اصری اللہ اذ یفیتین استغاثہ مسلمین بیتہ بخاری ہونا اور مدینہ کا بوسہ سب مدینہ ہی میں
 ہونا چاہئے۔ وھذا کما تری تفضیل کے لئے رسالہ عزرات النبی مؤلفہ فاک ریجھو۔ سے سیرت ابن ہشام۔
 سے صحیح بخاری۔ غزوہ بدر۔ باب قول اللہ تعالیٰ وَإِذْ كُنْتُمْ خِيَلُونَ رَبُّكَ الْآلِیہ سیرت ابن ہشام میں حضرت مقداد کی تقریب میں
 یہ بھی ہے۔ "تم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو جن دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ برگ النہاد کا قصد کریں گے۔ تو ہم تلوار
 چلائیں گے۔ یہاں تک کہ آپ دہاں پہنچ جائیں۔" بعض روایتوں میں یہی الفاظ حضرت سعد بن معاذ کی طرف منسوب ہیں۔ لیکن
 ہے۔ دونوں نے ایسا ہی کہا ہو۔ جب کہ ابن الدینہ کا قول ہے۔ رَمَحْمِ اسلطان لیا قوت الحری ایک النہاد کہ مشرفہ سے پانچ دن
 کی راہ، فقائے عین میں حبشہ کے مقابل ایک شہر ہے۔
لَهُ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا قائلہ قاعدون (۴) توجا اور تیرا رب دونوں لڑو ہم یہاں ہی بیٹھے ہیں۔
 سے سیرت ابن ہشام غزوہ بدر۔

میں ہوں گے۔ اور ہم آپ کی حمایت کریں گے۔ ہر ایسے امر سے کہ اس سے ہم اپنی اولاد اور خورتوں کی حمایت کرتے ہیں۔ چونکہ اس عبارت سے ایک طرح کا وہم ہوتا تھا۔ کہ انصار پر صرف مدینہ ہی میں حضور کی حمایت واجب تھی۔ لہذا آپ نے اس مقام پر محض ان کے حال سے استکشاف و استمراج کے لئے ایسا کیا۔ انصار نے جب حضور کا ارشاد سنا۔ تو حضرت سعد بن معاذ نے جو اکابر انصار میں سے تھے۔ ان سے جواب دیا: ہم آپ پر ایمان لائے ہیں۔ اور شاہد ہیں اس امر پر کہ جو کچھ آپ لائے ہیں وہی حق ہے اور اس تصدیق پر ہم نے آپ کو اپنی اطاعت کے عہد و موثیق دئے ہوئے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ جہاں چاہیں چلیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم، جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ اس مندر کو عبور کرنا چاہیں اور اس میں کود پڑیں تو بے شک ہم بھی آپ کے ساتھ اس میں کود پڑیں گے۔ اور ہم میں سے ایک بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہمیں یہ ناگوار نہیں۔ کہ کل کو آپ ہمیں ساتھ لے کر دشمن کا مقابلہ کریں۔ ہم لڑائی میں صابر اور دشمن کے مقابلے کے وقت صادق ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ مقابلے میں ہمارے ہاتھ سے آپ کو وہ دکھائے کہ جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ لہذا آپ ہم کو اللہ کی برکت سے لے چلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد کے اس قول سے خوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ اللہ کی برکت سے چلو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وہ باتوں (قافلہ و فوج قریش) میں سے ایک کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اللہ کی قسم! گویا میں قریش کی موت کی بگلیوں کو دیکھ رہا ہوں۔ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھنڈے تیار کئے۔ سب سے بڑا جھنڈا ہاجیر بن کاف کا تھا۔ جو حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ میں تھا۔ اور قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت جباب بن المنذر کے پاس تھا۔ اور قبیلہ اہل کا جھنڈا حضرت سعد بن معاذ نے اٹھایا ہوا تھا۔ مشرکین کے ساتھ بھی تین جھنڈے تھے۔ ایک ابو عزیب بن عمیر۔

لے سیرت ابن مشام غزوہ بدر سے قرآن کریم میں ہے۔

اور جب وعدہ کرتا ہے اللہ ایک کا دو جو عنقریب سے کہ یہ واسطے تمہارے ہے۔ اور تم دو دست رکھتے ہو یہ کہ بن شوکت والا ہی ہر دے واسطے تمہارے۔ اور اللہ جہاں ہے۔ کہ سچا کہے سچ کر اپنے کلاموں سے اور کائناتے چھپا کا خردوں کا۔

فَاذِئْبُوا كَمَا كَانُوا لِيُظَاهَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ يٰۤاٰتِيْنَ
الْحَاكِمِيْنَ وَتَوَدُّوْنَ اَنْ يَّجُوزُوْا بِالشُّوْكَهٖ
تَكُوْنُوْنَ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يَّجِيْزَ الْحَقَّ
بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعْ دَاۤيِرَ الْكٰفِرِيْنَ (انفال ۷)

حضور انہوں نے اس کا مطلب یہ تھا کہ کاررواں اور شکر قریش میں سے ایک کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اب قافلہ تیار

سے جاتا رہا۔ لہذا قریش گرفتار ہوں گے!

دوسرے انصاریوں نے حارث اور تیسرے اطلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ ۷ ماہ رمضان جمعہ کی صبح کو بدر میں قریب کے میدان میں اترے اور قریش دوسری طرف اترے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات علی و زبیر و سعد بن ابی وقاص کو مشرکین کا حال دریافت کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ قریش کے دو غلام کپڑے لائے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ صحابہ کرام نے ان غلاموں سے پوچھا۔ کیا تم ابوسفیان کے ساتھی ہو؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم تو قریش کے سے ہیں۔ قریش نے ہمیں پانی پلانے کے لئے بھیجا ہے۔ اس پر صحابہ کرام نے انہیں مارا۔ جب وہ دراز سے بے چین ہوئے۔ تو کہنے لگے۔ کہ ہم ابوسفیان کے ساتھی ہیں۔ اتنے میں حضرت نماز سے فارغ ہوئے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ "جب یہ تم سے بیچ بولے تم نے ان کو مارا۔ اور جب تم سے بھڑک بولے۔ تو ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ کی قسم! انہوں نے بیچ کہا۔ وہ قریش کے ساتھی ہیں۔" پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غلاموں سے قریش کا حال دریافت کیا انہوں نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم! یہ تو وہ ریگ جو نظر آ رہا ہے۔ اس کے نیچے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ قریش تعداد میں کتنے ہیں؟ وہ بولے۔ کہ ہمیں معلوم نہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ وہ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ایک دن دس اور ایک دن نو۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہزار اور نو سو کے درمیان ہیں۔ واقع میں وہ ساڑھے نو سو تھے۔ اور ان کے پاس سو گھوڑے تھے۔ پھر آپ نے پوچھا۔ سرداران قریش میں سے کون کون آئے ہیں؟ وہ بولے۔ عقبہ بن ربیعہ۔ شیبہ بن ربیعہ۔ ابو جہل بن ہشام۔ ابو لہب بن ہشام۔ حکیم بن حزام۔ نوفل بن خویلد۔ حارث بن عامر بن نوفل۔ طعیمہ بن عدی بن نوفل۔ انصاریوں نے حضور زبیر بن اسود۔ امیہ بن خلف۔ نبیہ و منبہ پسران بنی نضیر۔ سہل بن عمرو۔ عمرو بن عبدود۔ یہ سب حضور

لے قرآن کریم میں ہے۔
 إِذْ أَنْتُمْ نَوَافِلٌ يُدْعَوْنَ إِلَى الدِّينِ وَحُتِّمَ بِالْعُدُوَّةِ | جس وقت تم تھے درے کے ناکے پر اور وہ پرے کے
 الْقُصِيُّ وَالرَّكِبُ أَنْفَلْ مِنْكُمْ (انفال - ۸۱) | ناکے پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تم سے!
 یعنی مسلمان قریب کے میدان میں مدینے کی طرف گواترے اور کفار پرے کے پرندہ کی طرف اترے۔ سارے قافلہ
 مسلمانوں سے نیچے کی طرف ساحل سمندر کے قریب تھا۔
 سیرت ابن ہشام۔ مگر صحیح مسلم میں ایک غلام کا ذکر ہے۔ بظاہر حدیث مسلم کے راوی نے ایک ہی کے ذکر پر اختصار
 کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ ۱۲

نے اپنے اصحاب سے فرمایا: "لو انکم نے اپنے جگر پارے تمہاری طرف بھیج دیئے ہیں"۔ پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جلدی کوچی کر کے کوٹوں کی طرف آئے۔ اور جو کوآں بدر کے سب سے قریب تھا۔ اُس پر اترے۔ حضرت جہاب بن منذر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! جہاں آپ ہیں وہ اچھی جگہ نہیں۔ آپ ہمیں اس کوٹوں پر لے چلیں۔ جو قریش کے سب سے نزدیک ہو۔ میں بدر سے اور اس کے کوٹوں سے واقف ہوں۔ وہاں ایک میٹھے پانی کا کوآں ہے۔ جس کا پانی ختم نہیں ہوتا۔ ہم اس پر ایک حوض بنا لیں گے۔ اس میں سے پئیں گے۔ اور جنگ کریں گے۔ اور باقی کوٹوں کو بند کر دیں گے۔ تاکہ کفار کو پانی نہ ملے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جہاب کی رائے درست ہے۔ علاوہ ازیں جہاں مسلمان اترے ہوئے تھے۔ وہ نرم رینگی۔ زمین تخی جس میں آدمیوں کے پاؤں اور چو پاؤں کے کھر اور سُم دھنتے تھے۔ اور جہاں کفار ٹھہرے ہوئے تھے۔ انہوں نے وہاں گھوٹیں کھود لئے تھے۔ اور پانی جمع کر لیا تھا۔ مسلمانوں میں سے بعض کو غسل جنابت اور بعض کو وضو کی حاجت تھی۔ اور پیا سے تھے۔ پانی نہ ملتا تھا۔ پس شیطان نے ان کے دلوں میں یہ دوسوہ ڈالا۔ کہ تمہارا گمان ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ پیغمبر ہمارے درمیان ہیں اور ہم اللہ کے پیارے ہیں۔ حالانکہ مشرکین پانی پر قابض ہیں۔ اور تم جنب اور محدث ہونے کی حالت میں نمازیں پڑھتے ہو۔ پھر تمہیں کس طرح امید ہو سکتی ہے۔ کہ تم ان پر غالب آ جاؤ گے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر دی۔ جس سے ان کا رنج و تعب دُور ہو گیا۔ اور مینہ برس دیا۔ جس سے انہوں نے پیا۔ غسل کیا۔ اپنے چو پاؤں کو پلایا۔ اور مشکیں بھر لیں۔ اور ریت سخت ہو گئی جس پر چلنا آسان ہو گیا۔ اور کفار کی زمین کچر ہو گئی۔ جس پر چلنا دشوار ہو گیا۔ اس طرح دوسوہ شیطانی جاتا رہا۔ اور اطمینان حاصل ہو گیا۔

عرض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب وہاں سے چل کر کفار سے پہلے آب بدر پہنچ گئے۔ اور قریش کے سب سے قریب کوٹوں پر آئے۔ اور اس پر حوض بنا کر پانی سے پھر لیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِذْ یُنزِلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً یُّطَهِّرُ بِہِمْ وَیَذِیْبُ عَنْکُمُ
عَذْرَ الشَّیْطٰنِ وَیُطِیْقُ عَلٰی قُلُوْبِکُمْ وَیَلْبِسُ
وَعَلَمَ الْاَقْدَامِ

اور جس وقت بل دی تم پر جو تمہاری طرف سے کیسی کو اور اتار تم پر آسمان سے پانی کس سے تم کو پاک کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور تمہارے قلوب پر اور تمہارے قدموں پر۔ اس کے سبب تمہارے قدم

اور وہ سب کو ڈول کو بند کر دیا۔ پھر حضور اقدس کے لئے اونچی جگہ پر ایک عرش کھجور کی شاخوں کا
 سا بنایا گیا۔ اور حضرت بذاتِ خود معرکہ کی جگہ پر تشریف لائے گئے۔ اور دستِ مبارک کے
 اشارے سے فرماتے تھے کہ یہ فلاں کافر کے مارا جانے کی جگہ ہے۔ اور یہ فلاں کافر کے قتل ہونے
 کی جگہ ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا تھا۔ لڑائی میں ویسا ہی وقوع میں آیا۔ ان میں سے کسی نے
 بھی اشارے کی جگہ سے سر مُرتجا و زندہ کیا۔ یہ سب کچھ جمعہ کی رات بتائیں، ۱۷ ماہ رمضان المبارک
 واقع ہوا۔ کفار کچھڑ کے سبب سے اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکے۔ حضرت مع صدیق اکبر عرش
 میں داخل ہوئے۔ یاغناہ بہاں بھی عرش کے اندر اپنے آقائے نامہ کی حفاظت کے لئے شمشیرِ بزمینہ
 علم کئے ہوئے تھا۔ اور روانہ سے پر حضرت سعد بن معاذؓ کو آگے لٹکاتے پہرہ دے رہے تھے۔
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات بیدار اور مصروفِ دعا رہے۔ صبح ہوئی۔ تو لوگوں کو
 نماز کے لئے آواز دی۔ اور نماز سے فارغ ہو کر جہاد پر دوغظ فرمایا۔ پھر آپ صفا آرائی میں مشغول
 ہوئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک تیر کی لکڑی تھی۔ جس سے کسی کو آپ اشارہ فرماتے کہ آگے
 ہو جاؤ اور کسی سے ارشاد فرماتے تھے کہ پیچھے ہو جاؤ۔ چنانچہ حضرت سواد بن غزیہ انصاری جو صفا
 آ سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ حضور اقدس نے اس لکڑی سے ان کا پیٹ کھٹو کا دیا اور فرمایا
 استودیا سواد راے سواد برابر ہو جاؤ، حضرت سواد نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ نے مجھے
 ضرب شدہ بد لگائی ہے۔ واللہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف کے ساتھ بھیجا ہے۔ آپ
 مجھے قتل فرما دیں۔ یہ سن کر حضور نے اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا۔ اور فرمایا۔ اپنا قصاص لے لو
 اس پر حضرت سواد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے لپیٹ گئے۔ اور آپ کے شکم مبارک کو
 بوسہ دیا۔ حضور نے پوچھا۔ اے سواد! تو نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت سواد نے عرض کی۔
 یا رسول اللہ! موتِ حافری سے۔ میں نے چاہا۔ کہ آخر تم میں میرا بدن آپ کے بدنِ اطہر سے مس کر
 جائے۔ پھر آپ نے اس کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اور اس نے معاف کر دیا۔ اسی آئینہ میں

۱۷ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحوالہ سند بزار مت۔

۱۸ منتخب کنز العمال بروایت ابن عساکر۔

۱۹ سیرت ابن ہشام۔ غزوة بدر بروایت ابن اسحاق۔

مشرکین بھی نمودار ہوئے۔ حضور اقدس نے ان کی تعداد کثیر دیکھ کر یوں دعا فرمائی: **یا اللہ!**
یہ قریش فخر و تکبر کرتے آ پہنچے ہیں۔ اور چاہتے ہیں۔ کہ تیرے ساتھ جنگ کریں۔ اور تیرے
رسول کو جھٹلائیں۔ اسے خدائیں اس نصرت کا منتظر ہوں۔ جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔
جب سرحد فریق صفت آگئی کر چکے۔ تو قریش نے عمیر بن وہب حاجی کو لشکر اسلام کی تعداد معلوم
کرنے بھیجا۔ وہ لشکر اسلام میں آیا۔ اور دیکھ بھال کے بعد واپس جا کر کہنے لگا: **مسلمان کم و بیش تین سو**
ہیں۔ اومان کے ساتھ شراونٹ اور دو گھوڑے ہیں۔ اسے روہ قریش میں دیکھا۔ کہ ان کے
اڑیوں کے پالان موتوں کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ پشرب کے آب کش اور نہ ہر قافل سے لے ہوئے
ہیں۔ ان کو اپنی تلواروں کے صوا اور کوئی پناہ نہیں۔ وہ گونگے ہیں۔ کلام نہیں کر سکتے اور سانپوں
کی طرح نہ بایں منہ سے نکالتے ہیں۔ اللہ کی قسم۔ میری رائے میں ان میں سے ایک شخص بھی قتل نہیں
ہو سکتا۔ تا وقتیکہ تم میں سے ایک کو قتل نہ کر لے۔ پس جب وہ تم میں سے اپنی تعداد کے برابر قتل کر دیں گے
تو اس کے بعد تمہارا جینا کیسا ہوگا۔ اس لئے تم آپس میں مشورہ کر لو۔ جب حکیم بن حزام نے یہ سنا۔
تو عقبہ بن ربیعہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا۔ اسے ابو الولید! تو قریش کا سردار ہے۔ کیا تو چاہتا ہے
کہ آخر زمانے تک دنیا میں تیرا ذکر خیر رہے؟ وہ بولا۔ پھر میں کیا کروں؟ حکیم نے کہا لوگوں کو واپس
لے جا اور اپنے حلیف عمرو بن حضرمی کا خون بہا اور اگر دے۔ عقبہ نے کہا بے شک وہ میرا حلیف
رہتا۔ اس کا خون بہا اور اس کا نقصان مال جو ہوا۔ وہ صعب میرے ذمہ ہے۔ تو ابن الخطاب نے بھل
کے پاس جا۔ کیونکہ وہی ہے۔ جس کی طرف سے مجھے اندیشہ ہے۔ کہ لوگوں میں لڑائی گرا دے۔ پھر
عقبہ نے کھڑے ہو کر یوں تقریر کی: **اے گروہ قریش! تمہیں محمد اور اس کے اصحاب کے ساتھ لڑنے**
سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کی قسم۔ اگر تم محمد کو قتل کرو گے تو تم میں سے ہر ایک کو ان میں اپنے چھیرے
بھائی کے قابل یا مومن زاد بھائی کے قاتل یا اپنے خاندان کے کسی شخص کے قاتل کا۔ ہر وقت پکھنا
پڑیگا۔ اس لئے لوٹ چلو۔ اور محمد اور باقی عرب کو خود آپس میں سمجھ لینے دو۔ حکیم مذکورہ کا بیان ہے
کہ میں ابوہبل کے پاس گیا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ ابوہبل نے نہ وہ دن میں سے اپنی نہ نکالی ہوئی ہے۔
اسے ذیتوں کے تیل کی چھبکسل۔ یا ہے۔ میں نے کہا۔ اسے ابو حکم! عقبہ نے مجھے ایسا ایسا کہہ کر

۱۰ طبقات ابن ہشام۔ غزوہ بدر۔

تیرے پاس بھیجا ہے۔ ابو جہل نے کہا: خدا کی قسم! محمد اور اس کے صحابہ کو دیکھ کر اس کا سینہ پھول گیا ہے (یعنی بزدل ہو گیا ہے) خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے اور محمد کے درمیان فیصلہ کر دے۔ عقبہ بزدل تو نہیں ہے۔ مگر اس نے دیکھا۔ کہ محمد اور اس کے صحابہ چند اونٹوں کا گوشت کھانے والے ہیں۔ اور ان میں اس کا بیٹا ابو ذریف ہے۔ اس کے بارے میں وہ تم سے ڈر گیا ہے! پھر ابو جہل نے عامر بن حضری کو کہلا بھیجا کہ تیرا حلیف عقبہ چاہتا ہے۔ کہ لوگوں کو ہٹالے جاوے۔ اور تو قصاص چاہتا ہے۔ اس لئے اٹھ۔ اور اپنے بھائی کا قصاص اور غنیمت جان یاد دلا۔ اس پر عامر مذکور اٹھا اور اپنے چتر بٹنگے کر کے چلتا یا و اعمرہ و اعمرہ۔ یہ دیکھ کر لوگوں کی رائے بدل گئی۔ جب عقبہ کو معلوم ہوا۔ کہ ابو جہل نے اس کی نسبت یہ الفاظ اللہ کی قسم اس کا سینہ پھول گیا ہے، کہے ہیں۔ تو بولا: "وہ حلقہ دبزد کے ہوئے جلدی جان لے گا۔ کہ کس کا سینہ پھول گیا ہے میرا یا اس کا؟" یہ کہہ کر عقبہ نے اپنے سر کے لئے خود طاب کی۔ مگر اس کی کسو پڑی اتنی بڑی تھی کہ تمام لشکر میں ایسی خود نہ ملی۔ جو اس کے سر پر ٹھیک آجائے۔ اس لئے اس نے چادر سے اپنا سر ڈھانپ لیا۔ اس طرح قبیلہ امادہ جنگ ہو گئے۔ عقبہ نے عمیر بن وہب سے کہا کہ جنگ کرو۔ اس لئے وہ سو سو ار لے کر حملہ آور ہوا۔ مسلمان اپنی صف پر قائم رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میری اجازت کے بغیر لڑائی نہ کرنا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر نیند طاری ہو گئی۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! فریش ہم پر آپ سے میں۔ حضور بیدار ہو گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس خواب میں قبیلہ تمور سے دکھائے۔ اگر بہت دکھانا تو مسلمان تعداد کثیر کا نام سن کر ڈھبائے۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو دیکھئے۔ کہ میدان جنگ میں الحاق حرب سے پہلے مسلمانوں

۱۔ طبقات ابن سعد غزوة بدر

۲۔ ابو جہل لعین کے حلقہ دبزد پر ایک برص کا داغ تھا۔ جسے وہ زعفران لگا کر نہ رو رکھا کرتا تھا۔ سیرت ابن ہشام۔

۳۔ درنستور لیسوی محمدیہ دراصل یہ تھی۔ جزیرہ ثالث صفحہ ۱۶۷

۴۔ قرآن کریم میں ہے۔

اذْیُرِیْکُمْ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِکُمْ قَلِیْلًا ۚ وَاِنَّا لَنَکُمُّ

کَثِیْرًا ۚ لَنَفِیْئِیْنُمْ ۚ وَتَنَزَّلُ عَلَیْهِ فِی الْاَمْرِ وَاَلِیْقَ اللّٰهُ

مَسْمُورًا ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۙ (انفال ۷)

جب اللہ نے ان کو دکھایا تیرے خواب میں تمور سے۔ اگر وہ تم کو

بہت دکھاتا۔ تو تم لوگ ناموسی کرتے اور بھگدڑا لٹے کام میں بیٹھ

اللہ نے پچالیا۔ اس کو معلوم ہے جو بات ہے دلیل میں۔

جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو بھیجا ہے۔ کیونکہ وہ باطل لائے ہیں تاکہ اللہ کے نور کو بجھائیں۔" پس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک پر بطور نشان شتر مرغ کا پر تھا، اور علی بن ابی طالب اور عبید بن مطلب بن عبد مناف دشمن کی طرف بڑھے۔ اور ان کے سروں پر خود تھے۔ عقبہ نے کہا: تم پر تو تاکہ ہم پہچان لیں۔" حضرت حمزہ نے کہا: "میں حمزہ بن عبدالمطلب مشیرِ خدا اور شیرِ رسول ہوں، عقبہ! یہ اچھا جڑ ہے۔ میں علیؑ کی طرف بڑھے۔ اور ایک نے دوسرے پر مارا۔ مگر حضرت علی نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر عقبہ اٹھا حضرت حمزہ اس کی طرف بڑھے اور اسے قتل کر دیا۔ پھر شیبہ اٹھا۔ حضرت عبید بن جراح اس وقت عمر میں سب سے بڑے تھے۔ اس کی طرف بڑھے۔ شیبہ نے تلوار کی بجائے حضرت عبیدہ کے پل پر ماری۔ جو پینڈی کے گوشت پر لگی۔ اور اسے کاٹ دیا۔ پھر حضرت حمزہ اور حضرت علی شیبہ پر حملہ آور ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ کو اٹھا کر دنور اقدس سے اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لائے۔ حضرت عبیدہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا میں شہید نہیں؟" حضور نے فرمایا: ہاں۔" پھر حضرت عبیدہ نے کہا: اگر اب طالب اس حالت میں مجھے رکھتا۔ تو مان ہوتا کہ میں اس کی نسبت اس کے شرفِ اولیٰ کا زیادہ مستحق ہوں۔"

وَسَلَّمَ حَتَّى نَهَى رَجُلًا حَوْلَهُ | ہم محمد کو حوالہ نہ کریں گے یہاں تک کہ ان کے گرد لوگ نہ رہ جائیں
وَنَزَلَ عَنْ ابْنِ نَمْرٍ وَالْحَلَّاسِ | اور اپنے پیشوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔

یہ سب کچھ ہر دو فرج کے اجتماعی حملہ سے پہلے توغ میں آیا۔ پھر دونوں فرجوں کے مقابلہ کے لئے نزدیک ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکہ کبیر فرمادی کہ میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کرو۔ اگر دشمن تمہیں آگیرے۔ تو نیزوں سے اسے دھڑکھو۔ اہل اسلام نے جب جنگ سے چارہ نہ دیکھا تو اپنی تعداد کی کمی اور دشمن کی کثرت دیکھ کر خدا سے دعا کرنے لگے۔ حضرت بھی صفیں درست کرنے کے بعد پیش میں تشریف لے آئے۔ غزہ میں بجز بار بار آپ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ اس وقت حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول کو ثابت کیا ہے۔ کہ سنن ابی داؤد میں بروایت حضرت علی وارد ہے۔ کہ حضرت عبیدہ اور ولید میں مقابلہ ہوا۔ اور حضرت علی کا مقابلہ شیبہ سے ہوا۔

۱۰ ان پھر حضرت حمزہ۔ حضرت علی۔ حضرت عبیدہ۔ بن حارث۔ عقبہ۔ شیبہ۔ ولید بن عقبہ کے بارے میں سورہ حج کی یہ آیت نازل ہوئی۔ هٰذَا اَنْ خَصَمِنِ اَخْتَصِمُوا فِى رَهْمٍ رَّحِيْمٍ غَارِى - تفسیر سورہ حج۔

قبلہ رو ہو کر بیل دست بردا ہوئے۔ یا اللہ! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اُسے پورا کر۔ یا اللہ! تو نے جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا کر۔ یا اللہ! اگر تو مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دے گا۔ تو روئے زمین پر نہ تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ حضور نے دعائیں اتنا الحاح کیا۔ کہ پادریشانہ مبارک سے گر پڑی۔ حضرت صدیق اکبر نے پادری اٹھا کر شانہ مبارک پر ڈال دی۔ پھر آپ کا دست مبارک پکڑ لیا۔ اور عرض کیا: یا نبی اللہ! آپ کو اپنے پروردگار سے اتنی ہی درخواست کافی ہے۔ جو اُس نے آپ سے وعدہ کیا ہے۔ وہ جلدی پورا کر دے گا۔ عیش ہی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غمزدگی طاری ہوئی۔ جب بیدار ہوئے تو فرمایا۔ ابو بکر! بشارت ہو۔ اللہ کی نصرت آپہنچی۔ حضرت جبرئیل گھوڑے پر سوار باگ پکڑے آئے ہیں۔ اور ان کے دندان پیشین پر غبار ہے۔ اس انعام کو اللہ تعالیٰ یوں بیان فرماتا ہے۔

اِذْ تَسْتَعْجِلُوْنَ رَبَّكُمْ فَاَسْتَجَابَ لَكُمْ رَبِّيْ ۙ كَلِمًا مِّنْ مَّيْمَنَةِ كَمَا يَلْفُظُ مِنَ الْمَلِكِ مِمَّنْ ذُو قُوَّةٍ (انفال - ۱۷) مدد بھیجوں گا ہزار فرشتے لگانے والے۔

پہلے ہزار فرشتے آئے۔ پھر تین ہزار ہو گئے۔ بعد ازاں بصورت صبر و تقویٰ پانچ ہزار ہو گئے۔ شیطان نے جو بصورت سرائے کفار کے ساتھ تھا۔ جب یہ آسمانی مدد دیکھی تو اپنی جان کے ڈر سے بھاگ گیا۔

اللَّهُمَّ انجز لي ما وعدتني اللهم ان تصدقني هذا العصابة من اهل الاسلام لا تعبد في الامم من ربي محمد صلى الله عليه وسلم باب الامداد بالملائكة في غزوة بدر و يا حنة الغنائم
 اس خطابی فرماتے ہیں۔ کہ اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ حضرت صدیق اکبر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اس حالت میں: صفا اتنی پر زیادہ اٹھاتا تھا۔ کیونکہ یہ قطعا ناجائز ہے۔ بلکہ صفیر نے اپنے اصحاب پر شفقت اور ان کے دلوں کی تقویت کے لئے ایسا کیا۔ اس لئے یہ دشمن کے ساتھ بیلا مقابلا تھا۔ لہذا دعائیں الحاح فرمایا۔ کہ ان کے دل کو تسکین حاصل ہو۔ کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ حضور کا سید قبول اور ان کی دعا مستجاب ہے۔ پس حضرت صدیق اکبر کو توت و دلمانیت قلبی سے معلوم ہو گیا کہ حضور کی دعا قبول ہوئی۔ تو انہوں نے عرض کی کہ بس یہ کافی ہے۔ یعنی شرح بخاری۔
 اللہ قرآن کریم میں ہے۔

جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو۔ کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہاری مدد بھیجے رب تمہارا میں نے اپنے فرشتے آسمان سے اتارے۔ البتہ اگر تم کو میرے وہ ہول پر ہرگز ہی کہ تم۔ اور وہ آدیں تم پر اس دم تمدن تھے رب تمہارا پانچ ہزار فرشتے ہے جو تمہارے گھوڑوں پر۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّكْسِبُ كُلُّكُمْ اَنْ يُجِدَ كُفْرًا ۙ رَبَّكُمْ بِغَيْبَتِ الْاٰلِئِ مِنْ اَلَيْكَةِ مَلٰٓئِكَةٍ ۙ عَلٰى اَنْ تَضُرُّوْا وَتَقْتُلُوْا اَوْ يٰۤاَلُوْكُمْ مِنْ ذُوِيْ اَرْحَامٍ ۙ هٰذَا اَمْرٌ اَبَدٌ ۙ وَكَلِمَةٌ بِكُمْ بِخَمْسَةِ اَلٰٓئِ مِنْ اَللّٰهِ ۙ فَسُوِّمُوْنَ (آل عمران - ۲۰)

پس جب میں نے تمہیں دونوں میں۔ انا پھر اپنی اڑوں پر۔ اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں۔ میں دیکھتا ہوں جو تمہیں پھینکتے ہیں۔ درنا ہوں اللہ سے اور اللہ تمہارا رب ختم ہے۔

فَلَمَّا تَرٰٓتْ اٰيٰتِنَا نَكَصَتْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ رَبِّيْ يَبْرئُ مِنْكُمْ اِنِّيْ اَبْرئُ مِنَ اللّٰهِ ۙ وَاللّٰهُ عَزِيزٌ ۙ الْعَاقِبَةُ (انفال - ۱۷)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکریوں کی معنی لے کر کفار کی طرف پھینک دی۔ کوئی مشرک ایسا نہ تھا۔ جس کی آنکھ میں کنکریاں نہ ہوں۔ اب حضور نے حلد اجتماعی کا حکم دیا۔ گھمسان کے معرکہ کے وقت اللہ تعالیٰ نے کفار کو مسلمان اپنے سے دو چہند دکھائے۔ جس سے ان پر رعب طاری ہو گیا۔ قتل کا بازار گرم ہوا۔ فرختے نظر نہ آتے تھے۔ مگر ان کے افعال نمایاں تھے۔ کہیں کسی مشرک کے منہ اور ناک پر کوڑے کی ضرب کا نشان پایا جاتا۔ کہیں بے تلواریں سر کٹتا نظر آتا کہیں آواز آتی۔ اقدام حیروم۔ آخر کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزیش سے ننگی نکلے۔ کئے یہ پکارے ہوئے نکلے۔ تَبِيعَهُمْ مِنَ الْجَنَّةِ وَتُؤْتُونَ الدُّبُرَ قَرْمًا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ ”مجھے معلوم ہے۔ کہ بنو ہاشم وغیرہ میں سے چند لوگ بحیرہ الکراہ کفار کے ساتھ شامل ہو کر یہاں آئے ہیں۔ جو ہم سے روٹنا نہیں چاہتے۔ اگر ان میں سے کوئی تمہارے مقابل آجائے۔ تو تم اُسے قتل نہ کرو“ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے نام بھی بتا دیئے تھے۔ ازبجہ ابو بختری عاص بن ہشام تھا۔ جو کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی اذیت نہ دیا کرتا تھا۔ ابو بختری کے ساتھ جنادہ بن لیث بھی اس کا مددگار تھا۔ مجذوبہ بن زیاد کی نظر جو ابو بختری پر پڑی۔ تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہ بہیر تیرے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس لئے تمھے چھوڑتا ہوں۔ ابو بختری نے

لہ اس کی نسبت قرآن مجید میں وارد ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ | اور تو نے نہیں پھینکی تھی فاکل جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی۔

لے پناہ قرآن کریم میں ہے۔

قُلْ كَانَ كُفْرًا بَيْنَ النَّاسِ فَتَنَّا فِيهَا قَوْمًا لِّلَّذِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُمْرًا كَافِيًّا لِّيُرَوْهُمْ مِمَّا كَانُوا فِي السَّبِيلِ ۚ وَاللَّهُ يُوَدِّعُ الْبَاطِلَ ۚ لِيُذَاقَ لَعْنَةَ الْآوَّلِي الْأَبْصَارِ (آل عمران ع)

ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نوزد دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج بے لڑائی ہے لاسکی راہ میں اور دوسری منکر ہے دیکھتے تھے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے دو برابر صریح آنکھوں سے۔ اور اللہ نوزد دیتا ہے اپنی مدد کا جس کو چاہے۔ اس میں عبرت ہے آنکھ والوں کے لئے۔

سے جیزوم حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے۔ یعنی اسے جیزوم آگے بڑھو۔ لہ ترجمہ رشتاب شکست گھاڑے گی جماعت اور بجائیں گے پیٹھے سے کہ تھی۔ اس آیت میں نبوت کا ایک نشان ہے کیونکہ کہ مشرفیں نازل ہوئی۔ جس میں پہلے یہ بتایا گیا تھا۔ کہ کفار کو ہزیمت ہوگی۔ ۵۰ ہیرت ابن ہشام۔ نوزدہ بند۔

کہا۔ میرے رفیق کو بھی۔ مجذّر نے کہا۔ اللہ کی قسم! ہم تیرے رفیق کو نہیں چھوڑنے کے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فقط تیرے چھوڑنے کا حکم دیا ہے۔ ابوالبختری نے کہا۔ عتب اللہ کی قسم میں اور وہ دونوں جان دیں گے۔ میں مکہ کی عورتوں کا یہ طعن نہیں سن سکتا۔ کہ ابوالبختری نے اپنی جان چرانے کے لئے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ جب مجذّر نے حملہ کیا۔ تو ابوالبختری بھی یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔

لن یسلم ابن حویۃ من مہیلہ | شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا
حتی یموت ادری سبیلہ | جب تک مرزہ جائے۔ یا اپنے رفیق کے بچاؤ کی راہ نہ دیکھ لے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے اسی امیہ کے غلام تھے۔ امیہ ان کو اذیت دیا کرتا تھا۔ تاکہ اسلام چھوڑ دیں۔ مکہ کی گرم ریت میں بیٹھ کے بل لگا کر ایک بھاری پتھر ان کے سینہ پر رکھ دیا کرتا تھا۔ پھر کہا کرتا تھا۔ تمہیں یہ حالت پسند ہے یا ترک اسلام؟ حضرت بلالؓ اس حالت میں بھی اعدا اعد پکارا کرتے تھے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کسی زمانہ میں مکہ میں امیہ سے معاہدہ کیا تھا۔ کہ وہ مدینہ میں آئے گا۔ تو یہ اس کی جان کے ضد من بول گئے عہد کی پابندی کو ملحوظ رکھ کر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے چاہا کہ وہ میدان جنگ سے بچ کر نکل جائے۔ اس لئے اس کو اور اس کے بیٹے کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھے۔ اتفاق یہ کہ حضرت بلال نے دیکھ لیا۔ اور انصار کو خبر کر دی۔ لوگ بفتہ ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ لوگوں نے اُسے قتل کر دیا۔ لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی۔ اور امیہ کی طرف بڑھے۔ امیہ چونکہ جسیم و ثقیل تھا۔ اس لئے حضرت عبدالرحمن نے کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ وہ لیٹ گیا۔ تو آپ اُس پر پھاگئے تاکہ لوگ اس کو مارنے نہ پائیں۔ مگر لوگوں نے حضرت عبدالرحمن کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمن کی بھی ایک ٹانگہ زخمی ہوئی۔ اور زخم کا نشان بدنوں باقی رہا۔

جب میدان کا زار سرد ہو گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایسا کون ہے۔ جو ابو جہل کی خبر لائے۔ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن مسعود گئے۔ اور اُسے اس حال میں پایا۔ کہ عفرات کے

۱۰ صحیح بخاری کتاب الوکالۃ۔

بیٹوں معاذ اور معوذ نے اسے ضرب شمشیر سے گرایا ہوا تھا۔ اور اس میں ابھی رت حیات باقی تھا۔ حضرت ابن مسعود اس لعین کے سینے پر پیچھ گئے۔ اور اس کی ناپاک دائرہ بھی بکیر کر کہا۔ کیا تو اب جہل ہے؟ بتا آج تجھے اللہ نے رسوا کیا؟ اُس لعین نے جواب دیا: ”رسوا کیا کیا؟ تمہارا مجھے قتل کرنے سے زیادہ نہیں۔ کہ ایک شخص کو اُس کی قوم نے قتل کر ڈالا۔ کاش مجھے کسان کے سوا اور کوئی قتل کرتا!“ اس جواب میں اس لعین کا تکبر اور انصاف کی تحقیر پائی جاتی ہے۔ کیونکہ حضرت معاذ اور معوذ بانصاف میں سے تھے۔ اور انصاف کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے۔ پھر حضرت ابن مسعود نے اس لعین کا کام تمام کر دیا۔ اور یہ خبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔ حضور نے یہ سن کر تین بار اللہ الذی لا الہ الا اللہ پڑھا جو تھنی بارہ یوں فرمایا اللہ اکبر الحمد للہ الذی صدق وعدة و نصرا الاحزاب و حرة۔ پھر آپ حضرت ابن مسعود کو ساتھ لے کر اس لعین کی لاش کے پاس تشریف لے گئے۔ اور یہ دیکھ کر فرمایا: ”یہ اس امت کا فرعون ہے۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے فارغ ہو کر حضرت زید بن عاصی کو اس فتح کی خوشخبری دینے کے لئے مدینہ میں بھیجا۔ اور اسی غرض کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو اہل عالیہ و مدینہ کی بالائی آبادی کی طرف بھیجا۔ جب حضرت زید مدینہ میں پہنچے۔ تو تفریح میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر رہے تھے۔

اس جنگ میں مسلمانوں میں سے صرف چودہ شہید ہوئے جن کے اسمائے مبارک یہ ہیں:-
 حضرت بلیدہ بن عاصی بن مطلب بن عبد مناف۔ حضرت عمیر بن ابی وقاص۔ حضرت ذوالشمالین۔
 عمیر بن عبد عمرو بن نضدہ۔ حضرت عاقل بن ابی بکیر۔ حضرت مہجع مولیٰ عمر بن الخطاب۔ حضرت صفوان بن یرضار (یہ چھ مہاجرین میں سے ہیں) حضرت سعد بن زینبہ۔ حضرت بلشمر بن عبد المند۔ حضرت عاصی بن سراقہ۔ حضرت عوف و معوذ سپران عفرار۔ حضرت عبید بن عامر۔ حضرت رافع بن معاذ۔ حضرت زید بن عاصی بن نسیم (یہ آٹھ انصاریں سے ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ مشرکین میں سے رتر مقتول اور رتر گرفتار ہوئے۔ منجملہ مقتولین یہ ہیں۔ شیبہ بن ابی بکر۔ عتبہ بن ربیعہ۔ ولید بن عتبہ

لہذا اس لعین کا مطلب یہ تھا۔ کہ تمہارا مجھے قتل کرنا ایسا ہے۔ جیسا کہ ایک شخص کو اس کی قوم قتل کر دے۔ پس اس میں نہ تمہیں کوئی غم ہے اور نہ مجھے کوئی عار ہے۔

عاص بن معبد بن عاص - ابو جہل بن ہشام - ابو الجحزی - حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب - عمارت
 بن عامر بن نوفل بن عبد مناف - طعیہ بن عدی - زعمہ بن اسود بن مطلب - نوفل بن خزیمہ - عاص بن
 ہشام بن مغیرہ جو حضرت عمر فاروق اعظم کا مہمان تھا - امیہ بن خلف - علی بن امیہ بن خلف - حنبلہ بن
 حجاج - معبد بن وہب - اور منجملہ اسیران یہ ہیں - نوفل بن عمارت بن عبدالمطلب - عباس بن
 عبدالمطلب - عقیل بن ابی طالب - ابو العاص بن زبیر - عدی بن خیبار - ابو عزیز بن عمیر علیہ السلام
 بن مغیرہ - عبد اللہ بن ابی بن خلف - ابو عزیز عمر بن عبد اللہ حمیمی شاعر - وہب بن عمیر بن وہب
 حمیمی - ابو دوداعہ بن ضبیرہ سہمی - سہیل بن عمرو عامری ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مشرکین مقتولین میں سے چوبیس روزہ ساکی لاشیں ایک
 گڑھے میں ڈال دی گئیں - جس میں مردار پھینکا کرتے تھے - امیہ بن خلف جو زرہ میں پھول گیا تھا -
 اس پر جہاں وہ پڑا تھا وہیں مٹی ڈال دی گئی - اور باقی لاشوں کو اور جگہ پھینک دیا گیا ۔
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف تھی - کہ جب دشمن ہارنے پاتے - تو تین دن میدان جنگ
 میں قیام فرماتے - چنانچہ بدر میں بھی تیسرے روز سوار ہو کر مقتولین کے گڑھے پر تشریف لے گئے اور ان سے بول
 خطاب فرمایا : اے بیٹے فلاں کے - اے فلاں بیٹے فلاں کے - کیا اب تم میں تمنا ہے - کہ اللہ اور اللہ کے رسول
 کی اطاعت کرتے ہو کچھ ہمارے پرہیزگار نے تم سے وعدہ فرمایا تھا تم نے اُسے سچ پایا - کیا تم نے بھی اُسے جو
 تمہارے پرہیزگار نے تم سے وعدہ کیا تھا - سچ پایا ؟ یہ دیکھ کر حضرت عمر فاروق نے عرض کیا "یا رسول اللہ آپ
 اللہ کے رُوحِ جموں سے کیا خطاب فرما رہے ہیں ؟" اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا -
 "تم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے - تم میری بات کو ان سے زیادہ نہیں سنتے"۔
 پھر جناب رسالت تاب علیہ الوفاء التخییر والصلوٰۃ منظر و منصور اسیران جنگ اور غنائم
 کے ساتھ مدینہ کو واپس ہوئے ۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام صفراء میں پہنچے - جو بدر سے ایک منزل ہے - تو آپ نے

۱۔ صحیح بخاری - کتاب المغازی - باب قتل ابی جہل -

۲۔ اس سے سماع مواتے ثابت ہے - اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو کتاب البرزخ مؤلفہ خاکسار دیکھو ۔

نظامِ غنیمت مجاہدین میں برابر تقسیم فرمادی۔ اسی مقام پر حضرت عبیدہ بن حارث نے جو کاپائے مبارک کٹ گیا تھا۔ وفات پائی۔ صفراء ہی میں نصر بن حارث کو قتل کر دیا گیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر جب عرقِ الطیبہ میں پہنچے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عقبہ بن معیط قتل کر دیا گیا۔ مدینہ میں اس فتح کی اتنی خوشی تھی۔ کہ لوگوں نے مبارکباد کہنے کے لئے حضور اقدس کا مقام روہا میں استقبال کیا۔ اسیرانِ جنگ جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دن بعد مدینہ میں پہنچے۔ آپ نے ان کو صحابہ میں تقسیم کر دیا تھا۔ اور تاکید فرمادی تھی۔ کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ چنانچہ ابو عزیز بن عمیر کا بیان ہے۔ کہ جب مجھے بدر سے لائے۔ تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ وہ صبح یا شام کا کانا لاتے۔ تو روٹی مجھے دیتے۔ اور خود کھجوریں کھاتے ان میں سے جس کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آتا۔ وہ میرے آگے رکھ دیتا۔ مجھے شرم آتی۔ میں اُسے واپس کہتا مگر وہ مجھ ہی کو واپس دیتا اور ہاتھ نہ لگاتا۔

جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے۔ ان کو کپڑے دلوائے گئے۔ حضرت عباس چونکہ دراز قد تھے کسی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک نہ آتا تھا۔ عبداللہ بن ابی رہیس المنافقین نے جو حضرت عباس کا ہم قدر تھا۔ اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔ صحیح بخاری میں سفیان بن عیینہ کا یہ قول منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کو گرفتار سے نکلوا کر جو اپنا کرتہ اپنایا تھا۔ وہ اکثر کے نزدیک اسی احسان کا معاوضہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! آپ کی قوم لوہا پکا قید ہیں۔ انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ ان سے فدیہ لیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو اسلام کی توفیق دے۔" حضرت فاروق اعظم نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میری تو وہ رائے نہیں جو ابو بکر کی ہے۔ بلکہ میری رائے تو یہ ہے۔ کہ آپ

لے غنیمت کے بارے میں مجاہدین میں بھگدو ہوا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے قیل اَلَا نَقَالَ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ الْاٰیۃ نازل فرمائی اور تقسیم کا معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا۔ پس حضور بابی ہود امی نے برابر تقسیم فرمائی۔

۱۰ سیرت ابن ہشام - ۱۱ سیرت ابن ہشام - غزوة بدر

۱۲ صحیح بخاری - کتاب الجنائز - باب ھل ینخرج المیت من القبر واللحم لعلہ

۱۳ صحیح مسلم - باب الاداء بالملکۃ فی غزوة بدر و اباحتہ الغنائم -

ان کو ہمارے حوالے کر دیں۔ تاکہ ہم ان کو قتل کر ڈالیں مثلاً عقیل کو حضرت علی کے حوالہ کر دیں اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں،“ حضرت زین العابدین نے حضرت صدیق اکبر کی رائے پر عمل فرمایا۔

قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ حسب استطاعت ایک ہزار دینہم سے چار ہزار دینہم تک تھا جن کے پاس مال نہ تھا۔ اور وہ لکھنا جانتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا فدیہ یہ تھا۔ کہ انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا سکھادے۔ چنانچہ زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سکھا دیا۔ بعضوں مثلاً ابوہریرہ صحیحی شاعر کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی چھوڑ دیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک شخص سہیل بن عمرو تھا۔ جو عام مجبوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر بن الخطاب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے۔ کہ میں سہیل کے دندان پیشین اکھاڑ دوں۔ اور اس کی زبان نکال دوں۔ پھر وہ کسی جگہ آپ کے خلاف تقریر نہ کر سکے گا۔ حضور نے فرمایا: ”میرا اس کا عضو نہیں بگاڑتا۔ ورنہ خدا اس کی جزا میں میرے اعضا بگاڑ دے گا۔ گو میں نبی ہوں۔“

حضرت عباس ان دنوں روم کے قیدیوں میں تھے۔ جنہوں نے لشکر قریش کی رسد کمان اپنے ذمہ لیا تھا۔ اس عرض کے لئے حضرت عباس کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ چونکہ ان کی ذمت کھانا کھانے کی نہ آئی۔ اس لئے وہ سونا انہیں کے پاس رہا۔ اور غنیمت میں شامل کر لیا گیا حضرت عباس نے عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ! میں مسلمان ہوں۔“ حضور نے فرمایا: ”اللہ کو تیرے اسلام کا خوب علم ہے۔ اگر تو سچا ہے تو اللہ تجھے جزا دے گا۔ تو اپنے فدیہ کے ساتھ عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن عمار بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عمرو بن محمد کا فدیہ بھی داکر“ حضرت عباس نے

۱۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُبَيِّنَ
فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَمَازِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ
يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ
(انفال - ع)

نہ تھا لائق واسطے نبی کے کہ ہو دین واسطے اس کے بندوں
یہاں تک کہ خونریزی کرنے سے بچ نہ میں کے۔ ارادہ
کرتے ہیں سبب دنیا کا اور اللہ ارادہ کرتا ہے آخرت کا
اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۲۔ طبقات ابن سعد۔ غزوة بدر۔

۳۔ سیرت ابن ہشام۔ غزوة بدر۔

جواب دیا۔ کہ میرے پاس کوئی مال نہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ مال کہاں ہے جو تو نے اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھا تھا۔ اور اسے کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں۔ تو اتنا فضل کو اتنا عجب اللہ کو اتنا عبید اللہ کو ملے۔ یہ سن کر حضرت عباس نے کہا۔ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اس مال کا علم سوائے میرے اور ام الفضل کے کسی کو نہ تھا میں خوب جانتا ہوں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ کہ تیرا یہ بیس اوقیہ سونا فدیہ میں شمار نہ ہوگا۔ یہ تو اللہ عزوجل نے ہمیں عطا کیا ہے پس حضرت عباس نے اپنا اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر دیا۔

شکست قریش کی خبر مکہ میں سب سے پہلے حلیف بن ابی اس خنذاعی لایا۔ قریش اپنے مقتولین پر نوحہ کرنے لگے۔ پھر بدیں خیال کہ مسلمان ہم پر نہیں گئے۔ نوحہ بند کر دیا شکست کی خبر پہنچنے کے نو روز بعد ابولہب مرگیا۔ اسود بن عبد یغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور ایک پوتا عارت بن زبیر میدان بدر میں کام آئے۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ ان پر روئے۔ مگر مانعت کے سبب خاموش تھا۔ ایک رات اس نے کسی عورت کے رونے کی آواز سنی۔ چونکہ اس کی بینائی بھاتی رہی تھی۔ اس لئے اس نے اپنے غلام سے کہا۔ کہ بھاؤ۔ دریافت کرو۔ کیا اب رونے کی اجازت ہوگئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو میں بھی زمعہ پر نوحہ کروں۔ کیونکہ میرا جگر جل گیا ہے۔ غلام نے آکر کہا۔ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کے لئے رو رہی ہے۔ یہ سن کر اسود کی زبان سے بے اختیار یہ شعر نکلے۔

<p>اتبکی ان یضل لہا بعیر و یمنعہا من النوم السہود</p>	<p>کیا وہ اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے اور بے خوابی اسے نیند نہیں آنے دیتی</p>
---	--

۱۔ کامل ابن ابی شریحہ بدر :
۲۔ اس پر آیت نازل ہوئی :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُلْ لَيْسَ فِي آيَاتِنَا مَقَرٌّ
وَلَا نَسْوَةٌ لِيُنذِرَ الَّذِينَ يُكْفِرُونَ خَيْرٌ
يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرَ لَكُمْ
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (انفال۔ ۲۵)

اے نبی کہہ دے ان کو جو تمہارے ساتھ میں ہیں قیدی۔ اگر جانے گا۔ اللہ تمہارے دل میں کچھ نیکی تو درجہ کا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھین گیا۔ اور تم کو بخشے گا۔ اور اللہ ہے بخشنے والا ہر بان۔

۳۔ کامل ابن ابی شریحہ۔ غزوة بدر :
۴۔ سیرت ابن ہشام۔ غزوة بدر :

فلا تبکی علی بکر و لکن
 علی بدری اتقا صرف الجود
 و بکی بان بکیت علی عقیل
 و بکی حارثا اسدا لاسود
 و بکیہم ولا کستی جمیعاً
 و صالابی حکیمۃ من ندید

سورہ جبران ادنت پر نہ روتے بلکہ
 بدر پر جہاں قسموں نے کوتاہی کی
 اگر تجھ کو ہونا ہے تو عقیل پر دو
 اور شیروں کے شیر عمارت پر دو
 اور ان سب پر دو اور نام نہ مے
 اور ابو بکر سے فدا مہم کا کوئی ہمسر نہیں

یوم بدر واقع میں یوم فرقان تھا۔ کہ کفر و اسلام میں فرق ظاہر ہو گیا۔ اور اللہ عزوجل نے ضعف
 کے بعد مسلمانوں کو تقویت دی۔ چنانچہ اس نعمت کے یوں یاد دلا گیا ہے:

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ ۝
 زل عمران - ۱۶۷

اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور
 تم بے مقدر تھے!

اس دن سے اسلام کا سکہ کفار کے دل پر جم گیا۔ اور اہل مدینہ میں بہت سے لوگ ایمان لائے۔
 اہل بدر کے فضائل میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق
 میں فرمایا ہے: "بے شک اللہ اہل بدر سے واقف ہے کیونکہ اس نے فرما دیا تم عمل کرو جو چاہو
 البتہ تمہارے واسطے جنت ثابت ہو چکی۔ یا تحقیق میں تمہیں بخش دیا! آخرت میں مغفور ہونے
 کے علاوہ دنیا میں بھی بدری ہونا خاص امتیاز کا سبب شمار کیا جانا تھا۔ بلکہ وہ ہتھیار بھی جن سے
 بدر میں کام لیا گیا تبرک خیال کئے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جو بڑھی علیہ
 بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی۔ وہ یادگار رہی۔ بدر میں طور کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم
 نے حضرت زبیر سے مستغاثی۔ پھر آپ کے چاروں خلیفوں کے پاس منتقل ہوتی رہی۔ بعد ازاں
 حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہی۔ یہاں تک کہ سہ صحابہ میں حجاج نے ان کو شہید کر دیا!
 اہل بدر کے توسل سے جو دعائیں مانگی جاتے وہ بفضل الہی مستجاب ہوتی ہے۔ جیسا کہ مشائخ
 کا تجربہ ہے!

لعل لعل اللہ اطمع علی اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد رحمتکم الجنة او فقد حضرت لکم
 مجمع بخاری - کتاب المغازی - فصل من شہد بدر
 مجمع بخاری میں شہود الملائکۃ بیدہ!

اندلس کے مشہور تیار محمد بن جبیر متوفی ۱۱۶ھ نے بدر کے حال میں یوں لکھا ہے: " اس موضع میں خرماء کے بہت باغ ہیں۔ اور آب روان کا ایک چشمہ ہے موضع کا قلعہ بلند ٹیلے پر ہے۔ اور قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے۔ وہ قطعہ زمین نشیب میں ہے۔ جہاں اسلامی لڑائی ہوئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت اور اہل شرک کو ذلت دی۔ آج کل اس زمین میں خرماء کا باغ ہے اور اس کے بیچ میں گنج شہیداں ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف جبل الرحمت ہے۔ لڑائی کے دن اس پہاڑ پر فرشتے اترے تھے۔ اس پہاڑ کے ساتھ جبل الطبول ہے۔ اس کی قطعہ بیت کے ٹیلے کی ہی ہے۔ کہتے ہیں ہر شب جمعہ کو اس پہاڑ سے نغارے کی صدا آتی ہے۔ اس لئے اس کا نام جبل الطبول رکھا ہے۔ ہنوز نصرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی ایک کرامت باقی ہے۔ اس بستی کے ایک عرب باشندے نے بیان کیا۔ کہ میں نے اپنے کانوں سے نغاروں کی آواز سنی ہے۔ یہ آواز ہر جمعرات اور دو شنبہ کو آیا کرتی ہے۔ اس پہاڑ کی سطح کے قریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف رکھنے کی جگہ ہے۔ اور اس کے سامنے میدان جنگ ہے۔"

اللہم انی استک بحبیث سیدنا و مولانا محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
و باہل بدسارضی اللہ تعالیٰ عنہم ان تبلغنی فی الدارین اقصىٰ مرامی و تغضیٰ و لو اذ
ولسانخی و لاحباتی و لسان مؤمنین و المؤمنات و ان تؤید الاسلام و المسلمین۔
اسی سال یوم فطر سے دو دن پہلے یا شروع شوال میں صدقہ فطر واجب ہوا۔ عید کے دن نماز
عید الفطر عید گاہ میں جماعت سے پڑھی گئی۔ اسی وقت نذرت کو مال فرض ہوئی۔

غزوہ بنی قینقاع | نصف ماہ شوال میں غزوہ بنی قینقاع پیش آیا۔ یہود سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا
جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا۔ مدینہ کے گرد یہود کے تین قبیلے تھے۔ بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ۔ ان
تینوں نے یکے بعد دیگرے تقض عہد کیا۔ ان میں سب سے پہلے بنو قینقاع نے جو چھ سو مرد کا نذالہ اور
یہود میں سب سے بعد تھے۔ عہدہ کو توڑا اور باغی ہو کر قلعہ بند ہو گئے۔ مگر چند روز کے محاصرہ کے بعد
مغلوب ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جلا وطن کر دیا۔ اور وہ اذرعات ملک شام میں
پہنچا دیئے گئے۔ جہاں وہ جلدی ہلاک و تباہ ہو گئے۔

سفر نامہ محمد بن جبیر اندلسی دارالذکر، مطبع احمدی ریاست رامپور صفحہ ۱۵۲

غزوہ سوئق | ماہ ذیقعد میں غزوہ سوئق وقوع میں آیا۔ سوئق عربی میں سترو کہتے ہیں۔ چونکہ اس غزوہ میں کفار کی غذا سترو تھے۔ اسی لئے اس نام سے موسوم ہوا۔ اس غزوہ کا سبب یہ تھا۔ کہ غزوہ بدر کے بعد ابوسفیان نے قسم کھائی تھی۔ کہ بت تک میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی نہ کروں جنابت سے ہر نہ دھوؤں گا۔ اس لئے قسم کے پورا کرنے کے لئے وہ دو سو سواری لے کر نکلا۔ مقام عریض میں اس نے ایک نخلستان کو جلا دیا۔ اور ایک انصاری کو قتل کر ڈالا۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تعاقب فرمایا۔ ابوسفیان اور اس کے ہمراہی بوجہ ہلکا کرنے کے لئے سترو کے پورے پھینک کر بھاگ گئے۔ جنہیں مسلمانوں نے اٹھالیا۔ اور واپس چلے آئے۔

ہجرت کا تیسرا سال

نصف محرم کو غزوہ قرقرۃ الکدرہ اور بیع الاول میں غزوہ انار یا عطفان اور جمادی الاول میں غزوہ بنی سلیم وقوع میں آیا۔ ان میں سے کسی میں مقابلہ نہیں ہوا۔ غزوہ انار میں دشمن غطفانی اسلام لایا۔ ماہ بیع الاول میں کعب بن اشرف یہودی شاعر جو اسلام کی ہجو کیا کرتا تھا حضرت محمدین مسلمہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ماہ جمادی الاخریٰ میں ابو رافع اسلام بن ابی الحنفیق یہودی جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اذیت دیا کرتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عبید انصاری خزرجی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

غزوہ احد | ماہ شوال میں غزوہ احد وقوع میں آیا۔ جب قریش بدر میں شکست خاں کھا کر مکہ میں آئے تو ابوسفیان کے قافلے کا تمام مال دارا لندہ میں رکھا ہوا پایا۔ عبداللہ بن ابی ربیعہ اور نکریمہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ وغیرہ روسائے قریش جن کے باپ بھائی اور بیٹے جنگ بدر میں قتل ہوئے تھے۔ ابوسفیان اور دیگر شرکاء کے پاس آکر کہنے لگے۔ کہ اپنے مال کے نفع سے مدد کو۔ تاکہ ہم ایک شکر تیار کریں۔ اور حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بدلہ لیں۔ سب نے بخوشی منظور کیا چنانچہ تمام مال فروخت کر دیا گیا۔ اور حسب قرار اور اس سال سالکوں کو دیا گیا۔ اور نفع جمیر شکر میں کام آیا۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی :-

لے اس قتل کے سنہ و ماہ میں یہ مختلف اقوال ہیں۔ رمضان سنہ ۶۲۵ ذوالحجہ سنہ ۶۲۵ و ذوالحجہ سنہ ۶۲۵۔ جمادی الاخریٰ نے سنہ ۶۲۵۔ رجب سنہ ۶۲۵۔

سنہ احد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے قریباً تین میل پر ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَيُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدَّوْا
عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ لَهُمْ
عَنْهُ حَسْرَةٌ ثُمَّ يَغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا
جَهَنَّمَ يُجْتَرُونَ (انفال - ۸)

جو لوگ کافر ہیں خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو کہ روکیں اللہ
کی راہ سے سوا بھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہوگا ان پر
پچھتاؤ۔ پھر آخر مغلوب ہوں گے۔ اور جو کافر ہیں دوزخ
کو جانے جائیں گے۔

تربیش نے بڑی سرگرمی سے تیاری کی۔ اور قبائل عرب کو بھی دعوت جنگ دی۔ مردوں کے
ساتھ عورتوں کی ایک جماعت بھی شامل ہوئی۔ تاکہ ان کو مقتولین بدر کی یاد دلا کر لڑائی پر ابھارتی
رہیں۔ چنانچہ ابوسفیان کی زوجہ ہند بن عتبہ۔ عکرمہ بن ابی جہل کی زوجہ ام حکیم بنت عارث بن
ہشام۔ عارث بن ہشام بن مغیرہ کی زوجہ فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ صفوان بن امیہ کی زوجہ
برزہ بنت مسعود ثقفیہ۔ عمرو بن عاص کی زوجہ ریطہ بنت شیبہ ہمیرہ۔ طلحہ حبیبی کی زوجہ سلافہ بنت
سورہ۔ اپنے اپنے شوہروں سمیت نکلیں۔ اسی طرح خناس بنت مالک اپنے بیٹے ابو عزیز بن عمیر کے ساتھ
نکلی۔ کل جمعیت تین ہزار تھی۔ بن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ ان کے ساتھ دو سو گھوڑے تین ہزار
اونٹ اور پندرہ اونٹیں تھیں۔ جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی نام کو بھی یہ کہہ کر بھیج دیا۔ کہ اگر تم
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حمزہ کو میرے چچا نعیم بن عدی کے بدلے قتل کر دو۔ تو میں تم کو آزاد کر
دوں گا۔

یہ لشکر تربیش بسر کر دی ابوسفیان مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور مدینہ کے مقابل احد کی طرف بطن
وادی میں اترا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب نے جواب تک کہ میں تھے بذریعہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ و
سلم کو تربیش کی تیاری کی خبر دی۔ حضور نے حضرت انس و مونس سپران فضالہ بن عدی الضاری کو
بطور جاسوس بھیجا۔ وہ خبر لائے اور کہنے لگے۔ کہ مشرکین نے اپنے اونٹ اور گھوڑے عریض میں چھوڑ
دیئے ہیں۔ جہنوں سے چہرہ آگاہ میں سبزی کا نام و نشان نہیں چھوڑا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
حضرت جناب بن منذر کو بھی بغرض تجسس بھیجا۔ وہ لشکر کی تعداد وغیرہ کی خبر لائے۔ جمعہ کی رات
۱۷ اشوال کو حضرت سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر اور سعد بن عبادہ ایک جماعت کے ساتھ مسلح ہو کر
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دوات خانے پر پہرہ دیتے رہے۔ اور شہر پر بھی پہرہ لگا رہا۔ اسی رات
حضور نے خواب میں دیکھا۔ کہ گویا آپ مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ آپ کی تلوار ذوالفقار ایک

طرف سے ٹوٹ گئی ہے۔ ایک گائے نظر پڑی۔ جو ذبح کی جا رہی ہے۔ اور آپ کے پیچھے ایک
 مینڈھا سوار ہے۔ صبح کو آپ نے یہ تعبیر بیان فرمائی۔ کہ مضرہ طنبہ مدینہ ہے۔ تلوار کی مثلگی ات
 ٹھراپن پر مصیبت ہے۔ گائے آپ کے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے۔ اور مینڈھا کیش الکتیبہ ہے
 جسے اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔ اس خواب کے سبب سے حضور انور کی رائے تھی۔ کہ لڑائی کے لئے
 مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔ عبد القدر ابن ابی کی بھی یہی رائے تھی۔ حضور نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ تو
 اکابر مہاجرین و انصار بھی آپ سے متفق ہو گئے۔ مگر وہ نوجوان جو جنگ بدر میں شامل نہ تھے۔ آپ
 سے درخواست کرنے لگے۔ کہ مدینہ سے نکل کر لڑنا چاہئے۔ ان کے اصرار پر آپ نکلنے کی طرف نائل
 ہوئے۔ نماز جمعہ کے بعد آپ نے وعظ فرمایا۔ اہل مدینہ و اہل غولہ جمع ہو گئے۔ آپ دولت خانہ
 میں تشریف لے گئے۔ اور دوسری ذرہ پہن کر نکلے۔ یہ دیکھ کر وہ نوجوان کہنے لگے کہ ہمیں نہ یہا
 نہیں کہ آپ کی رائے کے خلاف کریں یاں پر آپ نے فرمایا۔ کہ پیغمبر خدا کو شاہیاں نہیں۔ کہ جب
 وہ ذرہ پہن لے۔ تو اسے اتار دے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ
 کر دے۔ اب جو میں حکم دوں وہی کر دے۔ اور تمہارا نام لے کر چلو۔ اگر تم صبر کرو گے تو فتح تمہاری ہوگی
 پھر آپ نے قین جھنڈے سے تیار کئے سانس کا جھنڈا حضرت اسید بن حضیر کو اور خنجر کا جھنڈا
 حضرت جناب بن منذر کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علی ابن ابی طالب کو عطا فرمایا اس طرح
 آپ ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ نکلے۔ جن میں سے ایک سو نے دوسری ذرہ پہنی ہوئی تھی۔ حضرت سعید
 بن معاذ اور سعد بن عبادہ ذرہ پہنے ہوئے آپ کے آگے چلے گئے تھے۔ جب آپ فیتہ الوداع کے قریب
 پہنچے تو ایک فوج نظر آئی۔ آپ کے دیہانت فرمانے پر صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ یہ یہودیوں سے ابن
 ابی کے خلیفہ ہیں جو آپ کی مدد کو آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ لوٹ جائیں۔ کیونکہ
 ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ جب آپ موضع شحال میں آئے تو عرض لشکر کے
 بعد آپ نے بعض صحابہ کرام کو بوجہ صخرین واپس کر دیا۔ چنانچہ اسامہ بن زید۔ ابن عمر۔ زید بن ثابت
 براء بن عازب۔ عمرو بن حزم۔ اسید بن ظہیر انصاری۔ ابو سعید خدری۔ عرابہ بن اوس۔

لے طبقات بن سعد بخاری شریف میں ہے۔ کہ تلوار کا اوپر کا حصہ ٹوٹ گیا۔ جس کی تعبیر صحابہ کرام کی مثلگی و
 ہزیمت تھی۔ لے طلحہ بن ابی طلحہ کو کیش الکتیبہ کہا کرتے تھے۔

زید بن ارقم - سعد بن عقیب - سعد بن جبہ - زید بن جاریہ انصاری اور جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم واپس ہوئے۔ حضرت سمیر بن جندب اور رافع بن خدیج جو پندرہ پندرہ سال کے تھے پہلے رو کر دیئے گئے۔ پھر عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! رافع اچھا تیرا نماز ہے۔ اس لئے وہ بھی رکھ لئے گئے۔ پھر قرہ کی نسبت کہا گیا کہ وہ کشتی میں رافع کو بچھاڑ دیتے ہیں حضور نے فرمایا کہ دونوں کشتی لڑیں۔ چنانچہ سمرہ نے رافع کو بچھاڑ دیا۔ اس طرح حضرت سمرہ بھی رکھ لئے گئے۔ رات میں بسر ہوئی۔ دوسرے روز باغ شویط میں جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے۔ فجر کے وقت پہنچے اور نماز یا جماعت ادا کی گئی ساسی جگہ ابن ابی اسلمہ نے اپنے تین سو آدمی لے کر شکر اسلام سے علیحدہ ہو گیا۔ اور یہ کہہ کر مدینہ کو چلا آیا کہ حضرت نے ان کا کہا مانا میرا کہا نہ مانا۔ پھر ہم کس لئے یہاں جان دیں؟ جب یہ منافقین واپس ہوئے۔ تو صحابہ کرام کے ایک گروہ نے کہا کہ ہم ان سے قتال کرتے ہیں۔ اور دوسرے گروہ نے کہا کہ ہم قتال نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مسلمان ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

پس کیا ہے واسعہ، تو ہمارے بیچ منافقوں کے دو فرقے ہوئے ہیں۔ اور اللہ نے ان کا کیا ان کو بے بس اس چیز کے کہ کہا یا انہوں نے کیا ارادہ کرتے ہو تم پر کہ یہ لو جو جس کو گمراہ کیا اللہ نے؛ اور جس کو گمراہ کرے اللہ پس ہرگز نہ پوچھتا تو واسعہ اس کے راہ ہے

فَمَا أَكْثَرُ فِي الْمُنَافِقِينَ فِتْنَتَيْنِ وَاللَّهُ
أَرْكَسُهُمْ بِمَا كَسَبُوا أَتَرِيدُونَ أَنْ تَهْتَدُوا
مَنْ أَضَلَّ اللَّهُ وَمَنْ يُضِلَّ اللَّهُ فَمَا
يَجِدُ لَهُ سَبِيلًا (سائد - ع)

ابن ابی کا قول سن کر خنزرج میں بھیج دیا اور اس میں بنو حارثہ نے دل میں لوٹنے کی تمہرائی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے۔

جب قصد کیا دو فریقوں نے تم میں سے یہ کہ نامردی کریں اور نہ ستمنا۔ بخلاف ان کا اللہ اور اللہ کے پس چاہئے۔ کہ نیکل کریں ایمان دہائے

أَذْهَمَّتْ ظَالِمَاتٍ مِّنْكُمْ أَنْ تَهْتَدُوا
وَاللَّهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ فَلْيَتَوَكَّلِ
الْمُؤْمِنُونَ عَلَى اللَّهِ عَمَّا يَتَذَكَّرُونَ (سائد - ع)

اب حضور کے ساتھ سات سو آدمی اور دو گھوڑے رہ گئے۔ آپ نے ابو نعیمہ انصاری کو بطور بدرقہ ساتھ لیا۔ تاکہ نزدیک راستے سے لے پہلے اس طرح حضور حارثہ بنی حارثہ اور ان کے لشکروں کے پاس سے گذرتے ہوئے مرثد بن قبیطی منافق کے باغ کے پاس پہنچے۔ وہ نامینا تھا۔ اُس نے جب لشکر اسلام کی آہٹ سنی۔ تو ان پر پھاگ پھینکنے لگا۔ اور حضور سے کہنے لگا۔ کہ اگر تو اللہ کا رسول ہے۔

میں تجھے اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ یہ سن کر صحابہ کرام اُسے قتل کرنے دوڑے
 حضور نے فرمایا۔ کہ اُسے قتل نہ کرو۔ یہ آنکھ کا اندھا دل کا بھی اندھا ہے۔ مگر حضور کے منع کرنے
 سے پہلے ہی سعد بن زبیر اُٹھلی نے اس پر چھان ماری اور بر توڑ دیا۔ یہاں سے روانہ ہو کر شکر اسلام نصف
 شوال یوم شعبہ کو کوہ احد کی شعب درہ) میں کرانہ وادی میں پہاڑ کی طرف اُترا۔ حضور نے صفائی
 کے لئے پہاڑ کو پس پشت اور کوہ عینین کو بواہی قنات میں ہے اپنی بائیں طرف رکھا۔ کوہ عینین میں
 ایک تنگاف یاد رہتا تھا۔ جس میں سے دشمن عقب سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ اس لئے آپ
 نے اس درے پر اپنے پچاس پیدل تیرانداز مقرر کئے۔ اور حضرت عبداللہ بن جبر کریان کا سردار
 بنایا۔ اور یوں ہدایت کی۔ اگر تم دیکھو کہ پہ نہ سے ہم کو اچھک لے گئے ہیں۔ تو اپنی جگہ کو نہ
 چھوڑو یہاں تک کہ تمہیں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو۔ کہ ہم نے دشمن کو شکست
 دی ہے اور ہار کر پامال کر دیا ہے۔ تو بھی ایسا ہی کرنا۔

مشرکین نے بھی جو عینین میں وادی قنات کے مدینہ کی طرف کے کنارے پر شورشیاں میں
 اُترے ہوئے تھے صفیں آراستہ کیں۔ چنانچہ انہوں نے سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید کو میسرہ
 پر شکرہ بن ابی جہل کو۔ پیدلوں پر صفیان بن امیہ کو۔ اور تیراندازوں پر جو تعداد میں ایک سو تھے،
 عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔ اور جھنڈا اظہر بن ابی طلحہ کو دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے دیکھا۔ کہ مشرکین کا جھنڈا عبدالدار کے پاس ہے۔ تو آپ نے لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت
 مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف بن عبد الدار کو دیا۔ اور میمنہ پر حضرت زبیر بن عوام اور میسرہ
 پر حضرت منذر بن عامر کو مقرر فرمایا۔

مشرکین میں سب سے پہلے جو لڑائی کے لئے نکلا۔ وہ ابو عامر رضای اسی تھا۔ اس کو رامب
 کہا کرتے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کا نام فاسق رکھا۔ زمانہ جاہلیت میں وہ
 قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ میں تشریف لے گئے۔ تو
 وہ آپ کی مخالفت کرنے لگا۔ اور مدینہ سے نکل کر یثرب میں چلا آیا۔ اُس نے قریش کو آپ سے لڑنے
 پر آمادہ کیا۔ اور کہا۔ کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی۔ تو میرے ساتھ ہو جائے گی۔ اس لئے اُس نے

لے صحیح بخاری کتاب الجہاد۔ باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب۔

پکار کر کہا۔ "اے گروہ اوس! میں ابو عامر ہوں! اوس نے جواب دیا۔ "اے فاسق! تیری مراد پوری نہ ہو یا فاسق کا نام سن کہ کہنے لگا۔ کہ میری قوم میرے بعد بگڑ گئی ہے۔ اُس کے ساتھ غلامان قریش کی ایک جماعت تھی۔ وہ مسلمانوں پر تیر پھینکنے لگے۔ مسلمان بھی ان پر سنگباری کرنے لگے۔ یہاں تک کہ ابو عامر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔"

مشرکین کا علم بردار طلحہ عدوی سے نکل کر پکارا کہ مسلمانو! تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے جو تمہارے ہاتھوں مر جاتا ہے۔ وہ چند روز خ میں پہنچ جاتا ہے۔ اور تم میں جو چار سے ہاتھوں مر جاتا ہے۔ وہ جلد بہشت میں پہنچ جاتا ہے۔ کیا تم میں کوئی ہے۔ جس کو میں جلد بہشت میں پہنچا دوں۔ یا وہ مجھے جلد دوزخ میں پہنچا دے۔" حضرت علی ابن ابی طالب نکلے اور طلحہ کے سر پر لمبی تلوار ماری۔ کہ کھوپری پھاڑ دی اور وہ گر پڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیش الکتیبہ کے مارا جانے پر خوش ہوئے۔ آپ نے تکبیر کہا۔ مسلمانوں نے بھی آپ کا اتنزاہ کیا۔ فتح کے بعد اس کے بھائی عثمان بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اس کے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی آتی تھیں۔ اور وہ ان کے آگے بہ جزیہ پڑھتا تھا۔

بے شک علم برداروں پر مرد واجب ہے
ان تَخْضَبُ الصُّعْدَةَ اَوْ نَدْرًا
کہ نیزہ خون سے سُرخ ہو جائے یا لوث جائے

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب مقابلے کے لئے نکلے۔ اور عثمان کے دو شانوں کے درمیان اس تلوار سے تلوار ماری کہ ایک بازو اور شانے کو کاٹ کر سرین تک پہنچی حضرت حمزہ واپس آئے اور زبان پر یہ الفاظ تھے۔

افانہ سانی | الحجج میں ساقی حجاج ر عبدالمطلب اکا بیٹا ہوں

اب میدان کا زراہ گرم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی آپ نے فرمایا۔ کون ہے جو اس تلوار کو لے کر اس کا حق ادا کرے۔ یہ سن کر کسی شخص آپ کی طرف بڑھے مگر آپ نے وہ تلوار کسی کو نہ دی۔ ابو جہانہ (ساک بن خریشہ انصاری) نے اٹھ کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کا حق یہ ہے کہ تو اس کو زمین پر اسے۔ یہاں تک کہ ڈیرھی ہو جائے۔ ابو جہانہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں حضور نے ابو جہانہ کو عنایت فرمائی۔ ابو جہانہ مشہور پہلوان تھے۔ اور لڑائی میں اکثر کھلا کرتے تھے۔ جب سُرخ

رومال سر پر باندھ لیتے تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ لڑیں گے۔ انہوں نے تلوار کے کرب عادت ستر کچھ
سرخ رومال باندھا اور اگرتے تہتے نکلے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
یہ چال خدا کو ناپسند ہے۔ حضرت ابو دجانہ صفوں کو چیرتے اور لاشوں پر لاشے گراتے وہن کوہ
میں مشرکین کی عورتوں تک پہنچے۔ جو بغرض ترغیب دہن پر اشعار ذیل گا رہی تھیں۔

نحن بنات طارق ہم (علو و شرف میں) پردیں تارے ہیں

نشی علی المنارق ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔

ان تقبلوا لعانق اگر تم آگے بڑھو گے تو ہم تم سے گلے لیں گی۔

اوتدبروا انفارق ایچھے ہٹو گے تو ہم تم سے جدا ہو جائیں گی

حضرت ابو دجانہ نے تلوار اٹھائی۔ کہ ہند منت غلبہ کے سر پر یاریں۔ پھر بدیں خیال رک گئے
کہ یہ سزا دارہ نہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ایک عورت پر ماری جاتے۔

حضرت ابو دجانہ کی طرح حضرت حمزہ و حضرت علی وغیرہ بھی دشمنوں میں جا گئے۔ اور صفوں کی

صفیں صاف کر دیں۔ حضرت امیر حمزہ کو آخر کار وحشی نے جو بعد میں ایمان لائے۔ شہید کر دیا۔ وحشی

اپنا قصہ یوں بیان کرتے ہیں: حمزہ نے طعیمہ بن عدی بن الحیار کو بدر میں قتل کر دیا تھا۔ اس لئے

میرے آقا حبیب بن مطعم نے کہا۔ اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دے۔ تو آزاد ہو جائے گا۔

جب سال عینین میں (عینین احد کے مقابل ایک پہاڑ ہے۔ اور دونوں کے درمیان ایک ادھی ہے،

لوگ نکلے۔ تو میں لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لئے نکلا۔ جب لڑائی کے لئے صف بستہ ہوئے۔ تو

سباع بن عبد العزیٰ نکلا اور کہا۔ کیا کوئی مبارک ہے؟ میں نے حمزہ بن عبد المطلب اس کی طرف

نکلے۔ اور یوں خطاب کیا۔ اے سباع! اے عورتوں کے فتنہ کرنے والی ام مہار کے بیٹے!

کیا تو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے؟ یہ کہہ کر حمزہ نے اس پر حملہ کیا۔ پس وہ کل گذشتہ کی طرح

ہو گیا۔ میں ایک پتھر کے بیچے حمزہ کی تاک میں تھا۔ جب حمزہ مجھ سے نزدیک ہوا۔ میں نے اپنا حربہ اس پر

مارا۔ وہ اس کی ناف و عانہ کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کی دونوںوں میں سے نکل گیا۔ اور یہ اس کا آخر

امر تھا۔ جب لوگ واپس آئے میں ان کے ساتھ واپس آیا۔ اور مکہ میں بھڑا بیان تک کہ اس میں سلام

پھیل گیا۔ پھر رقع کے بعد طائف کی طرف بھاگ گیا۔ جب اہل طائف نے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی طرف اپنے قاصد بھیجے۔ تو مجھ سے کہا گیا۔ کہ حضرت قاصدوں کو تکلیف نہیں دیتے اس لئے میں قاصدوں کے ساتھ نکلا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ نے مجھے دیکھا تو پوچھا۔ کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا تو نے حمزہ کو قتل کیا؟ میں نے کہا۔ ایسا ہی وقوع میں آیا ہے جیسا کہ آپ کو خبر پہنچی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تو میرے سامنے نہ آیا کہہ لیس میں چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مسیلہ کذاب ظاہر ہوا۔ میں نے کہا۔ کہ میں مسیلہ کی طرف سرور نکلوں گا۔ شاید میں اسے مار ڈالوں۔ اور اس طرح سے قتل حمزہ کی مکافات کر دوں۔ اس لئے میں لوگوں کے ساتھ نکلا۔ مسیلہ کا حال ہوا جو ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک شخص ہے پجوار کے درمیان کھڑا ہوا گویا کہ وہ ایک نذول بیڑی کا کستری آڈٹا ہے۔ میں نے اس پر اپنا حربہ مارا جو اس کے دو پستان کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کے ذیل شانوں کے درمیان سے پار ہو گیا۔ انصار میں ایک شخص اس کی طرف کودا اور اس کے سر پر تلوار ماری۔ پس ایک نوڈی نے کفر کی چھت پر زور کرتے ہوئے کہا۔ وائے امیر المؤمنین! اسے ایک حبشی غلام (وحشی) نے قتل کر دیا۔

حضرت حنظلہ بن ابی عامر الضاری اوسى نے مشرکین کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا۔ اور قریب تھا۔ کہ ابوسفیان کو قتل کر دیتے۔ مگر شہزاد بن الاسود نے ان کے دار کو روک لیا۔ اور اپنی تلوار سے حضرت حنظلہ کو شہید کر دیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ فرشتے حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کر دو۔ بیوی نے کہا۔ کہ شب اُحد کو ان کی شادی ہوئی تھی صحیح کو اٹھے تو غسل کی حاجت تھی۔ غسل کے لئے آدھا سر دھویا تھا۔ کہ دعوت جنگ کی آواز کان میں پڑی فوراً اسی حالت میں وہ شریک جنگ ہو گئے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ کہ اسی سبب سے اُسے فرشتے

۱۱۔ یہ وہی حربہ ہے۔ جس سے حضرت حمزہ کو شہید کیا تھا۔ حضرت وحشی کہا کرتے تھے۔ قتلت فی کفرای خیر الناس و فی اسلامی شر الناس۔ یعنی میں نے اپنی کفر کی حالت میں خیر الناس کو شہید کیا۔ اور میں نے ہونے کی حالت میں شر الناس کو قتل کیا۔

۱۲۔ مسیلہ کذاب کو امیر المؤمنین اس لئے کہا۔ کہ اس پر ایمان لانے والوں کے مور کا مرجع وہی تھا۔ اس سے تلفیق مقصود نہ تھی۔

۱۳۔ صحیح بخاری۔ باب قتل حمزہ۔

غسل دے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت حنظلہ کو غسل الملائکہ کہتے ہیں۔

بہادران اسلام نے خوب داؤد شجاعت دی۔ مشرکین کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عثمان بن ابی طلحہ کے بعد ان کے علمبردار ابو سعید بن ابی طلحہ، مسافع بن طلحہ، عمارت بن طلحہ، کلاب بن طلحہ، جلاس بن طلحہ، ارطات بن شرجیل، شریح بن قارظ اور ابو زبید بن عمرو بن عبد منافہ یکے بعد دیگرے قتل ہو گئے۔ ان کا جھنڈا زمین پر پڑا رہ گیا۔ کوئی اس کے نزدیک نہ آتا تھا۔ عمرو بنت طلحہ عمارت بن طلحہ سے ایک حبشی غلام صواب نام لے لیا۔ قریش اس کے گرد جمع ہو گئے۔ لڑتے لڑتے صواب کے دونوں بازو کٹ گئے۔ وہ سینے کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور جھنڈے کو سینے اور گردن کے درمیان دبایا۔ اس حالت میں بیہوش ہوا مارا گیا۔ کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

صواب کے بعد کسی کو جھنڈا اٹھانے کی جرات نہ ہوئی۔ مشرکین کو شکست ہوئی۔ وہ عورتیں جو دف بجاتی تھیں۔ اب کپڑے چڑھاتے رہنے ساق پھاڑ پھانگی بجا رہی تھیں۔ مسلمان قتل و فحارت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر عینین پر تیر اندازوں نے آپس میں کہا "غنیمت، غنیمت! تمہارے صحابہ غالب آ گئے ہیں۔ اب تم کیا دیکھتے ہو؟" حضرت عبد اللہ بن جبیر نے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد دلایا۔ مگر وہ بدیں خیال کہ مشرکین اب واپس نہیں آ سکتے۔ اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ اور صرف چند آدمی حضرت عبد اللہ کے ساتھ رہ گئے۔ خالد بن ولید اور عمرہ بن ابی جہل نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر حضرت عبد اللہ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کیا اور سب کو شہید کر دیا۔ پھر درہ کوہ میں سے آ کر عقب سے لشکر اسلام پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ ابلیس لعین نے پکار کر کہا "ان محمدیوں کا قتل (محمد قتل ہو چکے) مسلمان سرسبز ہوا گئے۔ اور ان کے تین فرقے ہو گئے۔ فرقہ قبیل بھاگ کر مدینے کے قریب پہنچ گئے۔ اور افتام جنگ تک واپس نہیں آئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔"

تحقیق جو لوگ کہ پیٹھ موڑ گئے تم میں سے اس دن کہ میں دو
جماعتیں سواتے اس کے نہیں کہ دگا دیا ان کو شیطان نے کچھ ان کے

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجنون
الفا استز لہم الشیطان ببعض

۱۔ سیرت ابن ہشام ۱

۲۔ سیرت ابن ہشام بروایت ابن اسحاق ۱

مَا كَسَبُوا ۗ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۗ (دال عمران - ۱۶)

گناہوں کی ثامت سے۔ اور تحقیق معاف کیا اللہ نے
ان سے بے شک اللہ بخشنے والا بڑا بار ہے۔

دوسرا فرقہ یعنی اکثر صحابہ کرام یہ سن کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے۔ حیران ہو گئے
ان میں سے بہاں کوئی تھا۔ وہیں رہ گیا۔ اور اپنی جان بچاتا رہا۔ یا جنگ کرتا رہا۔ تیسرا فرقہ جو بارہ
کچھ اور صحابہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت رہا۔

فتح کے بعد مالوں کو بخش دیا۔ اس کی وجہاً حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی خلاف ورزی
کئی۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ثابت ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدَهُ إِذْ أَخَذْتُم مِّنْهُم
بِأَذْنِهِ مَنَاحِي إِذْ قَسَمْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي
الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَا
تُحِبُّونَ ۗ مِمَّنْ مِّنْكُمْ مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِمَّنْ
مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ
لِيُبْتَلِيَكُمْ ۗ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو
الْفَضْلِ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ ۗ إِذْ تَضَعُوا
الْأَنْوَاعَ عَلَى الْأَحْسَنِ وَالرَّسُولُ يَدْعُكُمْ
فِي آخِرِكُمْ فَأَتَابَكُمْ نِعْمًا لِّكَيْ لَا
تُحْزَنُوا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا أَصَابَكُمْ
وَاللَّهُ بَصِيرٌ لِّمَا تَعْمَلُونَ ۗ

اور البتہ تحقیق سچا کیا ہے تم سے اللہ نے وعدہ اپنا جس وقت
کاٹتے تھے تم اچھی کہ اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب نامروی کی
تم نے اور جو عہدہ کیا تم نے اپنے کام میں اور نافرمانی کی تم نے
بعد اس کے کہ دو کھلا یا تم کو جو چاہتے تھے تم بعض تم میں سے
وہ تھا کہ ارادہ کرتا تھا دنیا کا اور بعض تم میں سے وہ تھا کہ ارادہ
کرتا تھا آخرت کا۔ پھر پھیر دیا تم کو ان سے تاکہ آزمائے
تم کو اور البتہ تحقیق معاف کیا تم سے اور اللہ صاحب
فضل کا ہے ایمان والوں پر جس وقت چڑھے جاتے تھے تم شہر کو
پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو چھوڑا ہی
پس دوبارہ دیا تم کو تم مساؤہ علم کے تاکہ تم غم نہ کھاؤ اس
چیز کا جو چوک گئی تم سے اور جو نہ پہنچی تم کو۔ اور اللہ کو خبر
ہے اس چیز کی کہ کرتے ہو تم۔

(دال عمران - ۱۶)

خالد بن ولید کے حملے پر مسلمانوں میں جو لوٹنے میں مشغول تھے۔ ایسی ابتری دسرا ہیگی پھیلی۔
کہ اپنے بیٹھانے میں تمیز نہ رہی۔ چنانچہ حضرت حذیفہ کے لئے حضرت یحییٰ بن کثیر نے
شہید کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی آواز نے بڑے بڑے بہادروں کو بدحواس کر رکھا تھا۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے۔ کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر جنگ بدر میں حاضر تھے۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ میں پہلے قتال میں کہ آپ نے بذاتِ شریفِ مشرکین سے کیا ہے۔ حاضر نہ تھا۔ اگر خدا مجھے مشرکین کے قتال میں حاضر کرے۔ تو دیکھنے گا۔ کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب اُحد کا دن آیا اور مسلمانوں نے شکست کھائی تو کہا۔ یا اللہ میں عذر چاہتا ہوں تیرے آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا۔ یعنی اصحاب کرام نے۔ اور نیز آہوں تیرے آگے اس سے جو ان لوگوں نے کیا۔ یعنی مشرکوں نے۔ پھر لڑائی کے لئے آئے۔ حضرت سعد بن معاذ ان کو بلے۔ ابن نضر نے کہا۔ سعد! میں بہشت چاہتا ہوں اور نضر کے رب کی قسم۔ کہ میں اُحد کی طرف سے اس کی خوشبو پاتا ہوں۔ سعد نے کہا۔ یا رسول اللہ میں نہ کر سکا جو ابن نضر نے کیا۔ انس بن مالک کا قول ہے۔ کہ ہم نے ابن نضر پر اتنی سے کچھ اور پر تلوار و نیزہ و تیر کے زخم پائے۔ اور وہ شہید تھے۔ مشرکین نے ان کو منگوا کر دیا تھا۔ ان کو فقط ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ ہم گمان کرتے تھے کہ آیت ذیل ابن نضر اور اس کی مثل وہ سردوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا
عَاهَدُوا وَاللَّهُ عَلَيْهِمْ فِيمَنْ تَقَضَى
عَهْدُهُ وَمِنْهُمْ مَنُ يَتَّبِعُونَ وَمَا بَدَأُوا
تَبْدِيْلًا (احزاب - ۴)

مسلمانوں میں سے وہ مرد ہیں۔ کہ سچ کر دکھایا انہوں نے
اُس چیز کو کہ عہد باندھا تھا اللہ سے اس پر۔ پس بعض ان میں سے
وہ ہے۔ کہ پورا کر چکا کام اپنا اور بعض ان میں سے وہ ہے
کہ انتظار کرتا ہے۔ اور نہیں بدلتا الا انہوں نے کچھ بدل ڈالنا

ابن احق کی روایت میں ہے۔ کہ حضرت ابن نضر نے راستے میں مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کو دیکھا جس میں حضرت عمر فاروق و طلحہ بن عبید اللہ بھی تھے۔ وہ بائوس ہو کر بیٹھ رہے تھے۔ ابن نضر نے ان سے پوچھا۔ کہ کیوں بیٹھ رہے ہو! انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت پا چکے ہیں۔ ابن نضر نے کہا۔ کہ حضور کے بعد تم زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ تم بھی اسی طرح دین پر شہید ہو جاؤ۔ پھر ابن نضر نے جنگ کیا اور شہید ہو گئے۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب قول اللہ عن رجل من المؤمنین رجال صدقوا ما عاهدوا علیہ

۲۔ سیرت ابن ہشام۔

حضرت ابن نضر کی طرح ثابت بن ودداح آئے اور انصار سے یوں خطاب کیا: "اے گروہ انصار۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے۔ تو اللہ تو زندہ ہے مگر تمہیں تم اپنے دین کے لئے لڑو۔" یہ کہہ کر انہوں نے چند انصار کے ساتھ خالد بن ولید کی فوج پر حملہ کیا۔ مگر خالد بن ولید نے ان کو شہید کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی افواہ اور مسلمانوں کی نظروں سے غائب ہونے کے بعد سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک انصاری نے حضور کو پہچانا۔ سر مبارک پر مغفر تھا جس کے نیچے سے آپ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعب نے زور سے پکار کر کہا: "مسلمانو! تم کو ہتھارت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔" یہ سن کر ایک جماعت حاضر خدمت ہوئی۔ اور آپ حضرت ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ علی المرتضیٰ طلحہ بن عبید اللہ۔ زبیر بن العوام اور عمارت بن صمد وغیرہ کے ساتھ شعب کی طرف متوجہ ہوئے۔ تاکہ اپنے باقی اصحاب کا حال دیکھیں۔ اب کفار نے بھی سب طرف سے ہٹ کر اسی لُخ پہ نہوردیا۔ وہ باد باہر ہجوم کر کے حمد آدہ ہوتے تھے۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضور نے فرمایا: "کون مجھ پر جان دیتا ہے۔" حضرت لہ باد بن سکین پانچ یا سات انصاری ساتھ لے کر حاضر ہوئے جہنوں نے یکے بعد دیگرے۔ جان بازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ عقبہ بن ابی لوقاص نے پتھر مار کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دانت مبارک لہ باد عبید بنی سطلی، شہید کر دیا۔ لہ باد نیچے کا ہونٹ زخمی کر دیا۔ ابن قیس لعین نے چہرہ مبارک ایسا زخمی کیا۔ کہ خود کے دو حلقے خسار مبارک میں گھس گئے۔ اور آپ ان گڑھوں میں سے ایک گڑھے میں گر پڑے۔ جو ابو عامر فاسق نے بدیں غرض کو خود سے بچنے۔ کہ مسلمان بے علمی میں ان میں گر پڑیں۔ اس حالت میں حضور فرما رہے تھے۔ کیف یفلم قوم شجوا نبیہم (وہ تو تم کیا نلاج پاکتی ہے جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ عَنِ الْاَكْثَرِ شَيْءٍ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ
اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَالْقَوْمُ ظَالِمُونَ رَدِّ عَمْرٍ اَخ

تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے یا ان کو عذاب کرے
کہ وہ ناحق پر ہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ نے حضور کا ہاتھ مبارک پکڑا۔ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے آپ کو اٹھایا۔

سہ اصابت ترجمہ ثابت بن ودداح

سے ابن جوزی نے اور خطیب نے تاریخ میں محمد بن یوسف عافکہ فریابی سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا۔ کہ بھلا یہ خبر پہنچی ہے کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ربا بیہ توڑا تھا اس کے گھر میں جو کچھ پیدا ہوتا اس کا ربا بیہ نہ اگتا۔ زرقانی علی الوہب جو رادل

یہاں تک کہ آپ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے اپنے دانتوں سے خود کا ایک حلقہ نکالا۔ تو ان کا ایک سامنے کا دانت گر پڑا۔ دوسرا حلقہ نکالا۔ تو وہ سر اٹکل گیا۔ حضرت ابو سعید خدری کے والد مالک بن سنان نے حضور کا خون چوس کر پی لیا۔ حضور خود بھی کپڑے سے اپنے چہرے کا خون پونچھ رہے تھے۔ کہ مبادا زمین پر گر پڑے تو عذاب نازل ہو۔ اور یوں فرما رہے تھے۔ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي يَا لَيْتُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔ (اے اللہ! میری قوم کو بخش دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے)۔

اس موقع پر بعض اصحاب نے جان بازی کی خوب داد دی۔ چنانچہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس کثرت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے تیرہ دے کے۔ کہ ہاتھ بیکار ہو گیا۔ حضرت ابو جہانہ حضور کے آگے ڈھال بنے کھڑے تھے۔ ان کی پشت پر تیر لگ رہے تھے۔ مگر اپنے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے ہوئے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص بھی حضور انور کی مدافعت میں تیر چلا رہے تھے۔ حضور خود ان کو اپنے ترکش میں سے تیر دیتے تھے اور فرماتے تھے تم پر میرے مال باپ قربان! پھینکتے جاؤ۔ حضرت ابو طلحہ انصاری بڑے قدم انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر بے سائے۔ کہ دو تیر، کمانیں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ میں رہ گئیں۔ وہ حضور انور پر چمڑے کی ڈھال کی اوٹ بنائے کھڑے تھے۔ حضور کبھی گہرے دن اٹھا کر دشمنوں کی طرف دیکھتے۔ تو عرض کرتے۔ آپ پر میرے مال باپ قربان! گہرے دن اٹھا کر نہ دیکھئے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ آپ کے سینے کے لئے ڈھال ہے۔ حضرت شماس بن عثمان قرشی مخزومی تلوار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدافعت کر رہے تھے۔ دائیں بائیں جس طرف سے وارہ ہوتا تھا۔ وہ ڈھال کی طرح آپ کو بچا رہے تھے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ابھی رات حیات باقی تھا۔ کہ ان کو اٹھا کر دو بیٹے میں حضرت اکرم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس لے گئے۔ وہاں ایک دن رات زندہ رہ کر وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اس دن ڈھال کے سوا مجھے کوئی ایسی چیز نہ سوجھی کہ جس سے شماس کو تشبیہ دوں۔ اسی طرح سہل بن حنیف انصاری اسی تیروں کے ساتھ مدافعت کر رہے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے۔ "سہل کو تیر دو"۔ حضرت قتادہ بن نعمان انصاری حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک کو بچانے کے لئے اپنا چہرہ سامنے

کئے ہوئے تھے۔ آخر کار ایک تیران کی آنکھ میں ایسا لگا کہ ڈیلار خسارے پر آگرا۔ حضور نے اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ادویوں دعا فرمائی: "خدا یا تو تاتادہ کو بچا۔ بیسا کہ اس نے تیرے بنی کے چہرے کو بچایا ہے۔" پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی تیز اور خوبصورت ہو گئی۔

اثنائے جنگ میں مشرکین کی عورتیں شہداء و عظام کو منڈھ کر نے میں مشغول تھیں۔ عقبہ کی بیٹی ہند نے اپنے پاؤں کے گڑے 'بایاں اور ہار حضرت امیر حمزہ کے قاتل و حقی گودے دیئے۔ اور خود شہداء کے کاڑوں اور ناکوں سے اپنے واسطے گڑے بایاں اور ہار بنائے۔ اور حضرت حمزہ کے جگر کو پھاڑ کر جھپٹا۔ نکل نہ سکی۔ تو پھینک دیا۔

حضرت مصعب بن عمیر علم بردار شکر اسلام نے بھی اپنے آقائے نادر صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا کر دی۔ جب ابن قمرہ لعین حضور کے قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوا۔ تو حضرت مصعب نے مدافعت کی۔ مگر شہید ہو گئے۔ حضرت محمد بن شرجیل عبد ریی روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت مصعب کا وہاں ہاتھ کٹ گیا۔ نہ انہوں نے جھنڈا بایں ہاتھ میں لے لیا۔ اور وہ کہہ رہے تھے۔ "وَمَا حَمْدُ إِلَّا (سُوْنُ الْاٰیۃ) پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھک کر جھنڈے کو دونوں ہاتھوں کے ساتھ سینہ سے لگا لیا۔ اور آید مذکور زبان پر تھی۔ راوی کا قول ہے۔ کہ یہ آیت بعد میں نازل ہوئی۔ مگر اس دن اللہ تعالیٰ نے بحجاب قول قاتل قَتَلَ مُحَمَّدًا۔ ان کی زبان پر جاری کر دی تھی۔ حضرت مصعب کے بعد اسلامی جھنڈا حضرت علی مرتضیٰ کو دیا گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب پر چڑھے۔ تو ابی بن خلف سامنے آکر کہنے لگا۔ اے محمد اگر تم بچ گئے۔ تو میں نہ بچوں گا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ اگر اجازت ہو۔ تو ہم میں سے ایک اس کا فیصد کر دے۔ حضور نے اجازت نہ دی۔ اور بذات شریف حضرت عمارت بن مہمہ سے نیزہ لے کر اس کی گردن پر مارا۔ جس سے فقط خراش آئی۔ اور لہو نہ نکلا۔ ابی مذکور مکہ میں حضور سے کہا کرتا تھا۔ کہ میرے پاس ایک گھوڑا ہے۔ جسے میں ہر روز آٹھ یا دس ہیر سختہ ذرہ دجوار کھلاتا ہوں۔ اس پر سوار ہو کر آپ کو قتل کروں گا۔ آپ فرماتے۔ بلکہ میں انشاء اللہ تم کو قتل کروں گا۔ جب وہ قریش میں

لے سیرت ابن ہشام۔

لے تفسیر درخشورد السیوطی بحوالہ طبقات ابن سعد

واپس گیا تو کہنے لگا۔ اللہ کی قسم مجھے محمد نے قتل کر دیا۔ وہ کہنے لگے۔ تو بے دل ہو گیا ہے میں خراش کا کچھ ڈر نہیں۔ اس نے کہا۔ کہ مگر میں مجھ سے محمد نے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا۔ سو اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر صرف تھوک دے تو میں مرجاؤں گا۔ چنانچہ قریش اس دشمن خدا کو مکہ کی طرف لے جا رہے تھے۔ کہ راستے میں مقام ہرف میں مر گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعب کے رہنے پر پہنچے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنی ڈھال پانی سے بھر لائے۔ تاکہ حضور پئیں۔ مگر آپ نے اس میں بڑی پانی اور نہ پیا۔ حضرت علی نے اس سے حضور کے پھرے سے خون دھویا۔ اور صبر مبارک پر گرایا۔ اس وقت حضور نے فرمایا
 اَللّٰهُمَّ غَضِبْ اِلٰهِيْ مَنْ دَعَى وَجَدَ يَنْتِيْمُ ۙ

مشرکین اب تک تقاب میں تھے۔ چنانچہ جب آپ اصحاب مذکورہ ہانا کے ساتھ شعب میں تھے تو ان کے سواروں کا ایک دستہ لسر کر دگی خالد بن ولید پہاڑ پر چڑھا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ کہ خدایا یہ ہم پر غالب نہ آئیں۔ پس حضرت عمر فاروق اور ہاجرین کی ایک جماعت نے قتال کیا۔ یہاں تک کہ ان کو پہاڑ سے اتار دیا۔ یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹان پر چڑھنے لگے۔ تو نازانی اور دہری زہرہ کے سبب سے نہ چڑھ سکے۔ یہ دیکھ کر حضرت طلحہ آپ کے نیچے بیٹھ گئے اور آپ اس کی پشت پر سے چڑھ گئے۔ اس وقت حضور نے فرمایا اوجب طلحہ یعنی حضرت طلحہ نے وہ کام کیا۔ کہ جس سے وہ بہشت کے مستحق ہو گئے) اُس روز نہ خنجر کی وجہ سے حضور نے نماز ظہر بیٹھ کر ادا کی اور منتقلیوں نے بھی بیٹھ کر پڑھی۔

جب ابوسفیان نے میدان سے واپس ہونے کا ارادہ کیا۔ تو سامنے کی ایک پہاڑی پر چڑھ کر پکارا۔ کیا تم میں محمد ہیں؟ حضور نے فرمایا۔ کہ اس کا جواب نہ دو۔ وہ پھر پکارا۔ کیا تم میں ابن ابی قحافہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اس کا جواب نہ دو۔ اس نے پھر پکارا کہ کہا۔ کیا تم میں ابن خطاب ہے؟ جب جواب نہ ملا تو کہنے لگا۔ کہ یہ سب مارے گئے۔ کیونکہ اگر زندہ ہوتے تو حضور جو اب دیتے۔ حضرت عمر سے روانہ کیا۔ بول اٹھے۔ اے دشمن خدا! تو نے جھوٹ کہا۔ وہ سب زندہ ہیں۔ اللہ نے تیرے

لے سیرت ابن ہشام۔

لے اللہ کا غضب سخت ہے۔ اس پر جس نے اس کے پیغمبر کا چہرہ خون آلودہ کر دیا سیرت ابن ہشام

واسطے وہ بات رکھ رہے۔ جو تجھے عظیم کرے گا۔ (فتح کے دن)۔ ابوسفیان بولا۔

أَفَلْ هُنَّ | اے سہیل تو اونچا رہ

صحابہ کرام نے حسب ارشاد حضور جواب دیا۔

اللَّهُ أَغْنَىٰ وَاجِلٌ | اللہ اونچا اور بڑا ہے

ابوسفیان نے کہا۔

لَنَا الْعِزَّةُ وَالْعِزَّةُ نَكْرٌ | ہمارے پاس عزتی ہے اور تمہارے پاس نہیں۔

صحابہ کرام نے حسب ارشاد نبوی جواب دیا۔

اللَّهُ مُؤَلَّفًا وَلَا مَرَلًا لَكُمْ | اللہ ہمارا ناصر مددگار ہے اور تمہارا کوئی ناصر نہیں۔

ابوسفیان نے کہا۔ آج کا دن بد کے دن کا جواب ہے۔ کہ ساری میں کبھی جیت کبھی ہار ہوتی ہے

تم اپنی قوم میں ناکہ کان کئے پانچے۔ میں نے اپنی فتح کو یہ حکم نہیں دیا۔ مگر اس پر کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔

اس کے بعد ابوسفیان یہ کہہ کر واپس ہوا۔ کہ ہمارا اور تمہارا مفت بلکہ آئندہ سال موسم بد میں

ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرما دیا۔ کہ کہہ دیجئے ہاں پورے ہمارا اور تمہارا

موجود ہے ساس طرح جب مشرکین مکہ کو روٹے۔ تو صحابہ کرام کو خدشہ ہوا کہ مبادا وہ مدینہ کا قصد کریں

اس لئے حضور انور نے علی مرتضیٰ کو دریافت حال کے لئے بھیجا۔ اور فرما دیا۔ کہ اگر وہ اونٹوں پر

سوار ہوں۔ اور گھوڑوں کو پہلو میں خالی سے جا رہے ہوں۔ تو سمجھ کہ وہ مکہ کو جلتے ہیں۔ اگر اس کا

عکس کریں۔ تو مدینہ کا قصد رکھتے ہیں۔ حضرت مرتضیٰ خبر لاتے۔ کہ وہ اونٹوں پر سوار گھوڑوں کو خالی

لے جا رہے ہیں۔ اور مکہ کی طرف متوجہ ہیں۔ مَسَلْنِي فِي قَلْبِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ دَالِمٌ

عَاشِرِينَ كَيْفَ كَانَتْ أَسْرَارُهُمْ جِيہا کہ پیدے آپکا ہے۔

خو امین اسلام نے بھی اس غزوہ میں حصہ لیا۔ چنانچہ حضرت عائشہ مدینہ اور ام سلیم (والدہ ام سلمہ)

پانچے چڑھائے ہوئے کہ جس سے ان کے پاؤں کی جھانجیں نظر آتی تھیں۔ مشکیں بھر بھر کر لاتی تھیں

اور مسلمانوں کو پانی پلاتی تھیں۔ جب مشکیں خالی ہو جاتیں۔ تو پھر بھرتا تھیں اور پلاتیں۔ حضرت

ام سلیط (والدہ حضرت ابوسعید خدری) بھی یہی خدمت بجالا رہی تھیں۔ حضرت ام امین

لے صحیح بخاری۔ غزوہ احد۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وایہ اور حمزہ بنت عجم (ام المؤمنین زینب کی بہن) پانی پلاتیں اور
 اور زخمیوں کی مرہم بھی کرتی تھیں۔ حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعب انصاریہ (زوجہ زید بن عاصم
 انصاری ہانسی) اپنے شوہر اور دونوں بیٹوں کے ساتھ مشاکے کر نکلیں جب رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند جانبا زہ گئے۔ تو حضور کے پاس پہنچیں۔ اور تیرا توڑا اور سگے قریب
 کو روکتی رہیں جب ابن قمنہ لعین حضور کی طرف بڑھا۔ تو حضرت مصعب بن عمیر اور چند اور مسلمان
 مقابل ہوئے۔ ان میں ام عمارہ بھی تھیں۔ ابن قمنہ نے ان کے کندھے پر ایسی ضرب لگائی کہ
 غار پڑ گیا۔ ام عمارہ نے بھی کٹی وار کئے مگر وہ دشمن خدا و ہری زہ پہنے ہوئے تھا۔ اس لئے کارہ
 نہ ہوئے۔ حضرت امیر حمزہ کی بہن، مسلمانوں کی شکست پہا حد میں نیزہ ہاتھ میں لئے آئی۔
 اور بھاگنے والوں کے منہ پر مار کر کہتی تھیں۔ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھو کہ
 بھاگتے ہو پھر بھائی کی لاش دیکھ کر بیٹے استقلال سے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ
 پڑھا۔ اور دعائے مغفرت کی۔

جب مشرکین میدان کارنا سے چلے گئے۔ تو مدینہ کی عورتیں صحابہ کی مدد کو نکلیں۔ ان
 میں حضرت فاطمہ الزہراء بھی تھیں۔ جب حضرت فاطمہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔
 تو خوشی کے مارے حضور کے گلے لپٹ گئیں۔ اور آپ کے زخموں کو دھونے لگیں حضرت علی المرتضیٰ
 ڈھال سے پانی گرا رہے تھے۔ جب زہرانے دیکھا۔ کہ پانی سے خون زیادہ نکل رہا ہے۔ تو
 چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر لگا دیا جس سے خون بند ہو گیا۔ پھر حضور نے فرمایا۔ اِسْتَدْرَغَضِبَ اللّٰهُ
 عَلٰی قَوْمٍ دَهْوًا وَجَدَ رَسُوْلَهُمْ يَحْمِلُوْنَ دِيْرًا بَعْدَ فَرَايَا التَّهْمَةَ اَغْفِرُ لِقَوْمٍ يٰۤاَعْلَمُوْنَ
 اس کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے محمد بن مسلمہ کو حضرت سعد بن زبیر کا حال معلوم کرنے
 کے لئے بھیجا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے حضرت سعد کو مقتولین میں زخمی پایا ان پر تیرہ تلواراؤ زینبہ
 کے رتروخ تھے، ان میں فقط رتق حیات باقی تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا۔ کہ مجھے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ میں دیکھوں کہ تم زندوں میں ہو یا مردوں میں۔ حضرت سعد نے
 دھیمی آواز سے جواب دیا۔ میں مردوں میں ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میرا سلام

نے صحیح بخاری غرودہ احد

پہنچانا۔ اور عرض کرنا۔ کہ سعد بن ربیع آپ سے گزارش کرتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے اچھی سے اچھی جزا دے جو اس نے کسی نبی کو ان کی امت کی طرف سے دی ہے اور نبی قوم کو میرا سلام پہنچانا۔ اور ان سے کہنا کہ اگر کوئی دشمن تمہارے پیغمبر کا (بارادہ قتل) پہنچ جائے۔ اور تم میں سے ایک بھی زندہ ہو۔ تو خدا کی بارگاہ میں تمہارا کوئی عند نہ ہوگا۔ حضرت سعد یہ کہہ کر واصل بحق ہو گئے۔ حضرت عمر بن مسلمہ نے حضور کی خدمت میں صورت حال عرض کر دی۔ حضور نے یہ سن کر فرمایا "اللہ اس پر رحم کرے۔ اس نے حیات و موت میں خدا و رسول کی خیر خواہی کی ہے۔"

اس غزوہ میں مسلمانوں میں سے ستر یا کچھ کم و بیش شہید ہوئے۔ ابن بخاری نے ان سب کے نام دئے ہیں جن میں سے پہا بہا جرمین ہیں سے اور باقی چھ یا سٹھ انصار میں سے ہیں۔ انتقام جنگ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہداء کے کرام کی لاشوں میں تشریف لے گئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں گذرا۔ حضرت حمزہ ہذا آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسول لکھے گئے۔ پھر تمام لاشوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا یہ

أنا شهيدٌ على هذا اليوم القيامة میں قیامت کے دن ان کا شفیع ہوں۔
بعد ازاں حکم دیا کہ ان کو دفن کر دیا جائے۔ کپڑے کی قلت کا یہ عالم تھا۔ کہ عموماً دو دو تین تین ملا کر ایک ہی کپڑے میں ایک ہی قبر میں دفن کر دیئے گئے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا۔ اس کو مقدم کیا جاتا۔ اور ان شہداء پر اس وقت غازیہ جنازہ نہ پڑھی گئی۔ بلکہ بے غسل ای طرح خون میں اتھرتے ہوئے دفن کر دیئے گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

سید الشہداء امیر حمزہ کو ایک چادر میں دفن کیا گیا۔ مگر چادر کوتاہ تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے تو قدم ننگے رہتے۔ قدموں کو چھپاتے تو منہ ننگا رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ منہ کو جانب دواؤں قدموں پر چل ڈال دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

۱۔ استیعاب صحابہ

۲۔ مناقب اہل بیت علیہم السلام - جزو ثانی ص ۱۱۱

۳۔ صحیح بخاری - غزوہ احد -

۴۔ طبقات ابن سعد

حضرت مصعب بن عمیر جب شہید ہوئے۔ تو ان کے پاس صرف ایک کلتی تھی۔ اس سے سر و حانپتے تو پاؤں ننگے رہتے اور پاؤں چھپتے تو نہ ننگا رہتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے کلتی سے و حانپ دیا گیا۔ اور پاؤں اچھڑ گئے۔

حضرت وہب بن قابوس مزنی اور ان کا بھتیجا عاصم بن عقبہ بن قابوس بکریاں چلتے دینے میں آئے۔ جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ اُحمد پشرف سے گئے ہیں۔ تو سلام لاکر حاضر خدمت اقدس میں ہوئے۔ خالد و عکرمہ کے حملہ کے وقت حضرت وہب بڑی بہادری سے لڑتے مشرکین کا ایک دستہ آگے بڑھا۔ تو آپ نے تیروں سے ہمارا دوسرا آیا تو اسے بولایت ہو گیا۔ تیسرا آیا۔ تو تورا سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کا بھتیجا بھی اسی طرح لڑ کر شہید ہوا مشرکین نے حضرت وہب کو بڑی طرح سے مشکہ کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ زخموں سے نڈر آئے مگر دونوں لاشوں پر کھڑے رہے۔ اور حضرت وہب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

رضی اللہ عنک فانی عنک و احسن اللہ تجھ سے راضی ہو۔ میرا تجھ سے راضی ہوں۔

حضرت وہب کو لجا میں رکھا گیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سر ان ہی کی پادری سے چھپا دیا۔ گروہ چادران کی لطف ساق ہا۔ پہنچی۔ اس لئے حضور کے ارشاد سے پاؤں پر جمل ڈال دی گئی۔ حضرت عمر و فاروقؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش ہم خدا تعالیٰ سے مزنی کے حال میں ملیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن ہر ام کا جنازہ اٹھایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روئے نامی عورت کی آواز سنی اور یہ بیان کیا کہ یہ کون ہے؟ عرض کیا کہ مقتول کی بہن یا چھوٹی بہن ہے۔ فرمایا کہ یہ کیوں روتی ہے یا فرمایا کہ نہ روتے۔ کیونکہ جنازہ اٹھانے تک فرشتے اسے اپنے بازوؤں سے سہا کرتے رہے ہیں۔ تمندی زابرا بکفسیر القرآن) ہیں حضرت ہمارے عبد اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے۔ فرمایا کہ تو نمکین کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ!

اے ناری گور گیا۔ ہمدی گندھیس۔ گندہیل۔

علا بخامی۔ غزوہ اُحمد۔

علا طبقات ابن سعد۔

لکھ بخامی زباب مانیوں بن الفیاض علی المیت۔

میرا باپ اُحد کے دن شہید ہو گیا اور قرض و خیال چھوڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کیا میں تجھے بشارت نہ دوں کہ خدا تیرے باپ سے کس طرح ملا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کبھی شہدائے اُحد میں سے کسی سے بے پردہ کلام نہیں کیا۔ مگر تیرے باپ سے رو بہ کلام کیا۔ اور کہا مجھ سے ہلک کہ تجھے عطا کروں تیرے باپ نے کہا۔ اے میرے پورے گار۔ تو مجھے حیات دنیوی عطا کرنا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ رب عزوجل نے کہا کہ میری طرف سے وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ روم کی دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَاتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْواتًا ۗ اللَّهُ أَمْواتًا ۗ لَآ يَدْرِيكُمْ عَنِ النَّارِ ۗ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی ایک کملی میں دفن ہوئے تھے۔ پاؤں حمل سے چھپا دیئے گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن حبیہ تیرا اندازوں کے امیر تھے۔ جب ان کے ساتھ صرف چند آدمی رو گئے تو مشرکین نے ان پر حملہ کیا وہ سب شہید ہو گئے۔ مگر اپنی جگہ کو نہ چھوڑا حضرت عبداللہ پہلے شہید ہوئے۔ پتھر پھینکتے رہے۔ جب تیر ختم ہو گئے۔ تو نیزہ سے کاہ لینے لگے۔ جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ تو تلوار سے لڑنے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ کفار نے آپ کو پری طرح سے مُشک کر دیا تھا۔ آپ کے بھائی حضرت خنات بن حبیہ نے کمانوں سے گڑھا کھود کر آپ کو دفن کر دیا۔

حضرت عمرو بن جوح لنگڑے تھے۔ اُن سے کہا گیا کہ آپ معذور ہیں۔ آپ پر جہاد فرض نہیں مگر وہ مسلح ہو کر نکلے۔ اور کہنے لگے کہ مجھے امید ہے کہ میں اسی طرح بہشت میں سُلا کروں گا۔ پھر قبلہ رو ہو کر یوں دعا کی "خدا یا مجھے شہادت نصیب کر اور اپنے اہل کی طرف محروم واپس نہ لا۔" چنانچہ اُحد میں شہید ہو گئے۔

اُنلے جنگ میں ایک مسلمان کھڑا ہوا کھجوریں کھا رہا تھا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں مارا گیا۔ تو کہاں ہوں گا؟ آپ نے فرمایا "بہشت میں" یہ سن کر اُس نے کھجوریں ہاتھ سے پھینک دیں اور لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔

شہدائے کرام کی تدفین کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کو واپس آئے۔ راستے میں جو

۱۔ نذال العاد۔ غزوہ اُحد

۲۔ طبقات ابن سعد۔

۳۔ استیعاب ابن عبدالبر۔

۴۔ بخاری۔ غزوہ اُحد

عورتیں اپنے اہل و اقارب کا حال دریافت کرتی تھیں حضور بتاتے جاتے تھے۔ آپ بنو دینار کی ایک عورت کے برابر سے گزرے جس کا شوہر اور بھائی اور باپ اُحد میں شہید ہو گئے تھے۔ لوگوں نے آستے پلینوں کی شہادت کی خبر دی۔ تو اس نے کچھ پروا نہ کی۔ اور پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ بخیر ہیں۔ کہنے لگی کہ مجھے دکھا دو تا کہ میں آنکھوں سے دیکھ لوں۔ چنانچہ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف اشارہ کر دیا گیا۔ اُس نے جب حضور انور ہابی ہودامی کو دیکھا تو پکار اُٹھی۔

كُلُّ مَصِيبَةٍ بَعْدَكَ جَلَلٌ | آپ کے ہوتے ہر ایک مصیبت ایسے ہے۔
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے محلہ بنی عبدالاشہل میں پہنچے۔ تو ان کی عورتوں کو دیکھا۔ کہ اپنے مقتولین پر رو رہی ہیں۔ آنکھوں میں آنسو بھرائے اور نہان مبارک سے نکلا۔
 اما حسرة فلا بواکی لہ | لیکن حمزہ کے لئے کوئی رونے والیاں نہیں۔
 یہ سن کر حضرت سعد بن معاذ ان عورتوں کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در دولت پر جا کر ماتم کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسہی کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ہم بھی شامل گریہ ہو گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سو گئے اور ہم رو رہی تھیں۔ آپ نے جاگ کر نماز عشا پڑھی اور سو گئے۔ پھر جو آنکھ کھلی اور رونے کی آواز سنی۔ تو فرمایا۔ کیا تم اب تک رو رہی ہو؟ یہ فرما کر آپ نے رونے والیوں کو رخصت کیا۔ اور ان کے لئے اور ان کے ازواج و اولاد کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ جب صبح ہوئی۔ تو آپ نے نوحہ سے منع فرما دیا۔

اس واقعے سے آٹھ برس کے بعد ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف گونگے۔ اور شہداء اُحد پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد آپ نے منہر منیف پر دن افروز ہو کر یہ خطبہ دیا۔
 اِنِّیْ فَرَطٌ تَكْرُوَاتِیْ وَ اللّٰہِ لَا نَظْرَ اِلَیَّ | بے شک میں تمہارے واسطے فرطاً پیشرو ہوں۔ اللہ کی قسم
 حَوْضِیْ الْاَنِّ وَ اِنِّیْ اَعْطِیْتُ مَفَاتِحَ | میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں بے شک مجھے زمین کے

۱۔ میرت ابن ہشام۔

۲۔ طبقات ابن سعد۔

۳۔ بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب الصلوٰۃ علی الشہید۔
 ۴۔ فرط آنکھ پیش قوم ہود تا اسباب آنخورد اور دست کنگہ۔ منتهی الارب

خَزَائِنِ الْأَرْضِ أَوْ مَفَاتِحِ الْأَرْضِ وَ
إِنِّي وَاللَّهِ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تُشْرِكُوا
بِعَدِي وَلَكِنْ أَخَافُ عَلَيْكُمْ أَنْ تَنَافَسُوا
فِيهَا۔

خزائین کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔
خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک
بن جاؤ گے۔ لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں پھنس

جاؤ۔

ہجرت کا پچوٹھا سال

غزوہ بنی نضیر | یہ غزوہ ماہ ربیع الاول میں ہوا جس کی وجہ نقض عہد سابق تھی۔ بنو عامر کے دو شخص
جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد تھا مدینہ منورہ سے اپنے اہل کی طرف نکلے۔ راستے
میں عمرو بن امیہ ضمیری ان سے ملا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوارہ میں ہیں۔
اُس نے دونوں کو قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ دیت کے لئے بنو نضیر سے مدد
مانگی۔ انہوں نے جواب دیا کہ آپ تشریف رکھئے۔ ہم باہم مشورہ کرتے ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم حضرات ابو بکر و عمر و علی وغیرہ کے ساتھ ان کی ایک دیوار تلے بیٹھ گئے۔ یہود نے بجائے
مدد دینے کے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ بیخبری میں دیوار پر سے آپ پر چکی کا پاٹ پھینک دیں۔
حضرت جبرئیل نے آپ کو اطلاع کر دی۔ آپ فوراً وہاں سے مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور جنگ
کے لئے تیار ہو کر ان پر حملہ آور ہوئے۔ بنو قریظہ بھی برس پیکار تھے۔ آخر کار آپ نے بنو نضیر کو
جلاد وطن کر دیا۔ بدین شرط کہ ان کو اجازت دی کہ جوارہ وہ اونٹوں پر لے جاسکیں لے جائیں۔
چنانچہ وہ اپنے اموال لے کر خیبر میں اور بعضے اذہعات واقع شام میں چلے گئے۔ مگر بنو قریظہ پر آپ
نے احسان کیا کہ ان کو امن دے دیا۔ جمادی الاولیٰ میں غزوہ فوات الرقاع ہوا۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے قصد سے نجد کی طرف نکلے۔ مگر قتال وقوع میں نہ آیا۔
امام بخاری نے اس غزوہ کو غزوہ خیبر کے بعد بتایا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ غزوہ دو دفعہ ہوا ہو۔ صلوات اللہ علیہ
سب سے پہلے اسی غزوہ میں پڑھی گئی۔ اسی میں غوث بن حارث کا قصہ پیش آیا۔

ہجرت کا پانچواں سال

غزوہ دومتہ الجندل | ماہ ربیع الاول میں غزوہ دومتہ الجندل پیش آیا۔ مگر قتال وقوع میں نہ آیا۔

۱۔ صحیح بخاری مع فتاویٰ باب حدیث بنی نضیر۔
۲۔ یہ موضع دمشق و مدینہ منورہ کے درمیان دمشق سے سات منزل پہلے ہے۔

شعبان میں غزوہ مریس یا غزوہ بنی المصطلق ہوا۔ جس میں بنو المصطلق مغلوب ہوئے۔ قصہ انکی یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر منافقوں نے جو تہمت لگائی تھی وہ اسی غزوہ سے واپسی پر پیش آیا۔

غزوہ احزاب | ماہ ذی قعدہ میں غزوہ احزاب یا غزوہ خندق واقع ہوا۔ بنو نضیر جلا وطن ہو کر یتیم میں آ رہے تھے۔ اور وغیرہ نے مکہ میں جا کر قریش کو مسلمانوں سے لڑنے پر ابھارا۔ اور دیگر قبائل عرب (حظفان۔ بنو سلیم۔ بنو مرہ۔ اشجع۔ بنو اسد وغیرہ) کو بھی اپنے ساتھ متفق کر لیا۔ بنو قریظہ پہلے شامل نہ تھے۔ مگر جی بنی اخطب نے آخر کار ان کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا۔ عرض قریش وہی وہ قبائل عرب بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھے۔ چونکہ اس غزوہ میں تمام قبائل عرب وہیہود شامل تھے۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوہ احزاب (حزب یعنی طائفہ) کہتے ہیں کفار کی تباہی کی خبر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے مشورہ کیا حضرت سلمان فارسی نے عرض کیا کہ کھلے میدان میں لڑنا مصلحت نہیں۔ مدینہ اور دشمن کے درمیان ایک خندق کھود کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مستورات اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیجا یا۔ اور بذات شریف تین ہزار کی جمعیت کے ساتھ شہر سے نکلے۔ اور سامی طرف میں سلح کی پہاڑی کو پس پشت رکھ کر خندق کھودی۔ اس واسطے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہتے ہیں۔ خندق کھودنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بلوغت تک غیب شامل تھے کفار نے ایک ماہ محاصرہ قائم رکھا۔ وہ خندق کو عبور نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے دور سے تیر اور پتھر پراتے تھے۔ ایک روز قریش کے کچھ سوار عمرو بن عبد وغیرہ ایک جگہ سے جہاں سے اتفاقاً عرض کم رہ گیا تھا۔ خندق کو عبور کر گئے۔ عمرو مذکور نے مبارز طلب کیا۔ حضرت علیؑ آگے بڑھے اور تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر باقی ہمراہی بھاگ گئے۔ آخر کار قریظہ و قریش میں چھوٹ پڑ گئی۔ اور باوجود سردی کے موسم کے ایک رات باوہر صحر کا ایسا طوفان آیا کہ خمیوں کی لٹا میں اکھڑ گئیں اور گھوڑے سے چھوٹ گئے کھلنے کے دیکھے چوٹھوں پر الٹ الٹ جاتے تھے۔ امتداد محاصرہ کے سبب سامان رسد بھی ختم

لے کفار کا بڑے زور سے مدینہ پر حملہ کیا۔ مخلصوں کا ثابت قدم رہنا۔ اور منافقوں سے کلمات نفاق کا سرزد ہونا اور طوفان باہر سے لشکر کفار کا برباد ہونا۔ یہ سب کچھ سورہ احزاب میں مذکور ہے۔

ہو چکا تھا۔ اس لئے قریش و دیگر قبائل محاصرہ اٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ اور مذکورہ لیکھ اپنے قلعوں میں چلے آئے اس غزوہ میں شدت قتال کے وقت عصر و مغرب اور بقول بعض ظہر بھی قضا ہو گئی تھی۔ شہداء کی تعداد چھ تھی۔ جن میں اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ بھی تھے۔ ان کی رگ اکھل تیر لگنے سے کٹ گئی۔ مسجد میں رفیدہ انصار یہ کا خیمہ تھا جو زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد کو علاج کے لئے اسی خیمہ میں بھیج دیا۔ مگر وہ اس زخم سے جانبر نہ ہوئے۔ ادس ایک ماہ کے بعد انتقال فرما گئے۔ اس غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد معجزے ظہور میں آئے۔

غزوہ بنی قریظہ | جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس تشریف لائے۔ تو نماز ظہر کے بعد بنو قریظہ سے جنگ کا حکم آیا۔ بنو قریظہ نقص عہد کے اجز اب کے ساتھ مل گئے تھے۔ اس لئے حضور انورؐ بن ہر ایک جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور پچیس دن ان کو محاصرہ میں رکھا۔ آخر کار انہوں نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم منظور کر لیا۔ حضرت سعد نے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے مرد قتل کئے جائیں۔ عورتیں اور بچے گرفتار کر لئے جائیں اور ان کا مال و اسباب غنیمت سمجھا جائے اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

قَضَيْتَ بِحُكْمِ اللَّهِ | تو نے اللہ کے حکم راستہ۔ باب ۲۰ - آیت ۱۰ کے مطابق فیصلہ کیا ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مردوں کی تعداد چھ سو یا سات سو تھی۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوا۔ جن کا قصہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

ہجرت کا چھٹا سال

بیعت رضوان اور صلح حدیبیہ | ماہ جمادی الاولیٰ میں غزوہ بنی لحيان پیش آیا۔ مگر مقابلہ نہ ہوا۔ ماہ ذیقعدہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار چار سو صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ سے عمرہ کے ارادے سے نکلے۔ حضرت ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔ جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے جو اہل مدینہ کا میقات ہے۔ آپ نے عمرہ کا احرام باندھا اور قربانیوں کو تقلید و اشعار کیا۔ یہاں سے آپ نے حضرت بسر بن سفيان کو قریش کی طرف بطور جاسوس بھیجا۔ جب آپ عسکان کے قریب غدیر اسطاط میں پہنچے تو آپ کا جاسوس خبر لایا کہ قریش خلفا سمیت مکہ سے باہر مقام بلدح میں جمع ہیں۔ اور آنا وہ ہیں کہ آپ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں یہ سن کر آپ نے اپنے صحاب سے مشورہ کیا۔ کہ خلفاء

کے اہل و عیال کو گرفتار کیا جائے تاکہ اگر وہ ان کی مدد کو آئیں۔ تو ہمیں تنہا قریش سے مقابلہ کرنا پڑے۔ حضرت ابو بکر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ بیت اللہ کے قصد سے نکلے ہیں۔ آپ کا ارادہ کسی سے لڑائی کا نہیں۔ آپ بیت اللہ کا نسخ کریں۔ جو ہمیں اس سے روکنے کا ہم اس سے لڑیں گے۔ آپ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب آپ مدینہ کے قریب عینتہ المراء میں پہنچے جہاں سے اتر کر قریش کے پاس پہنچ جاتے۔ تو آپ کی ناقہ قصواء پیٹھ گئی۔ ہر چند اٹھانے کی کوشش کی گئی مگر نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا: قصواء نہیں رکی اور نہ رکن اس کی حادث ہے۔ بلکہ خدائے عالیشان افضل نے اسے روک لیا ہے۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قریش مجھ سے کسی ایسی حاجت کا سوال نہ کریں گے جس سے وہ حرمت اللہ کی تعظیم کریں۔ مگر میں وہ انہیں عطا کر دوں گا۔ اس کے بعد آپ نے قصواء کو جھڑک دیا اور وہ اٹھ کھڑی۔ اور آپ مرکز مدینہ کی پہلی طرف ایک کوئٹھ پر اترے جس میں پانی کم تھا۔ موسم گرما تھا۔ پانی جلدی ختم ہو گیا۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں پیاس کی شکایت آئی۔ آپ نے پانی کی ایک گلی کوئٹھ میں ڈال دی جس سے پانی بکثرت ہو گیا۔ اور جھاگل میں اپنا دست مبارک رکھ دیا۔ آپ کی انگلیوں سے حشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ان دونوں معجزوں کا ذکر اس کتاب میں آگے آئے گا۔

اسی اثنا میں جبیل بن درقار غزاغی اپنی قوم کے چند اشخاص کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہنے لگا۔ کہ قبائل کعب بن لوی اور عامر بن لوی مدینہ کے آب گھیر پاتے رہے ہوتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ درد و صیل اونٹنیاں اور غوزیں بچوں سمیت ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: ہم کسی لڑنے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کے ارادہ سے آئے ہیں۔ لڑائی نے قریش کو کمزور کر دیا ہے۔ اور نقصان پہنچا یا ہے۔ اگر وہ چاہیں۔ تو ہم ایک حدت کے لئے ان سے جنگ کا التوا کر دیتے ہیں۔ باقی لوگوں سے ہم خود سمجھ لیں گے۔ اگر میں غالب آ جاؤں اور بصورت طلبہ وہ میری طاعت میں آنا

۱۔ قصہ اصحاب قبل کی طرف اشارہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے قبل کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔ تاکہ جان و مال کا نقصان اور بیت اللہ کی بے حرمتی نہ ہو اور اس کے حبیب پاک پر ہلاکی کا وہیبتہ نہ لگے۔ اسی قسم کے امور کچھ خدا تعالیٰ نے قصواء کو کر میں داخل ہونے سے روک دیا۔

۲۔ مدینہ کے سے وہیل کے فاصلہ پر ہے۔

۳۔ بدیل مذکور فتح مکہ کے دن ایمان لایا۔ قبیلہ خزاعہ نے زمانہ بجاہلیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے در حضرت عبدالطلب کے عہد سے موالات کیا تھا۔ اسی کی بدولت سے بدیل کا اس موقع پر خدمت اقدس میں حاضر ہونا بغرض غیر خواہی تھا۔

چاہیں۔ تو ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے انکار کر دیا۔ تو قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں ان سے ضرور لڑنا رہوں گا۔ یہاں تک کہ میں اکیلا رہ جاؤں۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی ضرورت دکر سے گا۔ بدیل نے عرض کہا کہ میں آپ کا بیار شادان تک پہنچاؤں گا۔ چنانچہ وہ قریش میں آکر کہنے لگا۔ کہ میں اس مرد رسول اللہ کا قول سن آیا ہوں۔ اگر مجھ کو گزارش کر دوں۔ ان میں سے ایک نادان بولا کہ ہم اس کی کسی بات کے سننے کے لئے سننا نہیں۔ ایک صاحب رائے نے کہا کہ بیان کیجئے۔ جو اس سے سن آئے ہو۔ اس پر بدیل نے بیان کر دیا۔ عروہ بن مسعود نے اٹھ کر کہا کہ اس نے ایک نیک امر پیش کیا ہے۔ وہ قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس جانے دو۔ چنانچہ عروہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور بدیل کی طرح کلام کیا۔ اور وہی جواب پایا۔ عروہ نے یہ الفاظ میں ان سے ضرور لڑنا رہوں گا۔ سن کر عرض کیا۔ اے محمد! بتائیے اگر آپ نے اپنی قوم کو مائل بلا کر کیا کیا آپ نے عرب میں سے کسی کی بات سنا ہے کہ اس نے آپ سے پہلے اپنے اہل کو ہلاک کر دیا ہو اور اگر قریش غالب آگئے۔ تو آپ ان سے امن میں نہ رہیں گے۔ کیونکہ اللہ کی قسم میں سردار (مکہ) رہوں۔ اور اظہار کر دیکھتا ہوں۔ جو اس لائق ہیں کہ آپ کو چھوڑ کر جاگ جائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے یہ سن کر کہا اے مصعب بن عمیر! کیا ہم آپ کو چھوڑ کر جاگ جائیں گے۔ اس پر عروہ بولا۔ کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا ابو بکر۔ پس وہ حضرت ابو بکر سے یوں مخاطب ہوا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھ پر تیرا احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں نے نہیں دیا۔ تو میں تجھے جو بتاتا پھر عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ آپ سے کلام کرتا۔ تو رعایت میں آپ کی پیش مبارک کو چھوٹا۔ اس وقت منیر بن شعبہ خود سر پہ لوہا ہاتھ میں لئے آپ کے سر مبارک پر کھڑا تھا۔ جب عروہ اپنے ہاتھ پیش مبارک کی طرف بڑھا۔ تو منیر بن شعبہ نے انہیں نیا م شمشیر اس کے ہاتھ پر مارتا اور کہتا کہ پیش مبارک سے ہاتھ ہٹاؤ۔ عروہ نے آنکھ اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہے؟ جواب ملا کہ (تیرا بھتیجا) منیر بن شعبہ۔ عروہ نے یہ سن کر کہا۔ او بے وفا! کیا میں تیری

۱۵ ذی قعدہ، مصعب بن عمیر کا گالی ہے۔ حضرت ابو بکر نے بجائے ام کے لات کہہ دیا۔ اس میں عروہ اور اس کے بھتیجا کی حقیر ہے۔ وہ لات کو خدا کی بیٹی کہا کرتے تھے۔ لہذا عروہ بہت پریشان ہے کہ لات اگر خدا کی بیٹی ہے تو اس کے لئے وہ چاہئے جو عروہ کی بیٹی ہے۔ ایک دفعہ عروہ کو دیت رہی پڑی تھی۔ اس میں حضرت ابو بکر نے عروہ کو مدد دی تھی۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔

دیش میں کوشش نہ کرتا تھا؟ - پھر عروہ اصحاب بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا رہا۔ اس نے
 واپس جا کر اپنی قوم سے صحابہ کرام کے اوصاف بیان کئے اور کہا کہ ایک نیک امر جو پیش کیا جا رہا
 ہے اسے قبول کر لو پھر حلیم بن علقمہ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس نے بھی وہی کہہ کر کہا کہ میری
 رائے ہے کہ مسلمانوں کو بیت اللہ سے نہ رکا جائے حلیم کے بعد مکرزہ آیا۔ وہ حضور اقدس صلی اللہ
 علیہ وسلم سے کلام کر ہی رہا تھا۔ کہ خلیب قریش سہیل بن عمرو قریشی عامری حاضر ہوا۔ آپ نے بطریق
 تفاعل فرمایا کہ اب تمہارا کام کچھ سہل ہو گیا۔ گفتگوئے صلح کے بعد قرار پایا کہ کس سال تک لڑائی بند
 رہے۔ سہیل نے عرض کیا کہ معاہدہ خنجر میں آجائے پس بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب یعنی
 حضرت علی کو طلب فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (علی سے) لکھ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 سہیل۔ الرحمن میں نہیں جانتا کیا ہے۔ بلکہ لکھ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہ تو پہلے کہتا تھا۔
 صحابہ حاضرین۔ اللہ کی قسم! بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سوا اور نہ لکھ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، لکھ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (بعد تمہیل) لکھ: ہذا ما قاضی عنہ
 محمد رسول اللہ۔

سہیل (بعد کتابت) اللہ کی قسم! اگر ہم جانتے کہ تو اللہ کا رسول ہے۔ تو تجھے بیت اللہ سے منع
 نہ کرتے اور نہ تجھ سے لڑائی کرتے (علی سے) بلکہ لکھ محمد بن عبد اللہ۔ اور نفظ رسول اللہ کو متاؤدے۔
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سہیل سے) اللہ کی قسم! میں بے شک اللہ کا رسول ہوں۔ اگر
 تم میری تکذیب کر رہے ہو (تو اس سے میری رسالت میں فرق نہیں آتا)۔ (علی سے) اسے متاؤد
 حضرت علی۔ میں اسے نہیں متاؤد گا۔

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴
 ۱۵
 ۱۶
 ۱۷
 ۱۸
 ۱۹
 ۲۰
 ۲۱
 ۲۲
 ۲۳
 ۲۴
 ۲۵
 ۲۶
 ۲۷
 ۲۸
 ۲۹
 ۳۰
 ۳۱
 ۳۲
 ۳۳
 ۳۴
 ۳۵
 ۳۶
 ۳۷
 ۳۸
 ۳۹
 ۴۰
 ۴۱
 ۴۲
 ۴۳
 ۴۴
 ۴۵
 ۴۶
 ۴۷
 ۴۸
 ۴۹
 ۵۰
 ۵۱
 ۵۲
 ۵۳
 ۵۴
 ۵۵
 ۵۶
 ۵۷
 ۵۸
 ۵۹
 ۶۰
 ۶۱
 ۶۲
 ۶۳
 ۶۴
 ۶۵
 ۶۶
 ۶۷
 ۶۸
 ۶۹
 ۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

۱۰
 ۱۱
 ۱۲
 ۱۳
 ۱۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مجھے اس نغظ کی جگہ بتاؤ۔

حضرت علی بتا دیتے ہیں اور حضور نغظ رسول اللہ کو مٹا کر غلی سے اس کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھواتے ہیں۔ آگے لکھ۔ بشرط یہ ہے کہ قریش ہمارے واسطے بیت اللہ کا ستہ پھوڑ دیں گے اور ہم اس کا طواف کریں گے۔

سہیل۔ اللہ کی قسم ہم نہ چھوڑیں گے۔ عرب یہ کہیں گے کہ دباؤ ڈال کر ہمیں اس پر مجبور کیا گیا ہے۔ ہاں آئندہ سال ایسا ہو جائے گا (چنانچہ ایسا ہی لکھا گیا) دیگر شرط یہ ہے کہ ہم میں سے جو کوئی آپ کے پاس آئے خواہ وہ آپ کے دین پر ہو آپ اُسے ہماری طرف مٹا کر دیں گے۔ صحابہ حاضرین متعجب ہو کر سبحان اللہ! جو سلطان ہو کر آئے۔ وہ مشرکین کی طرف کس طرح واپس کیا جائے گا؟

داسی اثنار میں سہیل کا بیٹا ابو جندل پابز بخیر اسفل مکہ سے ذقید فنانہ میں سے نکل کر یہاں آجاتا ہے اور اپنے تئیں مسلمانوں کے حوالہ کرتا ہے۔

سہیل۔ یا محمد! پہلے میں ہی پر آپ سے محاکمہ کرتا ہوں کہ آپ اے میرے حوالہ کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم بھی صلحنامہ کی کتابت سے فارغ نہیں ہوئے۔ سہیل۔ اللہ کا قسم! تب میں بھی آپ سے کبھی کسی بات پر مصالحت نہ کروں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے میرے پاس رہنے دو۔

سہیل۔ میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دیتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ہاں اجازت دے دو۔

سہیل۔ میں ایسا نہیں کرنے کا۔

مکرزہ۔ (سہیل سے) ہم نے تیرے واسطے اجازت دے دی۔

ابو جندل۔ اے مشرکین! میں مسلمان ہو کر مشرکین کے حوالہ کیا جا رہا ہوں۔ کیا تم میری تکلیف نہیں دیکھتے ہو؟

اے اس شرط میں بھی موافقت بنا کر مصالحت تھی۔ امدادہ اس صلح کے ثمرات و ثمرات تھے۔ اس سے کفار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سننے اور دیکھنے کا موقع مل گیا اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ چنانچہ حدیبیہ۔ فتح مکہ کے درمیان کچھ لوگ اسلام لائے۔ مگر فتح مکہ کے بعد گروہ درگروہ اسلام میں داخل ہوئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو جندل اصبر کو اور ثواب کی امید رکھ۔ ہم عہد نہیں توڑتے اللہ تیرے واسطے خلاصی کی کوئی سبیل پیدا کر دے گا۔

دیہ بن کر حضرت عمر فاروق اٹھ کر ابو جندل کے ساتھ ہوئے اور کہہ رہے تھے۔ وہ تو مشرکین ہیں۔ کسی مشرک کو قتل کرنا ایسا ہے جیسا کسی کتے کو قتل کر ڈالا

ابن سعد اور بیہقی وغیرہ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حدیبیہ میں پہنچے۔ تو آپ نے قریش کو اپنے ادا سے مطلع کرنے کے لئے حضرت فراتش بن امیہ خزاعی کو اپنے اونٹ پر سوار کر کے ان کی طرف بھیجا۔ عکرمہ بن ابو جہل نے اس اونٹ کی کونچیں کاٹ دیں۔ اور فراتش کو قتل کر دئے گئے۔ مگر اصابت و احلاف نے روک دیا۔ فراتش نے خدمت اقدس میں واپس آ کر یہ ماجرا کہہ سنایا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو ایک خط دے کر اشراف قریش کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ مکہ میں مکرور مسلمانوں کو عنقریب فتح کی بشارت دینا۔ حضرت عثمان نے قریش کو تمام بلدح میں دیکھا۔ کہ مسلمانوں کو مکہ سے روکنے پر متفق ہیں۔ ابان بن سعید اموی نے جہا تک کہ ابان نہ لائے تھے۔ حضرت عثمان کو پناہ دی اور اپنے ساتھ گھوڑے پر سوار کر کے مکہ میں لے آئے۔ حضرت عثمان نے اشراف قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ اور نام مبارک پڑھ کر ایک ایک کو سنایا۔ مگر وہ رد براہ نہ ہوئے۔ جب صلح نامہ مکمل ہو گیا۔ اور وہ اس کے نفاذ کے منتظر تھے۔ تو قریش کے ایک شخص نے دوسرے فریق کے ایک شخص پر پتھر پاتیر مارا۔ اس سے لڑائی چھو گئی۔ اس لئے قریش نے فریق مخالف کے آدمیوں کو بطور بغل اپنے پاس روک لیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو کو اور مفرکین نے حضرت عثمان کو (دس اور کے) زہیر جراثیم رکھا۔ اس اثنا میں بیٹھنے خبر آئی۔ کہ حضرت عثمان مکہ میں قتل کر دئے گئے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ببول کے دخت کے نیچے مسلمانوں سے موت پر بیعت لی جس کا ذکر کتاب اللہ میں ہے۔ اس کو بیعت الرضواں کہتے ہیں۔ حضرت عثمان بنو نہر کہ مکہ میں تھے۔ اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر پار کر ان کو بیعت کے ثمرات میں شامل کیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں دوسری جگہ بالتفصیل مذکور ہے۔ جب قریش کو اس بیعت کی خبر پہنچی۔ تو وہ ڈر گئے اور خدمت کے صلح کر لی اور طرفین کے مابین چھوڑ دئے گئے۔ جب صلح سے فارغ ہوئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اٹھو تمہارا پیالہ

اور سرمنڈاؤ آپ نے تین بار ایسا فرمایا۔ مگر کوئی نہ اٹھا۔ آپ نے حضرت ام سلمہ سے یہ تذکرہ کیا۔ تو ان کی تدبیر سے یہ مشکل حل ہو گئی جیسا کہ آگے آئے گا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مدینہ میں واپس تشریف لائے۔ تو ابو جندل کی طرح ابوبصیر ثقفی حلیف بنی زہرہ مکہ سے بھاگ کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ قریش نے وہ شخص اس کے تعاقب میں بھیجے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسب معاہدہ بصیر کو ان دونوں کے حوالہ کر دیا۔ جب وہ ذوالحلیفہ میں پہنچے۔ تو ابوبصیر نے ان میں سے ایک سے دیکھنے کے بہانہ سے تلوار لی۔ اور اس کا کام تمام کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر خدمت اقدس میں آیا۔ ابوبصیر بھی اس کے پیچھے اپنی لور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کا وعدہ پورا ہو چکا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ پورا نہیں ہوا۔ تو جہاں چاہتا ہے چلا جا۔ اس لئے ابوبصیر ساحل بحر پر چلا گیا۔ ابو جندل بھی بھاگ کر ذومرہ کے قریب ابوبصیر سے آ ملا۔ اور رفتہ رفتہ ایک جماعت ان کے ساتھ ہو گئی ابو جندل نے قریش کا شامی راستہ روک لیا۔ قریش تنگ آ کر حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے طالب علم ہوئے۔ اور وہ اپنی کی شرط بھی اڑادی پس حضور انور نے ابوبصیر و ابو جندل کے نام ایک نام بھیجا۔ ابوبصیر اس وقت قریب الموت تھا۔ وہ نام مبارک اس کے ہاتھ ہی میں تھا کہ انتقال کر گیا۔ اور ابو جندل ساتھیوں سمیت مدینہ میں حاضر خدمت اقدس ہو گیا۔ اور مدینہ ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق کے عہد میں ملک شام میں شہید ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ہجرت کا سا تو اں سال

دالیان ملک کو دعوت اسلام | جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوی الحجہ ۶ میں مدینہ سے واپس تشریف لائے۔ تو آپ نے شروع شروع میں دالیان ملک دعوت اسلام کے خطوط ارسال فرمائے جن کا ذکر کسی قدر تفصیل سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

(۱) جو نامہ مبارک قبصر روم کے نام لکھا گیا اس کے الفاظ یہ تھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مَن مُحَمَّدٍ	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اللّٰہ کے بندے اور رسول محمد
عہد اللہ ورسولہ الی ہر قتل عظیم	کطرف سے قتل امیر روم کے نام۔ سلام اس پر جس نے

۱۔ حالات مذکورہ کے لئے دیکھو زر قانی علی المراءب۔

السَّلامِ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى الْمَعْلُومَ
فَإِنِّي أَدْعُوكَ بِدَعَايَةِ الْإِسْلَامِ أَسْلَمَ
تَسْلِمًا يُؤْتِيكَ اللَّهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَإِنْ
تَوَلَّيْتَ فَإِنَّ عَلَيْكَ إِثْمَ الْأَرِيسِيِّنِ وَفِي أَهْلِ
الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ
أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا
يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ
فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ

ہدایت کی پیروی کی۔ ابا بعد میں سمجھ کر دعوت اسلام کی
طرف بلتا ہوں تو اسلام لا سلامت رہے گا۔ نہ سمجھ کر دوسرے
ٹوبے سے گا۔ اگر تو نے مدگردانی کی۔ تو تیری رعایا کا
گناہ سمجھ پر ہو گا۔ اسے اہل کتاب باو ایسی بات کی طرف
جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی پوجا
نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں
سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو خدا نہ بنائے۔ اگر وہ
نہیں مانتے تو کہہ دو۔ تم گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔

رومیوں اور ایرانیوں میں دیر سے لڑائی چلی آتی تھی۔ ایرانیوں نے ملک شام فتح کر لیا تھا
پہرقل کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ اسے اپنے پار تیسخت قسطنطنیہ پر ایرانی حملہ کا اندیشہ ہو گیا تھا اس
حالت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں خبر دی کہ رومی جو شام میں مغلوب ہو گئے ہیں چند
سال میں وہ ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ یہ پیشین گوئی مصلح حدیبیہ سے نو سال پیشتر ہوئی تھی
اور حرف بحرف پوری ہوئی۔ چنانچہ حدیبیہ کے دن مسلمانوں کو رومیوں کی فتح کی خبر پہنچی۔ پہرقل
اس فتح کے شکرانہ کے لئے حمص سے بیت المقدس میں آیا وہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنا نام مبارک حضرت وحی بن خلیفہ کلبی کے ہاتھ روانہ کیا تھا۔ حضرت وحی بن نے وہ خط پہرقل
کے گورنر شام حارث غستانی کو بصرے میں دیدیا۔ اس نے قبصر کے پاس بیت المقدس میں بھیج دیا۔
قبصر نے حکم دیا کہ اس دعویٰ نبوت کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ملے۔ لولاؤ۔ اتفاق یہ کہ ابوسفیان جو اس وقت
تک ایمان نہ لائے تھے تاجران قریش کے ساتھ غزوہ میں آئے ہوئے تھے۔ قبصر کا قاصدان سب کو
بیت المقدس میں لے گیا ابوسفیان کا بیان ہے کہ جب ہم کو قبصر کے پاس لے گئے۔ تو کیا دیکھتے
ہیں کہ وہ تاج پہنے ہوئے دربار میں تیسخت پر بیٹھا ہے اور اس کے گرد گردن مارے دم میں اس نے
اپنے ترجمان سے کہا کہ ان دو قبیلوں (سہم و جہر) کہ تمہیں لحاظ نہ ہے اس دعویٰ نبوت کون اقرب ہے؟

اسے یہ شہر اقصائے شام میں صحران و اربع ہے۔

۱۔ صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد

دقول ابوسفیان، میں نے کہا کہ میں اقرب ہوں۔ قیصر نے رشتہ دریافت کیا میں نے کہا کہ
میرا چچا بھائی ہے۔ قافلہ میں اُس وقت عبدمناف کی ماؤلاؤں میں میرے سوا کوئی نہ تھا۔ قیصر کے
حکم سے مجھے نزدیکی بلا یا گیا اور میرے ساتھ جہول کو میری بیٹی بچھے بٹھایا گیا۔ پھر قیصر نے اپنے
ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ میں اس (ابوسفیان) سے اُس مدعی نبوت کا اصل
دیانت کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ بولے۔ تو کہہ دینا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے
یہ دُعا نہ ہوتا کہ میرے ساتھ میرا جھوٹ اوزیل سے نفل کیا کریں گے۔ تو میں اُس کا حال بیان کرنے میں جھوٹ
بولتا۔ مگر اس ڈر سے میں سچ ہی بولا۔ اس کے بعد قیصر ابوسفیان میں بند بچہ ترجمان یہ گفتگو ہوئی :-
قیصر۔ اس مدعی نبوت کا نسب تم میں کیسا ہے؟

ابوسفیان۔ وہ شریف النسب ہے۔

قیصر۔ کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟
ابوسفیان۔ نہیں،

قیصر۔ کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟
ابوسفیان۔ نہیں،

قیصر۔ اس کے پیرو اکابر ہیں یا کمزور لوگ؟
ابوسفیان۔ کمزور لوگ ہیں۔

قیصر۔ اس کے پیرو زیادہ ہو رہے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں؟
ابوسفیان۔ زیادہ ہو رہے ہیں۔

قیصر۔ کیا اس کے پیرووں میں سے کوئی اس کے دین سے ناخوش ہو کر اس دین سے چھڑ گیا ہے؟
ابوسفیان۔ نہیں،

قیصر۔ کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تمہیں اس پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا ہے؟
ابوسفیان۔ نہیں۔

قیصر۔ کیا وہ ہمدشکنی کرتا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں لیکن اب جو ہمارا اُس کے ساتھ معاہدہ صلح ہے۔ دیکھتے اُس میں کیا کرتا ہے۔

قیصر۔ کیا تم نے کبھی اس سے جنگ بھی کی؟

ابوسفیان۔ ہاں۔

قیصر۔ جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان۔ کبھی ہم غالب رہے اور کبھی وہ۔

قیصر۔ وہ تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے؟

ابوسفیان۔ کہتا ہے کہ ایک۔ خدا کی عبادت کرو۔ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ تمہارے ماؤ باپ

جو کچھ کہتے ہیں وہ جھوٹا دو۔ نماز پڑھو۔ سچ بولو۔ پاکدامن رہو۔ صلہ رحمی کرو۔

اس گفتگو کے بعد قیصر نے ترجمان کی وساطت سے ابوسفیان سے کہا۔ کہ تم نے اس کو شریفیہ لکھ

بتایا پیغمبر انبی قوم کے اشراف میں سے مبعوث ہوا کرتے ہیں تم نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے اس سے

پہلے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو میں سمجھ لیتا کہ اس نے اپنے سے پہلے کے قول کا

قتلہ کیا ہے۔ تم نے کہا۔ کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو میں خبر

کرتا کہ وہ اپنے آبائی ملک کا طالب ہے تم نے کہا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے وہ کبھی تمہیں بالکذب

نہیں ہوا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ لوگوں پر تو جھوٹ نہ باندھے۔ اور

خدا پر جھوٹ باندھے تم نے بتایا کہ گزرو لوگ اس کے پیچھے۔ پیغمبروں کے پیرو (غالباً) کمزور لوگ ہی ہوا

کرتے ہیں تم نے ذکر کیا کہ اس کے پیرو زیادہ ہو رہے ہیں۔ دین و ایمان کا یہی حال ہوتا ہے۔ یہاں تک

کہ وہ تمام وکال ہو جاتا ہے تم نے بتایا کہ اس کے پیرووں میں سے کوئی مرتد نہیں ہوتا۔ ایمان کا یہی حال

ہے کہ جب اس کی بشاشت و لذت دل میں سرایت کر جاتی ہے۔ تو وہ دل سے نہیں نکلتا۔ تم نے کہا کہ وہ

عہد شکنی نہیں کرتا۔ پیغمبر عہد نہیں توڑا کرتے تم نے بیان کیا کہ جنگ میں کبھی ہم غالب رہتے ہیں۔

اور کبھی وہ پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اندائے دین کے سبب ان کو ابتلاء ہوا کرتا ہے مگر

آخر کار فتح پیغمبروں ہی کو ہوتی ہے۔ تم نے اس کی تعلیمات بیان کیں۔ اگر تم سچ کہتے ہو تو میرے

قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا۔ میں جانتا تھا کہ وہ آنے والا ہے اگر مجھے یہ خیال نہ تھا۔ کہ وہ تم

میں سے ہو گا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ اس تک پہنچ جاؤں گا۔ تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی

تکلیف گوارا کرتا۔ اور اگر میں اس کے پاس ہوتا تو اس کے پاؤں دھوتا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ

علیہ وسلم کا نام مبارک پڑھا گیا۔ اُسے سن کر امرائے روم نے بڑا شور و شغب برپا کیا۔ اوسنیان اور اُس کے ہمراہی رخصت کر دئے گئے۔

قیصر جمح میں چلا آیا۔ اور امرائے روم کو قصر شاہی میں جمع کر کے حکم دیا کہ دروازے بند کر دئے جائیں۔ پھر یوں خطاب کیا: اے گروہ روم! اگر تم فلاح و برکت کے طالب ہو۔ اور چاہتے ہو۔ کہ تمہارا ملک برقرار رہے۔ تو اس نبی پر ایمان لاؤ۔ یہ سن کر وہ خیران وحشی کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے۔ مگر ان کو بند پایا۔ جب ہرقل نے ان کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے یابوس ہو گیا۔ تو کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ اور ان سے یوں خطاب کیا کہ میں تمہیں آزمانا تھا۔ کہ تم اپنے دین میں کیسے مستحکم ہو۔ سو میں نے تم کو مستحکم پایا۔ یہ سن کر انہوں نے قیصر کو سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔

(۲) خسرو پرویز بن ہرمز بن نوشیروان شاہ ایران کو یوں لکھا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - مِنْ مُحَمَّدٍ
رَسُولِ اللّٰهِ الِیْ کَسْرِیْ عَظِیْمِ فَارَسیْ سَلام
عَلِیْ مِنْ اَتْبَعِ الْهُدٰی وَ اَمِنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ
وَ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِکَ
لَهُ وَ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ اَدْعُوْهُ
بِذَعٰیةِ اللّٰهِ عَنِ وَجْهِ فَاِنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ
اِلِی الْاِنْسَانِ کَلِمَةً لِّیَنْذِرَ مَنْ کَانَ حَیًّا وَ
یُحَقِّقُ الْقَوْلَ عَلِی الْکَافِرِیْنَ اَسْلَمْتُ سَلامًا
فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلِیْکَ اَثْمُ الْمُجْرِمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اللّٰہ کے رسول محمد کی طرف سے کسرے
ایر فارس کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور
اور اس کے رسول پر ایمان لیا اور گواہی دی کہ کوئی معبود نہیں
مگر خدا ایک جن کوئی شریک نہیں۔ دیدہ کہ محمد اس کا بندہ مہر رسول
ہے۔ میں تم سے دعوت خدا سے عرض کی طرف بلاتا ہوں۔
کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف خدا کا رسول ہوں تاکہ ڈرانے
اس کو جو زندہ ہے ثابت ہو جائے کہ مذہب کافروں پر
تو سلامت سلامت رہے گا پس اگر تو نے نہ مانا۔ تو
مجوسیوں کا گناہ تجھ پر ہے

حلاقہ بحرین کسرے کے زیر فرمان تھا۔ وہاں اس کی طرف سے منذر بن ساوی عبیدی بھی نائب
السلطنت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نام مبارک حضرت عبید اللہ بن خزافہ قرشی بھی
دے کر حکم دیا کہ اسے حاکم بحرین کے پاس لے جاؤ۔ حاکم مہدوف نے وہ نام خسرو پرویز کے پاس

۱۔ یہ شہر دمشق و حلب کے وسط میں واقع ہے

۲۔ مواہب لدنیہ۔

۳۔ صحیح بخاری کتاب العلم و کتاب الجہاد۔

بھیج دیا۔ جب وہ پڑھا گیا۔ تو پرویز نے اسے پھاڑ ڈالا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے پرویز اور اس کے معاونین پر بددعا فرمائی۔ کہ وہ ہر طرح پارہ پارہ کئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔ ان کی سلطنت بھائی تھی۔ دولت و اقبال نے منہ پھیر لیا۔ اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس بربادی کی کیفیت یوں ہے۔ کہ پرویز نے نامہ مبارک کو چاک کرنے کے بعد اپنے گورنر یمن ہاذان کو لکھا کہ اپنے دو دلیر آدمیوں کو حجاز میں بھیجو۔ تاکہ اس مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ ہاذان نے اپنے قہرمان بابویہ اور ایک شخص نوحسرہ نام کو اس غرض کے لئے مدینہ میں بھیجا اور بابویہ سے کہہ دیا کہ اس مدعی نبوت سے کلام کرنا اور اس کے حال سے اطلاع دینا۔ یہ دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ بابویہ نے حقیقت حال عرض کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گل میرے پاس آؤ۔ جب وہ دوسرے دن حاضر خدمت ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ فلاں مہینے کی فلاں رات کو خدا نے کسے کو قتل کر دیا اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا۔ وہ بوئے۔ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ کیا تم اپنے بادشاہ (ہاذان) کو یہ اطلاع کر دینا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں۔ میری طرف سے اسے پیغمبر سے دو اور کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت کسے کے ملک کی انتہا تک پہنچ جائے گی۔ اور ہاذان سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اسلام لانا تو تمہارا ملک تم ہی کو دیا جائیگا۔ دونوں نے واپس آکر ہاذان سے سارا ماجرا کہہ کر لیا۔ اس پر کچھ عرصہ نہ گزرا تھا۔ کہ شیرویہ کا خط ہاذان کے نام آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ پرویز کو قتل کر ڈالا۔ کیونکہ وہ اشراف فارس کا قتل جائز سمجھتا تھا۔ اس لئے تم لوگوں سے میری اطاعت کا عہد لو۔ اور اس مدعی نبوت کو جس کے بارے میں کسے نے تم کو کچھ لکھا تھا۔ بڑا بھلا مت کہو۔ یہ دیکھ کر ہاذان مسلمان ہو گیا۔ اور ایرانی یومین میں تھے وہ سب ایمان لے آئے۔ اس کے چھ ماہ بعد شیرویہ بھی مر گیا۔ فارس کا امیر بادشاہ یزدجرد بن شہریار بن شیرویہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں قتل ہوا۔

(۳) اصحیح بخاری میں ہے کہ جبر نامہ مبارک لکھا گیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ . بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ رَسُوْلَ مُحَمَّدٍ طَرَفًا مِنْ

لہ اصابت ترجمہ عبد جمیرہ۔

سے بدیۃ المجاہدین لابن قیم۔ مواہب لدنیہ۔

الى النجاشي ملك الحبشة مسلم انت
 فاتى احمد اليك الله الذي لا اله الا
 هو الملك القدوس السلام المؤمن
 المهيمن والشهيد ان عيسى بن مريم روح
 الله وكلمته القاها الى مريم البتول
 والطيبة الحصيدنة حملت بعيسى فخلقه
 من سوره ونحه كما خلق آدم بين ذواتي
 ادعوك الى الله وحده لا شريك له
 فاعلم ان طاعتك وان تتبعني وتوكل
 بالذي جاءني فاني رسول الله اليك
 واني ادعوك وجنودك الى الله عن
 وجهك وقد بلغت وصحبت فاقبلوا
 لتسبغني والسلام على من اتبع الهدى

نجاشی شاہ حبشہ کے نام۔ تو سلامتی والا ہے۔ میں تیرے
 پاس خدا کا شکر کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں وہ
 بادشاہ ہے پاک ذات بلا متشبہ عیب۔ امان دینے والا
 نگہبان اور میں گوہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ میں
 اللہ کا کلمہ ہے اس نے اٹھو کیا مریم بتول طیبہ عقیقہ کی طرف۔
 وہ بارور ہوئی عیسیٰ کے ساتھ پس خدا نے اسے پیدا کیا اپنی روح
 سے اور اس کے بیونگے۔ جیسا کہ پیدا کیا آدم کو اپنے ہاتھ سے
 اور میں تجھے بلاتا ہوں اللہ کی طرف جو دعوت لا تشریک ہے اور
 اسکی الماعت پرمرالات کی طرف۔ اور یہ کہ تیرے پیروی کرے
 اور ایمان لائے اس چیز پر جو مجھے ملی کیونکہ میں تیری طرف اللہ
 رسول ہوں۔ اور میں تجھ کو اور تیرے لشکر کو اللہ عزوجل
 کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے پہنچا دیا اور نصیحت کو ہی ستم مری
 نصیحت کو قبول کرو اور اسلام علی من اتبع الهدی۔

جب یہ نامہ مبارک حضرت عمرو بن امیہ ضمیری کے ہاتھ احمد نجاشی کو ملا۔ تو اس نے اسے اپنی
 آنکھوں پر رکھا اور سخت سے اتڑ کہ زمین پر بیٹھ گیا۔ پھر اپنے اسلام کا اعلان کر دیا۔ اور نامہ مبارک
 کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا۔ اور یہ جواب لکھا :-

بسم الله الرحمن الرحيم - الى محمد رسول
 الله من النجاشي اصبحة سلام عنيد
 ياد رسول الله ورحمة الله وبركات الله
 الذي لا اله الا هو الذي هداني للاسلام
 اما بعد فقد بلغني كتابك ياد رسول الله
 فما ذكرت من امر عيسى نورب السماء و
 الامم ان عيسى عليه الصلوة والسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ کے رسول محمد کے نام نجاشی احمد
 کی طرف سے۔ یا رسول اللہ آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور
 اللہ کی برکتیں جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں اس نے مجھے
 اسلام کی طرف، ہدایت کی، ابا بعد یا رسول اللہ مجھے آپ کا
 نامہ ملا، آپ نے جو حضرت عیسیٰ کا حال بیان کیا ہے، جو
 آسمان وزمین کے رب کی قسم کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
 والسلام اس عجزہ سے زیادہ نہیں ہیں، وہ بے شک گویا

لا یزین علی ما ذکرہ تفر و قانہ کما ذکرہ
 وقد یختم بالکتاب بہ الینا فاشروہ انتم
 رسول اللہ صا و قاصدا وقد یایکتک
 و یالیت ابن عمک و سلمت علی یدیدہ للہ
 رب العالمین وقد بعثت الیک با بنی و
 ان شدت آیتک بنفسی فعلت فانی
 اشهد ان ما لقولہ حق و السلام
 علیک و بحمۃ اللہ و برکاتہ

ہی ہیں جیسا کہ آپ نے ذکر کیا ہے۔ اور ہم نے پہچان
 لیا جو کچھ آپ نے ہماری طرف لکھ کر بھیجا ہے پس میں
 گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول صادق مصدق
 ہیں۔ اور میں نے آپ کی بیعت کی اور آپ کے چچ پرے
 بھائی کی بیعت کی۔ اور اس کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے
 اسم لایا۔ اور میں آپ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں اگر
 آپ چاہتے ہیں کہ میں خود حاضر ہو جاؤں تو تیار ہوں پس میں
 گواہی دیتا ہوں کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں حق ہے اسم علیک

اصحہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن امیر غمیری کے ہاتھ ایک اور نام بھیجا تھا۔ کہ
 ام حبیبہ (امیر معاویہ کی بہن) کو نکاح کا پیغام دو۔ اور ہاجرین میں سے جو اب تک حبشہ میں ہیں ان کو یہاں
 پہنچا دو۔ ارشاد مبارک کہ تمہیں کی گئی۔ حضرت ام حبیبہ نے حضرت خالد بن سعید بن العاص کو اپنا
 وکیل مقرر کیا۔ اور نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ام حبیبہ سے کروایا۔ اور ہر چہ چارہ
 سو دینار تھا وہ بھی نعم ہی ادا کر دیا۔ ام حبیبہ کا پہلا خاوند عبید اللہ بن جحش اسدی تھا۔ دونوں ہجرت
 کے حبشہ میں چلے آئے تھے کہ عبید اللہ نصرانی ہو کر مر گیا تھا۔ اس طرح ام حبیبہ بیوہ رہ گئی تھیں۔
 نجاشی نے حضرت جعفر طیار اور حضرت ام حبیبہ اور دیگر ہاجرین حبشہ کو ایک جہاز میں بندھ
 منورہ کی طرف روانہ کیا۔ اس کے بعد دوسرے جہاز میں اپنے بیٹے کو ساتھ مصاحبوں کے ساتھ
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک خط لے کر بھیجا جس میں اپنے ایمان لانے کا حال لکھا
 تھا۔ پہلا جہاز صبح و سالم منزل مقصود پر پہنچ گیا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر میں
 تشریف لے کھتے تھے۔ مگر دوسرا جہاز سمندر میں ڈوب گیا اور سوار سب ہلاک ہو گئے۔

اصحہ نجاشی نے ۹ھ میں وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جناحے کی نماز

لے جب حضرت موسیٰ اشعری کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی خبر پہنچی۔ تو وہ اور ان کے دو بھائی اور ان کی قوم کے
 باوق یا تہہ میں آدمی کین سے ہجرت کر کے ایک کشتی میں مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے۔ مگر باد مخالف کے سبب سے ان کشتی
 ساحل حبشہ پر جاگی۔ اس لئے وہ حبشہ میں حضرت جعفر طیار کے ساتھ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس مفروضہ وہ بھی
 حضرت جعفر کے ساتھ مدینہ چلے آئے۔

عابنا پڑھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے نجاشی کو بھی جو صحابہ کے بعد بادشاہ ہوا دعوت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس دوسرے نجاشی کے ایمان کا حال معلوم نہیں۔
 ہم، نفوقس والی مصر، قتل قیصر روم کا باجگزار تھے۔ حضرت حوالب بن ابی بلتعہ کے ہاتھ اُس کو یہ نام مبارک بھیجا گیا:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَ
 رَسُوْلِهِ اِلٰی الْمَقْرُوْسِ عَظِيْمِ الْقَبِيْطِ سَلَامٌ عَلٰی
 مَنْ اَنْبِیَ الْهَدٰی اِمَّا بَعْدَ فَنٰی اَوْ
 عَوٰكُ بَدْعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلَمْتُ لِقَسَمَتِهِ
 یُوْتَلِّکَ اللّٰهُ اَجْرَکَ مَرْتَبَتَیْنِ
 فَاِنْ تَوَلَّیْتَ فَعَلٰکَ اَلْمُ الْقَبِيْطِ
 یَا هٰدِی الْمَکْتُبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةِ
 دَسْوَاۃٍ بَیْنَنا وَ بَیْنَکُمْ اَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰهَ
 وَ لَا نَشْرَکُ بِهٖ شَیْئًا وَ لَا یُخَدِّعُ بَعْضُنَا
 بَعْضًا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ عَاِنَ
 تَوَلَّوْا فَعَرَلَوْا اَشْرَدُ وَاِبٰنَا
 مَرْوَانَ

رسول اللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اللہ کے بند عباد کے ہاں جھکاؤ سے
 نفوقس امیر قبیط کے نام۔ سلام اس پر
 جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ انا بعد میں یہ نامہوں
 تجھ کو دعوت اسلام کی طرف، تو اسلام ہا سلامت رہے گا
 رہے گا تجھ کو اللہ ثواب دہرا۔
 اگر تو نے نہ مانا۔ تو تجھ پر مہنگا گواہ قبیطوں کا
 اسے اہل کتاب! تم کو طرف ایسی بات کی
 جو کیاں ہے ہم میں اور تم میرا ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی
 اور شریک نہ مہر اُس کے ساتھ کسی کو اللہ بنائے ہم میں کوئی
 دوسرے کو رب سوائے اللہ کے۔ سوائے۔
 نہ نہیں۔ تو کہو۔ تم گواہ رہو کہ ہم ہیں
 ماننے والے۔

رسول اللہ

حسن اتفاق سے اہل نامہ مبارک ایک فرانسیسی سیاح کو عجم کے گرجا میں ایک ماہی کے
 ملا۔ اس نے خرید کر سلطان عبدالعزیز خاں مرحوم والی مسطنت عثمانیہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش
 کیا۔ اور اب قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ اس کے دو نوٹ اس وقت ہمارے زیر نظر ہیں ہم نے اسے
 تہیکاً مطابق اہل لفظ بلفظ سطر وار نقل کیا ہے۔ اس کے اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر
 ثبت ہے۔ جس کی اوپر کی سطر میں اللہ۔ دوسری میں رسول اور تیسری میں محمد ہے۔ دیگر خطوط کے
 آخر میں بھی یہی مہر مبارک ثبت تھی۔ یہ نامہ مبارک نفوقس کو سکندریہ میں ملا۔ اُس نے ہاتھی دانت کے
 ڈبے میں رکھ لیا اور اس پر اپنی مہر لگا دی۔ اور حجاب میں مغربی زبان میں پیل لکھوایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - مُحَمَّدٌ
عَبْدُ اللّٰهِ مِنَ الْمُقَوَّسِ عَظِیْمِ الْقَبِیْطِ سَلَامٌ
عَلَيْكَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَرَأْتَ كِتَابَكَ وَ
فَهَمْتَ مَا ذَكَرْتَ فِيهِ وَمَا تَدْعُو اِلَيْهِ
قَدْ عَلِمْتَ اَنَّ نَبِيًّا بَقِيَ وَكُنْتَ اَقْرَبَ اَنَّهُ يَخْرُجُ بِلِقَائِكَ
وَقَدْ كَرِهْتَ رَسُوْلَكَ وَبَدَّخْتَ اِلَيْكَ جِبَارَتَيْنِ
لَهُمَا مَكَانٌ فِي الْقَبِیْطِ عَظِیْمِ وَبِكِسُوَّةٍ وَاَهْدِيَّتِ
الْبَيْتِ بَعْلَةً لَتَرْكِبَهَا وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ كَيْفَ نَامَ الْمُقَوَّسِ
اِمْرِئِیْمُ الْقَبِیْطِ كَيْفَ سَلَّمَ اَبُو بَعْدٍ مِنْ نَبِيِّكَ خَطْبًا
اَوْ كَيْفَ كَتَبَ بِحُجْرَةِ اَبِيهِ فِي اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ
بَلَّغْتَهُ مِنْ مَجْهُوْلٍ مَعْلُوْمٍ تَحَاكُمُ اَبِيكَ نَبِيًّا اَنْتَ وَالاَبُو بَعْدٍ مِنْ نَبِيِّكَ
كَمْ دَهْ شَامٌ مِنْ نَبِيٍّ مَرُوْمٍ كَمْ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ
اَوْ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ
اَوْ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ
نَجْرٌ يَدِيٍّ يَحْتَجُّ اَبُو بَعْدٍ مِنْ نَبِيِّكَ - وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ -

یہ دو کنیزیں ماریہ اور سیرین نام کی بنیں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوتِ اسلام
دی۔ تو ماریہ نے فوراً اور سیرین نے کچھ توقف کے بعد کلمہ شہادت پڑھا۔ اس واسطے حضرت
ماریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حرمِ نبوی میں داخل کر لی گئیں۔ اور سیرین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہما
عنایت ہوئی۔ پھر کانام دلیل تھا۔ حضرت صاحب نے مقوس کا حال جو ذکر کیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اُس خبیث کو ملک کی طرح نے اسلام سے محروم رکھا۔ حالانکہ اس کا ملک باقی نہ رہے گا
چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۵) ہوزہ بن علی الحنفی صاحبِ یمامہ کی طرف یوں لکھا گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - مِنْ مُحَمَّدٍ
رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى هُوْزَةَ بْنِ عَلِيٍّ سَلَامٌ عَلٰی
مَنْ اَتْبَعَ الْهَدْيَ وَاَعْلَمَ اَنْ هُوَ فِي سِيْظَمٍ
اِلَى مَنْتَهَى الْخَفِّ وَالْحَافِرِ فَاسْلُمْتَ
اَجْبَلْ لَكَ مَا تَحْتَ يَدَيْكَ -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اللّٰهُ كَيْفَ رَسُوْلِيَّ كَيْفَ هُوْزَةُ
بْنِ عَلِيٍّ كَيْفَ سَلَّمَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ
مَعْلُوْمٍ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ
كَمْ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ اَسْمِ ذِكْرِ كَيْفَ
مِنْ تَبِيْرِ الْمَلِكِ كَيْفَ كُوْدِيٍّ كَيْفَ كَيْفَ

جب حضرت سلیمان بن عمرو عامری یہ نامہ مبارک ہوزہ کے پاس لے گئے۔ تو کون دیکھ کر
امراے نصاریٰ میں سے تھا اس وقت حاضر تھا۔ ہوزہ نے مضمون نامہ بیان کر کے اُس سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت دریافت کیا۔ اور کوزہ نے کہا تم اُس کی دعوت قبول کیوں نہیں

کہتے۔ ہوزہ نے کہا۔ میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں۔ اگر میں اس کا پیرو بن گیا۔ تو ملک جاتا ہے گا۔
 ارکون نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر تو اس کا پیرو بن جائے۔ تو وہ ضرور تیرا ملک تنجھ کو دیدے گا۔
 تیری بھودی اس کے اتباع میں ہے۔ وہ بے شک نبی عربی ہے جس کی بشارت حضرت عیسیٰ بن
 مریم نے دی ہے۔ اور یہ بشارت ہمارے پاس انجیل میں موجود ہے۔ بائیں ہوزہ ایمان نہ لایا۔
 ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہوزہ ہلاک ہو گیا۔ اور اس کا ملک جاتا رہا
 چنانچہ ایسا ہی ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس تشریف لائے۔ تو حضرت جبریل
 علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر خبر دی کہ ہوزہ مر گیا۔

(۶) قیصر روم کی طرف سے حارث بن ابی شمر غسانی عدو و دشام کا گور زب تھا۔ غوطہ دمشق اس کا
 پایہ تخت تھا۔ اس کو یہ نام مبارک بھیجا گیا۔

<p>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اللّٰهُ کے رسول محمد کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ میں تجھے اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تو اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لائے تیری حکومت قائم رہے گی۔</p>	<p>بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - من محمد رسول اللّٰہ الی الحدیث بن ابی شمر۔ سلام علی من اتبع الهدی وامن بہ وصدق قانی ادعوا الی ان تو من باللہ وحدہ لا شریک لہ یبقی ملکک۔</p>
---	---

حضرت شجاع بن وہب یہ نام مبارک لے کر روانہ ہوئے۔ جب یہ دمشق پہنچے تو دیکھا۔ کہ
 قیصر روم جو حص سے بیت المقدس کو ایرانیوں پر فتح کے شکرانہ کے لئے آ رہا تھا اس کے استقبال کے
 لئے تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ان کا بیان ہے۔ کہ میں نے حارث کے دروازہ سے پمدو تین دن قیام کیا۔
 میں نے اس کے رومی دربان سے کہا کہ میں حارث کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔
 اس نے کہا کہ فلاں روزہ بائیا بی ہوگی۔ وہ دربان جس کا نام ہری تھا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور آپ کی دعوت کا حال پوچھتا رہتا تھا۔ میں بیان کرتا۔ تو اس پر رقت طاری ہو جاتی بیافک کہ رو پڑتا
 اور کہتا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے۔ بعینہ اسی نبی کی صفت اس پر اندک رہے۔ میرا خیال تھا کہ
 وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ وہ زمین عرب میں ظاہر ہوا ہے۔ میں اس پر ایمان لاتا ہوں

لہ ہدایۃ الحیار سے لابن القیم۔

اور اُس کی تصدیق کرتا ہوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ حادثہ مجھے قتل کر دے گا۔ آخر کار حادثہ ایک روز دربارہ میں تاج پہن کر تخت پر بیٹھا۔ میں بار بار ہوا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پیش کیا۔ اُس نے بڑھ کر پھینک دیا۔ کہنے لگا۔ مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے؟ اور خواہ میں میں ہو میں اُس کے پاس جاتا ہوں۔ اور حکم دیا کہ فوج تیار ہو جائے اور گھوڑوں کی ٹھنڈی کی جائے۔ پھر مجھ سے کہا تم جو کچھ دیکھ رہے ہو اس کو بتا دینا۔ حادثہ نے میری آمد کا حال قیصر کو لکھا۔ وہ عرض اشت قیصر کو بیت المقدس میں ملی۔ وجہ کلی ابھی وہاں تھا۔ جب قیصر نے حادثہ کا خط پڑھا۔ تو اُسے لکھا کہ اُس مدعی نبوت کے پاس مت جاؤ۔ اس سے دور رہو۔ اور مجھ سے بیت المقدس میں ٹو۔ یہ جواب میرے ایام قیام میں آ گیا۔ حادثہ نے مجھے بلا کر دریافت کیا کہ کیا جانے کا راہ ہے؟ میں نے کہا کہ کل یہ سن کر اُس نے حکم دیا کہ مجھے سو موٹا قال سونا دیا جائے حضرت مری نے تفقہ و لباس سے میری مدد کی اور کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کر دینا کہ میں آپ کے دین کا پیرو ہوں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حادثہ کا حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ اُس کا ملک جاتا رہ۔ اور حضرت مری کا حال عرض کیا۔ تو فرمایا کہ وہ سچا ہے۔

(۱) سنیوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عطاء بن الحضری کے ہاتھ مندرین سادے حاکم بحرین کے نام ایک تبلیغی خط بھیجا جس کے مطالعہ سے مندر کے ساتھ وہاں کے تمام عرب اور یس عجم ایمان لائے۔ مگر یہود و مجوس ایمان نہ لائے۔ حضرت مندر نے بذریعہ عروند اشدائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حالات کی اطلاع دی اور دریافت کیا کہ کیا کہا جائے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مندر کو یہ خط لکھا :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
 اِلٰی الْمُنْدَرِیْنَ سَاوِیْ سَلَامٌ عَلَیْكَ فَاِنِ
 اَسْمَدَ اللّٰهُ اَیُّکَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَحْمَدُہٗ
 عِبَادَہٗ وَرَسُوْلَہٗ اِنَّا بَعْدُ فَاذْکُرْ اَللّٰہَ
 عَنْہُ جَلَّ فَاتَہٗ مِنْ یُنْعَمُ فَاِنَّمَا یُنْعَمُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اللّٰہ کے رسول محمد کی طرف سے مندرین
 سادی کے نام سلام تجھ پر۔ میں تیرے پاس خدا کا
 شکر کرتا ہوں کہ جس کے سوا کوئی معبود حق نہیں اور گواہی دیتا
 ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کا
 بندہ اور رسول ہے۔ وہ بتدبیر تجھے یاد دلاتا ہوں اللہ عز و
 جل کے احکام اے شک جو خیر فرم ہی کرتا ہے وہ اپنے

وانه من يطعم راسلي ويتبع امره فقد
اطاعني ومن نصره لم يفرق نصرتي و
ان راسلي قد اثنوا عليك خيرا واني قد
شهدتلك في قومك فاترك للسايبين
ما اسلموا عليك وعفوت من اصل الذنوب
فاقبل منهم وانك مما تصدق من اهل
عن عمك ومن اقام على يهود بيتا و
مخوسيته فعليه الجزية -

لئے کرتا ہے۔ اور جو میرے قاصدوں کی اطاعت کرنے اور
ان کا حکم ماننے اس نے بے شبہ میری اطاعت کی۔ جو لوگوں کی
خیر خواہی کرے اس نے بے شک میری خیر خواہی کی۔ میرے ہمدردوں
نے تمہاری تعریف کی ہے میں تمہاری سفارش تمہاری قوم کے
بارے میں قبول کی پس مسلمانوں کے چھوٹے و بڑے اور غلبہ و غیرہ جس پر
مسلمان ہوتے ہیں بے گنہگاروں کو (پہلے گناہ) معاف کر دئے
تم ان کو اسلام قبول کرو جب تک تم کام چھوڑتے رہتے تم کو تمہارے
عہد سے محروم نہ کریں اور جو شخص یہودی یا مجوسی ہے وہ اپنے آپ کو
یہ اصل نامہ مبارک بھی ایک فرانسیسی سیاح نے اطراف بلاد مصر سے ایک قطبی راہب کے زہد کہہ

سلطان عبدالحمید خاں مرحوم کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا تھا۔ اب وہ عہد ازہر شاہی میں محفوظ ہے۔
اس کے اخیر میں یہ ہے۔



۸، وبقعه شریف والیان عمان کے نام یہ نامہ مبارک لکھا گیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بن عبداللہ الی جیفر و عبدالبنی الجبلدی
سلام علی من اتبع الهدی املجد
قانی ادعوکم ابداً الی الاسلام
تسلما فانی رسول اللہ الی الناس کافہ
لا فخر من کان حیاً و یحق القول علی
الکفربین و انکما ان اقررتما بالاسلام
ولیتکما مکانکما وان ابیتما ان تقرابا لاسلام
فان ملکما زائل منکما و غیبی لیس لیساکما
وتظہر نبوتی ملککما۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بن عبداللہ الی جیفر و عبدالبنی الجبلدی
سلام علی من اتبع الهدی املجد
قانی ادعوکم ابداً الی الاسلام
تسلما فانی رسول اللہ الی الناس کافہ
لا فخر من کان حیاً و یحق القول علی
الکفربین و انکما ان اقررتما بالاسلام
ولیتکما مکانکما وان ابیتما ان تقرابا لاسلام
فان ملکما زائل منکما و غیبی لیس لیساکما
وتظہر نبوتی ملککما۔

یہ نامہ مبارک حضرت عمرو بن العاص کے ہاتھ رسال کیا گیا۔ جیفر و عبدالبنی انہوں نے ایمان لائے۔

نے تفصیل کے لئے دیکھو حدیث الجبلدی اور وہ ہب لدینیہ

غزوہ ذی قردا | ماہ محرم میں غزوہ غابہ یا غزوہ ذی قردیش آیا۔ موضع غابہ میں مدینہ سے چار میل تک شام کی طرف واقع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنیاں چراگرتی تھیں۔ حضرت ابوذر غفاری کا لڑکا چرایا کرتا اور شام کو ان کا دودھ دہا کر لیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا کرتا تھا ایک رات قبیلہ عطفان کے چالیس سواریوں نے بسر کر دی عیینہ بن حصن خزرجی چھاپہ مارا۔ وہ حضرت ابوذر کے صاحبزادے کو قتل کر کے بس اونٹنیاں لے گئے۔ اور حضرت ابوذر کی بیوی کو بھی گرفتار کر کے ساتھ لے گئے۔ دوسرے روز فجر کی اذان سے پہلے حضرت سلمہ بن اکوع جو مشہور قدہ اندازہ اور تیز رفتار صحابی تھے کمان سمائل کئے مدینہ سے غابہ کی طرف بونکلے تو حضرت عبدالرحمن بن عوف کے غلام نے ان کو اس ماجرا کی خبر دی۔ انہوں نے کوہ سلع یا ثنبیہ الوداع پر کھڑے ہو کر مدینہ کی طرف منکر کے تین بار نودہ کیا صبحا صباہ پکارا یہاں تک کہ وہ آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی پھر وہ پیادہ دُشَن کی طرف دوڑے اور ان کو چالیسا۔ اور تیر اندازی سے وہ اونٹنیاں بچے بعد ونگیے چھڑا لیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پالشو کی جمعیت کے ساتھ تواقب میں نکلے۔ عطفان ذو قرد کے قریب ایک تنگ درہ میں پہنچے۔ جہاں عیینہ ان کی مدد کو آیا۔ یہاں مقابلہ ہوا۔ عطفان بھاگ گئے۔ آفتاب غروب نہ ہوا تھا۔ کہ وہ ذو قرد میں پانی پینے لگے حضرت سلمہ نے دہر کر ان پر تیر بھرانے شروع کئے۔ اور ان کو پانی نہ پینے دیا۔ وہ بھاگ کر اپنے علاقہ میں جو ذو قرد سے ملتی تھا چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کو ذو قرد میں پہنچے۔ سوار و پیادہ سب آپ سے آئے۔ حضرت سلمہ نے عرض کیا کہ میں نے ان کو پانی پینے نہ دیا۔ اگر مجھے سو سواری مل جائیں۔ تو میں ان کو ایک ایک گرفتار کر لانا ہوں مگر حضور جتہ للعالمین نے جواب دیا:۔

اذا سلکت فاصبح | جب تو قابو پا جائے۔ تو نرمی سے کام لے۔

ذو قرد میں ایک دن رات قیام کر کے واپس ہوئے۔ حضرت ابوذر کی بیوی اس کے بعد

ناقصہ پر پہنچی۔

غزوہ خیبر | غزوہ غابہ کے تین دن بعد جنگ خیبر پیش آئی۔ خیبر کے سردار اسلام کے سخت دشمن تھے

لہذا ذو قرد ایک محل کا نام ہے جو مدینہ منورہ اور خیبر کے درمیان مدینہ سے ایک دن اور خیبر دو دن کی مسافت پر ہے۔ لہذا خیبر مدینہ سے شام کی طرف ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس جنگی لڑائی میں سات گھنٹے اور کچھ دباغات بکھرتے تھے۔ غنموں کے نام یہ ہیں۔ نام قوم بنو نضیر۔ لہذا۔ سلام۔ صلح۔ کتبہ سوم اہم اہل مدینہ۔

غزوہ احزاب میں اگرچہ ان کو کامیابی نہ ہوئی۔ مگر وہ اسلام کو مٹانے کے لئے براہِ سازش کر رہے تھے۔ غطفان ان کو مار دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار چھ سو کی جمعیت کے ساتھ نکلے جن میں سے دو سو سوار اور باقی سب پیادہ تھے۔ اُس المناقین عبداللہ بن ابی بن سلول نے اہل خیبر کو کھلا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم سے لڑنے آ رہے ہیں۔ مگر تم ان سے نہ ڈرنا تمہاری تعداد بہت ہے۔ یہ تو مٹھی بھر آدمی ہیں۔ جن کے پاس ہتھیار تک نہیں۔ اس سفر میں جب لشکر اسلام مدینہ میں پہنچا جو خیبر سے بارہ میل پر ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھ کر کھانا کھا کر فرمایا صرف ستو پیس کئے گئے۔ جو سب الارشاد و بانی میں گھول وٹے گئے۔ آپ نے اوصحابہ کرام نے وہی کھائے۔ یہ مہیاد سے مدانہ ہو کر خیبر کے قریب غطفان دھیرو کے درسیان وادی ماجع میں اترے تاکہ غطفان یہ وہ کی مدد کو نہ پاسکیں۔ چنانچہ ایسا ہی وقوعہ ہوا۔ یہ مقام اسلامی کیمپ یا لشکر کا مقرب ہوا یہاں سے لڑائی کے لئے تیار ہو کر جایا کرتے اور زخمیوں کو علاج کے لئے یہاں لایا جاتا۔ عرض اسباب بار برداری اور استمرات کو یہاں چھوڑ دیا گیا۔ اور رات یہیں گزار دی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نادت مبارک تھی کہ کسی قوم پر رات کو حملہ نہ کیا کرتے تھے صبح کو نماز فجر اول وقت پڑھ کر آگے بڑھے جسبستی نظر آئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باہیوں پکارا :-

اللَّهُ أَكْبَرُ خَيْرٌ مِنْ خَيْرِ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذَا نَزَلْنَا
 يَسَاحِرَ قَوْمٍ فَأَسَاحِرَ الْمُنْذَرِينَ
 ہیں تو ڈرے گیوں کی ضعیف ہو رہی ہوتی ہے :-
 جب آپ شہر میں داخل ہونے لگے۔ تو فرمایا۔ شہر و۔ یہ سن کر تمام قوج نے تمہیں ارشاد کی۔ اور
 آپ نے یہ دعا مانگی :

اللَّهُمَّ رَفِّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعَ وَمَا
 أَهْلَتْهُنَّ وَرَفِّ الْأَرْضِينَ السَّبْعَ وَمَا
 أَهْلَتْهُنَّ وَرَفِّ الشَّيَاطِينِ وَمَا أَهْلَتْهُنَّ وَ
 رَفِّ الرِّيَّاحِ وَمَا أَهْلَتْهُنَّ فَإِنَّا نَسْأَلُكَ
 خَيْرَ حَضْرَةِ الْقُرْبَىٰ وَخَيْرَ أَهْلِهَا
 اسے پروردگار سات آسمانوں کے اور ان چیزوں کے جن پر آسمانوں نے
 سایہ ڈالا ہے۔ اور پروردگار سات زمینوں کے اور ان چیزوں کے
 جن کو زمینوں نے اٹھایا ہے۔ اور پروردگار شیطانوں کے اور
 ان کے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے۔ اور پروردگار ہر آدمی کے
 امدان چیزوں کے جو کہ ہوائیں اڑانے جاتی ہیں ہم تجھ سے

لے سکتے تھے۔ غزوہ خیبر

وَحَيْرَ مَا فِيهَا وَلَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ
هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ
مَا فِيهَا

اس سببی اور سببی والوں اور سببی کی چیزوں کی خیر مانگتے ہیں۔
اور اس سببی الہستی والوں اور سببی کی چیزوں کے شر سے
تیری پناہ مانگتے ہیں۔

آپ کا معمول تھا کہ جب کسی سببی میں داخل ہوتے۔ تو یہی دعا مانگتے۔ اس کے بعد شہر میں داخلہ
ہوا اور تمام قلعے یکے بعد دیگرے فتح ہو گئے۔

سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا۔ حضرت محمود بن مسلمہ انصاری اسی قلعہ کی دیوار تلے شہید ہوئے۔
گرمی کی شدت تھی۔ وہ لڑتے لڑتے تھک کر دیوار کے سدیہ میں آ بیٹھے۔ کنانہ بن ربیع بن المہدی نے
اکیسے یا بشارت مرحب نصیل پر سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گر ادیا جس کے صدمے سے انہوں نے
شہادت پائی۔

ناعم کے بعد قوس فتح ہوا۔ یہ بڑا مضبوط قلعہ تھا۔ جو اسی نام کی پہاڑی پر واقع تھا۔ ابن ابی
المہدی بیہودی کا فائدہ ان ہی قلعوں میں رہتا تھا۔ غزب کا مشہور بیہودان مرحب اسی قلعہ کا بیس تھا۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت ابو بکر کبیر حضرت عمر کو زنج و س کر بھیجا۔ مگر یہ قلعہ فتح نہ ہوا۔ جب حضرت
نے طول کھینچا۔ تو ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں کل علم اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح دے گا۔
اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اللہ کے رسول بھی اس کو دوست سمجھتے
ہیں صحابہ کرام نے یہ بات انتظار و بیقراری میں گزاری کہ دیکھتے علم کسے عنایت ہوتا ہے صحیح کوارشہ
ہو کہ علی کہاں ہیں؛ عرض کیا گیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ فرمایا ان کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر
خدمت ہوئے۔ تو آپ نے اپنا عاب دہن مبارک ان کی آنکھوں میں ڈالا اور دعا کی۔ فوراً گھم
ہو گیا۔ اور علم ان کو عنایت ہوا۔ دشمن کی طرف سے پہلے مرحب کا بھائی حارث نکلا جو شجاعت میں
معروف تھا۔ وہ حضرت مرتضیٰ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ تو خود مرحب بڑے طمطراق سے نکلا۔ اس کو
بھی بنا بر اصرار روایات حضرت علی المرتضیٰ نے قتل کیا۔ مرحب کے بعد باہر نکلا۔ اسے حضرت زبیر نے
قتل کیا۔ اس طرح ہر قلعہ بھی فتح ہو گیا۔ جو سبایا ہاتھ آئیں وہ صحابہ کرام میں تقسیم کر دی گئیں۔ اور صفیہ
بنت حمی بن اخطب جو کنانہ بن ربیع کے تخت میں تھی اس کو آنہ اور کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے نکاح میں لائے حضرت صفیہ کا باپ زبیر خیر تھا۔ ان کا شوہر قبیلہ نصیر کا رئیس تھا۔ باپ

اور مشہور دونوں قتل کئے جا چکے تھے، وہ کبیز ہو کر بھی رہ سکتی تھیں۔ مگر حضور جنتہ للعالمین نے حفظ مراتب اور رفع منہ کے لئے ان کو آزاد کر کے اپنے عقیدے میں لے لیا اور وہ اہمات المؤمنین میں شامل ہوئیں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا حسن سلوک ہو سکتا تھا۔

فصوص کے بعد باقی قلعے جلدی فتح ہو گئے۔ ان معرکوں میں ۹۳ یہود مارے گئے اور صحابہ کرام میں سے پندرہ نئے شہادت پائی۔ فتح کے بعد زمین خیبر پر قبضہ کر لیا گیا۔ مگر یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں ہے ہم پیداوار کا نصف آپ کو دیا کریں گے۔ آپ نے یہ درخواست منظور کی اور فرمایا: ہم تمہیں ہزار رکھیں گے جب تک ہم چاہیں جب غلہ کا وقت آیا۔ تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو ہاں بھیج دیا۔ انہوں نے غلہ کو دو مساوی حصوں میں تقسیم کر کے یہود سے کہا کہ جو حصہ چاہو لے لو۔ اس پر وہ حیران ہو کر کہنے لگے کہ زمین و آسمان ایسی ہی عدل سے قائم ہیں!

غزوہ داؤی القرے | جنگ خیبر سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داؤی القرے کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ داؤی خیبر اور تہما کے درمیان واقع ہے اس میں دیہات کا گاتار سلسلہ چلا گیا ہے اس لئے اسے داؤی القرے کہتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر یہود کو دعوت اسلام دی گئی۔ انہوں نے قبول نہ کی۔ بلکہ برسہا پیکار ہوئی۔ مگر جلدی مغلوب ہو گئے۔ خیبر کی طرح غنائم تقسیم کر دی گئیں اور زمین و باغات نصف پیداوار پر ان کے قبضہ میں چھوڑ دئے گئے۔ تہما کے یہود نے جب داؤی القرے کا حال سنا۔ تو قاصد بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جزئیہ پر صلح کر لی۔ اور زمین ان ہی کے قبضہ میں رہی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس ٹھہر لیا۔ تو آپ نے حضرت مخبص بن مسعود کو اپنی فدک کے پاس بھیجا۔ وہاں کاؤیس بن یثیع بن نون یہودی تھا دعوت اسلام دی گئی۔ وہ خیبر کا حال سن کر پہلے ہی ڈرے ہوئے تھے۔ اس لئے انہوں نے نصف زمین پر صلح کر لی۔

یہود خیبر کو اگر چہ مان دیا گیا تھا۔ مگر وہ اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ چنانچہ ایک دن زینب نے جو مسلمان بن مشکم کی زوجہ اور مرتب کی بیواؤں میں سے تھی ایک بکری کا گوشت بھون کر اس میں زہر ملا دی

سے فتوح الیہاں بلادی ذکر خیبر ۱۵ بلادی ذکر فدک

اور بطور ہدیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس میں سے بازو اٹھایا اور
 اور کھانے لگے۔ بانی چند صحابہ حاضرین نے تناول کیا۔ آپ نے کھاتے ہوئے فرمایا
 کہ یہ گوشت نہ کھاؤ۔ اور اس یہودیہ کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر خدمت ہوئی۔ تو فرمایا۔ کہ تم نے اس گوشت میں
 زہر ٹھایا ہے۔ وہ بولی۔ آپ کو کس نے نہروی۔ آپ نے بازو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ اس بازو
 نے جو میرے ہاتھ میں ہے اس نے کہا۔ ہاں۔ میں نے اس میں زہر ملا دی ہے بدین خیال کہ اگر آپ
 پیغمبر میں تو زہر اتر نہ کرے گی۔ اور اگر آپ پیغمبر نہیں ہیں تو ہم آپ سے آرام پائیں گے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنی ذات شریفہ کے لئے کسی سے انتقام نہ لیتے تھے۔ اس لئے معاف فرما دیا۔ وہ صحابہ کرام
 جنہوں نے کھایا تھا۔ انتقال فرما گئے۔ ان میں سے سب سے پہلے حضرت بشر بن براونے انتقال
 فرمایا۔ تو ان کے قصاص میں اس یہودیہ کو قتل کر دیا گیا۔

اسی سال حضرت خالد بن ولید رفاتح شام اور حضرت عمر بن العاص رفاتح مصر امین ہوئے۔

ہجرت کا اٹھواں سال

غزوہ موتہ | جھادی الاوائی میں غزوہ موتہ وقوع میں آیا۔ حقیقت میں یہ سر پہ تھا۔ مگر لشکر کی کثرت کے
 سبب سے اسے غزوہ سے تعبیر کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عقیل
 ازدی کے ہاتھ امیر بصرے یا قیصر روم کے نام اپنا نامہ مبارک بھیجا۔ جب قاصد موتہ میں پہنچا۔ تو
 شمر جہیل بن عمرو غسانی نے جو قیصر روم کی طرف سے شام میں ایک گورہ لڑتا تھا۔ اس کو شہید کر دیا۔ جب
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ تو آپ نہایت غمگین ہوئے۔ اور تین ہزار فوج بصرہ لے کر نذیر بن حارث
 دجو آپ کا آزاد کردہ غلام تھا بھیجی۔ اور حکم دیا۔ کہ اگر نہ یہ شہید ہو جائیں۔ تو جعفر بن ابی طالب اور وہ بھی
 شہید ہوں۔ تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں۔ اور ارشاد ہوا کہ اس مقام پر جانا جہاں ہمارے
 بن عمر شہید ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی ہدایت کر دی گئی کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دینا۔ اگر وہ قبول کر لیں
 تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ خود جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثنیۃ الوداع تک فوج کی مشق ہدوت
 فرمائی۔ شمر جہیل کو خبر پہنچی۔ تو اس نے ایک لاکھ فوج تیار کی۔ اور قیصر روم و غریب کی ایک لاکھ فوج

طہ مشکوٰۃ شریف باب فی المجرورات۔ فصل ثانی۔

فوج لے کر زمین بقیعہ میں خیمہ زن ہوا۔ جب لشکر اسلام شہر معان میں پہنچا۔ تو ان کو دشمن کی تعداد
 کثیر کی اطلاع ملی۔ انہوں نے چاہا کہ دربار رسالت کو حالات کی اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا
 جائے۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا کہ فتح و شہادت میں سے ایک میں ضرور حاصل ہو جائے گی۔
 اس لئے آگے بڑھے۔ جب بقیعہ کی حد پر پہنچے۔ تو مشرف میں قید کر لیا گیا۔ لیکن ان کو موت کی
 طرف چلے گئے۔ اور یہاں جنگ ہوئی۔ حضرات زید و جعفر و عبد اللہ بن رواحہ کے بعد دیگرے
 بڑی بہادری سے پیدل ہو کر لڑے اور شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ان واقعات
 کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اور میان فرما رہے تھے۔ حضرت جعفر نے پہلے اپنے گھوڑے
 کی کوچلیں کاٹ دیں۔ پھر حمد کیا۔ ان کا وایاں بازہ دکھ گیا۔ تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ بائیں ہاتھ
 کٹ گیا۔ تو بغل میں لے لیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے
 ان کی ہش دیکھی۔ تو اس پر نوے سے کچھ اور پر نہ خم تلواروں اور برہمپیروں کے تھے۔ بوسبب کے سب
 سامنے کی جانب تھے۔ پشت پر ایک بھی نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر کو شہادت
 کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ بشکل فرشتہ و خون
 آلودہ بازوؤں کے ساتھ دیکھا۔ اسی واسطے ان کو جعفر طیار یا جعفر ذوالجناحین کہتے ہیں۔
 حضرت عبداللہ بن رواحہ کے بعد بالاتفاق حضرت خالد بن ولید امیر لشکر ہوئے۔ وہ بھی نہایت
 شجاعت سے لڑے۔ خود ان کا بیان ہے کہ اس دن تو تلوار میں میرے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں۔
 لشکر کفار میں تو زلزلہ پڑ گیا۔ آخر کار لشکر اسلام لپٹا ہو گیا۔ اسے مسلمانوں کی فتح کہنا چاہئے۔ کہ
 دو دن کے مقابلہ میں صرف بارہ شہید ہوئے۔ باقی سب صحیح و سالم مدینہ منورہ واپس آئے۔
 غزوہ فتح مکہ | ماہ رمضان میں غزوہ فتح مکہ وقوع میں آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ
 مدینہ توڑ دیا۔ بجزین تو بیع ہم یہاں کسی قدر تفصیل سے کام لیتے ہیں۔ عبدالمطلب بن ہاشم کو
 ان کے چچا مناسب سات یا آٹھ سال کی عمر میں مدینہ سے مکہ میں لائے تھے۔ جیسا کہ اس کتاب
 میں پہلے مذکور ہوا۔ اور ہاشم کے مکانات پر ان کو توفیق کر دیا تھا۔ جب مطلب نے وفات پائی

نے یہ تمام شام و ذوی القریٰ کے درمیان واقع ہے۔ موتہ اور مشرف دیہات بقیعہ میں سے ہیں۔ شہر معان بقیعہ
 کے نواح میں ہے۔

تو عبدالمطلب کے چچا نوفل نے وہ مکانات چھین لئے۔ عبدالمطلب نے قریش سے مدد مانگی۔ قریش نے کہا کہ تم تو دونوں میں دخل نہیں دیتے۔ عبدالمطلب نے اپنے نہال یعنی بنو نجار کو مدینہ میں لکھا اس لئے ابو سعید بن عدس بخاری اسی ہوارے کر دو کو آیا۔ جب وہ مکہ میں پہنچا۔ تو نوفل حطیم میں قریش کی ایک جماعت میں بیٹھا ہوا تھا۔ ابو سعید نے وہاں پہنچ کر نوفل کے سر پر تلوار کھینچ لی۔ اور کہنے لگا کہ ہمارے بھانجے کے مکانات واپس کر دو۔ ورنہ اس تلوار سے فیصلہ کر دیتا ہوں۔ یہ دیکھ کر نوفل نے قریش کے سامنے مکانات تو واپس کر دئے۔ مگر اپنی کمزوری کو محسوس کر کے آئندہ کے لئے عبد شمس کے بیٹوں کو بنو ہاشم کے خلاف اپنا حلیف بنا لیا۔ اس پر عبدالمطلب نے خزاعہ سے کہا کہ تم بنو نوفل اور بنو عبد شمس کے خلاف میرے حلیف بن جاؤ۔ عبد مناف کی ماں خزاعہ کے سردار علیل کی بیٹی تھی۔ اس لئے وہ کہنے لگے۔ کہ تمہاری مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ چنانچہ دارالندوہ میں یہ معاہدہ لکھا گیا۔

حدیبیہ کے دن ازربئے معاہدہ ہر ایک قبیلہ فریقین میں سے جس کا چاہا حلیف بن گیا۔ چنانچہ خزاعہ اپنا پڑانا معاہدہ دکھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بن گئے۔ اور بنو بکر قریش کے معاہدہ میں شامل ہوئے۔ یہ دونوں قبیلے خزاعہ و بنو بکر، ایک دوسرے کے حریف تھے۔ اور ان میں مدت سے لڑائی چلی آتی تھی جس کا سبب یہ تھا کہ زمانہ جاہلیت میں بنو الحضرمی میں سے ایک شخص جو اسود بن زین و ٹی بکری کا حلیف تھا۔ بعض تجارت گھر سے نکلا۔ جب وہ خزاعہ کے علاقہ میں پہنچا تو انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور مال لے لیا۔ اس پر بنو بکر نے خزاعہ کا ایک آدمی قتل کر ڈالا۔ پھر خزاعہ نے بنو لاسو یعنی بنو کھنڈم و زویب کو عرفات میں قتل کر ڈالا۔ اسی حالت میں اسلام کے ظہور نے عرب کے اپنی طرف متوجہ کر لیا اور وہ لڑائیاں رک گئیں۔ جب حدیبیہ کے سبب اسلام و کفر میں لڑائی کا سلسلہ بند ہو گیا تو بنو بکر کی ایک شاخ بنو نفاثہ سمجھے کہ اب انتقام کا وقت ہے۔ اس لئے نوفل بن معاویہ و ٹی بکری بنو نفاثہ کو ساتھ لے کر آب ذئیر میں جو اسفل مکر میں خزاعہ کے علاقہ میں ہے رات کو حملہ آور ہوا۔ قریش نے حسب معاہدہ بنو بکر کی مدد کی۔ چنانچہ صفوان بن امیہ، حویط بن عبد العزیز، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو خبیروہ سعودیوں بدل بدل کر خزاعہ سے لڑے یہاں تک کہ خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم مکہ میں پناہ لی۔ بنو بکر حرم کا احترام ملحوظ رکھ کر رک گئے۔ مگر نوفل نے کہا۔ کہ یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ چنانچہ حرم میں خزاعہ کا خون بہا گیا۔

جب بنو بکر و قریش نے وہ عہد توڑ دیا۔ جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تھا۔ تو عمرو بن سالم خزاعی ہالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ عمر و مذکورہ حاضر خدمت ہو کر بول گویا ہوا۔

اے خدا میں محمد کو یاد دلاتا ہوں۔

وہ پرانا معاہدہ جو ہمارے باپ نے اس کے باپ (عبدالطلب) کے درمیان ہوا تھا یا رسول اللہ! ہماری پوری مدد کیجئے۔

اور خدا کے بندوں کو بلائیے جو ہماری مدد کو آئیں۔

قریش نے آپ سے وعدہ کے خلاف کیا۔

اور آپ کا حکم معاہدہ توڑ ڈالا۔

انہوں نے دتیر میں ہم پر بجات خراب عمد کیا۔

اور ہمیں کوع و سجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔

يَا رَبِّ رِنِّي نَاشِدُ مَرَحَمَدًا

حَلَفَ آيِنَا وَايِيهِ الْاَمَلَدَا

فَاَلْفُرُّرَسُوْلَ اللّٰهِ نَصْرًا عَتِيْدًا

وَادْعُ عِيَادَ اللّٰهِ يَا تُوْ اَمَدًا

اِنَّ قُرَيْشًا اَخْلَفُوْكَ الْمَوْعِيْدَا

وَلَقَضُوْا مِيثَاقَكَ الْمُوَكَّدَا

هَمْزِيَّتُوْنَا بِالْوَتِيْرِ هَجَدَا

وَقَتَلُوْنَا رَحْمَةً سَدَدَا

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا تجھے مدد ملی جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں یہ آپ نے حضرت مثنیہ کو بھیجا۔ اور یہ میں قریش میں پیش کیں کہ قریش ان میں سے ایک اختیار کر لیں۔

(۱) خزاعہ کے مفتولین کا خون بہا دیں۔

(۲) بنو نفاثہ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیں کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قرظہ بن عمرو نے کہا کہ ہمیں صرف تیسری شرط منظور ہے :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر حملہ کی پوشیدہ تیاری شروع کر دی۔ حضرت ساطب بن ابی بلتعہ غمی نے جو بنو اسد بن عبد العزیٰ کے حلیف تھے بنو ہاشم کی کینز سارہ کے ہاتھ قریش کو ایک خط لکھ بھیجا جس میں اس جنگی تیاری کا حال درج تھا۔ سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں چھپالیا اور

روز بروز ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ کی خبر دیدی۔ آپ نے حضرت علی

ابن ابی طالب کو بھیجا اور انہیں مدد دلائی۔

وزیر و مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بھیجا اور ان سے فرمایا کہ روضہ خاخ میں تم کو ایک ساندنی سوار عورت
 ملے گی اس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے۔ وہ لے آؤ۔ وہ سوار ہو کر چل پڑے اور سارے
 روضہ خاخ میں جا ملے۔ اُس کو نیچے اتار لیا۔ اور کہا کتیرے پاس ایک خط ہے۔ اس نے انکار کیا۔ اس کے
 کجاوے کی تلاشی لی گئی۔ مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اُس سے کہا۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ نہیں فرمایا۔ تو خط نکال۔ ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ یہ
 سن کر اس نے اپنے سر کے بالوں میں سے وہ خط نکال کر حوالہ کیا۔ جب یہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ تو آپ نے حضرت عاتب کو طلب فرمایا۔ اور پوچھا۔ عاتب! تو نے یہ کیا
 حرکت کی؟ عاتب نے بوں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرے بارے میں جلدی نہ کیجئے۔ میں دین سے نہیں بھرا
 میرے بال نیچے مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں۔ قریش میں ان کے رشتے ہیں
 جن کے سبب وہ ان کے بال بچوں کی حفاظت کریں گے۔ مگر میرا قریش میں کوئی رشتہ نہیں۔ اپنے اہل و
 عیال کے بچاؤ کے لئے میں نے یہ حیلہ کیا کہ قریش پر یہ احسان کروں۔ تاکہ اس کے صلہ میں وہ میرے
 بال بچوں کی حفاظت کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے سچ کہا ہے۔ حضرت عمر
 فاروق نے بیتاب ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کا سر اڑا دوں۔ آپ نے
 فرمایا کہ عاتب اصحاب بدر میں سے ہے۔ عمر! سمجھے کیا معلوم ہے بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر پر مطلع ہے کہ
 فرمادیا۔ اعمدوا ما شدتم فقد غفرت لکم۔ غرض باوجود ایسے سنگین جرم کے آپ نے حضرت عاتب کو معاف فرمایا۔
 قصہ کو تادم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بتاریخ۔ اناہ رمضان ۱۰۸ھ میں ہزار آراستہ فوج لے کر یثرب
 سے روانہ ہوئے حضرت عباس جو اب تک مکہ میں مقیم تھے اپنے اہل و عیال سمیت ہجرت کر کے مدینہ
 کو آ رہے تھے۔ وہ مقام جحفہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حسب اشارت انہوں نے
 انہوں نے اہل و عیال کو تو درینہ بھیج دیا اور خود لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔ قدید میں قبائل کو جو مندرجہ
 وئے گئے۔ اخیر پھر او مرتا نظر ان تھا۔ جہاں سے مکہ ایک منزل یا اس سے بھی کم تھا۔ یہاں رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے نام فوج لے آئے۔ آگ روشن کی۔ قریش کو لشکر اسلام کی روانگی کی افواہ

لے تم کو جو چاہو۔ البتہ میں نے تم کو عاف کر دیا۔ (صحیح بخاری)۔ باب غزوہ البقیع و ما بعدہ۔ عاتب بن ابی بلتعنہ الی اہل کوفہ
 لہ یہ مقام کا شریف ہے۔ چارہ منزل ہے۔

پہنچ چکی تھی۔ مزید تحقیق کے لئے انہوں نے ابوسفیان بن حرب اور حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاد کو بھیجا۔ انہیں جس میں ان کا گزر مرانظران پر ہوا۔ ابوسفیان بولا۔ یہ اس قدر جا بجا آگ کیسی ہے؛ یہ تو شب عرفہ کی آگ کی مانند ہے۔ بدیل خزاعی نے کہا یہ خزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان نے کہا۔ خزاعہ گنتی میں اتنے نہیں کہ ان کی اس قدر آگ ہو خیمہ نبوی کی حفاظت پر جو دستہ متعین تھا۔ انہوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھ لیا۔ اور پھر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ ابوسفیان ایمان لائے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے مکہ کی طرف روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت عباس سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ تاکہ افواج الہی کا نظارہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ قبائل عرب کی ذہیں ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ پہلے غفار پھر ہبیشہ۔ سعد بن ہذیل۔ سلیم۔ نعرۃ بکیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے گزرے۔ ان کے بعد ایک فوج آئی کہ جس کی مثل دیکھنے میں نہیں آئی۔ ابوسفیان نے پوچھا کہ یہ کون ہیں حضرت عباس نے جواب دیا۔ کہ یہ انصاری ہیں۔ سردار انصار حضرت سعد بن عبادہ علم ہاتھ میں لئے ہوئے برابر سے گزرے۔ تو ابوسفیان سے کہا:-

اليوم يوم الميمنة اليوم تستحل الكعبة آج گنمان کے معرکہ کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔ بعد ازاں وہ مبارک سنتہ آیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب زہاجرین آئے تھے حضرت زبیر بن العوام علمبردار تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام برابر سے گزرے تو ابوسفیان نے کہا:- حضور نے سنا۔ سعد بن عبادہ کیا کہتے گزرے ہیں؟ آپ نے فرمایا سعد نے غلط کہا۔ آج کعبہ کی عزت کی جائے گی اور غلٹاں چڑھایا جائے گا۔ پھر حکم دیا کہ علم سعد سے لے کر ان کے صاحبزادے، قبیس کو دیدیا جائے؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں حصہ بالائی کی طرف سے داخل ہوئے۔ اعلان کر دیا گیا۔ کہ جو شخص ہتھیار ڈال دیگا۔ ابوسفیان کے گھریناہ لے گا۔ یا مسجد میں داخل ہوگا۔ یا دروانے بند کرے گا۔ اگر کو امن دیا جائے گا۔ حصہ بالائی میں اخیف بنی کنانہ یعنی محصب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیمہ نصب کیا گیا۔ اور حضرت زبیر نے حسب الارشاد محصب کی حد یعنی حجون کی پہاڑی پر علم کھڑا کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے ساتھ پانچ تہائی طرف سے داخل ہوں اور صفائیں ہم سے آلیں۔ اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ مگر صفوان بن امیہ عکرمہ بن ابی ہبل

اور سہیل بن عمرو وقوف کی ایک جماعت ساتھ لے کر چند مہر میں سدا راہ ہوئے۔ اور حضرت خالد کی فوج پر تیر بربانی لگے۔ چنانچہ حضرت جبیش بن اشعر اور کزبہ بن جابر فہری نے شہادت پائی۔ حضرت خالد نے مجبور ہو کر ان پر حملہ کیا اور تیرہ یا نہ زیادہ لاشیں چھوڑ کر گھروں کو بھاگ گئے اور بعضے پہاڑی پر چڑھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تلواروں کی چمک دیکھی۔ تو پوچھا کہ یہ جنگ کیسی ہے؟ عرض کیا گیا کہ شاید مشرکین نے پیشدستی کی ہے۔ جس کی وجہ سے خالد کو لڑنا پڑا ہے۔ بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد سے بلز پر میں کی۔ تو انہوں نے عرض کیا کہ ابتداء مشرکین کی طرف تھی۔ فرمایا: "فضلت اللہ بہتر ہے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ میں ذرا آرام فرمایا۔ پھر غسل کیا اور منتھیا روں سے سج کر ناقہ قصوا پر سوار ہوئے اور اپنے غلام کے لڑکے اسامہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ کو کبہ نبوی بڑی شان و شوکت سے کعبہ کی طرف روانہ ہوا۔ آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہماجرین و انصار تھے۔ جو اس طرح مہراپا آہن پوش تھے کہ بجز سیاہہ چشم ان کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر اپنی ناقہ پر طواف کیا۔ بیت اللہ کے گرد اور اونچے تین سو ساٹھ بت تھے جن کے سب سے وہ خانہ خدایتی نہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اس سے آپ ایک ایک بت کو ٹھوکے دیتے جاتے تھے اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

سج آگیا اور باہل مٹ گیا۔ بے شک باہل مننے والا ہے۔ سج آگیا اور باہل مٹ گیا۔ باہل نہ پہلی بار پیدا کرتا ہے اور نہ دوبارہ کرتا ہے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَرَهَقَ الْبَاطِلُ
كَانَ زَهُوقًا هَاجَأَ الْحَقُّ وَمَا يَبْرِي الْبَاطِلُ
وَمَا يُعِيدُ

اور وہ منہ کے بل گرتے جاتے تھے۔ جب اس طرح بیت اللہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا۔ تو آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ سے کئی لے کر دروازہ کھولا۔ اندر داخل ہوئے۔ تو حضرت ابو امامہ و ام ایمل علیہما السلام کے محبتے نظر پڑے۔ جن کے ہاتھوں میں جو اکیس لے کے تیرے ہرے تھے۔ آپ نے فرمایا "خدا ان کو غارت کرے۔ اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے جو انہیں کھیلنا کعبہ کے اندر ہی لکڑیوں کی ایک کبت تری مٹی ہوئی تھی۔ جسے آپ نے اپنے دست مبارک سے توڑ ڈالا۔ اور تیروں میں جو تھیں وہ مٹادی گئیں۔ پھر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور حضرت اسامہ و بلال و عثمان بن طلحہ آپ کے ساتھ اندر رہے۔ آپ نے نماز پڑھی اور ہر طرف بکیر کی پھرد دروازہ کھول دیا گیا۔ مسجد حرام قریش کی صفوں سے

بجری ہوئی تھی۔ آپ نے روانہ کے بازوؤں کو پکڑ کر یہ خطبہ پڑھا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَأَصْرَعْتَهُ وَهَمَّ
الْأَخْرَابَ وَحْدَهُ الْأَكْلُ مَا ثَرْتَهُ أَوْ دَمِ
أَوْ مَالِي يُدْعَى فَهُوَ تَحْتَ قَدْحِي هَاتَيْنِ
إِلَّا سِدَانَةَ الْبَيْتِ وَسِقَايَةَ الْحَاجِّ إِلَّا
وَقَتْلَ الْخَطِّابِ شِبْهَ الْعَمِدِ بِالسُّوْطِ وَ
الْعَصَا فِيهِ الدِّيَّةُ مِائَةٌ مِّنَ الْإِبِلِ
مِنْهَا أَرْبَعُونَ فِي بَطْنِهَا أَوْ كَلِّهَا يَأْتِي
مَعَشَرَ قُرَيْشٍ إِنَّ اللَّهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمُ
غُرُوهُ الْجَاهِلِيَّةِ وَكَفَّيْتُمَهَا بِالْأَبَاءِ
النَّاسِ مِنْ آدَمَ وَآدَمَ مِنْ تَرَابٍ

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى
وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا
إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ
عَلِيمٌ خَبِيرٌ

ایک خدا کے سوا اور کوئی معبود حق نہیں ماس کا کوئی شریک
نہیں۔ خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مذمت کی
اور کافروں کے گرد ہوں تو نہا شکست دی۔ آگاہ رہو کہ
تمام معاذ خنیا خون یا مال ہر قسم کا سولے کے بعد کی تربیت اور عیال
کی سقایت میرے ان دو قدموں کے نیچے ہیں۔ آگاہ رہو کہ
قتل خطیب جو عہد کے مشابہ ہونا زیادہ سے ہو یا عصا سے
اس کا خون یا ایک سوادنت ہیں جن میں سے چالیس کے بیٹوں میں
بچے ہوں۔ اے گروہ قریش! خدا نے تم سے جاہلیت کا
غور واد رسب کا فتخار دور کر دیا تمام لوگ آدم کی اولاد
ہیں اور آدم مٹی سے ہیں۔

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت (آدم و حوا) سے پیدا
کیا اور تم کو گنہ اور قبیلے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچانو۔
بیشک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگوار ہے جو زیادہ پیمبر
ہے تحقیق اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

خطبے کے بعد آپ قریش کی طرف متوجہ ہوئے۔ جن سے مسجد بجری ہوئی تھی۔ اعلان دعوت سے
اب تک سارے ستترہ سال ہیں قریش نے آپ سے اور آپ کے اصحاب سے جو جو سلوک کئے تھے وہ
سب ان کے پیش نظر تھے۔ اور خوف زدہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھے کیا سلوک کیا جاتا ہے آنحضرت صلی
علیہ وسلم اب اس شہر میں ہیں جہاں سے نکلے تھے تو اندھیری رات اور فقط صدیق اکبر ساتھ تھے۔ آج
آپ داخل ہوتے ہیں۔ تو دس ہزارہ بھان بھان ساتھ ہیں اور بدلہ لینے پر پوری قدرت حاصل ہے۔ بائینہم
آپ نے بڑے خطاب فرمایا: "اے گروہ قریش! تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو؟"

وہ بولے۔

خَيْرًا آخِ كَرِيمًا وَابْنِ آخِ كَرِيمٍ | نیکی کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں،
یہ سن کر حضور رحمتہ للعالمین نے فرمایا۔

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ الْيَوْمَ - اِذْ هَبْتُمْ اَفَانْتُمْ
الطُّفَاءُ | آج تم پر کوئی الزام نہیں۔ پوراؤ۔ تم آزاد ہو۔

اعلانِ عفو کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں بیٹھ گئے۔ بیت اللہ شریف کی کنجی
آپ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علی اور حضرت عباس میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ کنجی
ہمیں عنایت ہو مگر آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ بن ابی طلحہ کو عطا فرمائی۔

حضرت عثمان بن طلحہ کا بیان ہے۔ کہ ہجرت سے پہلے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش
آپ نے مجھے دعوتِ اسلام دی میں نے کہا۔ اے محمد! تجھ سے تعجب ہے کہ تو چاہتا ہے کہ میں تیری
پیروی کروں۔ حالانکہ تو نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے اور ایک نیا دین لایا ہے ہم جاہلیت
میں کعبہ کو روشنہ اور پخشنبہ کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں
کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کے ارادے سے آئے۔ میں نے آپ کو درشت کلامی کی اور آپ کو برا بھلا کہا
مگر آپ نے درگزر کیا۔ اور فرمایا۔ عثمان! تو یقیناً عنقریب ایک دن اس کنجی کو میرے ہاتھ میں
دیکھے گا کہ جہاں چاہوں رکھ دوں۔ میں نے کہا۔ اُس دن بے شک قریش ہلاک ہو جائیں گے
اور ذلیل ہو جائیں گے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ بلکہ زندہ رہیں گے۔ اور عزت پائیں گے۔ اور
آپ کعبہ میں داخل ہوئے۔ آپ کے اس ارشاد نے مجھ پر اثر کیا۔ میں نے گمان کیا کہ جیسا آپ نے
مجھ سے فرمایا عنقریب ویسا ہی ہو جائے گا۔ اور ارادہ کیا کہ مسلمان ہو جاؤں۔ مگر میری قوم مجھ سے
نہایت درشت کلامی کرنے لگی۔ جب فتح مکہ کا دن آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔ عثمان! کنجی لا۔ آپ نے
کنجی مجھ سے لے لی۔ پھر وہی کنجی مجھے دیدی اور فرمایا۔ لو یہ پہلے سے تمہاری سعادتمند سے ہی پاس
ہمیشہ رہے گی۔ ظالم کے سوا اسے کوئی تم سے نہ پھینے گا۔ عثمان! اللہ نے تم کو اپنے گورکھ میں بنایا
ہے۔ پس اسی گھر کی خدمت کے سبب جو کچھ تمہیں ملے۔ اُسے بتو شریفی کے موافق کھاؤ۔ جب میں
نے پیٹھ پھیری۔ آپ نے مجھے پکارا۔ میں پھر حاضر ہوا۔ فرمایا۔ کیا وہ بات نہ ہوئی جو میں نے تجھ سے

کہی تھی اس پر مجھے ہجرت سے پہلے مکہ میں آپ کا وہ قول یاد آگیا۔ میں نے عرض کیا: ہاں وہ ہات ہو گئی! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں! اس حدیث میں تین پیشگوئیاں ہیں۔ وہ تمینوں پوزی ہو گئیں۔

اس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک مسجد میں رونق افروز رہے۔ نماز کا وقت آیا۔ تو آپ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ ابوسفیان بن حرب اور عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اذان کی آواز سن کر عتاب بولا۔ کہ خدا نے اسید کو یہ عورت بخشی کہ اس نے یہ آواز نہ سنی۔ ورنہ اسے رنج پہنچتا۔ حارث بولا۔ خدا کی قسم اگر یہ حق ہوتا۔ تو میں اس کی پیروی کرتا۔ حضرت ابوسفیان نے کہا۔ میں تو کچھ نہیں کہتا۔ اگر کہوں تو یہ کنکریاں ان کو میرے قول کی خبر دیں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے پاس ہو کر نکلے۔ تو فرمایا۔ کہ تمہاری باتیں مجھے معلوم ہو گئیں۔ تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حارث و عتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ان باتوں کی الملاح کسی اور کو نہ تھی۔ ورنہ ہم کہہ دیتے کہ اس نے آپ کو بتا دیا۔ مسجد سے آپ کو ہدف پر تشریف لے گئے۔ وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مردوں میں حضرت معاویہ اور مستورات میں ان کی والدہ ہند بھی تھی۔ جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔

غزوہ عام سے نو یا دس اشخاص مستثنیٰ تھے۔ جن کی نسبت حکم دیا گیا کہ جہاں ہیں قتل کر دئے جائیں۔ اس حکم کی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذاتی انتقام نہ تھا۔ بلکہ اور مختلف جرم تھے۔ ان میں سے صرف تین یعنی ابن خطل بن قیس بن ضبابہ اور ابن خطل کی کینز قریبہ قتل ہوئے۔ ابن خطل اور قیس قصاص میں قتل کئے گئے۔ قریبہ اسلام کی بھجوا گیا کرتی تھی۔ باقی سب کو امن دیا گیا۔ اور ایمان لائے۔ ایک دشمن اسلام عیسائی مصنف ان دس اشخاص کی تفصیل دے کر بول لکھتا ہے۔

”اس طرح غزوہ کے مقابلہ میں حکم قتل کی صورتیں کالعدم تھیں اور سزائے موت جہاں فی الواقع

نے حضرت عثمان نے یہ معجزہ دیکھ کر تجدید شہادت کی۔ ورنہ یہ معلوم ہے کہ آپ سال فتح سے پہلے اسلام لاپھکتے تھے۔

۱۰ طبقات ابن سعد (متوفی ۲۴۰ھ)

۱۱ سیرت ابن ہشام۔

۱۲ لائف آف محمد مؤلف سرولیم میور صاحب۔

عمل میں آئی رشاہد ہا مستثنائے معنیہ، محض پولیٹیکل مخالفت کے سوا اور جرموں کی وجہ سے غالباً روکتی جس مالی پوسدگی سے حضرت محمد نے اس قوم سے سلوک کیا جس نے اپنی دیر آپ سے فتنی رکھی اور آپ کا انکار کیا۔ وہ ہر طرح کی تحسین و آفرین کے قابل ہے۔ حقیقت میں گذشتہ کی معافی اور اس کی گستاخیوں اور اذیتوں کی فراہوشی آپ ہی کے فائدے کے لئے تھی مگر تاہم اس کے لئے ایک فرخ و فیاض دل کی کچھ کم ضرورت نہ تھی۔

فتح مکہ کے دوسرے روز خزاہ نے ہندیل کے ایک شخص کو جو مشرک تھا قتل کر ڈالا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرغینا کے بعد یوں خطاب فرمایا:۔

إِنَّ مَدَّةَ حُرْمَتِهَا لِلَّهِ وَلَقَدْ يُحْرَمُهَا النَّاسُ
لَا يَحِيلُ بِأَمْرِيءِ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ أَنْ يَسْفِكَ بِهَا دَمًا وَلَا يَغْضُدَ
بِهَا شَجْرًا فَإِنَّ أَحَدًا تَرَخَّصَ الْقِتَالِ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهَا
فَقَوْلُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ أذنَ لِرَسُولِهِ وَلَمْ
يَأْذَنْ لِكُفْرَانِهَا أذنَ لِي فِيهَا سَاعَةً
مِنْ نَهَائِي وَقَدْ عَادَتْ حُرْمَتُهَا الْيَوْمَ
كَمَا كُفِّرَتْهَا بِالْأَمْسِ وَلِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ

الغائب

جب مکہ قبول سے پاک ہو چکا۔ تو مکہ کے گرد جو بت (منات۔ لات۔ عزیٰ) سیواع، تھے۔ وہ طریا کے ذریعہ سے منہدم کر دئے گئے۔

غزوہ حنین فتح مکہ کا اثر قبائل عرب پر نہایت اچھا پڑا۔ وہ اب تک منتظر تھے اور کہا کرتے تھے۔ کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، اور ان کی قوم کو آپس میں نیٹ لینے دو۔ اگر وہ قریش پر غالب آئے۔ تو سچے پیغمبر ہیں۔ اس لئے جب مکہ فتح ہوا۔ تو ہر ایک قوم نے اسلام قبول کرنے میں پیشدستی کی۔ مگر مہاندن

نے صحیح بخاری و میرت ابن ہشام۔

تحقیق مکہ کو اللہ نے حرام کر دیا اور لوگوں نے حرام نہیں کیا۔ جو شخص خدا اور روزہ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے اور نہ لہو کا درخت کاٹے اگر کوئی اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برنگ کے سبب قتال کو رخصت کہے۔ تو اس سے کہہ دو کہ خدا نے اپنے رسول کو اجازت دی۔ تم کو اجازت نہیں دی مجھے بھی دن کی ایک ساعت اجازت دی گئی۔ اور آج پھر اس کی حرمت یہی ہوگی جیسا کہ کل فتح سے پہلے تھی چاہئے کہ جو یہاں حاضر ہے وہ غائب کو یہ پیام پہنچا دے۔

کا زبردست قبیلہ جو مکہ و طائف کے درمیان سکونت پذیر تھا۔ اس فتح پر بہت بے وفائی ہوئی۔ وہ اس سے پہلے ہی جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس لئے فتح کی خبر سنتے ہی حملہ کے لئے تیار ہو گئے۔ ہوازن باستان کا کعب و کلاب کے ساتھ ثقیف تمام اور نصر و جشم تمام اور سعد بن ابی بکر اور کچھ بنو ہلال شامل ہوئے۔ جشم کا رئیس و سید بن صمہ تھا جس کی عمر سو سال سے تجاوز تھی۔ اُسے محض مشورے کے لئے ہزرج میں بٹھا کر ساتھ لے گئے۔ تمام فوج کا سپہ سالار عظیم مالک بن عوف نصری تھا جس کے حکم سے بچے اور عورتیں اور اموال بھی ساتھ تھے تاکہ لڑائی میں پیچھے نہ ہوں۔ سید نے اس حکم کو پسند نہ کیا۔ مگر اس کی کچھ عیب نہ گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی۔ لڑا اپنے حضرت عبداللہ بن عمرو واسی کو بطور جاسوس دریافت حال کے لئے بھیجا۔ وہ دشمن کے لشکروں میں آئے اور انہوں نے وہاں کے تمام حالات دریافت کیے۔ عرض کئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری شروع کر دی۔ دس ہزار دھبے سے زائد عبداللہ بن ابی ربیع سے جو ابو جہل کے بے مات بھائی تھے قرظ لے گئے۔ اور صفوان بن امیہ سے جو اب تک ایمان نہ لائے تھے سوزنوں کے لئے مستعار کی گئیں۔ مرض شمال سنہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ روانہ ہوئے جن میں سے دو ہزار اہل قارہاں کہ تھے لشکر کی کثرت کو دیکھ کر بعضوں کی زبان سے بے اختیار نکلا: آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے! جب حنین میں پہنچے۔ تو صبح کے وقت کہا بھی باجلا بھی اہلی طمع نہ ہوا تھا حملہ کے سے آگے بڑھے۔ دشمن نے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ان کی طرح صف آرا کر رکھی تھی۔ کہ سب آگے سوار۔ سواروں کے پیچھے پیادے۔ پیادوں کے پیچھے عورتیں اور عورتوں کے پیچھے بکریاں اور اونٹ تھے۔ اور کچھ چوہا کی گھاسیوں اور دروں میں کین میں مقرر کر دی تھی۔ اسلامی فوج نے پہلے ایسی شجاعت سے دھوا دیا کہ کفار بھاگ نکلے۔ مسلمان غنیمت لوٹنے میں مشغول ہو گئے۔ کفار نے ایک دوسرے کو پکارا کہ یہ کیا ذلت و نصیحت ہے۔ اور مڑ کر حملہ کیا۔ اب کثرت پر نازش اپنا رنگ لائی۔ لشکر اسلام کے مقدمہ میں بہت سے ایسے نوجوان تھے جو سلاح و زور سے عالی تھے۔ ہوازن و بنو نصر کی جماعت نے جو زور اندازہ میں مشہور تھے۔

۱۔ نیک دادی کا نام ہے جو مکہ سے طائف کی طرف تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر ہے۔

۲۔ صحیح بخاری۔ باب قول اللہ تعالیٰ و یوم حنین اذ عجزتکم کثرکم اذ یہ۔

تیروں کاہینہ برسانا شروع کیا۔ ذرا سی دیر میں مقدمتہ الجیش کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اس طرح باقی فوج بھی بھاگ نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چند اصحاب ثابت قدم رہے۔ مگر اکیلے آپ تھے کہ اس حالت میں بھی دشمن کی طرف بڑھنا چاہتے تھے۔ اور وہ اصحاب بقتضائے شفقت آپ کو روک رہے تھے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ آپ کی چھڑ کا لگام اور حضرت ابوسفیانؓ رکاب تھامے ہوئے تھے کہ آگے نہ بڑھ جائیں۔ اور آپ فرما رہے تھے۔

اِنَّا الْبَنِيُّ الْكَذِبِ | میں پیغمبر ہوں۔ اس میں جھوٹ نہیں
اِنَّا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَلِّبِ | میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

حضرت عباسؓ نہایت بلند آواز تھے۔ آپ نے حکم دیا کہ مہاجرین و انصار کو آواز دو۔ چنانچہ وہ ہوں پکارنے لگے۔

اور وہ انصار!

يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ

اور بیعت رضوان والو!

يَا أَصْحَابَ التَّمْرِ

اے سورہ بقرہ والو!

يَا أَصْحَابَ سُورَةَ الْبَقَرَةِ

اس آواز کا کان میں پڑنا تھا۔ کہ بٹیک بٹیک کہتے ہوئے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے صف آرائی کے بعد حملہ کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ نہایت بہادری سے لڑنے لگے۔ شدت جنگ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا
اَلْاَنَ حَجِّي الْوَطِيئِ رَابِ تَنْوِيْرٍ خَوْبٍ غَرْمٍ هُوَ كِيَا، مِوَايِ كَا نَقْشَةُ بَدَلٍ جِي كَا كَقَا۔ مسلمانوں پر طمانینت کا نزول ہوا۔ کفار کو بلا اعلیٰ کا لشکر پچکلیاں گھوڑوں پر سواروں کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرے اتر کر ایک مشت خاک لی۔ اور شاہت الوجوہ پڑھتے ہوئے کفار کی طرف پھینکی۔ دشمن میں سے کوئی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ خاک نہ پڑی ہو۔ لشکر کفار کو شکست ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں جنگ حنین کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

البتہ تحقیق اللہ نے تم کو مدد دی بہت میدانی میں اور

حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترائے۔ پس وہ کثرت

تمہارے کچھ کام نہ آئی۔ اور نہ میں باوجود ذاتی کے تم پر

تنگ ہو گئی۔ پھر تم بیٹھ پھیر کر بیٹھے۔ پھر اللہ نے اپنے

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَأَوْ

كُومَ حُنَيْنٍ إِذْ أَسْجَبْتُمْ كُفْرًا تَكْفُرْتُمْ فَلَمَّ

تَعَرَّجَ فَهَنَكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَيْنُكُمْ وَإِلَاحُضُ

بِمَا رَحِبْتُمْ ثُمَّ دَلَّيْتُمْ مَدْ بَرِيْرًا ثُمَّ أَنْزَلِ

اللَّهُ فَكَيْدَتُهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ
وَأَنْزَلَ جَنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ هُمْ يُؤْتَوْنَ
اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ
غَفُورٌ رَحِيمٌ (سورہ توبہ - ۲۵)

رسول پر ان مومنین پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔
اور وہ قومیں تھیں جو تمہارے نزدیک ہیں اور کافروں
کو عذاب کیا۔ اور یہی سزا ہے کافروں کی۔ پھر
خدا اس کے بعد توہم دے گا جسے چاہے۔ اور اللہ
بخشنے والا مہربان ہے۔

جنگ اولاس | شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ تو اولاس میں اور کچھ طائف میں جمع ہوئی۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فوج بسر کر دی حضرت ابو عامر اشعری ملو طاس صحابی۔ جو دیار ہوازن
میں ایک وادی کا نام ہے۔ دریدوں صتمہ بیانی باد گیا۔ قبیلہ حثم کے ایک شخص نے حضرت ابو عامر
کی زبان میں تیر بار۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے اس شخص کو قتل کر ڈالا مادہ حضرت ابو عامر کو اطلاع دی۔
حضرت ابو عامر کچھ دیر کے بعد واصل بحق ہوئے۔ مگر شہادت سے پہلے انہوں نے حضرت ابو موسیٰ سے کہا
کہ سلام کے بعد میرا یہ پیام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دینا کہ آپ میرے حق
میں دعائے مغفرت فرمائیں۔

حضرت ابو عامر کے بعد حضرت ابو موسیٰ نے علم ہاتھ میں لیا۔ اور خوب جنگ کی شہین کو شکست
ہوئی۔ امیران جنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن شیماء سعدیہ بھی تھیں۔ جب گرفتار
ہو کر آئیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگیں کہ میں آپ کی بہن ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کی
علامت کیا ہے۔ اس پر انہوں نے اپنی بیٹھ کھول کر دکھائی۔ کہ ایک دفعہ بچپن میں میں آپ کو
گود میں لئے بیٹھی تھی۔ آپ نے دانت سے کاٹا تھا۔ یہ اس کا نشان ہے۔ آپ نے وہ نشان پہچان لیا
اور بہنی چادر مبارک بچھا کر ان کو اُس پر بٹھایا اور مر حبا کہا۔ پھر فرمایا۔ جی چاہے تو میرے ہاں عزت سے
رہو۔ اور اپنی قوم میں جانا چاہو۔ تو وہاں پہنچا دیا جائے۔ انہوں نے اپنی قوم میں رہنا پسند کیا۔ اور
ایمان لائیں۔ آپ نے ان کو غلام و کنیز اور ایک اونٹ دے کر بڑے احترام سے ان کی قوم میں
پہنچا دیا۔

جب حضرت ابو موسیٰ اشعری اولاس سے واپس آئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت
ابو عامر کا پیغام پہنچا دیا۔ آپ نے یوں دعا فرمائی۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبِيدِ أَبِي عَامِرٍ اللَّهُمَّ
اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَوَقُّعًا لِكَثِيرٍ مِّنْ خَلْقِكَ
وَمِنَ النَّاسِ

اے خدا! ابو عامر عبید کو بخش دے۔ اے خدا! اسے قیامت
کے دن اپنی مخلوق اور اپنے لوگوں میں سے بہتروں کے
اوپر رکھنا۔

یہ دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ نے اپنے واسطے دعا کی التجا کی۔ آپ نے یوں دعا فرمائی وہ۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللَّهِ ابْنِ قَبِيصِ ذَنْبِيَّ
وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَدْخَلًا كَرِيمًا

اے خدا! عبد اللہ بن قبیص کا گناہ بخش دے اور اسے
قیامت کے دن عورت کے مقام میں داخل کر۔

عاصمہ طائف | حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غناتم و السیران جنگ کی نسبت حکم دیا کہ سب کو جمع
کر کے حمرانہ میں بھیج دیا جائے۔ بذات اقدس طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ روزی کے وقت
طفیل بن عمرو وہی کو بت ذوالکفین کے منہدم کرنے کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ اپنی قوم سے دو
لے کہ ہم سے طائف میں آلو۔ حضرت طفیل اپنی قوم کے رئیس تھے۔ انہوں نے بت کو جلا دیا۔
اور قبیلہ دوس کے چار سو آدمی اور وہابہ و منجیق لے کر طائف میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔
تقیف او طاس سے بھاگ کر طائف میں چلے آئے تھے۔ یہاں ایک قلعہ تھا۔ اس کی مرمت
کر کے ایک سال کا سامان رسد لے کر اس میں پناہ گزین تھے۔ لشکر اسلام اس قلعہ کے قریب
آٹرا۔ اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات استعمال میں لائے گئے۔ مسلمانوں نے منجیق نصب
کیا۔ تو اہل قلعہ نے تیروں کا مینہ برسانا شروع کیا۔ باہر غازی شہید ہو گئے۔ وہابہ استعمال کیا گیا
تو تقیف نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں جن سے وہابہ جل گیا اور نقصان جان بھی ہوا۔ پھر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منادی کر دی گئی۔ کہ کفار کا جو غلام قلعہ سے باہر سے پاس آئے گا۔ وہ
آزاد کر دیا جائیگا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تیس غلام قلعہ سے آکر حاضر خدمت ہوئے۔ وہ سب آزاد کر دیے
گئے اور ایک ایک کر کے مسلمانوں کے حوالہ کر دیے گئے کہ ان کی ضروریات کے متکفل ہوں اور ان کو تعلیم

۱۔ حمرانہ یا حمرانہ کہ طائف کے درمیان کہ سے ایک ہریہ (۱۲ میل) ہے۔

۲۔ طائف ایک بڑا شہر ہے جو مکہ سے دو یا تین منزل مشرق کی طرف واقع ہے۔

۳۔ منجیق ایک قسم کا بڑا گول پھینکا تھا جس میں بڑے بڑے پتھر رکھے جاتے تھے تاکہ دیوار ٹوٹ جائے۔
۴۔ وہابہ ایک آہ جنگ تھا۔ جو چمڑے اور لکڑی سے بنایا جاتا تھا۔ اس کی اوت میں دشمن کے قلعہ کی طرف جلتے تاکہ
دیوار قلعہ میں نقب لگائیں۔

اسلام دیں۔ ان غلاموں میں حضرت یفیع بن عارث تھے۔ جو چرخ چاہ پر لٹک کر قلعہ کی دیوار سے اترے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابو بکرہ رکھ دی۔ دو ہفتہ بلکہ زیادہ محاصرہ قائم رہا۔ مگر قلعہ فتح نہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نوفل بن معاویہ دومی سے مشورہ کیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ رومی بھٹ میں ہے۔ اگر آپ کوش جاری رکھیں گے۔ تو اس سے بکرہ لیں گے اور اگر اس سے چھوڑ جائیں۔ تو آپ کو مضر نہیں۔ عرض میصرہ اٹھا لیا گیا۔ جب واپس آئے گئے۔ تو صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہم کو جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا فرمائیں۔ اس پر آپ نے یوں دعا فرمائی ہے۔

اللَّهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا وَ اَنْتَ بِهٖمْ | اے خدا تو ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو سلطان بنا کر لا

اس دعائے رحمت للعالمین کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۹ برس میں ثقیف کے وزیر نے حاضر خدمت آقا میں ہو کر اظہار اسلام کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے جعرانہ میں تشریف لائے۔ یہاں غنائم حنین و اوطاس جمع تھیں۔ جن کی تفصیل یہ ہے۔

اسیران جنگ (زمان و اطفال)۔ ۶۰۰۰

اونٹ ۲۴۰۰۰

بکریاں ۴۰۰۰۰ سے زائد

چاندی ۴۰۰۰ اوقیہ

آپ نے دس دن سے کچھ نہ یا وہ ہوا زان کا انتظار کیا۔ وہ نہ آئے۔ تو آپ نے مال غنیمت میں سے طلاق و ہاجرین کو دیا اور انصار کو کچھ نہ دیا۔ اس پر انصار کو رنج ہوا۔ ان میں سے بعض کہنے لگے۔ "خدا رسول اللہ کو معاف کرے۔ وہ قریش کو عطا فرماتے ہیں اور ہم کو محروم رکھتے ہیں حالانکہ ہماری تلواروں سے قریش کے خون کے قطرے پکتے ہیں" اور بعض بولے "جب مشکل پیش آتی ہے تو ہمیں بلایا جاتا ہے۔ اور غنیمت اوروں کو دی جاتی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چرچا سنا۔ تو انصار کو طلب فرمایا۔ ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا۔ جس میں آپ نے انصار کے سر کھسی اور کونہ رہنے دیا۔ جب انصار جمع ہو گئے تو آپ نے پوچھا۔

کہ: وہ کیا بات ہے جو تمہاری نسبت میرے کان میں پہنچی ہے۔ انصار جھوٹ نہ بولا کرتے تھے کہنے لگے کہ یہ سچ ہے جو آپ نے سنا۔ مگر ہم میں سے کسی داتا نے ایسا نہیں کہا۔ تو خیر جو آپ نے ایسا کہا تھا۔ یہ سن کر آپ نے حمد و ثناء کے بعد یوں خطاب فرمایا:-

اے گروہ انصار! کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت دی۔ اور تم پر آگندہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو جمع کر دیا۔ اور تم مفلس تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولت مند کر دیا۔

يَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَمْ اَجِدْكُمْ ضَالًّا
فَهَدَاكُمْ اللهُ بِى وَ كُنْتُمْ مُتَّفِقِيْنَ
فَاَتَقَمُّمُ اللهُ بِى وَ كُنْتُمْ عَائِلًا فَاَغْنَاكُمْ
اللهُ بِى

آپ پر فرماتے جاتے تھے اور انصار یہ فقر سے کہتے جاتے تھے۔ کہ: خدا اور رسول کا احسان ہا سے بڑھ کر ہے۔

آپ نے فرمایا۔ کہ تم مجھے جواب کیوں نہیں دیتے۔ انصار نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں۔ خدا اور رسول کا احسان و فضل ہے۔ آپ نے فرمایا۔ بخدا اگر تم بچاؤ۔ تو یہ جواب دو میں ساتھ ساتھ تمہاری تصدیق کرتا ہوں گا۔

تو ہمارے پاس اس حال میں آیا کہ لوگوں نے تیری تکذیب کی تھی ہم نے تیری تصدیق کی۔ لوگوں نے تیرا ساتھ چھوڑ دیا تھا ہم نے تیری مدد کی۔ لوگوں نے تجھ کو نکال دیا تھا ہم نے تجھے پناہ دی۔ تو مفلس تھا ہم نے جان مال سے تیری ہمدردی کی۔

اَتَيْتُكُمْ مَكْدِبًا كَذَّبْتُمْ عَنْكَ وَ فُحِشٌ وَا
فَنَصْرُ فَانْكَ وَ طَرِيْدًا اِقَا وَا يَنَّا كَ وَا
عَائِلًا فَا وَا سَيْنَا كَ

پھر فرمایا کہ میں نے تالیف قلب کے لئے اہل مکہ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ اے انصار! کیا تمہیں پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم رسول اللہ کو لے کر گھر جاؤ۔ اللہ کی قسم! تم جو کچھ لے جاؤ وہ اس سے بہتر ہے جو وہ لے جا رہے ہیں۔ اگر لوگ کسی وادی یا دورہ میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا دورہ میں چلوں گا۔ یہ سن کر انصار پکار اٹھے۔ یا رسول اللہ! رضیت! یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں۔ اور ان پر اس قدر برکت طاری ہوئی کہ روتے روتے ڈھکیاں تیرے پاس آئیں۔ جب حجاز میں اسیران جنگ کی تقسیم بھی ہوئی تو ہوازن کی سفارت (دفعہ) حاضر خدمت آئیں۔

۱۔ ان حالات کے لئے صحیح بخاری دیکھو۔

ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں علیہ قبیلہ سعد بن بکر بن ہوازن سے تھیں۔ اس سفارت میں آپ کا رضاعی چچا ابوشران دیا ابو برقان بن عبد العزیز سعدی بھی تھا۔ سفارت کا رئیس زہیر بن عمرو سعدی حُشمی تھا۔ وفد نے پہلے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے انہما را سلام کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر حضرت زہیر بن عمرو نے یوں تقریر کی :-

یا رسول اللہ! اسیران جنگ میں سے جو عورتیں چھپڑوں میں ہیں وہ آپ کی چھو پھیاں اور خالائیں اور واریہ ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ اگر ہم نے عائشہ بن ابی شمر یا یمن یا نعمان بن منذر شاہ عراق کو دودھ پلایا ہوتا۔ پھر اس طرح کی مصیبت ہم پر آ پڑتی تو ہمیں اُس سے مہربانی و نائندہ کی توقع ہوتی۔ مگر آپ سے تو زیادہ توقع ہے۔ کیونکہ آپ فضل و شرف میں سر کفول سے بڑھ کر ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابوشران نے یوں عرض کیا :-

یا رسول اللہ! ان چھپڑوں میں آپ کی چھو پھیاں خالائیں اور بہنیں ہیں۔ جو آپ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ ہم نے آپ کو اپنی گودوں میں پالا۔ اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ کو دودھ پیتے دیکھا۔ کوئی دودھ پیتا بچہ آپ سے بہتر نہ دیکھا میں نے آپ کو دودھ چھڑایا ہوا دیکھا۔ کوئی دودھ چھڑایا بچہ میں نے آپ سے بہتر نہ دیکھا پھر میں نے آپ کو زچوان کیا کوئی نوجوان آپ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ میں خصال خیر کمال طور پر موجود ہیں۔ اور باوجود اس کم کم آپ کے اہل و کنبہ میں۔ آپ ہم پر احسان کریں! اللہ تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔

یہ تقریریں کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں نے انتظار کے بعد تقسیم کی ہے۔ اب تم اسیران جنگ و غنائم میں ایک اختیار کر لو۔ انہوں نے کہا کہ ہم اسیران جنگ کی رہائی چاہتے ہیں آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اپنے خاندان کے حقد کا اختیار ہے۔ باقی کے لئے اوروں کی اجازت درکار ہے۔ تم نماز ظہر کے بعد اپنی درخواست پیش کرنا۔ چنانچہ نماز ظہر کے بعد انہوں نے انہما را مطلب کیا۔

سے سیرت علیہ واصحابہ -

سے اصحابہ ترجمہ ابوشران -

پھر آپ نے حمد و ثنا کے بعد یوں خطاب فرمایا :-

”تمہارے بھائی مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ میری رائے ہے۔ کہ اسیرانِ جنگ ان کو وہیں
 کر دوں۔ تم میں سے جو بغیر عوض واپس کرنا چاہتے ہیں کہہ دیں۔ اور جو عوض لینا چاہتے ہیں
 ہم پہلی غنیمت میں سے جو اوتار آئے گی ادا کر دیں گے۔“

قصہ کوتاہ تمام یہاں جہینہ و انصار نے بغیر عوض واپس کر دینا منظور کر لیا یا اس طرح چھ ہزار روپے کر ڈٹے گئے۔

ہجرت کا نواں سال

اس سال کے اوائل میں واقعہ ایثار پیش آیا۔ ازواجِ مطہرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
 مقدمہ سے زیادہ نفقہ و کسرت طلب کیا۔ اس پر آپ نے ایلاء کیا یعنی سو گند کھانی کہ ایک ماہ تک ان
 کے ساتھ مخالفت نہ کر دیں گا۔ جب ۲۹ دن گزرنے پر مہینہ پورا ہوا تو آیتِ نخییر (سورہ احزاب) نازل
 ہوئی۔ مگر سب نے رینت دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔

غزوہ طائف اور غزوہ تبوک کے درمیانی زمانہ میں حضرت کعب بن زبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان لائے اور انہوں نے اپنا مشہور قصیدہ پڑھا۔

غزوہ تبوک | یہ غزوہ ماہِ حبش میں پیش آیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ مدینہ میں یہ خبر پہنچی کہ رؤسوں اور

عیسائی عربوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے بڑی فوج تیار کر لی ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے اہل مکہ اور قبائل عرب سے جانی و مالی امداد طلب کی۔ اُس وقت سخت قحط اور شدت کی گرمی تھی۔

اسی وجہ سے اس غزوہ کو غزوہ العسرة بھی کہتے ہیں۔ سورہ توبہ میں ہے۔ الَّذِينَ اتَّبَعُوا فِي سَاعَةِ

الْعُسْرَةِ۔ جو لشکر اس غزوہ کے لئے تیار کیا گیا۔ اُسے حبش العسرة کہتے ہیں۔ اس حبش کی تباہی میں

حضرت عثمان غنی نے خصوصیت سے حصہ لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق نے بھی بڑے ایشار

کا ثبوت دیا۔ غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے۔

راستہ میں جب مزینہ میں ٹھہرے۔ تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ یہاں کے کوڑوں کا پانی پینا

اور نہ پانی پینا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم نے پانی لیا ہے۔ اور اس سے آگ گوندھا ہے۔ آپ نے

سے صحیح بخاری۔ غزوہ حنین۔

سے یہ خبر مدینہ و دمشق کے قریب وسط میں ہے۔

صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب قول اللہ والی ثمود انی محمد صالحاً۔ الآیہ

فرمایا کہ پانی گرا دو اور مٹا اونٹوں کو کھلا دو۔ جب آپ حج یعنی تہجد کے مکانات میں سے گزرے جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے ہوئے تھے۔ تو فرمایا کہ ان معذبین کے مکانات سے روتے ہوئے گزرنا چاہئے۔ کہ مبادا ہم پر بھی وہی عذاب آئے۔ پھر آپ نے اپنی چادر سے منہ چھپا لیا اور اُس دادی سے جلدی گزر گئے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجر سے روانہ ہوئے۔ تو راستے میں ایک جگہ آپ کمانہ گم ہو گیا زید بن بصیت قینقاخی منافق کہنے لگا۔ "محمد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور تم کو آسمان کی خبر دیتا ہے حالانکہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا۔ کہ اُس کمانہ کہاں ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو باطلاع الہی یہ معلوم ہو گیا۔ آپ نے یہ فرمایا۔ "ایک منافق ایسا ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اس وہی جانتا ہوں۔ جو اللہ نے مجھے بتا دیا۔ چنانچہ خدا نے مجھے ناقہ کا حال بتا دیا ہے۔ وہ فلاں درہ میں ہے۔ اُس کی نیکل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ اس سبب سے وہ رکا ہوا ہے۔ تم جا کر لے آؤ۔ یہ تمہیں ارشاد مبارک ناقہ اس درہ میں سے لایا گیا۔ حضور کے ارشاد مبارک کے وقت حضرت عمارہ موجود تھے۔ منافق مذکور حضرت عمارہ ہی کے ڈیرے میں تھا۔ حضرت عمارہ اپنے ڈیرے میں وہاں گئے کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی ہم سے بتعلیم الہی عجیب ماجرا بیان فرمایا۔ کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے۔ عمارہ کے بھائی عمرو بن حزم نے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے زید بن بصیت نے ایسا ہی کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمارہ نے زید کی گردن بکڑی سے ٹھکادی اور کہا۔ "اوشمن خدا! میرے ڈیرے سے نکل جا۔ میرے ساتھ نہ رہ۔" کہا گیا ہے کہ زید مذکور بعد میں تائب ہو گیا تھا۔

حجر سے تہوک چار منزل ہے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی۔ تہوک میں بیس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام رہا۔ اہل تہوک نے جزیرہ پر آپ سے صلح کر لی۔ ایک کانصرانی سردار یوحنا بن روبہ حاضر خدمت اقدس ہوا۔ اس نے تین سو دینار سالانہ جزیرہ پر آپ سے صلح کر لی۔ اور ایک سفید خچر پیش کیا۔ آپ نے ایک چادر اُسے عطا فرمائی۔ جو بآوازِ ح کے یہودیوں نے بھی

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحجرۃ زرقانی علی الموابہ بحالہ بن اعاق دو اقدی وغیرہ۔ عذر تہوک کے لئے یہ شہر بجزیرہ قازم کے کنارے پر شام سے طوق واقع ہے۔ وہ یہود جن پر اللہ تعالیٰ نے پھلی کا شکار سبت کے دن حرام کر دیا تھا اسی شہر میں رہا کرتے تھے۔

جزیہ پر صلح کر لی۔

تبوک ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید کو چار سو سو اوروں کا دستہ دے کر اکیدر بن عبدالمالک کندی نصرانی سردار دومتہ الجندل کے زیر کرنے کے لئے بھیجا۔ اور فرمایا کہ تم اکیدر کو نیل گھائے کا شکار کرنے پاؤ گے۔ اکیدر دومتہ الجندل کے قلعہ میں رہا کرتا تھا جب حضرت خالد قلعہ کے پاس پہنچے۔ تو ایک عجیب و غریب پیش آیا۔ چاندنی رات تھی کہ ایک نیل گائے جنگل سے آکر قلعہ کے دروازے پر سینک مارنے لگی۔ اکیدر اس کے شکار کے لئے قلعہ سے اتر آیا۔ اٹنا شکار میں حضرت خالد کے دستہ نے اُس پر حملہ کیا اور گرفتار کر کے مدینہ میں لے آئے۔ اُس نے بھی جزیہ پر صلح کی!

مسجد ضرار | منافق ہمیشہ اس امر کے درپے ہوتے۔ کہ کسی طرح مسلمانوں میں بھڑک ڈال دیں۔ اس غرض سے انہوں نے اپنی علیحدہ مسجد بنانے کا ارادہ کیا۔ ابو عامر فاسق جو انصار میں سے تھا عیسائی ہو گیا تھا۔ وہ غزوہ خندق تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑتا رہا۔ جب ہراندن بھاگ گئے۔ تو وہ شام میں چلا گیا تھا۔ اُس نے وہاں سے ان منافقین کو کہلا بھیجا۔ کہ تم مسجد تبا کے متصل اپنی مسجد بنا لو۔ اور سامان حرب تیار کر لو۔ میں تم پر روم کے پاس جاتا ہوں اور رومیوں کی فوجیں لانا ہوں تاکہ محمد اور اس کے اصحاب کو ملک سے نکال دیں۔ چنانچہ منافقوں نے مسجد تبا کے پاس ایک مسجد بنائی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر درخواست کی۔ کہ ہم نے بیماروں کے معذوروں کے لئے ایک مسجد بنائی ہے۔ آپ قدم بخجہ فرما کہ اس میں نماز پڑھائیں۔ اور دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اب غزوہ تبوک پر جا رہا ہوں۔ انہیں آکر انشاء اللہ تعالیٰ حاضر ہوں گا۔ چنانچہ جب آپ ہم تبوک سے واپس ہو کر موضع ذوادان میں پہنچے جو مدینہ طیبہ سے ایک گھنٹہ کی راہ ہے۔ تو یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

اور یہ لوگ جنہوں نے ایک مسجد بنائی ضریہ پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں میں بھڑک ڈالنے کے لئے اور کینڈگاہ بننے کے لئے اس شخص کے واسطے جو پہلے سے خدا و رسول سے لڑتا ہے۔ اور ابتداء سے دشمنی کھائیں گئے کہ ہم نے

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا صِدْقًا أَرْوَكَفًا
وَلَقَدْ يَمَنُّ بِمَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْضِ صَادِقِينَ
سَارِبَ اللَّهِ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ وَلِيُخَلِّفُنَّ
إِنْ أَرَادُوا إِلَّا الْخُسْفَىٰ وَاللَّهُ يَشْهَدُ

الْيَوْمَ تَكْرَبُونَ ۚ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا
لَمَسْجِدًا أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ
يَوْمٍ أَلْحَقْنَا أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۚ فِئِدِ رِجَالُ
يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْمُطَهَّرِينَ ۙ (توبہ - ع ۱)

تو کھلائی ہی چاہی تھی۔ اللہ گواہ ہے کہ وہ لوگ جھوٹے ہیں۔
تو اس مسجد میں ہرگز کھڑا نہ ہوتا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے
دن سے پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے اس بات کی ذیلت و حق سے کہ تو
اس میں کھڑا ہو سائیں ایسے مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں
اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن نضیم اور معین بن عدی عجلانی کو حکم دیا کہ جا کر
اس مسجد فرارہ کو گرد اور جلا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ہے
اس سال مختلف قبائل کے وفد اس کثرت سے دربار رسالت میں حاضر ہوئے کہ اسے سال
وفد کہا جاتا ہے۔ یہ وفد بالعموم نعمت ایمان سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ اس مختصر میں ان کی تفصیل
کی گنجائش نہیں ہے۔

ہجرت کا دسواں سال

اس سال بھی وفد غربا پے در پے حاضر خدمت اقدس ہوتے رہے۔ اہل یمن و ملوک حمیر
ایمان لائے۔ اسی سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔
الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ ۗ - آایہ عرفہ میں نازل ہوئی۔

ہجرت کا گیارہواں سال

اس سال کے ماہ ربیع الاول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا جس کا
ذکر آئندہ باب میں آتا ہے۔

پانچواں باب

وفات شریف و حلیہ مبارک کا بیان

ماہ صفر ۱۱ھ کے اخیر عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیماریا ہو گئے۔ اور ماہ ربیع الاول میں وصال فرما گئے۔ وصال شریف کی تاریخ میں اختلاف ہے۔ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وفات شریف ماہ ربیع الاول میں دو شنبہ کے دن ہوئی۔ جمہور کے نزدیک ربیع الاول کی بارہویں تاریخ یعنی پانچویں کی ایک یا دو راہیں باقی تھیں کہ مرض کا آغاز ہوا۔ بعضے تاریخ وصال یکم ربیع الاول بتاتے ہیں۔ بنا پر قول حضرت سلیمان تمیمی ابتداء کے مرض یوم شنبہ ۲۲ ماہ صفر کو ہوئی اور وفات شریف یوم دو شنبہ ۲۳ ربیع الاول کو ہوئی۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔ کہ ابو مخنف کا قول ہی معتد بہ ہے کہ وفات شریف ۲۳ ربیع الاول کو ہوئی۔ دوسروں کی نقل کی وجہ یہ ہوئی کہ ثانی کو ثانی عشر خیال کر لیا گیا۔ پھر ایسی ہی میں بعضوں نے بعض کی پیروی کی۔

حضرت زید بن عارثہ جنگ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ ان کے انتقام کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایام مرض ہی میں فوج تیار کی اور اپنے دست مبارک سے جھنڈا تیار کیا۔ اور حضرت زید کے صاحبزادے حضرت اسامہ کو اس فوج کا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ مقام اپنی میں پہنچ کر وہیں سے جہاد کر۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایام مرض ہی میں حضرت زید و علی نے اسوعی مدعی نبوت کو قتل کر ڈالا۔ حضور نے مدینہ میں اس حال کی خبر دی اور فرمایا۔ فانما خیر وشر (فیروزہ کامیاب ہو گیا)۔

وفات شریف سے پہلے جو پنج شنبہ تھا اس میں قصہ قرطاس و قورع میں آیہ جس کو نقیر نے تحفہ شیعہ میں بالتفصیل لکھا ہے۔ اسی روز حضور نے اپنے اصحاب کرام کو تین چیزوں کی وصیت فرمائی۔

۱۱) مشرکین کو جزیہ عرب سے نکال دینا۔

۱۲) ملک و امراء کے ایچی جو تمہارے پاس آیا کریں۔ ان کو جائزہ و انعام دیا کرنا جیسا کہ

میں دیا کرتا تھا۔

تیسری چیز کا ذکر حضور نے نہ فرمایا۔ یار اوی سلیمان احوں ابھول گیا۔ اسی روز حضور نے

حضرت صدیق اکبر کو اپنا خلیفہ نمازہ مقرر فرمایا۔ اور وہ وفات شریف تک نماز پڑھتے رہے۔

چھ یا سات دینار جو حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھے۔ وہ بھی حضور نے ایام مرض میں تقسیم

فرمادے اور کچھ باقی نہ چھوڑا۔ وفات شریف کا وقت عین قریب آ پہنچا۔ تو آپ اکثر یوں وصیت

فرماتے تھے۔

الصَّلَاةُ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ | نماز اور غلام۔

جب روح پاک نے جسم اطہر سے اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کی۔ تو الفاظ اللہم الرفیق

الاعلیٰ زبان مبارک پر تھے۔

واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف دوشنبہ کے دن دوپہر ۱ بجے ہوا

وصال شریف کے بعد زمین تاریک ہو گئی اس صدمہ سے صحابہ کرام کا جو حال ہوا وہ بیان

نہیں ہو سکتا۔ حضرت علی مرتضیٰ نے آپ کو غسل دیا۔ حضرت عباس و فضل بن عباس

حضور کے پہلو بدلتے میں حضرت علی المرتضیٰ کی مدد کر رہے تھے۔ اور قثم بن عباس اور اسامہ

اور حضور کا غلام شقران پانی ڈال رہے تھے۔ سوائے حضرت علی کے باقی سب آنکھوں پر ڈمال

باندھے ہوئے تھے۔ تاکہ جسد شریف پر نظر نہ پڑے۔ حضور کے کفن میں تین سو تکیے رکھے گئے

بنے ہوئے تھے جن میں قمیص و عمامہ نہ تھا۔

شب چہا شنبہ میں حضور کو دفن کیا گیا۔ تاخیر کی وجہ کئی امور تھے چنانچہ مہاجرین و انصار

میں بیعت کے بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اس اختلاف کا فیصلہ ہوتے ہی اس امر میں اختلاف

آراء ہوا کہ حضور کو کہاں دفن کیا جائے۔ قبر شریف میں لحد چاہئے یا شق۔ آخر کار حضرت ابو طلحہ

۱) مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیحین۔ باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲) مشکوٰۃ شریف۔ باب الاتفاق و کراہیۃ الامساک۔

۳) ابن ماجہ۔ ابواب الوصایا۔

الضاری نے لحد کھودی۔ نماز جنازہ حجرہ شریف کے اندر ہی بغیر امامت الگ الگ پڑھی گئی۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پھر غلاموں نے نماز پڑھی۔ بعد ازاں حضورؐ کو بالانفاق حجرہ شریف ہی میں جہاں وصال شریف ہوا تھا دفن کر دیا گیا۔ بنا بر قول صحیح حضرت عباسؓ و علیؓ و ثقیف و فضل قبر شریف میں اترے۔ لحد کی اینٹیں کچی تو تھیں۔ حضرت ثقیف سب سے اخیر میں قبر مبارک سے نکلے۔

حضورؐ نے بطور میراث کچھ نہیں چھوڑا۔ جو کچھ آپؐ نے چھوڑا وہ صدقہ و وقف تھا۔ اور اس کا مصرف وہی تھا۔ جو آپؐ کی حیات شریف میں تھا۔ چنانچہ آپؐ کا ارشاد مبارک ہے:

کَلَّا نُورِثُ مَا تَرَکْنَا صَدَقَةً
ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بندتے۔ جو کچھ ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ و وقف ہے۔

بخاری شریف کتاب الجہاد

حضرت عمرو بن عمارؓ سے جوام المؤمنین جویریہؓ کے بھائی تھے یوں روایت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موت کے وقت نہ کوئی دینار چھوڑا۔ نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی نہ کچھ اور نہ گراہنا سفید خیر اور اپنا ہتھیار اور کچھ زمین جسے آپؐ نے صدقہ و وقف بنا دیا۔

مَا تَرَکَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ مَوْتِهِ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْرًا وَلَا أَمَةً وَلَا شَيْئًا إِلَّا لِقَدِّ الْبَيْضَاءِ وَسِلَاحِهِ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً

بخاری۔ کتاب الوصایا

ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت اس طرح ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ اونٹ۔ نہ بکری۔

مَا تَرَکَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا عَبْرًا وَلَا شَاةً

لہذا یہ نذکرہ بالا سے پایا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متردکات میں ایک سفید خیر رولڈل، کچھ ہتھیار اور زمین راسما بنو نضیر وغیرہ وفد آتی تھی۔ حضورؐ کے ارشاد مبارک کے مطابق ان میں سے کسی میں قاعدہ ارث جاری نہیں ہوا۔ اسی واسطے دلیل اور ذوالفقار دونوں حضرت علی مرتضیٰ کے پاس تھے۔ ورنہ بجائے علی کے حضرت عباس و فاطمہ زہرا اور انوارِ مطہرات حقدار تھیں۔ امرا بنو نضیر وغیرہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبضہ

مالکانہ نہ تھا بلکہ متولیانا نہ تھا۔ ابو داؤد میں مالک بن انس کی روایت میں حضرت عمر خطاب کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں صفایا تھیں۔ ایک اموال بنو نضیر۔ دوسرے خیبر۔ تیسرے ندک۔ اموال بنو نضیر آپ کے حوادث و حوائج کے لئے مجبوس و موقوف تھے۔ ندک مسافروں کے لئے مخصوص تھا۔ خیبر کی آمدنی کے اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔ دوسرے مسلمانوں کے لئے اور ایک حصہ اپنی ازواج مطہرات کے لئے مقرر کر دیا تھا۔ اپنے اہل کے نفع میں سے جو کچھ بچ رہتا۔ وہ آپ فقرا۔ و مہاجرین میں تقسیم فرما دیتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ جائدادیں بحیثیت وقف حضرت صدیق اکبر کے زیر اہتمام رہیں۔ انہوں نے ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تصرف کیا۔ حضرت صدیق اکبر کے بعد حضرت عمر فاروق ان پر اسی حیثیت سے دو سال قابض رہے۔ پھر حضرت عباس و علی کے اصرار پر مال بنو نضیر ان دونوں کی تولیت میں کر دیا۔ اور خیبر و ندک کو اپنی تحویل میں رکھا۔ کچھ دنوں کے بعد تولیت و تصرف میں شرکت حضرت عباس پر ناگوار گذری۔ وہ چاہتے تھے کہ تولیت میں تقسیم ہو جائے۔ تاکہ ہر ایک اپنے حصہ کے تصرف میں مستقل بن جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مانع ہوئے اس لئے فیصلہ کے لئے دونوں دربار فاروقی میں حاضر ہوئے۔ مگر حضرت فاروق نے تقسیم تولیت سے انکار کر دیا۔ بعد ازاں حضرت علی نے حضرت عباس پر غلبہ پا کر مال بنو نضیر کو اپنے تصرف میں کر لیا۔ حضرت علی کے بعد حسن بن علی اور پھر حسین بن علی کے ہاتھ میں آیا۔ امام حسین کے بعد علی بن حسین اور حسن بن حسین کے ہاتھ میں آیا۔ دونوں نوبت نبوت اس میں تصرف کرتے تھے۔ پھر نہ بدین بن حسن کے ہاتھ آیا۔ (صحیح بخاری)

حضرت عمر فاروق کے بعد خیبر و ندک بحیثیت وقف عام حضرت عثمان غنی و علی رضی اللہ عنہ کے تصرف میں رہے۔ جب شکمہ میں حضرت معاویہ کی امانت پر اجماع ہو گیا۔ تو آپ نے ندک مردان حاکم مدینہ کو دے دیا۔ شاید بدین تاویل کہ جو امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہو۔ وہی آپ کے خلیفہ کے لئے ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہ کو خود تصرف و نوبت نہ تھی۔ لہذا اپنے بعض اقربا کے ساتھ سلوک کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ آخر الامر خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے اپنی خلافت میں ندک کو اسی حالت پر بحال کر دیا۔ جس پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں تھا۔ (طبقات ابن سعد) مزید تفصیل کے لئے تحفہ

شیعہ مؤلفہ خاکسار دکھیو۔

متروکات مذکورہ بالا کے سوا اور اشیاء بھی تمھیں۔ جو بطور تبرک مختلف اشخاص کے پاس تمھیں۔ ان کا ذکر آثار شریفہ میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب باب سیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں، نچروں، درازہ گوشوں، اونٹوں اور بکریوں کی جو بھی فہرست دی ہے۔ وہ آپ کے ہاں مختلف اوقات میں موجود تھے۔ مگر وفات شریف سے پہلے ہی آپ نے ان کو حسب عادت شریف ہبہ یا خیرات کر دیا تھا۔ وفات شریف کے وقت صرف ایک سفید خچر یعنی دلدل باقی تھا جیسا کہ روایات مذکورہ بالا سے ظاہر ہے۔

حلیہ شریف

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے بیان میں عرض مدعا سے پیشتر قارئین کرام کی آگاہی کے لئے امور ذیل کا بتا دینا ضروری ہے۔

(۱) ہمارا عقیدہ ہے کہ کمال خلق کی طرح کمال خلقت میں بھی اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو حضور

کا مثل پیدا نہیں کیا اور نہ کرے گا۔

نہیں پیدا کیا اللہ نے مثل محمد کا

کبھی اور مجھے علم ہے کہ وہ نہ پیدا کرے گا۔

لَمْ يَخْلُقْ الرَّحْمَنُ مِثْلَ مُحَمَّدٍ

أَبَدًا وَقَوْلِي أَنَّهُ لَا يَخْلُقُ

(۲) جن بزرگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کیا ہے۔ انہوں نے

اگرچہ حضور کے اوصاف کے بیان میں حسب طاقت بشری ابلغ انواع بلاغت اور اکل ترین

وضاحت سے کام لیا ہے۔ مگر غایت جسے وہ پہنچے ہیں یہی ہے۔ کہ انہوں نے حضور کی صفات

کی صرف ایک جھلک کا ادراک کیا ہے۔ اور حقیقت وصف کے ادراک سے عاجز رہ گئے

ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ صورت وصف کو پیش کر سکے ہیں نہ حقیقت صف کو۔ کیونکہ حقیقت

حضور کو خالق بیچون کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چنانچہ امام بوہیری "ہمزیم میں فرماتے ہیں

انہوں نے صرف صورت دکھائی ہے۔ تیری صفات کی لوگوں

إِنَّمَا مَثَلُوا أَصْفَاتِكَ لِلنَّاسِ

جیسا پانی صورت دکھا دیتا ہے تاروں کی۔

مِثْلًا مِثْلَ النُّجُومِ مِنَ الْمَاءِ

سہ حیوۃ الخیوان للعلماء کمال الدین الدیرمی اشافی المتزنی شہہ وجود اول صلا

امام قرطبی رحمہ اللہ نے کتاب الصلوٰۃ میں کسی غار کا کیا اچھا قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل حسن ہمارے لئے ظاہر نہیں ہوا۔ کیونکہ اگر ظاہر ہو جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی تاب نہ لا سکتیں!

۱۳) حضور کے اوصاف کے بیان میں جو تشبیہات وارد ہوئی ہیں۔ وہ صرف لوگوں کے سمجھانے کے لئے حسب عرف و عادت شعرا استعمال ہوئی ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں مخلوقات میں سے کوئی شے آپ کی صفات خلقیہ و خلقیہ کے مائل و معادل نہیں!

۱۴) اعضائے شریفہ میں توسط و اعتدال جو حسن و جمال کا مدار اور فضل و کمال کا منبأ ہے۔ بطور کلیہ ہر جگہ ملحوظ ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآصْحَابِ مَيْتِنَا مُحَمَّدٍ بِقَدْرِ حُسْنِهِ وَجَمَالِهِ وَكَمَالِهِ كَمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَكَ الذَّاكِرُونَ وَعَقَلُ عَنْ ذِكْرِكَ وَذَكَرَكَ الْغَافِلُونَ!

روئے مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک جو جمال الہی کا آئینہ اور انوار تجلی کا مظہر تھا۔ پر گوشت اور کسی قدر گول تھا۔ اسی روئے مبارک کو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھتے ہی پکار اٹھے تھے۔

وَجْهَهُ لَيْسَ يُوْجِهُهُ كَذَّابٍ | ان کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں۔
اور ایمان لائے تھے۔

حضرت ہریر بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے بڑھ کر خوب رو اور خوش خوش تھے۔ حضرت ہند بن ابی ہامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاندنی رات میں دیکھا۔ آپ سرخ دھاڑیلے

۱) مواہب لدنیہ۔ کتاب شمائل النبویہ۔

۲) مشکوٰۃ شریف۔ باب قتل الصدوق۔

۳) صحیح بخاری۔ باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴) یہ حضور کے ربیب تھے۔ کیونکہ خدیجہ ابکریہ نے حضور سے پہلے ابراہیم کے نکاح میں تھیں جس سے ہند مذکور پیدا ہوا۔

یہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور مدینہ میں یوم جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

۵) شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

علاہ پتے ہوئے تھے۔ میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی آپ کی طرف۔ بے شک میرے نزدیک آپ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔

ابن عساکر (متوفی ۵۴۵ھ) نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا ہے کہ میں سحر کے وقت سی رہی تھی۔ مجھ سے سوئی گر پڑی۔ میں نے ہر چند تلاش کی۔ مگر نہ ملی۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے ردے مبارک کے نور کی شعاع میں وہ سوئی نظر آئی۔ میں نے یہ ماجرا آپ سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا: اسے تیرا سختی و عذاب ہے رتین و فحہ فرمایا۔ اس شخص کے لئے جو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے محروم کیا گیا۔

حافظ ابو نعیم (متوفی ۴۳۰ھ) نے بروایت عباد بن عبد الصمد نقل کیا گیا ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ ہم حضرت انس بن مالک کے ہاں آئے۔ آپ نے کینز سے کہا۔ کہ دسترخوان لا۔ تاکہ ہم چاشت کا کھانا کھائیں۔ وہ لے آئی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ رومال لا۔ وہ ایک میلارومال لائی۔ آپ نے فرمایا کہ تیز گرم کر۔ اس نے تیز گرم کیا۔ پھر آپ کے حکم سے۔ رومال اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ ایسا سفید نکلا گویا کہ دودھ ہے۔ ہم نے حضرت انس سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ رومال ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روئے مبارک کو مسح فرمایا کرتے تھے جب یہ میلارومال تباہ تو اسے ہم یوں صاف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ آگ اس شے پر اثر نہیں کرتی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ردے مبارک پر سے گزری ہو۔ کسی شاعر نے کیا اچھا کہا ہے۔

ہرچہ اسباب جمال استرخ خوب ترا ہمہ بر وجہ کمال است مک لا یحفظا

چشم مبارک آپ کی مبارک آنکھیں بڑی اور قدرت الہی سے سرگین اور پلکیں دراز تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں ہار یک کُرخ ڈور سے تھے۔ اور کتب سابقہ میں یہ بھی آپ ایک علامت نبوت

۱۔ حدہ دو کپڑوں کو کہتے ہیں۔ یعنی چادر اور شلوار۔

۲۔ دیکھو شمالی ترمذی۔ باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۳۔ حمیرا لقب ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ مگر یہ کہ حمیرا بمعنی سفیدی نیز آدھ ویشاں را حمیرا گویند ایشاں سفید رنگ بودند کذا فی المنتخب۔

۴۔ لکھنؤی مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد کن۔ جزء اول ص ۳۷۰

۵۔ خصائص کبریٰ۔ جزء ثانی ص ۷۰

۶۔ یعنی نہ چھٹی اور نہ اتنی بڑی کہ باہر نکلی ہوئی معلوم ہوں۔

تھی۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب آپ نے ۲۵ سال کی عمر شریف میں مدینہ منورہ کی طرف سے ان کے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے ملک شام کا سفر کیا۔ اور بصرے میں مسطورہ اہب کے عبادت گزار کے قریب ایک درخت کے نیچے اترے۔ تو اسباب مذکورہ نے میسرہ سے حضور کی نسبت یہ سوال کیا۔ "کیا ان کی دونوں آنکھوں میں سُرخی ہے؟" میسرہ نے جواب دیا۔ ہاں۔ اور وہ سُرخی آپ سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ کے بصر شریف کا وصف قرآن مجید میں یوں مذکور فرمایا۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ (سورہ نجم، یعنی شبِ معراج میں آپ کی آنکھ مبارک نے ان آیات کے دیکھنے سے عدول و تجاوز نہ کیا۔ کہ جن کے دیکھنے کے لئے آپ مامور تھے۔ اس سے یہ پایا جاتا ہے کہ آپ کو ایسی غایت درجہ کی قوت بصارت عطا ہوئی تھی۔ کہ آپ جس شے کو دیکھتے خواہ وہ غایت درجہ خفا میں ہو اُسے یوں ادراک فرماتے تھے۔ کہ جس طرح وہ واقع اور نفس الامر میں ہوا کرتی تھی۔

امام بیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندھیری رات میں روشن دن کی طرح دیکھتے تھے۔ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مجھ سے تمہارا رکوع اور خشوع پوشیدہ نہیں۔ میں تم کو اپنی پٹیچھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ امام مجاہد (متوفی ۱۰۴ھ) نے اَلَّذِي يَرَاكَ حَيْثُ تَقُومُ وَتَقْبَلُكَ رَفِيًّا حَيْثُ يَنْتَظِرُ (شعراء - ۸) تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہونے پر

لے دن آل حافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ اترہ المعارف انتظامیہ حیدرآباد دکن ص ۱۵۵ ابو نعیم کے علاوہ ابن سعد اور ابن عساکر نے بھی اسے روایت کیا ہے (خصائص کبریٰ - جزء اول ص ۱۵۵)

۱۵۵ ترجمہ۔ ہرگز نہیں نگاہ اور حد سے نہیں بڑھی۔

۱۵۶ ذوقانی علی الموابہب - جزء اول ص ۱۵۵

۱۵۷ خصائص کبریٰ - جزء اول ص ۱۵۵

۱۵۸ صحیح بخاری - باب غنۃ الامام الناس فی تمام الصلوٰۃ و ذکر القبۃ -

۱۵۹ ترجمہ۔ جو دیکھتا ہے منجھ کو جب ترائے ہے۔ اور تیرا پھر نماز یوں ہے؛ اس آیت کے تحت میں تفسیر خازن میں

لکھا ہے۔ و تقبل معناه یرى تعقب لبرک فی المصلین فانہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یبصر من خلفہ كما یبصر من قدامہ (سردہی)

۱۶۰ اس حدیث مرسل کو امام حمیدی (متوفی ۱۱۸۰ھ) نے اپنی سند میں اور ابن منذر (متوفی ۲۵۰ھ) نے

اپنی تفسیر میں اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔ دیکھو موابہب لدنیہ - جزء اول ص ۲۵۲ - اور خصائص کبریٰ - جزء اول

کو یوں دیکھتے تھے جیسا کہ اپنے سامنے والوں کو۔ احادیث مذکورہ بالا میں روایت سے مراد روایت علیٰ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خرق عادت عطا فرمائی تھی جس طرح باری تعالیٰ نے آپ کے قلب شریف کو معنولات کے اور اک میں احاطہ اور وسعت بخشی تھی۔ اسی طرح آپ کے حواس لطیف کو محسوسات کے احاس میں تو وسیع عنایت فرمائی تھی۔ آپ کا فرشتوں اور شیاطین کو دیکھنا اور شب معراج کی صبح کو مکہ شرف میں قریش کے آگے بیت المقدس کو دیکھ کر اس کا حال بیان فرمانا اور مسجد نبویؐ کے بننے کے وقت آپ کا ہینہ منورہ سے کعبہ مشرفہ کو دیکھنا۔ زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لینا اور حضرت جعفر طیار کو شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھنا۔ یہ تمام امور آپ کی قوت بینائی پر دلالت کرتے ہیں۔ غزوہ احزاب میں خندق کھودتے وقت ایک سخت پتھر چائل ہو گیا تھا۔ جسے حضور نے کدال کی تین ضربوں سے اڑا دیا۔ پہلی ضرب پر فرمایا۔ کہ میں یہاں سے شام کے سُرخ محلات دیکھ رہا ہوں دوسری ضرب پر فرمایا کہ میں یہاں سے کسرے کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ تیسری ضرب پر فرمایا کہ اس وقت میں یہاں سے ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح جب غزوہ موتہ میں حضرات زید بن حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یکے بعد دیگرے سے بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہینہ منورہ میں ان واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور بیان فرما رہے تھے۔

ایرو مبارک | آپ کی بھویں درازہ و بارہ یک تھیں۔ اور درمیان میں دونوں اس قدر متصل تھیں کہ دُور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی۔ جو غصہ کے وقت حرکت میں آجاتی اور خون سے بھر جاتی۔

بینی مبارک | آپ کی ناک مبارک خوبصورت اور درازہ تھی اور درمیان میں ابھراؤ نمایاں تھا اور بنی (عروین) پر ایک نور درخشاں تھا۔ جو شخص بغور تامل نہ کرتا اسے معلوم ہوتا کہ بلند ہے۔ حالانکہ بلند نہ تھی۔ بلندی تو وہ نور تھا جو اسے گھیرے ہوئے تھا۔

۱۔ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ باب دعوات البتہ صلی اللہ علیہ وسلم

۲۔ شمائل ترمذی۔ باب ما جاز فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پیشانی مبارک | آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ اور چراغ کی مانند چمکتی تھی۔ چنانچہ
حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے :-

مَتَى يَبْدُ فِي اللَّيْلِ الْمُبَاهِمِ جَبِينُهُ | جب اندھیری رات میں آپ کی پیشانی ظاہر ہوتی
بَلَجٌ مِثْلَ مِضْبَاحِ الدُّجَى الْمُتَوَقِّدِ | تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی۔

گوش مبارک | آپ کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔ توت بصر کی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو
توت سمیع بھی بطریق خرق عادت غایت درجہ کی عطا کی تھی۔ اسی واسطے آپ صحابہ کرام سے فرماتے
کہ جو میں دیکھتا ہوں۔ تم نہیں دیکھ سکتے۔ اور جو میں سنتا ہوں۔ تم نہیں سن سکتے۔ میں تو آسمان
کی آواز بھی سن لیتا ہوں۔

آواز آسمان کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کے دروازے کے کھلنے کی آواز بھی
سن لیتے تھے۔ چنانچہ ایک روز حضرت جبریل علیہ السلام خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ کہ
ناگاہ حضور نے اپنے اوپر کی طرف سے ایک آواز سنی۔ آپ نے سر مبارک اٹھایا تو حضرت جبریل علیہ السلام
نے عرض کیا۔ کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے۔ جو آج ہی کھلا ہے۔ آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ الحدیث۔

دہان مبارک | منہ مبارک فراخ۔ رخسارے مبارک ہموار۔ دندان ہائے پیشین کشادہ اور روشن
و تابال۔ جب آپ کلام فرماتے۔ تو دندان ہائے پیشین میں سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔ ہزار تونی
۲۹۲) وہی تھی نے بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہے۔ کہ جب آپ ضحک فرماتے۔ تو دیوار میں روشن
ہو جاتیں۔ آپ کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

حضرت عمیرہ بنت مسعود انصاریہ روایت کرتی ہیں۔ کہ میں اور میری پانچ بہنیں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ قدید خشک کیا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ آپ نے
چبا کر ایک ٹکڑا ان کو دیا۔ انہوں نے بانٹ کر کھالیا۔ مرتے دم تک ان میں سے کسی کے منہ میں بونے

۱۰ نے زرقانی علی الموابہب۔ جزو رابع۔ ص ۹۱

۱۱ کہ خصائص کبریٰ نے بحوالہ ترمذی دہن ماجہ و ابی نعیم۔ جزو اول ص ۶۵

۱۲ سے مشکوٰۃ شریف بحوالہ صحیح مسلم۔ کتاب فضائل القرآن۔

۱۳ کہ خصائص کبریٰ نے۔ جزو اول ص ۶۵

۱۴ ہے جب کسی شخص کو نماز میں جمائی آئے۔ تو وہ صرف ذہن میں اتنا یاد کر لے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی
جمائی نہیں آئی تھی۔ اس کے بعد آئے گی۔

ناخوش پیدا نہ ہوئی اور نہ کوئی مُنہ کی بیماری ہوئی ۱

غزوہ خیبر کے روز حضرت سلمہ بن الاکوع کی پتھلی میں ایسی ضرب شدید لگی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ شہید ہو گئے۔ حضور نے تین بار اُس پر دم کر دیا۔ پھر پتھلی میں کبھی درد نہ ہوا۔ ایک روز ایک بدن زبان عورت آپ کی خدمت میں آئی۔ آپ قدیدتنا ول فرما رہے تھے۔ اُس نے سوال کیا کہ مجھے بھی دیکھئے۔ آپ نے جو قدیدسا منے پڑا ہوا تھا۔ اس میں سے دیا۔ اس نے عرض کیا۔ کہ اپنے مُنہ میں سے دیکھئے۔ آپ نے مُنہ سے نکال کر اُسے دیا۔ وہ کھا گئی۔ اس روز سے غش اور کلام قلیح اس سے سننے میں نہ آیا۔

مذکورہ بالا کے علاوہ وہ بیسٹارہ پیشگوئیاں اور دعوات جو پوری اور قبول ہوئیں۔ وہ اسی مُنہ مبارک سے نکلی ہوئی تھیں ۱

یوم حدیبیہ میں پناہ حدیبیہ کا تمام پانی لشکر اسلام نے جو بقول حضرت برادر بن عازب چورہ سو تھے، نکال لیا۔ اس میں ایک قطرہ بھی نہ رہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا۔ اور وضو کر کے پانی کی ایک کالی کوئیں میں ڈال دی۔ اور فرمایا۔ کہ ذرا ٹھیرو۔ اس کوئیں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا۔ کہ حدیبیہ میں قریباً بیس روز قیام رہا۔ تمام فوج اور اُن کے اونٹ اسی سے سیراب ہوتے رہے ۱

لعاب دہن مبارک حضور کے مُنہ مبارک کا لعاب زخمی اور بیماروں کے لئے شفاء تھا۔ چنانچہ فتح خیبر کے دن آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت علی المرتضیٰ کی آنکھوں میں ڈال دیا۔ تو وہ فوراً تندرست ہو گئے۔ گویا دروچشم کبھی ہوا ہی نہ تھا ۱

غار ثور میں حضرت صدیق اکبر کے پاؤں کو کسی چیز نے کاٹ کھایا حضور نے اپنا لعاب دہن زخم پر لگایا اسی وقت درو جاتا رہا ۱

۱۱ اصابت۔ ترجمہ غیر بنت مسعود

۱۲ دیکھو صحیح بخاری۔ باب غزوہ خیبر۔

۱۳ حضرت عدیک بن عمرو اسلامی۔ اور حضرت جرہد کا قصہ معجزات میں آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۴ حفاظ کبرئے طیبی۔ جہد اول۔ ص ۶۲

۱۵ مشکوٰۃ شریف۔ بحوالہ صحیح بخاری۔ باب فی المعجزات ۱

حضرت رفاعہ بن رافع کا بیان ہے کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا اور وہ پھوٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اپنا لعاب مبارک ڈال دیا اور دعا فرمائی۔ پس مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی اور آنکھ ہانکل درست ہو گئی۔

حضرت محمد بن حاطب کے ہاتھ پر ہنڈیا گر پڑی اور وہ جل گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک اس پر ڈالا اور دعا کی۔ وہ ہاتھ چنگا ہو گیا۔

حضرت عمرو بن معاذ بن جموح انصاری کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ وہ اچھا ہو گیا۔ حضرت ابوتامہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد (محرم ۸ھ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے چہرے میں یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ایک تیر لگا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نزدیک آؤ۔ میں نے نزدیک ہوا تو آپ نے اس پر لعاب دہن لگا دیا۔ اس روز مجھے کبھی تیر تو لوار نہیں لگی۔ اور زخون نکلا۔

ایک دفعہ حضور کے پاس پانی کا ڈول لایا گیا۔ آپ نے اس میں سے پیا۔ پس خوردہ کوئیں میں ڈال دیا گیا پس اس میں سے کستوری کی سی خوشبو نکلی۔ آپ کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں ایک کوآں تھا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈال دیا۔ اس کا پانی ایسا شیریں ہو گیا کہ تمام مدینہ منورہ میں اس سے بڑھ کر میٹھا کوئی کہیں نہ تھا۔

عاشوراء کے روز حضور بچوں کو بلا کر ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیتے۔ اور ان کی ماؤں سے فرما دیتے۔ کہ شام تک ان کو دودھ نہ دینا پس وہی لعاب دہن ان کو کافی ہوتا۔

حضرت عامر بن کرزقرشی عبثی اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بچپن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔ حضور عبداللہ کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالنے لگے اور وہ اسے نکلنے لگے۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ کہ یہ منسقی (سیراب) ہے۔ حضرت عبداللہ جب کسی زمین دیا پتھر میں شگاف کیا کرتے۔ تو پانی نکل آیا کرتا۔

۱۰ زاد المعاد۔ غزوہ بدر

۱۱ اصابت ترجمہ عمرو بن معاذ انصاری۔

۱۲ اصابت ترجمہ ابوتامہ انصاری۔

۱۳ خصائص کبریٰ بروایت ابو نعیم۔ جزو اول ص ۹

۱۴ استیعاب واصابت اور خصائص کبریٰ بحوالہ بیہقی دھاکم۔

عتبہ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں موصل کو فتح کیا ان کی بیوی ام عامر بیان کرتی ہے۔ کہ عتبہ کے ہاں ہم پیار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک خوشبو لگانے میں کوشش کرتی تھی۔ تاکہ دوسری سے اظہیب ہو۔ اور عتبہ کوئی خوشبو نہ لگاتا تھا۔ مگر اپنے ہاتھ سے میل مل کر ڈاڑھی کو مل لیتا تھا۔ اور ہم سب سے زیادہ خوشبودار تھا۔ جب وہ باہر نکلتا۔ نزدیک کہتے۔ کہ ہم نے عتبہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگی۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا۔ کہ ہم استعمال خوشبو میں کوشش کرتی ہیں۔ اور تو ہم سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلہ رہنے نمودار ہوئے۔ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا۔ آپ سے اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ کپڑے اتار دو۔ میں نے کپڑے اتار دیے۔ اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب مبارک اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا۔ اس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی۔ اس حدیث کو طبرانی (متوفی ۳۲۰ھ) نے اوسط میں روایت کیا ہے۔

زبان مبارک | آپ افصح الخلق تھے۔ اور فصاحت میں خارق عادت حد کو پہنچے ہوئے تھے آپ کے جو ام کلم۔ بدائع حکم۔ امثال سائره۔ درر منثورہ۔ قضایا محکمہ۔ وصایا مبرمہ۔ اور مواعظ و مکاتیب و مناشر مشہور آفاق ہیں۔ ان کی تفصیل کا یہ غسل نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تمہارے کلام کی مانند نہ تھا۔ کہ بوجہ عجلت سامعین پہنچتا بلکہ آپ کا کلام واضح اور بین ایسا تھا۔ کہ پاس بیٹھنے والا اسے یاد کر لیتا۔ حضرت ام مہاجر نے جو آپ علیہ شریف بیان کیا ہے۔ اس میں یوں ہے۔ "آپ کا کلام شیریں۔ حق و باطل میں فرق کرنے والا نہ حد سے کم نہ حد سے زیادہ۔ گویا آپ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو گر رہے ہیں۔ عافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۵۵ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں صحابہ کرام میں سے کوئی اہم یعنی بہرانہ تھا۔ اور یہ آپ کی آیات میں سے ہے۔ کیونکہ آپ ان کے لئے لہ شاکل ترمذی۔ باب کیف کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۸۵ استیعاب ابی عبد البر فضل سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے۔ کہ آپ کلام میں قلم بہر توفیق عجب کی دولت عاشرین میں وارد ہے

الحکام النبی کے مبلغ تھے۔ اور بہرین اس کام کے سہولت کے ساتھ ہونے سے مانع ہوتے۔
برعکس: نبیائی کے کہ وہ مانع نہیں ہوتی!

آواز مبارک | تمام انبیائے کرام خوب برد اور خوش آواز تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے زیادہ خوب برد اور خوش آواز تھے۔ آپ کی آواز میں ذرا گرانی پانی جاتی تھی۔ جو اوصاف حمیدہ میں شمار ہوتی ہے۔ خوش آواز ہونے کے علاوہ آپ بلند آواز اتنے تھے کہ جہاں تک آپ کی آواز شریف پہنچتی اور کسی کی آواز نہ پہنچتی تھی۔ بالخصوص خطبوں میں آپ کی آواز شریف گھروں میں پردہ نشین عورتوں تک پہنچ جاتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر رونق فرماتے ہوئے آپ نے منبر سے فرمایا کہ خطبہ سننے کے لئے بیٹھو جاؤ۔ اس آواز کو حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے جو شہر بنی قریظہ میں قبیلہ بنی غنم سے تھے سن لیا۔ اور ارشاد نبوی کی تعمیل میں وہیں اپنے مکان میں روزہ اڑھائی بیٹھے۔ حضرت عبد الرحمن بن معاذ فرماتے ہیں کہ حضور نے منبر میں خطبہ پڑھا جس سے ہمارے کانوں کو گئے۔ جہاں تک ہم اپنی اپنی جگہ پر آپ کا کلام مبارک سنتے تھے۔ حضرت ام ہانی فرماتی ہیں۔ کہ ہم آدھی رات کے وقت حضور کی قرات سنا کر سنتے۔ حالانکہ میں مکان کے اندر چار پانچ پرہیز کرتی تھی!

سندہ دیگر مبارک | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عموماً تبسم فرمایا کرتے تھے۔ تبسم مبادی ضحک سے ہے۔ اور ضحک کے معنی چہرہ کا انبساط ہے۔ یہاں تک کہ خوشی سے دانت ظاہر ہو جائیں۔ اگر آواز کے ساتھ ہو اور دور سے سنا جائے۔ اسے تہقہہ کہتے ہیں۔ اگر آواز نہ ہو۔ اور دور سے نہ سنا جائے تو ضحک کہتے ہیں۔ اگر بالکل آواز نہ پائی جائے تو اسے تبسم بولتے ہیں۔ پس یوں سمجھئے کہ حضور اکثر اوقات تبسم کی حد سے تجاوز نہ فرماتے۔ لہذا دناور ضحک کی حد تک پہنچتے۔ کیونکہ کثرت ضحک دل کو ہلاک کر دیتی ہے۔ اور تہقہہ کبھی نہ مارتے کیونکہ یہ مکروہ ہے!

آپ کا آریہ شریف ضحک کی جنس سے تھا۔ کہ آواز بلند نہ ہوتی تھی۔ مگر آنسو آنکھیں مبارک سے گر پڑتے تھے۔ آپ کے سینہ شریف سے دیگ رستی کے جوش کی سی آواز سنی جاتی تھی۔ آپ کا

۱۔ نسیم الریاض جلد اول . ص ۳۹۵

۲۔ زرقانی علی المرابط بحوالہ ترمذی . ج ۲۰ راجح ص ۱۷۵

۳۔ دیکھو مراد بہ لب لہذا اور خند نص کبرئے

گر یہ مبارک صفت بلال الہی کی تجلی اور امت پر شفقت اور میت پر رحمت کے باعث ہوا کرتا اور اکثر قرآن شریف کے سننے سے اور کبھی کبھی نماز شب میں بھی ہوا کرتا۔ آپ نے انگریزی کبھی نہیں لی۔

سرمبارک | سرمبارک بڑا تھا۔ یہ وہی سرمبارک ہے۔ کہ جس پر قبل بعثت بطریق ادرہا ص و کرامت آسمان میں بادل سایہ کئے رہتا تھا۔ چنانچہ جب آپ مائی حلیمہ کے مال پر درخش پارہ سے تھے۔ تو وہ آپ کو کسی دور جگہ نہ جانے دیتی تھیں۔ ایک روز وہ غافل ہو گئیں۔ اور حضور پر اپنی رضاعی بہن شیبہ کے ساتھ دوپہر کے وقت مویشیوں میں تشریف لے گئے۔ مائی حلیمہ تلاش میں نکلی۔ آپ کو شیبہ کے ساتھ پایا۔ کہنے لگیں! الیسی پیش میں! شیبہ بولی: اماں جان! میرے بھائی نے پیش میں نہیں کی۔ میں نے دیکھا۔ کہ بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ جب آپ ٹھہر جاتے۔ تو بادل بھی ٹھہر جاتا۔ اور جب آپ چلتے تو وہ بھی چلتا۔ یہی حال رہا یہاں تک کہ ہم اس جگہ پہنچے ہیں۔ مائی حلیمہ نے پوچھا۔ بیٹی! کیا یہ سچ ہے۔ شیبہ نے جواب دیا: ہاں خدا کی قسم۔ اسی طرح جب آپ بارہ برس کی عمر تشریف میں اپنے چچا ابوطالب اور دیگر شیوخ قریش کے ساتھ مکہ شام میں تشریف لے گئے۔ تو بحیرہ راہب کے عبادت خانے کے قریب آئے۔ اس راہب نے آپ کو پہچان لیا اور کہنا تمہارا کر کے لایا۔ اور آپ کو بلوایا۔ پس آپ تشریف لائے۔ اور آپ پر بادل سایہ کئے ہوئے تھا۔

گردن مبارک | گردن مبارک کیا تھی گویا بت عجاج کی گردن تھی۔ چاندی کی مانند صاف۔

دست مبارک | کف دست اور بازو مبارک پر گوشت تھے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کسی لیٹھم پایا وہ آپ کے کف مبارک سے نرم نہیں پایا۔ اور نہ کسی خوشبو کو آپ کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔

جس شخص سے آپ صاف سے روزہ دن بھر اپنے ہاتھ سے خوشبو پاتا۔ اور جس بچہ کے سر پر آپ اپنا دست مبارک رکھ دیتے وہ خوشبو میں دوسرے بچوں سے ممتاز ہوتا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ظہر

۱۔ نہ خدا صرا کہنے لکھیں یطی بروایت ابن سعد والی نعیم وغیرہ
۲۔ ترمذی۔ باب ماجاء فی بدو نبوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
۳۔ صحیح بخاری۔ باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

پڑھی۔ پھر آپ اپنے اہل خانہ کی طرف نکلے۔ میں بھی آپ کے ساتھ نکلا۔ بچے آپ کے سامنے آئے تو آپ ان میں سے ہر ایک کے رخسارے کو اپنے ہاتھ مبارک سے مسح فرمانے لگے۔ میرے رخسارے کو بھی آپ نے مسح فرمایا۔ پس میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو اپنی پائی۔ کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندھ و قچہ سے نکالا تھا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا تھا۔ یا میرا بدن آپ کے بدن سے مس کرتا تو میں اس کا اثر بعد ازاں اپنے ہاتھ میں پاتا اور میرا ہاتھ کستوری سے زیادہ خوشبودار ہوتا۔ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک میری طرف بڑھایا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ برف سے ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔

حضور کا ہاتھ وہ مبارک ہاتھ تھا۔ کہ ایک مشہور ناک کفار پر ٹھپینک دی اور ان کو شکست ہوئی۔ یہ وہی دستِ کریم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے دروازے سے محروم نہیں پھرا۔ یہ وہی دستِ شفا تھا۔ کہ جس کے محض چھونے سے وہ بیماریاں جاتی رہیں کہ جن کے علاج سے اطباء عاجز ہیں۔ اسی مبارک ہاتھ میں سنگِ ریزہ دل نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اسی مبارک ہاتھ کے اشارے سے فتح مکہ کے روز جن مومناں کو بُت کیے بعد دیگرے منہ کے بل گر پڑے۔ اسی مبارک ہاتھ کی ایک انگلی کے اشارے سے چاند تہ پارہ ہو گیا۔ اسی مبارک ہاتھ کی انگلیوں سے متعدد دفعہ چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی مزید برکات کی تشریح کے لئے ذیل میں چند مثالیں اور درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ صحیح مسلم باب لیب ریحہ صلی اللہ علیہ وسلم ولین متہ
۲۔ صحیح بخاری باب لیب ریحہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۔ قرآن کریم میں ہے دما صیت اذ رمیت ولكن اللہ رعی ترجمان نہیں کہینکہ تو نے جہوت کر چھینکا تو نے لیکو اللہ تعالیٰ ہتھک تھا۔

۴۔ خصائص کبریٰ ج ۱ صفحہ ۱۰۰

۵۔ دلائل غیبیہ ج ۱ صفحہ ۱۰۰

۶۔ قرآن مجید میں ہے۔ اقتربت الساعة والنشق القصر ترجمان نزدیک آئی قیامت اور پھٹ گیا چاند
۷۔ صحیح بخاری باب علامات النبوت فی الاسلام

(۱۱) حضرت امیض بن جمال کے چہرے پر داؤ تھی جس سے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا۔ اور ان کے چہرے پر اپنا دست شفا پھیرا۔ شام نہ ہونے پائی۔ کہ داد کا کوئی نشان نہ رہا۔

(۱۲) حضرت شریک جعفی کی ہتھیلی میں ایک گلی سی تھی جس کے سبب وہ تلوار کا قبضہ اور گھوڑے کی باگ نہیں پکڑ سکتے تھے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شکایت کی آپ نے اپنی ہتھیلی سے اس گلی کو گڑا۔ پس اس کا نشان تک نہ رہا۔

(۱۳) ایک عورت اپنے لڑکے کو خدمت اقدس میں لائی۔ اور عرض کیا۔ کہ اس کو جنون ہے۔ حضور نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرا۔ لڑکے کو تپتے ہوئی۔ ان اس میں سے ایک کالکتے کا پلا نکلا اور فوراً آرام ہو گیا۔

(۱۴) جنگ احد میں حضرت قتادہ کی آنکھ کو صدمہ پہنچا اور ڈیلا رخسار سے پر اڑا۔ تجو بہر ہوئی۔ کہ کاٹ دیا جائے۔ حضور سے دریافت کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو اور اسے ہلا کر اپنے دست مبارک سے ڈیلے کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ آنکھ فوراً ایسی درست ہو گئی۔ کہ کوئی یہ نہ بتا سکتا تھا۔ کہ دونوں میں سے کس آنکھ کو صدمہ پہنچا تھا۔

(۱۵) حضرت عبداللہ بن عتیک جب ابورافع یہودی کو قتل کر کے اس کے گھر سے نکلے تو زینے سے گر کر ان کی راق ٹوٹ گئی۔ انہوں نے اپنے عمامہ سے باندھ لی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ پاؤں پھیلاؤ۔ حضرت عبداللہ نے پاؤں پھیلائے۔ حضور نے اس پر اپنا دست شفا پھیرا۔ اسی وقت ایسی تندہ منت ہو گئی۔ کہ گویا کبھی وہ ٹوٹی ہی نہ تھی۔

(۱۶) حضرت عائذ بن سعید حبیری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! آپ میرے چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیجئے۔ اور دعا سے برکت فرمائیے۔ حضور انور نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت سے حضرت عائذ کا چہرہ تازہ اور نورانی رہا کرتا تھا۔

(۱۷) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن و عبداللہ پسران عبد کے لئے دعا سے برکت فرمائی۔ اور دونوں کے سروں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیلا دیا۔ دونوں جب سر منڈوا کر تے۔ تو جس جگہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک رکھا تھا۔ اس پر باقی حصے سے پہلے بال اُگ آتے۔

(۸) جب حضرت عبدالرحمن بن زید بن خطاب قرشی مدوی پیدا ہوئے۔ تو نہایت ہی کوتاہ قد تھے ان کے ماما حضرت ابولبابہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں لے گئے۔ حضور نے تخنیک کے بعد ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور دعائے برکت فرمائی۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ حضرت عبدالرحمن جب کسی قوم میں مورتے۔ تو قد میں سب سے بلند نظر آتے۔

(۹) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن طحان قیس کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ جب وہ عمر رسیدہ ہو گئے۔ تو ان کے تمام اعضاء و پرکھنٹی کے آثار نمایاں تھے۔ مگر چہرہ بدستہ تر و تازہ تھا۔

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قیس بن حباب ہذامی کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور دعائے برکت فرمائی۔ حضرت قیس نے سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی جگہ کے بال سیاہ ہی رہے۔

(۱۱) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کی طرف ہجرت فرمائی تو راستے میں ایک غلام چہرہ اچھے سے آپ نے دودھ طلب کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے پاس کوئی دودھ دینے والی بکری نہیں۔ آپ نے ایک پکڑ لی اور اس کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اس کا دودھ روٹا۔ اور دونوں نے پیا۔ غلام نے حضور سے پوچھا۔ کہ آپ کون ہیں؟ حضور نے فرمایا میں خدا کا رسول ہوں۔ یہ سن کر وہ ایمان لایا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام مہدی کی بکری کے تھن پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ اور اس نے دودھ دیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔

(۱۲) حضرت مالک بن عمیر سلمی شاعر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ میں شاعر ہوں، آپ شعر کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرے سر سینہ سے کندھے تک پیسے پھیر جائے۔ تو یہ اس سے بہتر ہے۔ کہ شعر سے کھیر ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! میری خطا بطریق مسیح دور کر دیجئے۔ یہ سن کر حضور نے

میرے سر اور چہرے پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ پھر میرے جگر پر۔ پھر پیٹ پر پھیرا۔ یہاں تک کہ میں حضور کے دست مبارک کے مبلغ سے شرمندہ ہوتا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت مالک بن عمیر بڑھے ہو گئے۔ یہاں تک کہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال سفید ہو گئے۔ مگر سر اور ڈاڑھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی جگہ کے بال سفید نہ ہوئے۔

(۱۳) حضرت مدلوک فزاری کا بیان ہے۔ کہ میرا آقا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ میں اسلام لایا۔ تو حضور نے مجھے دعائے برکت دی۔ اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ میرے سر کا وہ حصہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک نے مس کیا تھا۔ سیاہ ہی رہا۔ باقی تمام سر سفید ہو گیا۔

(۱۴) حضرت معاویہ بن کعب بن عبادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے صاحبزادے بشر بن معاویہ ساتھ تھے۔ حضرت معاویہ نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! بشر کے سر پر اپنا دست مبارک پھیر دیجئے۔ چنانچہ حضور انور نے بشر کے چہرے کو مس کیا۔ حضور کے مسح کا نشان حضرت بشر کی پیشانی میں غرہ کی مانند تھا۔ اور وہ جس بیماری پر اپنا ہاتھ پھیرا ہے اچھا ہو جاتا۔ حضرت بشر کے صاحبزادے محمد بن بشر اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔ کہ میرے باپ کے سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیرا تھا۔ چنانچہ بچوں کہا کرتے تھے۔

وَأَبِي الَّذِي مَسَّحَ النَّبِيُّ بِرَأْسِهِ
میرا باپ وہ ہے کہ نبی خدا نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور ان کے لئے دعائے خیر و برکت فرمائی۔

(۱۵) حضرت یزید بن قنوطیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ اقرع (گنچے) تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا ہی وقت بال اُگ آئے۔ اسی واسطے ان کا لقب ہلب (لبی رُم) ہو گیا۔ ابن درید کا قول ہے۔ کہ وہ اقرع تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے اقرع (مرد تمام مٹا) ہو گئے۔

(۱۶) یسار بن زبیر جہنی ذکر کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور مجھے دو چادریں پہنا دیں۔ اور ایک تلوار عطا فرمائی۔ حضرت یسار کی صاحبزادی عمرہ کا بیان ہے۔ کہ میرے باپ کے سر میں سفید بال نہ آئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے

وفات پائی ۱

(۱۷) حضرت ابو نہدی بن اخطب انصاری خزرجی کے سراہ۔ چہرے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ سو سال سے زائد ان کی عمر ہو گئی مگر سر اور ڈاڑھی میں کوئی سفید بال نہ تھا۔

(۱۸) حضرت ابوسنان عہدی سدہامی کے چہرے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیرا۔ ان کی عمر نوے برس کی ہو گئی۔ مگر چہرہ بھلی کی طرح چمکتا تھا۔

(۱۹) حضرت ابو غزوہ ان حالت کفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ فرموتے آپ نے پوچھا۔ کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ابو غزوہ ان۔ آپ نے ان کے لئے سات بکریوں کا دوہہ دیا۔ اور وہ سب پی گئے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی وہ مسلمان ہوئے۔ پھر آپ نے ان کے سینے پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت صرف ایک بکری دوہی گئی۔ وہ اس کا بھی تمام دوہہ نہ پی سکے۔

(۲۰) حضرت سہل بن رافع دو صاع کھجوریں بطور زکوٰۃ اور اپنی لڑکی عمیرہ کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت جاہر گت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ میرے حق میں اور میری لڑکی کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ اور اس لڑکی کے سر پر اپنا مبارک ہاتھ پھیر دیں عمیرہ کا قول ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک مجھ پر رکھا۔ میں اللہ کی قسم کھاتی ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ کی ٹھنڈک بعد میں میرے گلے پر رہی۔

(۲۱) حضرت سائبہ بن یزید کا آواز کردہ غلام عطار بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے حضرت سائبہ کو دیکھا۔ کہ ان کی ڈاڑھی کے بال سفید تھے۔ مگر سر کے بال سیاہ تھے۔ میں نے پوچھا۔ آقا! آپ کے سر کے بال سفید کیوں نہیں ہوتے؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ایک روز میں لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لڑکا کو سلام کہا۔ ان میں سے میں نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے مجھے بلایا اور اپنا مبارک ہاتھ میرے سر پر رکھ کر فرمایا۔ اللہ تجھ میں برکت دے۔ پس حضور کے دست مبارک کی جگہ پر سفید بال کھینٹے آئیں گے۔

(۲۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود کا بیان ہے۔ کہ میں عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق تھے۔ آپ نے فرمایا۔ لڑکے! کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے کہا۔ کہ ہاں۔ لیکن میں امین ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا تیرے پاس کوئی ایسی بکری ہے۔ جس پر نہ نہ کو دا ہو؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پس میں نے ایک بکری پیش کی۔ جس کا تھن نہ تھا۔ آپ نے تھن کی جگہ پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ ناگاہ ایک دودھ بھرا تھن نمودار ہوا۔ آپ نے دودھ دہا اور حضرت ابو بکر اور مجھ کو پلایا۔ پھر تھن سے ارشاد فرمایا کہ سکر ہوا۔ پس وہ ویسا ہی ہو گیا۔ جیسا کہ پہلے تھا یہ دیکھ کر میں نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ مجھے تعلیم دیجئے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعائے برکت دے کر فرمایا۔ کہ تو تعلیم یافتہ لڑکا ہے۔ پس میں اسلام لایا۔

(۲۳) حضرت محمد بن انس بن فضالہ انصاری اسی ذکر کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لائے۔ تو میں دہشتے کا تھا۔ مجھے حضور کی خدمت میں لے گئے آپ نے میرے سر پر دست مبارک پھیرا اور دعائے برکت فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ کہ اس کا نام میرے نام پر رکھو۔ مگر میری کنیت نہ رکھو۔ ان کے صاحبزادے یونس کا قول ہے۔ کہ میرے والد بوڑھے ہو گئے اور ان کے تمام بال سفید ہو گئے۔ مگر سر کے بال جن پر دست مبارک پھرا تھا۔ سفید نہ ہوئے۔

(۲۴) حضرت عبادہ بن سعد بن عثمان زرقی کے سر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ انہوں نے اسی سال کی عمر میں وفات پائی اور کئی بال سفید نہ ہوئے۔

(۲۵) حضرت بشر بن ابی بشر بن عقرہ جہنی کا بیان ہے کہ میرے والد مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ حضور نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا بیٹا بجیر ہے۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ کہ نزدیک آؤ۔ میں آپ کے دائیں ہاتھ بیٹھ گیا۔ آپ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ اور مجھ سے پوچھا۔ کہ تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا نام بجیر ہے۔ حضور نے فرمایا نہیں بلکہ تمہارا نام بشیر ہے۔ میری زبان میں لکنت تھی۔ آپ نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ لکنت جاتی رہی۔ میرے سر کے تمام بال سفید ہو گئے۔ مگر جن بالوں پر حضور کا دست مبارک پھرا تھا وہ سیاہ ہی رہے۔

(۲۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ بن عاصم عکلی کے چہرے پر اپنا دست مبارک

پھیرا۔ ان کے چہرے پر پیری کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ وفات پائی۔

(۱۲۷) حضرت فراس بن عمر و کنانی لیبی اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بارہوی کی شکایت کی۔ حضور نے فراس کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اور ان کی آنکھوں کے درمیانی چمڑے کو کھینچا۔ آپ کی مبارک آنکھوں کی جگہ میں بال آگ آئے اور درو جاتا رہا۔ انہوں نے حرم و راء کے دن خوارج کے ساتھ نکلنا چاہا۔ ان کے والد نے ان کو کٹھری میں بند کر دیا وہ بال گر گئے۔ جب توبہ کی تو پھر آگ آئے۔

(۱۲۸) حضرت عمرو بن تغلب کے چہرے اور سر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک پھیرا۔ انہوں نے سو برس کی عمر میں وفات پائی۔ مگر چہرے اور سر کے وہ بال جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک نے چھوا تھا۔ سفید نہ ہوئے۔

(۱۲۹) حضرت اسید بن ابی ایاس کنانی دہلی کے سینے پر حضرت عبید الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست مبارک رکھا۔ اور چہرے پر پھیرا۔ وہ تار بیک گھر میں داخل ہوتے تو روشن ہو جاتا۔

(۱۳۰) حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا۔ تو میری ماں ام سلیم نے خرما اور گھی اور بنیر سے عیس تیار کیا۔ اور اسے ایک تور میں ڈال دیا۔ پھر کہا۔ انس! اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے جا۔ وہاں عرض کرنا۔ کہ یہ میری ماں نے آپ کے لئے بھیجا ہے۔ وہ سلام کہتی ہے اور عرض کرتی ہے۔ کہ یا رسول اللہ! یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے آپ کے لئے ہے۔ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور ماں نے جو کچھ کہا تھا عرض کر دیا۔ حضور نے فرمایا کہ اس کو رکھ دو۔ اور فلاں فلاں (زینب شخصوں) کو بلا لاؤ۔ اور جو اور ملیں ان کو بھی لے آؤ۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ واپس آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گھر اہل خانہ سے بھرا ہوا ہے۔ حضور نے اپنا دست مبارک اُس عیس پر رکھا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر آپ حاضرین میں سے دس دس کو بلا تے رہے اور فرماتے رہے۔ کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ اور ہر ایک اپنے سامنے سے کھاؤ۔ اس طرح ایک گروہ نکلتا اور دوسرا آجاتا۔ یہاں تک کہ سب نے

۱۔ مشکوٰۃ کورہ بلا میں سے ۲۱۱ و ۲۱۲ فتح صغیر طبرانی میں سے ہیں۔ اور ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ خصائص کبریٰ للسیوطی سے اور باقی تمام اصحابہ للعتقانی میں سے ہیں۔
۲۔ تور تیار کی شکل کا ایک برتن ہوتا ہے۔

سیر ہو کر کھایا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا۔ انس! اٹھاؤ۔ میں نے اٹھالیا۔ میں یہ نہیں بنا سکتا کہ جب تو رکھا گیا۔ تو اس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب اٹھایا گیا۔ بقول انس حاضرین کی تعداد تین سو تھی۔

۱۳۱ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوئے۔ تو اس وقت حضرت سلمان فارسی ایک یہودی کے ہاں بطور غلام کام کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے انہوں نے اس یہودی سے اس امر پر مکاتبہ کر لی۔ کہ وہ اس یہودی کو چالیس اوقیہ سونا ادا کریں اور اس کے لئے کھجوروں کے تین سو پودے لگا کر پرورش کریں۔ یہاں تک کہ وہ بار آور ہوں جب حضرت سلمان نے حضور کو یہ خبر دی۔ تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ سلمان کی مدد کرو۔ چنانچہ صحابہ کرام نے پودے دے دیئے۔ اور حضور نے اپنے مبارک ہاتھ سے ان کو لگایا۔ وہ سب لگ گئے۔ اور اسی سال پھل لائے۔ ایک روایت میں ہے۔ کہ تین سو میں سے ایک کسی آدمی نے لگایا۔ وہ پھل نہ لایا۔ تو حضور نے اسے اکھاڑ کر اپنے دست مبارک سے پھیر لگا دیا وہ بھی دوسروں کے ساتھ ہی پھل لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کسی کان سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا تھا۔ وہ آپ نے سلمان کو عطا فرمایا۔ سلمان نے عرض کیا۔ کہ اس کو چالیس اوقیہ کے ساتھ کیا نسبت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہی ہے جاہ۔ اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ مہنہ راقرض ادا کر دے گا۔ چنانچہ وہ لے گئے اور اسی میں سے چالیس اوقیہ تول کر یہودی کو دے دیئے۔ اس طرح حضرت سلمان فارسی آزاد ہو گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بغل شریف سفید تھی۔ اور اس سے کسی قسم کی ناخوش بو نہ آتی تھی۔ بلکہ ستیری کی مانند خوشبو آتی تھی۔

سینہ مبارک | آپ کا سینہ مبارک کشادہ تھا۔ آپ کا قلب شریف پہلا قلب شریف ہے
قلب شریف | جس میں اسرار الہیہ اور معارف ربانیہ ودیلت رکھے گئے۔ کیونکہ آپ ابو حورہ صلوات اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا کئے گئے۔ صدر معنوی کی شرح اور قلب اقدس کی دست کا بیان طاقت بشری کے خارج ہے۔ چار دفعہ فرشتوں نے آپ کے صدر مبارک کو شوق کیا۔ اور قلب شریف کو نکال کر دھویا اور اسے ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ اسی کی طرف اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے قرآن پاک میں یوں اشارہ

لہ مشکوٰۃ بحوارہ صحیحین باب فی المعجزات :

تے ایک روایت ترمذی میں ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق تھے (شامل ترمذی۔ باب ماجاء فی خاتم النبوة)

عنه استیعاب لابن عبد البر وغیرہ

فرماتا ہے **أَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ** (کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا، یہی وجہ ہے۔ کہ جو اسرار آپ کے قلب شریف کو عطا ہوئے۔ وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے۔ اور نہ کسی اور مخلوق کا قلب اس کا متحمل ہو سکتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قلب شریف کی نسبت یوں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ میری آنکھ سو جاتی ہے۔ مگر میرا دل نہیں موتا۔

شکم مبارک | آپ سوار البطن والصدر تھے۔ یعنی آپ کا شکم اور سینہ مبارک ہموار و برابر تھے۔ نہ تو شکم سینہ سے اور نہ سینہ شکم سے بلند تھا۔ حضرت ام لانی فرماتی ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم مبارک کو دیکھا۔ گویا گاندہ ہیں ایک دوسرے پر رکھے ہوئے اور نہ کٹے ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بول و براز بلکہ تمام فضلات پاک تھے۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔

پشت مبارک | آپ کی پشت مبارک ایسی صاف و سفید تھی۔ کہ گویا لکھلائی ہوئی چاندی ہے۔ ہر دو شانہ کے درمیان ایک نورانی گوشت کا ٹکڑا تھا۔ جو بدن شریف کے باقی اجزاء سے ابھرا ہوا تھا۔ اسے ہر نبوت یا خانہ نبوت کہتے تھے۔ کتب سابقہ میں آپ کی علامات نبوت میں ایک یہ بھی مذکور تھی۔ علیہ مبارک بیان کرنے والوں نے اس کی ظاہر شکل و صورت کے بیان کرنے میں اسے کئی چیزوں (مثلاً بیضہ کبوتر یا تکرہ چھپر کھٹ یا گرہ گوشت سرخ وغیرہ) سے تشبیہ دی ہے۔ تاکہ لوگ سمجھ لیں۔ صبح پوچھو۔ تو یہ ایک سر عظیم اور نشان عجیب تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختص تھا۔ کہ جس کی حقیقت کو رب العزت کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

نبوت رانی آل نامہ در پشت کہ از تعظیم دارد مہر بہ پشت

پائے مبارک | ہر دو پائے مبارک سطر و پور گوشت اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے نہ تھے۔ اور نرم و صاف ایسے کہ ان پر پانی ذرا بھی نہ ٹھہرتا بلکہ فوراً گر جاتا۔ ایڑیاں کم گوشت۔ ہر دو ساق مبارک باریک و سفید و لطیف گویا شحم انخل سے یعنی کھجور کا گایا ہیں۔ جب آپ چلتے۔ تو قدم مبارک کا کو قوت و

۱۔ تمام عینی و لایب نام قلبی۔ صحیح بخاری
۲۔ خصائص شریفی بحوالہ ابن سعد و طبرانی۔ جز اول صفحہ ۱۰۰
۳۔ تفصیل کے لئے دیکھو رسالہ علیہ النبی مؤلف خاکار
۴۔ خصائص شریفی بحوالہ ابن سعد بیہقی۔ جز اول صفحہ ۱۰۰
۵۔ مدارج النبوة۔ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ۔ جلد اول صفحہ ۲۵۔

تہمت اور وقار و تواضع سے اٹھاتے۔ جیسا کہ اہل ہمت و شجاعت کا قاعدہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ چلنے میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا۔ گویا آپ کے لئے زمین لپٹی جاتی تھی۔ ہم دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اٹھاتے۔ اور آپ باسانی و بے تکلف چلتے۔ مگر پھر بھی سب سے آگے رہتے۔ بعض دفعہ حضور اپنے اصحاب کے ساتھ چلنے کا قصد فرماتے۔ تو اس صدمت میں اصحاب آپ کے آگے ہوتے۔ اور آپ عمداً ان کے پیچھے ہوتے۔ اور فرماتے کہ میری پیٹھ فرشتوں کے لئے خالی چھوڑ دو۔

حضور کے پاؤں مبارک وہ قدم مبارک ہیں۔ کہ جب آپ پتھر پر چلتے۔ تو وہ نرم ہو جاتا۔ تاکہ آپ باسانی اس پر سے گزر سکیں۔ اور جب ریت پر چلتے۔ تو اس میں پائے مبارک کا نشان نہ ہوتا۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں۔ جن کی محبت میں کوہ احد و کوہ تبیر حرکت میں آئے۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں۔ کہ قیام شب میں درم کر آتے تھے۔ یہ وہی قدم مبارک ہیں کہ گتہ اور بیت المقدس کو ان سے ثمرت زائد حاصل ہوا۔

قدم مبارک | آپ نہ بہت دراز تھے نہ کوتاہ قدم بلکہ میانہ قدمائل بہ درازی تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت دراز قدم تھے اور مائل بہ درازی ہونے کے سبب اوسط قدم سے زیادہ تھے۔ مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے۔ تو سب سے بلند و کمر فرزا ہوتے۔ حقیقت میں

۱۔ اس طرح کی رفتار مدوح و مستحسن ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-
 وَبِغَاوِرِ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یُکْسِبُوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ
 حُوفًا وَاِذَا خَاطَبْتَهُمْ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا
 اور بندے رحمان کچھ وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دو بے پاؤں
 اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ۔ کہیں صاحب
 سلامت!

۲۔ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی مشیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
 حضرت اپنے اصحاب کے مرتبی و نگہبان تھے۔ اس لئے ان کے حالات کے ملاحظہ کے لئے آپ پیچھے ہو جاتے تاکہ حسب حال ان کی تربیت و تادیب و تکمیل فرمادیں۔ یا آپ کا یہ فعل تواضع پر مبنی تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔
 ۳۔ فرشتے بقول حافظ ابو نعیم آپ کی نگہبانی کرتے تھے۔ یہ امر کسی طرح واللہ یعصمک من الناس الایہ (اور اللہ محمد کو لوگوں سے بچائے گا) کے معنی نہیں۔ کیونکہ اگر یہ حالت اس آیت کے نزول سے پہلے تھی۔ تو عدم منافات ظاہری ہے۔ اور اگر نزول کے بعد ہو۔ تو یوں سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کیوں اتمام کر دیا کہ اہل شرف کے لئے فرشتوں کی ایک جماعت اس کام پر متعین فرمادی (دیکھو زرقانی علی الموابہب۔ جزو الرابع ص ۲۱۹)

۴۔ حفاظت کبریٰ دشرح بمنزیر لابن جوزی تہبہ۔ ۵۔ مواہب لدنیہ بحوالہ عبد اللہ ابن الامام احمد وغیرہ

یہ آپ کا مجرہ تھا۔ کہ جب علیحدہ ہوتے تو میانہ قدامت بہ درازی ہوتے۔ اور جب اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سبے بلند دکھائی دیتے۔ تاکہ ہلن کی طرح ظاہر و صورت میں بھی کوئی آپ سے بڑا معلوم نہ ہو۔ آپ کے قامت زہیا کا سایہ نہ تھا اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ آپ کے اسمائے مبارک میں سے ایک اسم شریف تو ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں سورہ مائدہ میں ہے قَدْ جَاءَ كُفْرًا مِنَ اللَّهِ نُورًا وَكِتَابٌ مُبِينٌ (البقرہ) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور کتاب واضح آئی اور ظاہر ہے کہ نور کا سایہ نہیں ہوتا حکیم ترمذی (متوفی ۲۵۵ھ) نے نوادر الاصول میں بروایت ذکیان (تابعی) نقل کیا ہے۔ کہ دھوپ اور چاندنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ امام ابن سبع کا قول ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے۔ کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا۔ اور آپ نور تھے۔ لہذا جب آپ دھوپ یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کی شاید وہ حدیث ہے۔ کہ جس میں مذکور ہے۔ کہ جب آپ نے یہ دعا مانگی۔ کہ اللہ میرے تمام اعضاء اور جہات میں نور کر دے۔ تو دعا کو اس قول پر ختم فرمایا۔ وَاجْعَلْنِي نُورًا | داد مجھ کو نور بنا دے، زرقانی میں مذکور ہے۔ کہ حدیث ذکوان مرسل ہے۔ مگر ابن مبارک اور ابن جوزی نے بروایت ابن عباس نقل کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ جب آپ دھوپ میں کھڑے ہوتے۔ تو آپ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آتی۔ اور جب چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر غالب آتی۔ بعض کا قول ہے۔ کہ آپ کا سایہ نہ ہونے میں یہ حکمت تھی۔ کہ آپ کے سایہ کو کوئی کافر پال نہ کرے۔

ماہ فردماند انہ جمال عسندہ سر و نہر دید باعتدال محمد

دنگ مبارک | دنگ مبارک گور اور روشن و تاباں۔ مگر اس میں کسی قدر سرخی ملی ہوئی تھی۔ بعض وایتوں میں جو آپ کو اسمرا لکون یعنی گندم گون لکھا ہے۔ اس سے بھی یہی مراد ہے!

جلد مبارک: بوئے خوش | آپ کا جلد مبارک نرم تھا۔ ایک وصف ذاتی حضور میں یہ تھا۔ کہ خوشبو لگائے

سہ آپ کا ارتفاع معنوی دیکھنے والوں کے لئے مثل ہو جاتا۔ اور آپ ان سب کو بلند نظر آتے ردیکھو زرقانی علی المراد بہب۔ جزء رابع ص ۱۹۹

۳۳ صفائے کبرے۔ جزء اول ص ۶۵

لکھ زرقانی علی المراد بہب۔ جزء رابع۔ ص ۲۲

بغیر آپ سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ کوئی خوشبو اس کو نہ پہنچ سکتی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں۔ کہ جب آپ پیدا ہوئے۔ تو میں نے خود سے آپ کی طرف نگاہ کی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ آپ چودھویں رات کے پھاند کی مانند ہیں۔ اور آپ سے تیز بوستوری کی طرح خوش بو آ رہی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کسی کستوری یا عبیر کو بوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خوشتر نہ پایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا۔ اور عرض کیا۔ کہ یا رسول میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا ہے۔ میں اسے اس کے خاوند کے گھر بھیننا چاہتا ہوں۔ میرے پاس کوئی خوشبو نہیں۔ آپ کچھ عنایت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پاس موجود نہیں۔ مگر کل صبح ایک چوڑے منہ والی شیشی اور کسی درخت کی لکڑی میرے پاس لے آنا۔ دوسرے روز وہ شخص شیشی اور لکڑی لے کر حاضر خدمت ہوا آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس میں اپنا پسینہ ڈالنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ پھر فرمایا۔ کہ اسے لے جا۔ اپنی بیٹی سے کہہ دینا۔ کہ اس لکڑی کو شیشی میں تڑکے کے مل لیا کرے۔ پس جب وہ آپ کے پسینہ مبارک کو لگاتی۔ تمام اہل مدینہ کو اس کی خوشبو پہنچتی۔ یہاں تک کہ ان کے گھر کا نام بیت المطیبین (خوشبوداروں کا گھر) ہو گیا۔

حضور کے خادم حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے اور قبیلہ فرمایا۔ حالت خواب میں آپ کو پسینہ آ گیا۔ میری ماں ام سلیم نے ایک شیشی لی۔ اور آپ کا پسینہ مبارک اس میں ڈالنے لگی۔ آپ جاگ اٹھے۔ اور فرماتے تھے۔ ام سلیم! تو یہ کیا کرتی ہے؟ اس نے عرض کیا۔ یہ آپ کا پسینہ ہے۔ ہم اس کو اپنی خوشبو میں ڈالتے ہیں۔ اور وہ سب خوشبوؤں سے خوشبودار بن جاتی ہے۔ دوسری روایت مسلم میں ہے۔ کہ ام سلیم نے یوں عرض کیا کہ یا رسول اللہ

۱۹ زرقانی علی الوہاب جو رد البع ۲۲۳ ص ۲۲۳
۲۰ غیر ایک خوشبو ہے۔ جو صفحہ گلاب مشک سے بناتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک خوشبو ہے جس میں
زعفران ملا ہوتا ہے۔

۲۱ صحیح بخاری کتاب العیام۔ باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و انظارہ
۲۲ یہ ایک حدیث کا مضمون ہے۔ جسے ابویعلیٰ اور طبرانی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔ دیکھو مورخ ابی الدنوب اور
خصائص ترمذی
۲۳ صحیح مسلم۔ باب طیب عرقہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہم اپنے بچوں کے لئے آپ کے عرق مبارک کی برکت کے امیدوار ہیں۔ آپ نے فرمایا: تو نے صحیح کہا! اس سے معلوم ہوا کہ حضور کے عرق مبارک کو بچوں کے چہرے اور بدن پہل دیا کرتے تھے۔ اور وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں سے گذرتے۔ تو گزر رہانے کے بعد بھی آنے والوں کو اس کوچہ سے خوشبو آتی۔ اور وہ سمجھ جاتے کہ اس کوچہ میں سے آپ کا گزر رہا ہے۔ باقی حال لعاب مبارک اور دست مبارک میں آچکا۔ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

اب بھی مدینہ منورہ کے در دیوار سے خوشبوئیں آ رہی ہیں۔ جنہیں محبان و عاشقان جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شامہ محبت سے محسوس کرتے ہیں۔ ابن بطال کا قول ہے کہ جو شخص مدینہ منورہ میں رہتا ہے۔ وہ اس کی خاک کو دیواروں سے خوشبو محسوس کرتا ہے۔ اور شبیلی نے فرمایا ہے کہ خاک مدینہ میں ایک عجیب مہک ہے۔ جو کسی خوشبو میں نہیں۔ اور یاقوت نے کہا ہے کہ منجملہ خصائص مدینہ اس کی ہوا کا خوشبودار ہونا ہے۔ اور دہاں کی بارش میں بوئے خوش ہوتی ہے جو کسی اور جگہ کی بارش میں نہیں ہوتی۔ ابو عبد اللہ عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

بَطِيْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ طَابَ لَسِيْمُهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ كِيْ نُوْشِبُوْهُ سَيْمِ مَدِيْنَةٍ خُوْشْبُوْدَارِ هُوْ كُوْنِيْ -

فَمَا اِسْكُ فَا الْكَافُوْرُ مَا الْمَنْدَلُ الرَّطِيْبُ پس کیا ہے کستوری۔ کیا ہے کافور کیا ہے عطر سندانہ تازہ

امام ابن سبعین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ کہ آپ کے کپڑوں پر لکھی نہ بیٹھتی۔ اور آپ کو جوں ایدہ نہ دہتی۔ یعنی آپ کے کپڑوں میں جوں نہ ہوتی۔ کہ آپ کو ایدہ دے کیڑو کہ جوں عفونت اور پسینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور حضور تو نہ رہا اور اطیب الناس تھے اور آپ کا پسینہ خوشبودار ہوتا تھا۔ اسی طرح بوجہ لطافت آپ کے بدن مبارک پر کیڑا مینا نہ ہوتا تھا۔

۱۔ صحیح مسلم۔ باب طیب عرقہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ التبرک بہ۔

۲۔ اس کو زرارہ اور البرقی نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔ دیکھو موابہ لدنیہ اور حنائن کبرے۔

۳۔ دیکھو فار الوقار بائینہ دار المصطفیٰ الشیخ الاسلام السہروردی ج ۱۔ جزر اول ص ۱۳

۴۔ حقائق کبرے۔ جزر اول ص ۶۸

علامہ دمیری نے اپنے منظومہ فی الفقہ میں لکھا ہے۔ کہ جن چوہالوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے۔ آپ کی سواری کی حالت میں انہوں نے کبھی پیشاب نہ کیا۔ اور جس چوہا پر آپ سوار ہوئے۔ وہ آپ کی حیات میں کبھی بیمار نہ ہوا۔

موتے مبارک | سر مبارک کے بال نہ تو بہت گھونگر والے تھے۔ اور نہ بہت سیدھے۔ بلکہ دوڑوں کے پن میں تھے۔ ان بالوں کی دراندہی میں مختلف رویتیں آئی ہیں۔ کانوں تک۔ کانوں کے نصف تک۔ کانوں کی نو تک۔ شانہ مبارک کے نزدیک تاک۔ شانوں تک۔ یہ سب مختلف رویتیں ہیں۔ تطبیق کا طریق یوں ہے۔ کہ ان کو مختلف اوقات و احوال پر محمول کیا جائے یعنی جب آپ کٹوا دیتے تو کان تک رہ جاتے۔ پھر پڑھ کر نصف گوش یا نرمہ گوش یا شانہ تک پہنچ جاتے۔ اگر موتے مبارک خود بخود پراگندہ ہو جاتے۔ تو آپ ان کو دو حصے بطور مانگ کر لیتے۔ اور اگر از خود نہ بکھرتے۔ تو بجال خود رہنے دیتے۔ اور بہ تکلف مانگ نہ نکالتے۔

ڈاٹھی مبارک گھنی تھی۔ اسے کنگھی کرتے اور آئینہ دیکھتے۔ اور ہونے سے پہلے آنکھوں میں تین تین بار سرمہ ڈالتے۔ مویخچوں مبارک کو کٹوا یا کرتے۔ اور فرماتے تھے۔ کہ مشرکین کی مخالفت کرو یعنی ڈاٹھیوں کو بڑھاؤ اور مویخچوں کو خوب کٹواؤ۔ اخیر عمر شریف میں آپ کی ریش مبارک اور سر مبارک میں قریباً بیس بال سفید تھے۔ گلے اور ناف کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا اس کے سوا شکم مبارک اور پستان مبارک پر بال نہ تھے۔ دونوں بازوؤں اور شانوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ میں بال نہ بادہ تھے۔ موتے مبارک کا باقی حال آثار شریف کی تنظیم کے تحت میں آئے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

لباس | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عام لباس پچا اور قمیص اور تہ بند تھا۔ بسین کی دھاریا پچا اور بسین کو عربی میں خبرقہ کہتے ہیں سب سے زیادہ پسند فرماتے تھے بعض اوقات اپنے اونی جبہ شامیہ استعمال فرمایا ہے۔ جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ بظہور کے وقت ہاتھ

سے نظر میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں قدرتی طور پر کھلیں اور بدن مبارک سے خوشبو آتا کرتی تھی۔ آپ کو سرمہ یا خوشبو کے استعمال کی حاجت نہ تھی۔ مگر یا اس سے آپ کا سرمہ اور خوشبو کو استعمال کرنا بضرر تعلیم امت ہو گا نہ ہم سے مشکوٰۃ المصابیح۔ باب الترجیل۔

سے لباس کے متعلق دیکھو مشکوٰۃ شریف۔ کتاب اللباس۔

ہاتھ استینوں سے نکلنے پڑتے تھے۔ جبہ کسروانی بھی پہن لیتے تھے۔ جس کی جیب دونوں
چاکوں پر دیبا کی سفاف تھی۔ ایسی اورنی چادر بھی آپ نے پہنی ہے جس پر کجاوہ کی شکل بنی ہوئی تھی۔
سفید لباس پند اور سرخ ناپسند فرماتے تھے۔ پاجامہ آپ نے کبھی نہیں پہنا۔
عمامہ کا شملہ چھوڑا کرتے اور کبھی نہ چھوڑا کرتے۔ شملہ اکثر دونوں شانوں کے بیچ میں اور کبھی
نشانہ مبارک پر پڑا رہتا۔ بعض وقت عمامہ میں تحنیک فرماتے یعنی دستار مبارک کا ایک بیچ بائیں
جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے گزار کر مبارک پر لپیٹ لیتے۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا
عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی۔ اونچی ٹوپی آپ نے استعمال نہیں فرمائی۔
نعین شریفین چلی کی شکل کی تھیں۔ ہر ایک کے دو دو سے دہری تھوڑے تھے۔ ایک تہ
انگوٹھے اور متصل کی انگی مبارک کے بیچ میں اور دوسرا انگشت میانہ اور بندر کے بیچ میں ہوا کرتا
یہ وہی نعین شریفین ہیں کہ شب معراج میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عرش پر تشریف
لے گئے۔ تو بقول موفیہ کرام باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ نعین سمیت عرش کو شرف بخشتے۔ کسی نے کہا
خوب کہا ہے۔

نَدَى الطُّورِ مُوسَى نُورِي اِخْلَعْ وَ اِخْتَدِ | طو رکے پاس حضرت موسیٰ کو آواز آئی کہ پاپوش اتار لیجئے اور
عَلَى الْعَرَشِ لَمْ يُؤْذَنْ بِتَلْعِ لِعَالِهِ | حضرت احد کو عرش پر پاپوش اتارنے کی اجازت نہ ملی۔
ہر ایک مسلمان کی یہ آرزو ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔ کہ اس دنیا میں بھی حالت خواب یا حالت
بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو۔ لہذا ہم ذیل میں ایک درود
شریف درج کرتے ہیں۔ جو شخص اس درود شریف کو ہر روز سونے سے پہلے با وضو یا ادب اور حضور سے
تین بار پڑھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ چالیس دن کے اندر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
سے مشرف ہوگا۔

درود شریف

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى نُورِ حَمْدِي فِي الْأَنْوَارِ وَصَلِّ عَلَى رُوحِ حَمْدِي فِي الْأَرْوَاحِ وَصَلِّ
عَلَى جَسَدِ حَمْدِي فِي الْأَجْسَادِ وَصَلِّ عَلَى رَأْسِ حَمْدِي فِي الرَّؤُوسِ وَصَلِّ عَلَى وَجْهِ حَمْدِي
فِي الْأَوْجُوهِ وَصَلِّ عَلَى جَبِينِ حَمْدِي فِي الْأَجْبَانِ وَصَلِّ عَلَى بَعْضَةِ حَمْدِي فِي

الجبابة وصل على عين محمد في العيون وصل على حاجب محمد في الحواجب
 وصل على جفن محمد في الأجنان وصل على ألف محمد في الأنوف وصل على
 خد محمد في الخدود وصل على صدغ محمد في الأصداغ وصل على أذن محمد
 في الأذنان وصل على فم محمد في الأفواه وصل على شفة محمد في الشفاه وصل
 على سن محمد في الأسنان وصل على لسان محمد في اللسان وصل على ذقن محمد
 في الأذقان وصل على عنق محمد في الأعناق وصل على صدر محمد في
 الصدور وصل على قلب محمد في القلوب وصل على يد محمد في الأيدي وصل
 على كف محمد في الكف وصل على إصبع محمد في الأصابع وصل على
 ريد محمد في الأذنان وصل على ذراع محمد في الأذراع وصل على مرفق محمد في المرفق
 وصل على عضد محمد في الأعضاد وصل على إبط محمد في الإبطين وصل على
 منكب محمد في المنكبات وصل على كتف محمد في الأكتاف وصل على ترقوة
 محمد في التراقي وصل على كتف محمد في الأكتاف وصل على ظفر محمد في الظفر
 وصل على فخذ محمد في الأفخاذ وصل على كفة محمد في الكف وصل على
 ساق محمد في الساق وصل على كعب محمد في الكعب وصل على عقب محمد في
 الأعقاب وصل على قدم محمد في الأقدام وصل على شعر محمد في الشعيرات
 وصل على لحم محمد في اللحوم وصل على عرق محمد في العروق وصل على
 دم محمد في الدماء وصل على عظم محمد في العظام وصل على جلد
 محمد في الجلود وصل على لون محمد في الألوان وصل على ثامة محمد في
 الثامات وبارك وسلم عليه وعلى آله وأصحابه وأئمه واجبه وذريته أفضل
 صلاة وأكمل بركة وأزكى سلام بعد ركل معلوم لك وعليهم كل ما
 ذكرت وذكره العاشقون -

حیات النبی

اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام بالخصوص حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں بحیات حقیقیہ دنیویہ۔ قرآن مجید میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر ہے وہ موت عادی ہے جس سے مخلوقات میں سے کسی کو چاہ نہیں۔ اس عادی موت کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو حیات بخش دی ہے۔ اھاویت صحیحہ سے انبیاء و شہداء کے واسطے اس حیات کا دائمی ہونا ثابت ہے۔

ابن تیمیہ کے وقت سے ایک فرقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ انبیاء بھی دوسرے مردہ اشخاص کی طرح زمین کے نیچے مدفون اور مردہ ہیں۔ اس لئے دینیہ منورہ میں روضہ شریف پر حاضر ہونا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے طلب حاجات بے کار و بے سود ہے چنانچہ ابن تیمیہ کا بڑا شاگرد ابن القیم اپنی کتاب عقائد یعنی قصیدہ زنیہ (مطبوعہ مصر ۱۳۱۱ھ) میں یوں لکھتا ہے:-

من فوقہ اطباق ذاک التراب والبنات	قد عرضت علی الجسد ان
لو کان حیاً فی الضریح حیاً تہ	قبل الممات بغیر ما فرقان
وماکان تحت الارض بلی من نو	قھا واللہ ہذی سنة الرحمان

(ترجمہ) حضرت نبی پڑھیں اور اینٹیں ہیں۔ دیر اہل بنی ہرئی ہیں۔ اگر آپ قبر شریف میں ایسے بماندہ ہوتے جیسے موت سے پہلے تھے۔ تو زمین کے نیچے نہ ہوتے بلکہ اس کا دہرہ ہوتے۔ واللہ عادت اللہ یہی ہے۔ (انتہی)

توسل اور زیارت روضہ اقدس کی بحث آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہاں صرف حیات انبیاء کرام بالخصوص حیات حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت پیش کرنا مقصود ہے۔ قرآن کریم میں شہداء کرام کی حیات کی نص موجود ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام شہداء عظام سے یقیناً افضل ہیں۔ ان میں وصف نبوت کے ساتھ بالعموم وصف شہادت بھی پایا جاتا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات شریف کے وقت یوں فرمایا:-

یا عائشہ ما انما ال اجن الم الطعام الذی | اے عائشہ! مجھے خیبر کے کھانے کی تکلیف برابر ہی ہے

اکلت بخیر وهذا ان القطاع الجری
من ذالک الستم

اور اب میری رگ جان اسی زہر سے منقطع
ہوتی ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبوت کے ساتھ شہادت کا درجہ بھی حاصل
ہے۔ لہذا آپ سید المرسلین ہونے کے ساتھ سید الشہداء بھی ہوئے۔ پس آپ کی حیات شہداء
کی حیات سے اکل ہے۔ یا اینہما آپ کو مردہ کہنا کیسی گستاخی ہے۔ حالانکہ قرآن کریم میں شہداء
کی نسبت ارث و باری تعالیٰ ہے کہ ان کو مردہ نہ کہو۔

علامہ سمہودی و فاروقی (جز ثانی - ص ۴۰۵) میں لکھتے ہیں۔ کہ اس میں شک نہیں کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد زندہ ہیں۔ اسی طرح دیگر انبیاء بھی اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ ایسی
حیات کے ساتھ جو شہداء (جن کی حیات کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیزہ میں خبر دی ہے) کی
حیات اکل ہے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء ہیں۔ اور شہداء کے اعمال آپ کی
میزان میں ہیں انتہی

احادیث صحیحہ سے بھی حیات انبیاء کا ثبوت ملتا ہے۔ جن میں سے چند ذیل میں درج
کی جاتی ہیں۔

(۱) عن اوس قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل
ایامکم یوم الجمعة فید خلق آدم
وذیہ قبض وذیہ النسخۃ وذیہ الصوفۃ
فانکثروا علی من الصلوٰۃ فید فان صلواتکم
معرضة علی قالوا یا رسول اللہ وکیف
تعرض صلواتنا علیک وقد آسأمت قال
یقولون بلینیت قال ان اللہ حرام علی
الارض اجساد الانبیاء وما واة ابوداؤد
والنسائی وابن ماجہ والدارمی والبیہقی

حضرت اوس سے روایت ہے۔ کہا فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمہارے افضل ایام میں سے
جمعہ کا دن ہے۔ اس میں آدم پیدا کئے گئے۔ اور اسی
میں قبض کئے گئے۔ اس میں نسخہ ثانیہ اور نسخہ اولیٰ ہے
پس تم اس دن مجھ پر درود زیادہ بھیجو۔ کیونکہ تمہارا درود
مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول
اللہ ہمارا درود آپ پر کس طرح پیش کیا جائے گا۔
حالانکہ آپ بو سیدہ بڑیاں ہوں گے (قول لہی)
صحابہ کی مراد امت سے بیعت (بو سیدہ ہوں گے) ہے۔
آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے

فی الدعوات الکبیر (مشکوٰۃ - باب الجمعة)

کہ پیغمبروں کے جسموں کو کھائے۔ اسے ابودرداء
نسائی و ابن ماجہ و دارمی نے اور بیہقی نے دعوات
الکبیر میں روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام جسموں کے ساتھ زندہ ہیں۔ کیونکہ صحابہ
کرام نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارث دیکھا کہ تمہارا درو و مچھ پر عرض کیا جاتا ہے
تو ان کو شبہ ہوا کہ آیا عرض بعد وفات شریف صرف روح پر ہوگا یا روح من الجسد پر کیونکہ انہوں
نے خیال کیا کہ جسد نبی دوسرے اشخاص کے جسد کی مانند ہے۔ پس اس کے جواب میں حضور
نے فرمادیا کہ میرا جسد دوسرے اشخاص کے جسد کی مانند نہیں۔ کیونکہ پیغمبروں کے جسم کو مٹی
ہنیں کھاتی۔ پس یہ سمجھ گئے کہ یہ عرض روح مع الجسد پر ہوگا۔ لہذا حیات انبیاء بعد وفات
ثابت ہے۔

(۲) عن ابی الدرداء قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اکثروا الصلوة علی یوم الجمعة فانه مشہود

تسود صلا الملائکة وان احدکم یصل

علی الاعضاء حتی تصوتہ حتی یفراغ

منہا قال قلت وبعد الموت قال ان الله

تعالی احترم علی الارض ان تاء کل اجساد

الانبياء فنبی اللہ حی یرزق رواقہ ابن

ماحبہ

حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر جمعہ کے دن درود
زیادہ بھیجا کرو۔ کیونکہ وہ دن حاضر کیا گیا ہے۔ حاضر
ہوتے ہیں اس میں فرشتے تحقیق کوئی مجھ پر درود نہیں
بھیجتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں
تک کہ وہ درود سے فارغ ہو جائے۔ کہا ابودرداء
نے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا موت کے بعد بھی؟ آپ نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا کہ پیغمبروں کے
جسموں کو کھائے۔ پس اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق
دے جاتے ہیں۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

اس حدیث سے انبیاء کی حیات حقیقہ و نبویہ بعد الوفا ثابت ہے۔ اس میں حجی
کے ساتھ یہ نہ توین بطور تاکید ہے۔ کیونکہ رزق کی حاجت جسم کو ہوتی ہے۔

(۳) علامہ سیوطی شرح الصدور میں نقل کرتے ہیں۔

واخرج البعلی والبیہقی وابن مندہ
عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال الانبیاء احياء فی قبورهم یرسلون

اور ابو بعلی اور بیہقی اور ابن مندہ نے حضرت
انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں نماز
پڑھتے ہیں۔

علامہ سہروردی نے وفاء الوفاء میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے۔ کہ روایت ابو بعلی کے
روایت ثقہ ہیں اور بیہقی نے اسے مع التصحیح نقل کیا ہے۔ اس کے شواہد سے صحیح مسلم میں روایت
حضرت انس ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (شب معراج میں) موسیٰ علیہ
السلام پر گزرا۔ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھتے تھے۔ رات بھر اسی طرح حضور نے شب معراج میں
بیت المقدس میں انبیاء کرام کی جماعت کرائی۔ اور آسمانوں میں ان کو دیکھا۔ مسد حیات انبیاء
کی تائید صحیح مسلم کی روایت ابن عباس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وادی
ازرق سے گزرے۔ فرمایا یہ کیا وادی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا وادی ازرق ہے۔ حضور نے فرمایا
میں گو یا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ گھائی سے اترتے ہوئے لبیک کہہ رہے ہیں۔ پھر ہر شا
پر پہنچ کر حضور نے فرمایا۔ یہ کونسی گھائی ہے۔ صحابہ نے عرض کیا یہ وادی ہر شا ہے۔ حضور نے فرمایا
گو یا میں یونس علیہ السلام کو سرخ بالوں والی اونٹنی پر دیکھتا ہوں کہ صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہیں۔
مہار کھجور کی چھال کی رسی کی ہے۔

اولیاء کرام میں بہت سی مثالیں ایسے بزرگوں کی ملتی ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
حالت بیداری میں دیکھا کرتے تھے۔ بخوف طوالت یہاں ان کا حال درج نہیں کرتے۔ علامہ
جلال الدین سیوطی اپنے رسالہ تنزیہ الملک میں وہ احادیث و اقوال صحاح نقل کرتے ہیں۔ جزالت
خواب اور حالت بیداری ہر دو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے امکان پر دلالت کرتے
ہیں۔ بعد ازاں یوں فرماتے ہیں کہ ان تمام احادیث و اقوال سے ثابت ہو گیا۔ کہ حضور رسول اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اقدس اور روح شریف کے ساتھ زندہ ہیں اور وہ تصرف فرماتے
ہیں جہاں چاہتے ہیں۔ زمین و آسمان میں۔ اور اسی ہیئت سابقہ شریفہ میں۔ کچھ تبدیلی اس میں
نہیں ہوتی۔ آنکھوں سے ایسے ہی غائب ہیں جیسے فرشتے نظر نہیں آتے۔ حالانکہ فرشتے زندہ

ہیں اور ان کے اجسام بھی ہیں جب اللہ تعالیٰ ارادہ کرتا ہے۔ کسی امتی پر کرامت اور احسان کا جھابٹھا دیتا ہے۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اصلی صورت میں کر لیتا ہے۔ اس میں کوئی مانع نہیں ہے۔ اور صرف مثال ہی کے دیکھنے پر منحصر کہ جینے کی کوئی وجہ نہیں لیتے۔ امام بیہقی نے حیات انبیاء پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ جو چاہے اسے مطالعہ کرے۔

خلاصہ کلام یہ کہ سیدنا مولانا محمد مسطفی صلی اللہ علیہ وسلم دنات شریف کے بعد بھی جسم طہر کے ساتھ زندہ ہیں۔ بحیات حقیقیہ دنیویہ اور آپ کے تصرفات بدستور جاری ہیں۔ اسی واسطے آپ کی امت میں تاقیامت قطب غوث ابدال داؤتا دہوتے رہیں گے۔ حضرت شیخ عبدالمحق محدث دہلوی قدس سرہ نے رسالہ سلوک اقرب اسبل الی سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم میں جو خانانہ کی طرف لکھا ہے یوں فرمایا ہے۔

علم و امت میں اس قدر اختلافات اور کثرت مذہب ہے۔ با اینہم کسی ایک کو اس مسئلہ میں ذرا بھی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بلاشبہ مجازہ تو ہم تادیل حیات حقیقیہ کے ساتھ دائم و باقی ہیں۔ اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر ہیں۔ اور طالبان حقیقت کو اور تو مسلمان بارگاہ نبوت کو فیض پہنچانے والے اور ان کی تہمت فرمانے والے ہیں۔

دبا چنریں اختلافات و کثرت مذاہب کہ درغلام امت است۔ یک کس را درین مسئلہ نلامے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ مجازہ و توہم تادیل دائم باقی است۔ دبر اعمال امت حاضر و ناظر و مرطالبان حقیقت را و متوجہ جان آنحضرت را مفیض و مربی است

حضرت شیخ نے بالکل درست لکھا ہے۔ کیونکہ قتذہ ابن تیمیہ اس تحریر سے سینکڑوں سال پہلے سنزدہ پر چکا تھا۔ اور شیطان کی سینک ابھی نجد سے نہ نکلا تھا۔ جس نے تعلیم تہمتی کی کیا سوتی بلا کو جگایا۔ اور بات بات پر مسلمانوں کو مشرک بتایا۔

پھٹا باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم کا بیان

افراد انسان میں سے انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کو مکارم اخلاق کی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ ان کا کام تبلیغ و تہذیب ہے۔ اسی واسطے بعنايت الہی انہیں اول خلقت و فطرت ہی میں محاسن اخلاق حاصل تھے۔ جن کا ظہور حسب موقع ان کی عمر شریف میں ہوتا رہا۔ مگر دیگر فضائل کی طرح اس کمال میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خلقِ عظیم کو آپ کی ذات شریف میں حصر فرمایا ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خَلْقٍ عَظِيمٍ (سورہ قلم) | اور تحقیق تو بڑے خلق پر پیدا ہوا ہے۔

اور خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :-

بُعِثْتُ لِأَتَمِّمْ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ (موطا امامک) | میں محاسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

انبیائے سابقین علیہم السلام میں سے ہر ایک حسن اخلاق کی ایک نوع سے مختص تھے۔

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس حسن اخلاق کے تمام انواع کی جامع تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ کی سیرت کے اتباع کا حکم دیا۔ فَبِهِدَاهِهِمْ آتَيْنَاهُ - لہذا اخصال و کمال و صفات شرف و فضائل جو ان میں متفرق طور پر پائے جاتے تھے۔

وہ تمام آپ کی ذات شریف میں جمع تھے۔ چنانچہ علم و سخاوت ابراہیم - صدق و وعدہ اسماعیل

شکر و اود و سلیمان - صبر ایوب - معجزات قابرہ موسیٰ - مناجات زکریا - تضرع یحییٰ - دم

علیے وغیرہ سب آپ میں موجود تھے۔ علی بنیاد علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات :-

آپ نے بنا نہ ذرا لبراً | جتنے کہ بہت زیادت برآں

۱۰ پس تو ان کی روش کی پیروی کر (انعام - ۱۰)

حضرت سعد بن ہشام بن عامر نے جب حضرت عائشہ صدیقہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق کی بابت دریافت کیا۔ تو حضرت صدیقہ نے جواب میں فرمایا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ حضرت سعد نے جواب دیا کہ ہاں۔ یہ سن کر حضرت صدیقہ نے فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تھا۔ کتب سابقہ الہامیہ میں جو ادب و فضائل و اوصاف حمیدہ مذکور تھے۔ قرآن کریم ان سب کا جامع ہے۔ ارشاد صدیقہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ قرآن مجید میں جس قدر مجاہد اخلاق مذکور ہیں۔ وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں پائے جاتے تھے۔ غرض دیگر کمالات کی طرح محاسن اخلاق میں بھی آپ کا مرتبہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام سے بڑھا ہوا ہے۔ صاحب قصیدہ بردہ شریف فرماتے ہیں:-

فَأَنَّ النَّبِيَّ فِي خَلْقٍ وَفِي خَلْقٍ | لَمْ يَأْتِ فِي خَلْقٍ مِثْلِهِ فِي خَلْقٍ
وَلَمْ يَأْتِ فِي خَلْقٍ مِثْلِهِ فِي خَلْقٍ | لَمْ يَأْتِ فِي خَلْقٍ مِثْلِهِ فِي خَلْقٍ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی اور نبی نہ ہوگا۔ اس لئے آپ کے اخلاق و عادات بطریق اسناد نہایت صحت کے ساتھ محفوظ ہیں۔ تاکہ قیامت تک ہر زمانے میں ان کا اقتراء کیا جائے اور ان ہی کو دستور العمل بنایا جائے۔ اس مختصر میں تفصیل کی گنجائش نہیں۔ اس لئے ذیل میں چند جزئیات پیش کی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعين ؎
عبر جلم و عفو | نبوت کا بوجہ ان اوصاف کے بغیر برداشت نہیں ہو سکتا۔ قرآن کریم میں کئی جگہ ان اوصاف کا ذکر آیا ہے۔

پس معاف کر ان سے اور درگزر کر بے شک اللہ نیکی والوں کو چاہتا ہے۔

اور البتہ بہت رسول تجھ سے پہلے جھٹلائے گئے پس وہ جھٹلائے اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کو ہماری مدد پہنچی ؎

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ
الْمُحْسِنِينَ (نورہ - ع)

وَأَقْدَرُ كَذَّبَتْ رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا
عَلَىٰ مَا كَانُوا يَأْوَدُونَ وَإِذْ ذُوقُوا حَسْرَتَهُمْ لَأَنزَلْنَا
(العام - ع)

صحیح مسلم - باب صلوة ائیل :
سے مصیبت و ایذا کے وقت اپنے آپ کو دکھ اور متاثر نہ ہرنا صبر کہلاتا ہے اپنی طبیعت کو غصہ سے ضبط کرنے کا نام ہے۔ خطا پر مواخذہ نہ کرنے کو عفو کہتے ہیں۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ
عَنِ الْجَاهِلِينَ (اعراف - اخیر رکوع)
فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعُرْوَمِ مِنَ الْبَنِي إِسْرَائِيلَ
وَلَا تَسْجُدْ لِكُلِّ فِتْنَةٍ مُّشْرِكِينَ (احقاف - اخیر رکوع)
إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ (توبہ - ع)

خوچر مہمان کرنا۔ اور کما کما نیک کام کو اور کنارہ کر
جاہلیوں سے !
پس تو صبر کر جیسے صبر کرتے رہے اولاد العروم رسول اللہ
ششابی نے ان کے واسطے۔
تحقیق ابراہیم تھا البتہ دردمند علم والا۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات
کے حق کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بھرتی دیکھتے۔ تو اللہ کے
واسطے اس کا انتقام لیتے۔

نبوت کے دسویں سال جیسا کہ پہلے آچکا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ ثقیف کو
دعوت اسلام دینے کے لئے طائف تشریف لے گئے۔ نگہ بجائے رو بہ راہ ہونے کے انہوں نے آپ کو
اس قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلودہ ہو گئے۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے۔ تو راستے
میں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ یا محمد! آپ جو چاہیں حکم دیں۔ اگر اجازت
ہو۔ تو خشبین کو ان پر الٹا دوں۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ
ہلاک ہو جائیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا۔ جو
صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔

ہجرت سے پہلے مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو اس قدر اذیت دی کہ ان کا چہانہ صبر لبر لبر
ہو گیا۔ چنانچہ حضرت جناب بن اللہث بیان کرتے ہیں۔ کہ ہمیں مشرکین سے شدت و سختی پہنچی
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ
کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ آپ مشرکین پر بددعا کیوں نہیں کرتے؟ یہ
سُن کر آپ اٹھ بیٹھے۔ چہرہ مبارک سرخ ہو گیا تھا۔ فرمایا۔ تم سے پہلے جو لوگ گورے ہیں۔ ان پر
لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں۔ جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سر پر

۱۔ صحیح بخاری باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ باب البعث ویدر الوحی۔

آرے رکھے جانتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دئے جاتے۔ مگر یہ اڑتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ
 کہہ سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صغاء سے
 حضرموت تک سفر کرے گا اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر (رمضان ۱) سے واپس تشریف لائے۔ تو
 راستے میں مقام صفراء میں آپ کے حکم سے حضرت علی رضی نے نصر بن حارث بن علقمہ بن کلدہ بن
 عبد مناف بن عبدالدار بن قصی کو قتل کر ڈالا۔ نصر مذکور ان امرتے قریش میں سے تھا۔ جن کا شغل
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی اور اسلام کو مٹانے کی کوشش کرنا تھا۔ اسی نصر کی بیٹی قتیلہ
 نے جو بعد میں اسلام لائی اپنے باپ کا مرثیہ لکھا۔ جس کے اخیر میں یہ شعر ہیں۔

اے محمد! بے شک آپ اس مال کے بیٹے ہیں۔
 جو اپنی قوم میں شریف ہے اور آپ شریف اصل اللہ مرد ہیں۔
 آپ کا کچھ نہ بگڑتا تھا اگر آپ احسان کرتے اور بیض وقت
 جوان احسان کرتا ہے۔ حالانکہ وہ غضبناک اور نہایت خشنماک ہوتا
 اور نصر آپ کے تمام قیدیوں میں قرابت میں سب سے قریب تھا
 اور آزادی کا زیادہ مستحق تھا۔ اگر ایسی آزادی پائی جائے کہ جس سے آزادیا جائے

الحمن ولانت منہم عنجیبد
 من قومہا والفحل فحل معرق
 ماکان خمرک لومنت ورتما
 من الفتی وهو المغیظ المحنق
 والنصر اقرب من اسرت قرابت
 و احق ان کان غنق یعتق

جب یہ شعر حضور سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو ان کو پڑھ کر
 آپ اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور فرمایا۔ کہ اگر یہ اشعار نصر کے قتل سے
 پہلے میرے پاس پہنچ جاتے۔ تو میں ضرور اسے قتیلہ کے حوالہ کر دیتا۔

جنگ بدر کے کچھ دن بعد ایک روز عمیر بن وہب بن خلف قرشی جمعی اور صفوان بن امیہ بن خلف
 قرشی جمعی خانہ کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمیر مذکور شیبانہ میں قریش میں سے تھا اور رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیا کرتا تھا۔ اس کا بیٹا وہب بن عمیر اسیران
 جنگ میں تھا۔ عمیر و صفوان کے درمیان بول گئے ہوئے ہیں۔

۱۔ صحیح بخاری۔ باب ما نقی البنی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من الشرکین بکدۃ

۲۔ استیعاب لابن عبد البر نہ جہ قتیلہ بنت نصر۔

عمیرہ بدر میں ہمارے ساتھیوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں سے کیا کیا مصیبتیں اٹھائیں ظالموں نے کس بے رحمی سے ان کو گڑھے میں پھینک دیا۔

صفوان - اللہ کی قسم! ان کے بعد اب زندگی کا لطف نہ رہا۔

عمیرہ اللہ کی قسم! تو نے سچ کہا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا جسے میں ادا نہیں کر سکتا اور عیال نہ ہوتا۔ جس کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ تو میں سواری ہو کر محمد کو قتل کرنے جاتا کیونکہ اب تو ایک بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کے ہاتھ میں گرفتار ہے۔

صفوان - آپ کا قرض میں ادا کر دیتا ہوں۔ آپ کا عیال میرے عیال کے ساتھ رہے گا میں آپ کے بال بچوں کا تکفل ہوں جب تک وہ زندہ ہیں!

عمیرہ - بس میرے اور آپ کے درمیان!

صفوان - بس و چشم (عمیرہ کی روانگی کے بعد لوگوں سے تمنا دہو کہ سپند روزہ میں تمہارے پاس ایک واقعہ کی خبر آئے گی۔ جس سے تم جنگ بدر کی سب مصیبتیں بھول جاؤ گے!

عمیرہ زہرا میں کبھی ہوئی تینز تلوار لے کر مدینہ میں آتا ہے۔ اُس وقت حضرت عمر فاروق مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے جنگ بدر میں مسلمانوں پر خدا کی عنایات کا ذکر کر رہے ہیں عمیرہ تلوار آڑے لٹکائے ہوئے اپنی اونٹنی کو مسجد کے دروازے میں بٹھا دیتا ہے۔

عمر فاروق (عمیرہ کو دیکھ کر) یہ کتا دشمن خدا عمیرہ کی شرافت کے لئے آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اُسے میرے پاس لاؤ (عمیرہ سے) آگے آؤ۔

عمیرہ - آپ کی صبح بخیر ہو!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - عمیرہ! تو نے جاہلیت کا تخیہ کہا۔ مگر اللہ عزوجل نے ہمیں تیرے

تخیہ سے بہتر عطا فرمایا ہے۔ اور وہ سلام ہے جو اہل بہشت کا تخیہ ہے۔

عمیرہ - یا محمد! اللہ کی قسم! یہ تخیہ آپ کو تھوڑے دنوں سے ملا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - عمیرہ! کیونکر آنا ہوا؟

عمیرہ - اپنے بیٹے کے لئے جو آپ کے پاس اسیران جنگ میں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - پھر گلے میں تلوار آڑے کیوں لٹکائی ہے؟

عمیر - خدا ان تلواروں کا برا کرے۔ انہوں نے جیسے کچھ فائدہ نہ دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - سوچتا تو کس لئے آئے ہو؟

عمیر - فقط اپنے بیٹے کے لئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - نہیں بلکہ تو اور صفوان و ذلول حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ تو نے

مقتولین بدر کا ذکر کیا جو میرے بیٹے کے لئے بچے ہوئے ہمارے اگر مجھ پر قرض اور بار عیال نہ ہوتا

تو میں محمد کو قتل کرنے نکلتا۔ یہ سن کر صفوان نے بار قرض و عیال اپنے ذمہ لیا۔ بدیں غرض

کہ تو مجھے قتل کر دے۔ مگر اللہ تیرے اور اس غرض کے درمیان جا ملے۔

عمیر میں تو ایسا دیتا ہوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ یا رسول اللہ ہم اس سمانی وحی کو جو آپ پر

نازل ہوتی تھی جھٹلا دیا کرتے تھے۔ آپ نے جو بات بتلائی۔ وہ میرے اور صفوان کے سوا

کسی کو معلوم نہ تھی۔ اللہ کی قسم! میں خوب جانتا ہوں کہ خدا کے سوا آپ کو کسی نے نہیں

بتلائی۔ صحابہ۔ اللہ کی جس نے مجھے اسلام کی توفیق بخشی۔ اشہد ان لا اللہ

الا اللہ و احد لا شریک لہ و شہدان محمدان عبدہ و رسولہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے تم اپنے بھائی عمیر کو مسئلہ دینی سکھاؤ اور قرآن

پڑھاؤ۔ اور اس کے بیٹے کو بھی چھوڑ دو۔

حضرت رافع بن خدیج بیان کرتے ہیں۔ کہ غزوہ انار دین الاول ۳ھ میں ہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ آپ کی آبر کی خبر سن کر اعراب پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے غطفان

نے دعوت بن حارث کو جو ان کا سردار تھا کہا۔ کہ مجھ اس وقت اپنے اصحاب سے علیحدہ ہے تمہیں ایسا

موقع نہ ملے گا۔ دعوت زینر تلوار لے کر اتر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے ہیں

تلوار مینج کر آپ کے سر پر کھڑا ہوا۔ آپ بیدار ہوئے تو کہنے لگا۔ تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے فرمایا۔ اللہ

حضرت جبریل علیہ السلام نے اسے ہمارا دبا اور وہ گر پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار لے کر کہا۔ تجھ کو مجھ سے کون بچائے

وہ بولا۔ کوئی نہیں غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا۔ اور وہ ایمان لے آیا۔

سے سیرت ابن ہشام۔

سے اصحاب بخاری و اقوی۔ ترجمہ دعوت بن حارث غطفانی۔

غزوہ اُحد (ثالثہ) میں کفار نے آپ کا و انت مبارک شہید کر دیا۔ اور عمر اور پیشانی مبارک بھی زخمی کر دی۔ اُس حالت میں آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے
 اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ خدا یا میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کا بیان ہے۔ کہ غزوہ نجد (غزوہ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۳۲ھ) میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے ایک گھنے جنگل میں آپ کو دوپہر ہو گئی۔ آپ ایک درخت کے سایہ میں اترے۔ اور اپنی تلوار اس درخت سے لٹکادی۔ اور آپ کے اصحاب بھی ایک ایک کے درختوں کے سایہ میں اتر پڑے۔ اسی اثنا میں آپ نے ہمیں آواز دی۔ ہم حاضر ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو آپ کے سامنے بیٹھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سورہ فاتحہ اس نے آکر میری تلوار کھینچ لی۔ میں بیدار ہوا۔ تو یہ تلوار کھینچنے میرے سر پر کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا۔ اللہ۔ یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ آپ نے اُس کو کچھ سزا نہ دی۔ اس اعرابی کا نام غوث بن حارث تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ راوی ہیں۔ کہ ایک غزوہ (غزوہ مریدین شعبان ۳۳ھ) میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ایک مہاجر نے ایک انصاری کے سپہ سالار انصاری نے انصار اور مہاجرین کو بدوکے لئے پکارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ تو پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جب سارا باجرا عرض کیا گیا۔ تو فرمایا کہ یہ دعوائے جاہلیت اچھا نہیں۔ اس طرح دفعہ ہو گیا۔ رأس المنافعین عبد اللہ بن ابی خزرجی نے سنا۔ تو کہنے لگا۔ کہ اگر ہم اس سفر سے مدینہ میں پہنچ گئے۔ تو جس کا اُس شہر میں نہ رہے۔ وہ بیقدرہ شخص کو نکال دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی۔ تو حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ اس منافق کی گردن اُرادوں۔ مگر حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے جانے دو۔ کیونکہ لوگ یہی کہیں گے کہ محمد اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ جانے غور ہے کہ آپ کا یہ سلوک اُس شخص کے

۱۔ موابہ لدنیہ و شفا شریف۔

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد و کتاب المغازی

۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ سورہ اذاجارک المنفقون۔

ساتھ ہے جو عمر بھر منافق رہا۔ جس نے آپ کو اذیت بتایا جو جنگ اُحد میں عین موقع پر تین سو کی جمعیت لے کر راستہ میں بیٹھے اس آگیا۔ اور ہمیشہ آپ کی مخالفت و تروہین میں سرگرم رہا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے واپس ہوئے۔ تو راستے میں واقعہ انک پیش آیا جس کا بانی ہی رُس المنافقین تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا۔ مگر معاملہ گھر کا تھا اس لئے فیصلہ کو خدا پر چھوڑا۔ تاکہ منافقین کو چون و چرا کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی تکذیب اپنے کلام پاک میں کر دی۔ با اینہم جب یہ منافق مرا۔ تو آپ کو نماز جنازہ کے لئے بلا یا گیا۔ جب آپ اس پر نماز پڑھنے گئے۔ تو حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ ابن ابی پر نماز پڑھتے ہیں جس نے فلاں فلاں روز ایسا ایسا کہا۔ اس پر آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عمر! ہٹو۔ جب اصرار کیا۔ تو فرمایا کہ استغفار و عدم استغفار کا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ستر سے زیادہ بار استغفار سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے۔ تو میں ویسا ہی کرتا۔ جب آپ نماز جنازہ سے فالغ ہو کر واپس تشریف لائے۔ تو آئندہ کئے لئے حکم ممانعت نازل ہوا۔

فرات بن حیان جو انصاریوں سے ایک شخص کا حلیف تھا۔ ابو سفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ غزوہ خندق ذیقعدہ ۵ھ میں وہ جاسوسی کرتا ہوا پکڑا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ لوگ اُس کو پکڑ کر لے چلے۔ راستے میں اس کا گزیر انصاری کے ایک حلقہ پر ہوا۔ تو کہنے لگا۔ کہ میں مسلمان ہوں۔ ایک انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ کہ فرات کہتا ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کچھ لوگ آئیں جن کو ہم ان کے ایمان پر چھوڑتے ہیں۔ ان میں سے ایک فرات ہے۔ حضرت فرات بعد میں صدق دل سے ایمان لائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیامہ میں ایک قطعہ زمین عطا فرمایا جس کی آمدنی چار ہزار دو سو تھی۔

تمامہ بن اشال الیمامی جو اہل پیامہ کا سردار تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے دعا فرمائی تھی کہ خدا یا اُس کو میرے قابو میں کر دے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ

لے صحیح بخاری کتاب الجنائز۔ باب ما یکرہ من الصلوٰۃ علی المنافقین

۴۱۱۰۰ الیودود۔ کتاب الجہاد۔ باب فی الجاسوس الذی رخصہ۔ ترجمہ بن حیان۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف بھیجا۔ وہ بنو حنیفہ میں سے ایک شخص ثمامہ بن اثال کو پکڑ لائے۔ اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف نکلے۔ تو پوچھا ثمامہ! کیا کہتے ہو؟ ثمامہ نے کہا۔ یا محمد! اگر آپ مجھے قتل کریں گے۔ تو ایک خونی کو قتل کریں گے۔ اور اگر احسان کریں گے۔ تو ایک شکر گزار پرہیزگار احسان کریں گے۔ اگر آپ نہ یہ چاہتے ہیں۔ تو جس قدر نائیس دے دوں گا۔ آپ نے یہ سن کر کچھ جواب نہ دیا۔ دوسرے روز بھی یہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے روز آپ نے اس کا وہی جواب سن کر حکم دیا کہ ثمامہ کو کھول دو۔ یہ عنایت دیکھ کر اس نے مسجد کے قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد میں آکر کلمہ شہادت پڑھا۔ اور کہنے لگا: اے محمد! خدا کی قسم میرے نزدیک روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی چہرہ میرے نزدیک سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔" وفاء الوفا میں ہے کہ حضرت ثمامہ کی گرفتاری شروع ۶؎ میں ہوئی۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ اہل مکہ میں سے اسی مرد کوہ تنخیم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آپڑے۔ وہ متھیار لگائے ہوئے تھے اور چلتے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اصحاب کو غافل پائیں۔ آپ نے ان کو لڑائی کے بغیر پکڑ لیا۔ اور زندہ رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کو چھوڑ دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

وَهُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ و
أَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ (فتح - ع)

اور خدادادہ ہے۔ جس نے مکہ کے نواح میں ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے باز رکھا۔

یہ واقعہ قضیہ حدیبیہ (ذیقعدہ ۶؎) میں ہوا تھا۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب العازی۔ باب دقنبی حنیفہ۔

۲۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیح مسلم۔ کتاب الجہاد۔ باب حکم الامراء۔

۳۔ مکہ شرف سے تین میل کے فاصلے پر ایک مشہور مقام ہے۔ جہاں سے عمرہ کجا لاتے ہیں۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر و محرم ۳ھ سے واپس تشریف لائے۔ تو ایک روز سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ زینب بنت عمارت نے بکری کا گوشت بھون کر زہر آلودہ کر کے آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا جسے آپ نے ادناپ کے چند اصحاب نے کھایا۔ باوجود اعتراف کے آپ نے اس یہودیہ کو اپنی طرف سے معاف کر دیا۔ مگر جب اس کے سبب سے ایک صحابی نے انتقال فرمایا۔ تو قصاص میں اس کو قتل کر دیا گیا۔ جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اسی سال ماہ محرم ہی میں لبید بن اعصم یہودی منافق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جادو کر دیا۔ معلوم ہو جانے پر آپ نے اس سے بھی کچھ تعرض نہ فرمایا۔

حضرت ابوہریرہ کا بیان ہے کہ میری ماں مشرکہ تھیں۔ میں ان کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا۔ ایک دن میں نے ان کو دعوت اسلام دی۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مجھے مکروہ الفاظ سنائے۔ میں روتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں گیا اور واقعہ عرض کر کے دعائے ہدایت کی درخواست کی۔ آپ نے یوں دعا فرمائی: "خدا یا! ابوہریرہ کی ماں کو ہدایت دے"۔ میں اس دعا سے خوش ہو کر گھر آیا۔ تو دیکھا کہ کوڑھ بند ہیں۔ میری ماں نے میرے قدم کی آہٹ سن کر کہا۔ ابوہریرہ! ایسے ٹھیکرو۔ میں نے پانی کی آواز سنی۔ انہوں نے غسل کر کے جلدی کپڑے پہنے۔ اور دروازہ کھولتے ہی کلمہ شہادت پڑھا۔

جن دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ (رمضان ۳ھ) کے لئے پوشیدہ تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عاتب بن ابی بلتعنہ نے بغرض اطلاق قریش ایک خط لکھا اور ایک عورت کی معرفت مکہ روانہ کیا۔ وہ خط راستے میں پکڑا گیا۔ باوجود ایسے سنگین جرم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عاتب کو معاف کر دیا۔ اور اس عورت سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔

ابوسفیان بن حرب جو اسلام لانے سے پہلے غزوہ اُحد و غزوہ احزاب میں مأساؤں کے مشرکین تھے۔ وہ فتح میں مقام قرظہ ان میں مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ حضرت

۱۔ دعاء الوفا۔ جز اول صفحہ ۲۲۵۔ جز ثانی صفحہ ۲۵۲

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الطب۔ باب ہل یتخرج السحر۔

۳۔ صحیح مسلم۔ باب من فضائل ابی ہریرہ۔

عباس ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ابوسفیان سے مروت سے پیش آئے اور وہ اسلام لائے !

قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مذمت کہہ کر گایاں دیا کرتے تھے۔ مگر آپ فرمایا کرتے۔ "کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی دشنام و لعنت کو کس طرح مجھ سے باز رکھتا ہے۔ وہ مذمت کہہ کر گالی دیتے اور لعنت کرتے ہیں حالانکہ میں محمدؐ ہوں۔"

اعلان دعوت سے ساڑھے سترہ سال تک قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو جو چاہتیں دیں۔ ان کی داستان دہرانے کی ضرورت نہیں۔ فتح مکہ کے دن ہی قریش مسجد حرام میں نہایت خوف و بےقراری کی حالت میں آپ کے حکم کے منتظر ہیں۔ آپ ان اذیتوں کا ذکر تک نہ بان مبارک پر نہیں لاتے۔ اور یہ حکم سناتے ہیں۔ اذہبوا فانتم الطلقاء و بعدوتم ان اللہ ہوا اس عالی صولگی کی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی۔ اس عفو عام کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جنگ حنین میں دوہرا رطلقا لشکر اسلام میں شامل تھے۔

ہند بنت عتبہ (نہ وجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہچان نہ لیں۔ بیعت کے موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ رہیں۔ ایمان لا کر نقاب اٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں مگر حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی امر کا ذکر تک نہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہند نے کہا۔ یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں ہے۔

عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ ان کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی وہاں پہنچی۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر صلہ رحم اور احسان کرنے والے ہیں۔ غرض وہ عکرمہ کو بارگاہ رسالت میں لائی۔ عکرمہ نے آپ کو سلام کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے ہی

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب المناقب۔ باب اسرار البنی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ صحیح بخاری۔ باب ذکر ہند بنت عتبہ۔

کھڑے ہو گئے۔ اور ایسی جلدی سے ان کی طرف بڑھے کہ پھار مبارک گہ پڑی اور فرمایا۔

موحباً بالراکب المهاجر ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو۔

صفوان بن امیہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔ اور اسلام کے سخت دشمن تھے۔

فتح مکہ کے دن بھاگ گئے تھے۔ حضرت عمیر بن وہب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

کہ صفوان میری قوم کے سردار ہیں۔ وہ بھاگ گئے ہیں۔ تاکہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دیں۔ محمدؐ

کو آپ نے امان دی ہے۔ ان کو بھی امان دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو اپنے چھیرے بھائی کو لے آ۔ اُسے

امان ہے۔ حضرت عمیر نے عرض کیا کہ امان کی کوئی نشانی چاہئے۔ جو میں اسے دکھا دوں۔ آپ نے

اپنا عمامہ جو فتح مکہ کے دن پہنے ہوئے تھے عطا فرمایا۔ صفوان جتدہ میں جہاز پر سوار ہونے کو تھے۔

کہ حضرت عمیر جا پہنچے۔ اور ان کو مژدہ امان سنایا۔ صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت

عمیر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و کرم اس سے بڑتر ہے۔ عرض صفوان حاضر خدمت

اقدس ہوئے۔ اور عرض کیا کہ یہ عمیر کہتا ہے کہ آپ نے مجھے امان دی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ عمیر

صحیح کتا ہے۔ یہ سن کر صفوان نے کہا۔ یا رسول اللہ! دو ماہ کی مہلت دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے

چار ماہ کی مہلت ہے۔ حضرت صفوان غزوہ طائف کے بعد بر غبت و رخصا ایمان لائے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ طائف (مشوال شرم) سے واپس آنے لگے۔ تو صحابہ

کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ ثقیف پر بدو عا فرمائیں۔ مگر آپ نے بول دے افرامانی اللہم اھم ثقیفاً

رخصایا۔ ثقیف کو ہدایت دے۔ چنانچہ وہ دعا قبول ہوئی۔ اور ثقیف شرم میں ایمان لائے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرانہ میں غنائم جنین تقسیم فرمائیں۔ تو ایک منافق انصاری نے کہا

کہ اس تقسیم سے رخصائے خدا مطلوب نہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ باجر آپ سے عرض کیا

تو فرمایا: "خدا موسیٰ پر رحم کرے۔ ان کو اس سے زیادہ اذیت دی گئی۔ پس صبر کیا۔"

جب ابوالعاص بن ربیع نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب کو مکہ سے

مدینہ میں بھیجا۔ تو راستے میں چند سفہائے قریش نے مزاحمت کی۔ ان میں سے ہبار بن اسود قریشی

سہ اصاہہ۔ سیرت حلبیہ۔

سہ سیرت حلبیہ۔ صحیح بخاری۔ باب غزوة الطائف۔

اسدی نے حضرت زینب کو اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ پتھر پھیر گئیں۔ حمل ساقط ہو گیا اور ان کو سخت چوٹ آئی۔ اور اسی میں جاں بحق ہوئیں۔ فتح مکہ کے دن بہار مذکورہ واجب لقتل اشتہاریوں میں تھا۔ وہ مکہ سے بھاگ گیا۔ اور چاہتا تھا کہ ایران چلا جائے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حیرانہ سے واپس تشریف لائے۔ تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور یوں عرض کرنے لگا۔

”یا نبی اللہ! میں آپ کے ماں سے بھاگ کر شہروں میں پھرتا رہا۔ میرا ارادہ تھا کہ ایران چلا جاؤں پھر مجھے آپ کی نفع رسانی۔ صلہ رحمی اور عفو و کرم یاد آئے۔ مجھے اپنی خطا اور گناہ کا اعتراف ہوا۔ آپ درگزر فرمائیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: ”میں نے تجھے معاف کر دیا ہے“

کعب بن نہیر اور ان کے بھائی بھیر ابوق عزاف میں بکریاں چراتے تھے۔ بھیر نے کعب سے کہا: ”تم یہاں ٹھہرو۔ میں اس مدعی بنوت کے پاس جانا ہوں۔ تاکہ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔“ بھیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کا کلام سن کر مسلمان ہو گئے۔ کعب کو یہ خبر گئی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سبوح اور اسلام کی توہین میں یہ اشعار بھیر کو لکھ بھیجے۔

اذا ابلفا عنی بحیراً رسالہ آگاہ بر۔ میری طرف سے بھیر کو یہ پیام پہنچا دو

کہ کیا تو نے دل سے کلمہ شہادت پڑھ لیا ہے۔ تجھ پر فسوس ایسا تو نے دل سے کلمہ پڑھ دیا ہے۔
ابو بکر نے تجھے سیراب کرنے والا پیالہ پلا دیا۔

اور امین (حضرت محمد) نے تجھے اس پیالہ سے پھلی بار اور دوسری بار پلا دیا۔

اس نئے تو اسباب ہدایت چھوڑ کر اس کا پیرو بن گیا۔

اس نے تجھے کیا بتایا۔ تو اوروں کی طرح ہلاک ہو گیا۔

اس نے ایسا مذہب بتایا جس پر تو نے اپنے ماں باپ کو نہ پایا۔

اور نہ اپنے بھائی کو اس پر دیکھا۔

اگر تو نے میرا کہا نہ مانا۔ تو میں تجھ پر تاسف نہ کروں گا۔

اور تو ٹھہر کر لگا کر گڑ پڑے۔ تو میں دعا نہ کروں گا کہ تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

حضرت بھیر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ باجرا عرض کر دیا۔ آپ نے کعب کا خون ہدر

سے اصحاب تہ چہ بہار بن اسود

فرما دیا۔ پھر حضرت بحیر نے کعب کو اطلاع دی اور نہ غیب دی کہ حاضر خدمت اقدس ہو کر معافی مانگیں۔ چنانچہ وہ سہ ماہ میں غزوہ تبوک سے پہلے حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں اپنے اصحاب میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ کعب سے واقف نہ تھے۔ کعب نے آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کعب بن زبیر مسلمان ہو کر امان طلب کرتا ہے اجازت ہو تو میں اسے آپ کے پاس لے آؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ پھر کعب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کعب میں ہی ہوں۔ بعد از اہل اسلام لا کر انہوں نے اپنا قصیدہ پڑھا جس میں اشعار توطئہ کے بعد یہ شعر ہے۔

أَبَيْتُ أَنْ رَسُولَ اللَّهِ أَوْعَدَنِي | مجھے خبر دی گئی ہے کہ بارگاہ رسالت سے میری نسبت عید قتل صلوات ہو ہے
وَالْعَفْوُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ مَا مَوْجُودٌ | حالانکہ رسول اللہ سے عفو کی امید کی جاتی ہے۔

اس قصیدہ سے خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو اپنی چادر (بُردہ) عطا فرمائی۔ اور ان کی گذشتہ خطا کا ایک حرف بھی نہ بان پر نہ لائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہ کا قاتل وحشی بن حرب حبشی جنگ اُحد کے بعد مکہ میں رہا کرتا تھا۔ جب مکہ میں اسلام پھیلا۔ تو وہ بھاگ کر طائف چلا گیا۔ پھر ذوالحجہ کے ساتھ ماہ رمضان ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ آپ نے اُن سے صرف اتنا فرمایا کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھایا کر ڈے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاحش نہ تھے اور نہ متفحش۔ اور نہ بازو ابریں شور کرنے والے تھے۔ آپ بدی کا بدلہ بدی نہ دیا کرتے تھے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے۔

اب ہم چند متفرق مثالیں اور پیش کرتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اُسے مار پیٹ کرنے کے لئے اُٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے اصابہ وغیرہ۔

۱۰ صیحیح بخاری۔ باب قتل حمزہ رضی

۱۱ سے فاحش کے معنی ہیں کلام میں باطبع فحش کرنے والا۔ اور متفحش کے معنی تکلف فحش کرنے والا ہیں۔

۱۲ شمائل ترمذی باب ما جارفی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نے فرمایا " اُسے جانے دو۔ اور اُس کے پیشاب پر ایک پانی کا ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہو سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ "

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا آپ سخت عا شیبہ والی بخرا نی چاؤ اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدو آپ کے پاس آیا۔ اُس نے آپ کی چادر کے ساتھ آپ کو ایسا سخت کھینچا کہ چادر پھٹ گئی۔ آپ کی گردن مبارک کو جو میں نے دیکھا اُس میں چادر کے عا شیبہ نے اثر کیا ہوا تھا پھر اُس بدو نے کہا: اے محمد! آپ کے پاس جو خرد کا مال ہے اس میں میرے واسطے حکم کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا پھر ہنس کر اس کے لئے بخشش کا حکم دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خطہ تختی کا یہ عالم تھا۔ کہ حسب بیان حضرت عائشہ صدیقہ اپنے کبھی کسی عورت یا خادم کو اپنے دست مبارک سے نہیں مارا۔

حضرت زید بن سعدؓ جو اجبار یہودی تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے نورات میں نبی آخر الزماں کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں۔ وہ سب میں نے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔ صرف دو خصالتیں ایسی تھیں جن کا آنہ مانا باقی رہا یعنی آپ کا علم آپ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے۔ اور دوسرے کی شدت جہالت و ایذا آپ کے حکم کو اور زیادہ کہہ دیتی ہے۔ ان دونوں کی آزمائش کے لئے میں موقع کا منتظر تھا اور آپ سے ملطف سے پیش آتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو لختا نہ سے نکلے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی بن ابی طالب تھے۔ ایک سوار جو بظاہر کوئی بادبہ نشین تھا۔ آپ کی خدمت میں آیا۔ اور یوں عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ۔ فداں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں۔ میں ان سے کہا کرتا تھا۔ کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ۔ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔ اب ان کے ہاں مساک باراں اور قحط ہے۔ یا رسول اللہ! مجھے اندیشہ ہے۔ کہیں وہ طمع کے سبب سے اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ کیونکہ طمع کے لئے ہی وہ اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اگر آپ کی رائے مبارک ہو۔ تو کچھ

۱۔ صحیح بخاری باب الادب۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستروا ولا تعسروا۔

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب التسمیة والضحک۔

۳۔ ابوداؤد کتاب الادب۔ باب فی التجاوز۔

ان کی دستگیری فرمائیے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیلوں میں ایک شخص (جو میرے گمان میں حضرت علیؑ تھے) کی طرف دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ اس میں سے تو کچھ باقی نہیں رہا۔ یہ دیکھ کر میں آگے بڑھا۔ اور آپ سے کھجوروں کی مقدار معین مبیعا معلوم پر خریدی اور اس کی قیمت اتنی مثقال سونا اپنی ہیمان سے نکال کر پیشتر دیدی۔ آپ نے وہ اتنی مثقال اس سوار کو دیدیئے اور فرمایا کہ جلدی جاؤ اور اس قیدی کے لوگوں میں اسے تقسیم کر دو۔ جب مبیعا کے ختم ہونے میں دو تین دن باقی رہ گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری جنازے کے ساتھ نکلے۔ آپ کے ہمراہ منجملہ دیگر اصحاب حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ تھے۔ جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے۔ اور بیٹھنے کے لئے ایک دیوار کے قریب پہنچے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر آپ کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لئے۔ اور تیز نگاہ سے آپ کی طرف دیکھ کر یوں کہا اے محمد! کیا تو میرا حق ادا نہیں کرتا۔ اے عبدالمطلب کے خاندان! الہ! قسم بخدا تم ادائے حق سے گریز کرنے کے لئے حیلے تو الے کیا کرتے ہو؟ حضرت عمرؓ نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھ کر کہا: "اودثمن خدا! کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اور آپ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ اگر مجھے مسلمانوں اور نیری قوم کے درمیان صلح کے فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا۔ تو اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام و آہستگی اور تبسم کی حالت میں حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا: "عمر! مجھے اور اسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی۔ کہ تم مجھے حسن ادائے حق اور اسے حسن تقاضا کا امر کرتے۔ اے عمر! اس کو لے جاؤ۔ اور اس کا حق ادا کر دو۔ اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے۔ اس کے عوض بیس صاع کھجوریں اور دس دوہڑے حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھ لے گئے۔ اور میرا حق ادا کر دیا۔ اور بیس صاع کھجوریں علاوہ دیں میں نے پوچھا کہ یہ نہ اندکیسی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کا جواب دیا۔ پھر میں نے کہا۔ عمر! کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں زید بن سعنے ہوں۔ فرمایا۔ وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا کہ تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا؟ میں نے کہا۔ اے عمر! جس وقت میں نے روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ وہ تمام علامات جو میں

تورات میں پڑھا کرتا تھا موجود پائیں۔ ان میں سے صرف دو علامتیں باقی تھیں جو میں نے اب آزمائیں۔ اے عمر میں تجھے گواہ بنانا ہوں کہ میں اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو اپنا دین اور محمد کو اپنا پیغمبر ماننے پر راضی ہو گیا۔ اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آوصال امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ ہے۔ پھر حضرت عمر اذہبہ یزدون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت زید نے بارگاہ رسالت میں اظہار اسلام کیا۔ اسلام لانے کے بعد حضرت زید بن سعدہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ اور غزوہ تبوک میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

شفقت و رحمت اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (انبیاء-۸۱) اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ کو مگر رحمت بنا کر سارے جہان کے لئے

اس لئے تمام مخلوقات آپ کی رحمت سے بہرہ ور ہے۔ جیسا کہ ذیل کے مختصر بیان سے واضح ہوگا

امت پر شفقت و رحمت اللہ تعالیٰ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں یوں فرماتا ہے:-

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ

فَمَا يُزَكِّيهِ مَا عَلَيْهِمْ جُرُئٌ عَلَيْكُمْ

بِالْمَوَدَّةِ مِّنْ ذَوَاتِ رَحْمَتِهِ ذُورَةً (انقرض)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ میں ذکر کر دیا

کہ امت کی تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے۔ ان کو شب و روز یہی خواہش دہنیکر ہے کہ امت راہ راستا

پر آجائے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ظاہر ہے کہ آپ نے امت کی ہدایت و بہبودی کے لئے

کیا کیا مصیبتیں جھیلیں۔ سخت سے سخت مصیبت میں بھی آپ نے بددعا نہ فرمائی بلکہ ہدایت

کی دعا کی۔ ایمان والوں پر آپ کی شفقت و رحمت ظاہر ہے۔ اسی واسطے آپ نے کسی مہتمم پر

امت کو فراموش نہیں فرمایا۔ بغرض تو ضیح چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں!

جس روز اندھی یا آسمان پر بادل ہوتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک میں غم بیکہ کے آثار نمایاں

سہ دلائل النبوة لمحافظة ابی نعیم۔ مطبوعہ دارۃ المعارف حیدرآباد دکن۔

کہتے۔ اور آپ کو بھی لگے بڑھنے اور بھی مجھے ہنسنے۔ جب بارش ہو جاتی۔ تو آپ نموش ہوتے اور حالت غم جاتی رہتی حضرت عائشہ صدیقہ نے آپ سے اس کا سبب پانت کیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں زندہ ہوں کہ میلادِ اقوم عا کی طرح، عینہ اب ہر جویری امت پر مسلط کیا گیا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ زبانی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں دعا مانگی :-

اللَّهُمَّ مَنْ دَانَ مِنْ أُمَّرِئِي شَيْئًا
فَشَقَّ عَلَيْهِمَ فَاشَقَّ عَلَيَّ وَمَنْ دَانَ
مِنْ أُمَّرِئِي شَيْئًا فَزَفَّقَ لِي لَهْمًا وَارْتَقَ
دَبْلًا

خدا یا بڑھنس یہی امت کے کسی کام کا دانی و منتصرت بنایا جائے
پس وہ ان کو مشقت میں ڈالے۔ تو اس دانی کو مشقت میں ڈال
اور جو شخص میری امت کے کسی کام کا دانی بنایا جائے۔ پس وہ
ان کے ساتھ نرمی کرے۔ تو اس دانی کے ساتھ نرمی کرے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاد کا اس قدر شوق تھا کہ آپ چاہتے تھے کہ میں بار بار
شہید ہو کر زندہ ہوتا رہوں۔ تاکہ چونکہ امت میں سے ہر ایک پر واجب تھا کہ جہاد میں آپ کے ساتھ
نکلے لہذا آیت ذیل :-

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ
مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَفُوا عَن رَسُولِ اللَّهِ
وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِ الْآيَةُ (توبہ ۱۰)

نہ چاہئے مدینہ کے رہنے والوں کو اور ان اعراب کو جو ان کے
گردہیں کہ پیچھے رہ جائیں رسول خدا سے اور نہ یہ کہ رسول کی
جان سے اپنی جان کو زیادہ چاہیں۔

اس لئے آپ سرایا میں شکر اسلام کے ساتھ ہدیہ خیال تشریف نہ لے جایا کرتے تھے کہ
اگر میں ہر فوج کے ہمراہ جاؤں۔ تو مسلمانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ جائے گی۔ کیونکہ میرے پاس
اس قدر گھوڑے اونٹ نہیں کہ سب کو سوار کر کے ساتھ لے جاؤں اور نہ ان میں استطاعت ہے
کہ سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ اس طرح پیچھے رہ جانے والے گنہگار اور ناخوش و شکستہ دل
ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کا
قول حضرت ابراہیم کی نسبت دیکھا انھیں أَضَلُّنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ الْآيَةُ اور حضرت عیسیٰ کا قول
إِنَّ تَعَذُّرَهُمْ نَا نَعُدُّ عِبَادًا ذَكَرْنَا وَإِنْ تَعَذَّرْنَا لَهْمُ ذَاكَ أَنْتَ الْعَيْرُ نَزَّ الْحَكِيمُ

۱۔ صحیح مسلم۔ کتاب عرواۃ الاستقواء
۲۔ مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب الامارۃ والقضاء۔
۳۔ صحیح مسلم۔ باب فصل النہارۃ

تلاوت فرمایا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی۔ اللّٰهُمَّ اَصْنِ اُمَّتِي رَحْمَةً لِّمِثِّهَا
میری امت اور روپڑے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ محمدؐ کے پاس جاؤ اور
(حالانکہ تیرا پروردگار خوب جانتا ہے) ان سے رونے کا سبب دریافت کرو حضرت جبرئیلؑ نے حاضر
خدمت ہو کر رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے بتا دیا (حالانکہ خدا کو خوب معلوم ہے) اللہ تعالیٰ نے
حکم دیا۔ اے جبرئیل! محمدؐ کے پاس جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ ہم آپ کو آپ کی امت کے بارے میں
راضی کر دیں گے۔ اور تمہیں نہ کریں گے۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے۔ کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو مومن مر جائے
اور مال چھوڑ جائے۔ تو وہ اس کے وارثوں کو خواہ کوئی نہیں ملنا چاہئے۔ اور جو مومن قرض یا محتاج
عیال چھوڑ جائے۔ تو چاہئے کہ قرضخواہ یا عیال میرے پاس آئے۔ کیونکہ میں اس کا ولی ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین رات نماز تراویح اپنے اصحاب کرام کو پڑھائی۔ چوتھی
رات صحابہ کرام بکثرت مسجد میں جمع ہوئے اور انتظار کرتے رہے۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
تشریف نہ لائے۔ صبح کی نماز کے بعد آپ نے یوں تقریر فرمائی۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّكُمْ تَخْفَعُوْنَ عَلٰی مَا كُنْتُمْ يَكْفِيْنَ
مَخَشِيْتُ اَنْ تَفْرَضُوْا عَلَيْنَا
فَتَجْرُوْا عَنْهَا
اما بعد تمہارا مسجد میں جمع ہونا مجھ پر پوشیدہ نہ تھا لیکن میں
ڈر گیا کہ کہیں تم پر نماز فرض ہو جائے۔ اور تم اس کے
ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ۔

نماز تراویح کی طرح بعضے اور افعال کو آپ نے صرف اس ڈر سے ترک کر دیا کہ کہیں امت
پر فرض نہ ہو جائیں۔ ہر نماز کے لئے مسواک کا ترک کرنا۔ تاخیر عشاء کا ترک کرنا۔ اور صوم عیال
سے منع فرمانا اسی قبیل سے ہیں۔

یہ آپ کی شفقت ہی کا باعث تھا کہ دین و دنیا میں امت کے لئے تخفیف و آسانی ہی مد نظر
رہی چنانچہ جب آپ کو دو امراض میں اختیار دیا جاتا۔ تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے

۱۔ صحیح مسلم۔ باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاسۃ وکناکہ تنفقۃ علیہم
سے صحیح بخاری۔ کتاب فی الاستسقاء فی۔ باب الصلوٰۃ عن من ترک دنیا
سے صحیح بخاری۔ کتاب الجسۃ۔ باب من نالی فی الخطیۃ بعد الاثناء اما بعد۔

بشرطیکہ وہ آسان موجب گناہ نہ ہوتا۔ اور اگر ایسا ہوتا۔ تو آپ سب سے بڑھ کر اُس سے دُور رہنے والے تھے۔

شبِ معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ بارگاہِ رب العزت سے واپس آتے ہوئے جب آپ آسمانِ ششم میں حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرے۔ تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ کیا حکم ملا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر روز پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ آپ کی امت ہر روز پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی۔ آپ اپنی امت سے بوجھ کو ہلکا کر ائیں۔ چنانچہ آپ درگاہِ رب العزت میں بار بار حاضر ہو کر تخفیف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ پانچ رہ گئیں۔ اور آپ اس پر رضی ہو گئے (صحیحین)

جب شبِ معراج میں حضورِ مقامِ قابِ قوسین میں پہنچے۔ تو بارِ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر یوں سلام پیش ہوا۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ | اے نبی! تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں اس کے جواب میں آپ نے عرض کیا:-

السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ | سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

اس جواب میں حضور نے عبادِ صالحین کو الگ ذکر کر کے گنہگار ان امت کو غایتِ کرم سے سلام میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اور اسی واسطے صیغہ جمع (علینا) استعمال فرمایا۔ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا حال اور میری امت کا حال اُس شخص کی مثل ہے۔ جس نے آگ روشن کی پس ٹڈیاں اور پروانے اس میں گرنے لگے۔ اور وہ ان کو آگ سے ہٹاتا تھا۔ سو میں کمر سے پکو کر آگ سے بچانے والا ہوں۔ اور تم میرے ہاتھ سے چھوئے ہو اور آگ میں گرنا چاہتے ہو۔

قیامت کے دن لوگ بغرضِ شفاعت یکے بعد دیگرے انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ مگر وہ سب اٹھ نہیں کریں گے۔ آخر کار حضورِ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ

لہ صحیح بخاری۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیستروا ولا تعسروا

صحیح مسلم۔ باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ حمد و ثنا کے بعد سجدے میں گر پڑیں گے۔ بارشمالی
 کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ سر سجدے سے اٹھائیے۔ جو کچھ مانگئے۔ دیا جائے گا۔ شفاعت کیجئے
 آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت آپ یوں عرض کریں گے۔ **يَا رَبِّ اُمَّتِي اُمَّتِي**۔
 اے میرے پروردگار! میری امت (صحیحین) اب عالم بربخ میں بہرہ و نفع آپ پر امت کے اعمال پیش
 پوتے ہیں اچھے عملوں کو دیکھ کر آپ خدا کا شکر اور بڑے عملوں کو دیکھ کر مغفرت کی دعا کرتے ہیں، جیسا کہ آگے کے گا
 کافروں پر رحمت پہلی امتوں میں نافرمانی پر عذاب الہی ہوتا تھا مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
 وجود باجود کی برکت سے کفار عذاب دنیوی سے محفوظ رہے۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَأَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ | اور خدا ان کو عذاب نہ کرے گا جب تک تو ان میں ہے۔
 بلکہ عذاب استیصال کفار سے تا قیامت ہر فروع ہے۔
 ایک دفعہ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مشرکین پر بددعا کریں۔ آپ نے فرمایا۔
 میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں تو صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ دوس میں دعوت اسلام کے
 لئے بھیجا تھا۔ انہوں نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پوچھا کہ عرض کیا۔ "قبیلہ دوس ہلاک ہو گیا۔ یہ کہتے
 انہوں نے نافرمانی کی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ آپ ان پر بددعا کریں" تو ان کو گمان ہوا کہ
 آپ بددعا کرنے لگے ہیں۔ مگر آپ نے یوں دعا فرمائی :-

اللَّهُمَّ اهْدِ دَوْسًا وَأُمَّتِي بِهِمْ | خدایا! قبیلہ دوس کو ہدایت سے اور ان کو سمان کر کے لا۔
 جب طائف سے محاصرہ اٹھایا گیا۔ تو صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم کو قبیلہ
 ثقیف کے تیروں نے جلا دیا۔ آپ ان پر بددعا کریں! مگر آپ نے یوں دعا فرمائی
اللَّهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا | خدایا! ثقیف کو ہدایت دے۔

جنگ احد میں دانت مبارک شہید ہو گیا تھا اور چہرہ مبارک خون آنوردہ تھا۔ گویا ان مبارک

۱۔ مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم۔ باب فی اعلاۃ و ثنا علی اللہ علیہ وسلم

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب المغازی۔ باب قصۃ دوس

۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب مناقب قریش و ذکر القبائل۔

پر یہ الفاظ تھے:-

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ | خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے کیونکہ نہیں جانتے

جب قریش نے از روئے لعنت و عناد ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے یوں دعا کی: "یا اللہ! ان پر حضرت یوسفؑ کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط

لائے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور نہ بتا یہاں تک پہنچی کہ قریش نے ہڈیاں اور مردہ کھائے۔ اس حالت میں

الیوسفیان نے حاضر فریفت ہو کر یوں عرض کیا: "یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اللہ سے دعا

کیجئے۔ کہ ان کی مصیبت دور ہو جائے" پس حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی

اور وہ مصیبت دور ہو گئی۔

حضرت ثمامہ بن اثال یامی کے ایمان لانے کا قصہ پہلے آچکا ہے۔ وہ اسلام لاکر آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے عمرہ کے لئے مکہ میں آئے۔ مشرکین میں سے کسی نے ان سے کہا کہ

تم ہمارے دین سے برگشتہ ہو گئے۔ ثمامہ نے کہا کہ میں نے دین محمدی جو خیر الادیان ہے اختیار کر لیا۔

ہے۔ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر غلہ کا ایک دانہ تم تک نہ پہنچے گا

تکہ میں غلہ پیامہ سے آبا کر تا تھا۔ جب پیامہ سے غلہ کی آمد بند ہو گئی۔ تو قریش میں کال پڑ گیا۔ انہوں

نے تنگ آ کر صلہ رحمہ کا واسطہ دے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے

حضرت ثمامہ کو لکھا کہ یہ بندش اٹھا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں

میری ماں میرے پاس آئی۔ وہ مشرکہ تھی۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا

کہ وہ کچھ مانگتی ہے۔ کیا میں اس سے صلہ رحمہ کروں؟ حضور نے فرمایا:

لَعَنَ صَلَىٰ أُمَّتِي | ہاں۔ تو اپنی ماں سے صلہ رحمہ کر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک منافقین کے ساتھ قابلِ غور ہے۔ یہ لوگ سامنے تو چالو

کیا کرتے تھے۔ مگر پیچھے پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذیت دیا کرتے تھے۔ باوجود عام کے آپ

۱۔ صحیح بخاری تفسیر سورہ دخان ۱۔ ۲۔ صحیح بخاری۔ باب وفد بنی حنیفہ۔

۳۔ یہ ت ابن ہشام۔ اسر ثمامہ بن اثال الحنفی والسلام۔

۴۔ صحیح بخاری۔ باب المدیۃ للمشرکین۔

ان کے ساتھ خلقت سے پیش آتے۔ ان کے لئے استغفار فرماتے۔ اور ان کے جنازے کی نماز پڑھا کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔

عورتوں پر شفقت و رحمت | اسلام سے پہلے یہ صنف نازک و عجز نذرت میں گری ہوئی اور مردوں کے استبداد کا تختہ مشق بنی ہوئی تھی۔ عرب میں ازدواج کی کوئی حد نہ تھی۔ چنانچہ حضرت خندان ثقیفی ایمان لائے۔ تو ان کے تحت میں دس عورتیں تھیں۔ جب کوئی شخص مر جاتا۔ تو اس کا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو وراثت میں پاتا۔ وہ خود اس سے شادی کر لیتا۔ یا اپنے بھائی یا خربہ کو شادی کے لئے دیتا۔ ورنہ نکاح ثانی سے منع کرتا۔ اسی طرح اور خرابیاں بھی تھیں۔ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

ہندوستان میں کثرت ازدواج اور نیوگ کو جائز سمجھا جاتا تھا۔ شوہر مر جاتا۔ تو بیوہ نکاح ثانی نہ کر سکتی تھی۔ بلکہ اُسے دنیا میں زندہ رہنے کا کوئی حق نہ تھا وہ شوہر کی چتا میں زندہ جل کر کھسک ہو جاتی۔ اور سستی کا پتھر لقب حاصل کرتی۔ طرفہ یہ کہ ایسا حکم صرف عورت ہی کے لئے تھا شوہر عورت کی چتا میں نہ جلتا۔

بعض ملکوں مثلاً تبت میں کثرت ازدواج کا عکس پایا جاتا تھا۔ اگر عورت ایک سے شادی کرتی۔ تو وہ اُس مرد کے دوسرے بھائیوں کی بھی نہ بچہ سمجھی جاتی تھی۔ جو بیویوں کے ہاں بیٹی اور ماں سے بھی نکاح جائز سمجھا جاتا تھا۔

مسیحی بیاض تعلیم میں عورت کی عزت و احترام کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ نور و حضرت مسیح علیہ السلام اپنی والدہ ماجدہ کو اے عورت کہتے ہیں (روحنا باب ۱۹ - آیہ ۲۶) اور تم دیکھتے۔ شوہر عینیں ہو غصی ہو محبوب ہو مجنون ہو یا سزا یافتہ حبس و دم ہو۔ ان حالات میں انجیل مقدس نے عورت کی نعل صی کی کوئی حدوت نہیں بتائی۔ مگر یہ کہ زنا جیسے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے (مسیحی باب ۵ - آیہ ۳۲ باب ۱۹ - آیہ ۹)

جزیرہ پاپوا نیوگنی، کے قدیم باشندوں کے حالات تو اب معلوم کئے گئے ہیں۔ ان سے پایا جاتا ہے۔ کہ ان میں شوہر کو اپنی عورت پر پورا اختیار حاصل تھا۔ وہ اپنے شوہر کا مال تھی۔ کینہ کو خاندان اُس کے لئے ایک رزم ادا کیا کرتا تھا۔ بعض حالات میں شوہر اُس کو قتل کر سکتا تھا۔

لے نیلسن کی اتھیکو پیڈیا تحت لفظ - women

دنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کا کوئی حق نہ تھا۔ اور اب تک بھی اسلام کے سوا کسی مذہب نے عورت کو ترکہ میں کسی کا حقدار نہیں ٹھہرایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اس ذیل و مظلوم گروہ کی وہ حق رہی ہوئی کہ دنیا کے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورت کو عورت و احترام کے درجہ میں مردوں کے برابر جگہ دی۔ اور مذکورہ بالا مفاسد کا انسداد فرما دیا۔

اسلام سے پہلے کثرت از دواج کی کوئی حد نہ تھی جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اسلام نے اسے بصورت ضرورت چار تک محدود کر دیا۔ اور چار کو بھی شرط عدل پر معلق رکھا۔ بصورت فقدان عدل صرف ایک پر مقرر کر دیا۔ مرد عورت پر حاکم ہے۔ اس لئے رعیت کا تعدد ایک حد تک جائز رکھا گیا۔ مگر حاکم کا تعدد بیان نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایک عورت کے متعدد شوہر نہیں ہو سکتے۔ قرآن مجید میں محرمات کی تفصیل موجود ہے۔ جن میں مال اور بیٹی داخل ہیں۔ خودکشی خواہ کسی طرح ہو منع ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (نساء - ع)

اور نہ مار ڈالو اپنے آپ کو

حسن معاشرت کی تاکید

باری تعالیٰ عزا اسمہ کا ارشاد ہے:-

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (نساء - ع) [عورتوں کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو۔۔۔ اگر عورت برکشی اختیار کرے۔ تو مرد کو اسے قتل کرنے کا اختیار نہیں۔ بلکہ پہلے اسے سمجھائے نہ سمجھے تو گھر میں اس سے بھڑاسوئے۔ پھر آخر درجہ بارے بھی تو نہ ایسا کہ ضرب شدید پہنچے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:-

وَلْتِي تَخَافُونَ نُشْرَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاجْزُوهُنَّ
فِي الْمُنَاجِمِ وَأَضْرِبُوهُنَّ بِرِجْلِ نَسْرٍ (ع)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِمْ وَإِنَّا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي (ترمذی و دارمی و ابن ماجہ)

تم میں سے سب اچھا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے سب سے اچھا ہو۔ اور میں اپنے اہل کے لئے تم سب سے اچھا ہوں

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مردوں کو عورتوں کی کج خلقی پر صبر کی وصیت یوں فرماتے ہیں۔

اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْأَةَ
خَلِقَتْ مِنْ ضِلْعٍ وَاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ
فِي الصِّلَعِ اَعْلَاةٌ فَاِنَّ ذَهَبْتَ لَتَقِيَهُ
كَسْرَتَهُ وَاِنَّ تَرَكَتَهُ لَتُرِيَنَّ اَعْوَجَ
فَاِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ -

میں جو تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں تم میری وصیت کو قبول کرو۔ کیونکہ عورت استخوان پسند سے پیدا کی گئی ہے۔ اور استخوان ہڈیوں میں سب سے تیز چیز ہے اس کا حصہ بالائی ہے۔ اگر تم اس استخوان کو سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے۔ اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو وہ تیز ہی رہے گی پس تم عورتوں کے بارے میں میری وصیت کو قبول کرو۔

(بخاری باب خلق آدم و ذریعہ)

عورتوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت اس قدر تھی۔ کہ اگر آپ نماز کی حالت میں کسی بچہ کی آواز سننے۔ تو اس کی ماں کی مشقت کے خیال سے نماز میں تخفیف فرماتے (بخاری باب الایجاز فی الصلوٰۃ واکمالہا)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سیاہ فام غلام ابخشہ نام تھے۔ وہ اونٹوں کے آگے صدمی پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ اونٹ تیز چلنے لگے۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

وَيْحُكَ يَا ابْنُ خَشَّةٍ مَا وَبَيْدَكَ بِالْقَوَارِيرِ (بخاری کتاب اللب) ابخشہ! دیکھنا! بیشوں کو آہستہ سے چل۔ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق مکہ میں حضرت زبیر بن العوام کے نکاح میں آئیں۔ حضرت زبیر کے پاس ایک گھوڑے اور ایک آبلش اونٹ کے سوا کوئی مال ملک نہ تھا۔ اس نئے حضرت اسماء گھر کے کام کے علاوہ گھوڑے کے لئے گھاس لاتیں۔ اور اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کون کر کھلاتیں۔ چنانچہ آپ بیان فرماتی ہیں کہ میں اس زمین سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اموال بنی نضیر میں سے حضرت زبیر کو عطا فرمائی تھیں اور جو میرے مکان سے دو میل کے فاصلے پر تھی کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پہ لاد کر لایا کرتی تھی۔ ایک روز میں آ رہی تھی درگٹھلیاں میرے سر پہ تھیں۔ اس حالت میں میری نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی۔ آپ کے ساتھ انصار کی ایک جماعت تھی۔ آپ نے مجھے آواز دی۔ اور اونٹ کو بٹھا دیا تاکہ مجھے اپنے پیچھے سوار کر لیں۔ میں مردوں کے ساتھ چلنے سے شرم گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف

لے گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت ابو بکر نے ایک خادمہ میرے پاس بھیج دی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ اس طرح صدیق اکبر نے مجھ کو گویا غلامی سے آزاد کر دیا۔

صحیح مسلم کی دوسری روایت میں حضرت اسماء کا بیان ہے کہ میں حضرت زبیر کے ہاں گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ ان کا ایک گھوڑا تھا۔ جس کی نگہبانی میرے ذمہ تھی۔ گھوڑے کی نگہبانی سے زیادہ سخت اور کوئی خدمت نہ تھی۔ میں اس کے لئے گھاس لاتی۔ اس کی خدمت و نگہبانی کرتی۔ کچھ عرصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غلام آئے۔ آپ نے ایک خادمہ حضرت اسماء کو عطا فرمائی جو گھوڑے کی خدمت کیا کرتی تھی۔ ہر دور روایت میں وجہ تطبیق یوں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باندی حضرت ابو بکر کے ہاں بھیج دی۔ تاکہ وہ حضرت اسماء کے پاس بھیج دیں۔

عورتوں کے حقوق

اسلام میں از روئے قرآن و حدیث عورتوں کے حقوق ثابت ہیں۔ چنانچہ باری تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:-

کارشاد ہے:-

وَلَمَن مِّثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ
وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (بقرة - ۲۲۶)

اور عورتوں کا (مردوں پر) حق ہے جیسا کہ (مردوں کا) عورتوں کے ساتھ انصاف کے اور مردوں کو ان پر درجہ (فوقیت) ہے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ عورتوں کے مردوں پر حقوق ہیں جیسا کہ مردوں کے عورتوں پر ہیں۔ از دو واجی نہ زندگی میں نباہ نہ ہونے کی صورت میں اگر مرد کو طلاق کا حق ہے۔ تو دوسری طرف عورت کو خلع کا اختیار دیا گیا ہے:-

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
وَالْأَقْرَابُ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا
تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَابُ مِمَّا قَلَّ
مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا. (نارغ)

مردوں کے لئے حصہ ہے اس چیز کے جوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قریبی اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے کہ جوڑ گئے ہیں ماں باپ اور قریبی اقرباء اس میں سے یا بہت ہو۔ حصہ ہے مقرر کیا ہوا۔

صحیح بخاری - کتاب النکاح - باب الغیرة -

صحیح مسلم، باب جوائز اموال المرأة الاجنبیة اذا اعیت فی الطریق

اس آیت کی رو سے عورتیں اپنے ماں باپ اور قرابتیوں کی وارث ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا :-

هَاتُوا لِلَّهِ فِي النِّسَاءِ فِائِدَكُمْ
أَخِذُوا تَسْوِهَتَّ بِأَمَانِ اللَّهِ

پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے
ان کو عہدِ خدا کے ساتھ لیا ہے۔

ایک روز عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپ کے
ہاں ہر روز مردوں کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر فرمائیں۔ چنانچہ
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عورتوں کے لئے ایک دن خاص کر دیا۔ وہ اس دن حاضر خدمت
اقدس ہوتیں۔ آپ ان کو وعظ و نصیحت فرماتے تھے۔

حقوق النساء کی تفصیل کے لئے مطولات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

یتامے و مساکین و بیوگان | یتیموں اور غریبوں پر آپ کی بڑی شفقت تھی۔ چنانچہ یتیم کی خبر گیری
کرنے والے کا درجہ بتلانے کے لئے آپ نے اپنی انگشتِ سبابہ وسطیٰ
پر شفقت و رحمت

کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا: "میں اور یتیم کا متکفل خواہ یتیم اُس کے رشتہ داروں میں
ہو یا اجنبیوں میں سے ہو ہمیشہ میں یوں ہوں گے۔"

حضرت ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص محض
رہائے خدا کے لئے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اُس کے لئے ہر سال کے مقابلہ میں جس پر
اس کا ہاتھ پھیرتا ہے نیکیاں ہیں۔ اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ جو اُس کی کفالت میں نیکی کرتا ہے
میں اور وہ ہمیشہ میں ان دو انگلیوں (آپ نے سبابہ و وسطیٰ کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی مانند ہوں گے۔
ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے۔ اس کا علاج کیا
ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

۱۰ مشکوٰۃ - باب قصۃ حجۃ الوداع -

۱۱ بخاری - کتاب العلم - باب ھل یجعل للنساء یوم علی حدۃ فی العلم

۱۲ مشکوٰۃ - بحوالہ صحیح بخاری - باب الشفقتہ والرحمۃ علی الخلق -

۱۳ مشکوٰۃ - بحوالہ احمد و ترمذی - باب الشفقتہ

۱۴ مشکوٰۃ - بحوالہ احمد - باب الشفقتہ

حضرت اسماء بنت عمیسؓ روزِ جمعہ حضرت جعفر طیارؓ، بیان کرتی ہیں۔ کہ جس دن حضرت جعفرؓ (غزوہ موتہ میں) شہید ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں قدم رنجہ فرمایا۔ میں اُس دن چالیس کھالوں کی دباغت کر چکی تھی۔ اور انا پیس کر اپنے بچوں کو نکلا دھلا کر تیل مل چکی تھی۔ کہ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ فرمایا۔ اسماء! جعفر کے بچے کہاں ہیں؟ میں نے ان کو حاضر خدمت کیا۔ آپ نے ان کو سینہ سے لگا لیا۔ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بر آئے اور آپ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! شاید آپ کو جعفر کی طرف سے کچھ خبر آئی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ وہ آج شہید ہو گئے۔ یہ سن کر میں چلا نے لگی۔ عورتیں جمع ہو گئیں۔ فرماتے گئے اسماء! لغونہ بول اور سینہ نہ پیٹ۔ پھر آپ حضرت فاطمہ زہراءؓ کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ بولیں۔ اے چچا! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جعفر جیسے پر عورتوں کو روٹنا چاہیے۔ بیوگان و مساکین کی خبر گیری کا ثواب آپ نے یوں بیان فرمایا۔ بیوگان و مساکین پر خرچ کرنے والا راہِ خدا (جہاد و حج) میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے۔

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا کی۔
اللَّهُمَّ اجْنِبْنِي مَسْكِينًا وَاجْتِنِبْنِي مَسْكِينًا | خدایا! مجھے مسکین زندہ رکھ اور مجھے مسکین موت دہ اور
وَاجْتِنِبْنِي فِي نَهْرَةِ الْمَسَاكِينِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ | قیامت کے دن غریبوں کے گروہ میں میرا حشر کر۔
حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ کیوں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ دو لقمندوں سے
پہلیس سال پہلے بہشت میں بھائیں گے۔ اسے عائشہ! کسی مسکین کو اپنے دروازے سے مراد نہ پھیرنا
گو نہ صرف خرماسی کیوں نہ ہو۔ اسے عائشہ! غریبوں سے محبت رکھ اور ان کو اپنے سے نزدیک کر۔ خدا
مجھے قیامت کے دن اپنے سے نزدیک کرے گا۔

بچوں پر شفقت و رحمت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ بچے آپ
کی خدمت میں بفرغ و عافیت لائے جاتے تھے۔ ایک روز ام قیس بنت مخضن اپنے بیٹے خوار

سہ طبقات ابن سعد۔ جز ثانی ص ۱

سہ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ باب الشفقتہ

تہ ترمذی۔ ابواب النبی

بچہ کو خدمت اقدس میں لائی۔ آپ نے اس بچہ کو اپنی گود میں بٹھالیا۔ اُس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اُس پر پانی بہا دیا اور کچھ نہ کہا۔

آپ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے۔ ایک روز آپ حضرت حسن بن علی کو چوم رہے تھے۔ اقرع بن حابس تمیمی آپ کے پاس بیٹھے تھے۔ دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ میرے دس لڑکے ہیں۔ میں نے ان میں سے کسی کو نہیں چوما۔ آپ نے فرمایا: "جو رحم نہیں کرتا۔ اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔" ایک بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا۔ کہ تم بچوں کو چومتے ہو۔ ہم نہیں چومتے۔ آپ نے فرمایا: "جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال لے۔ تو میں کیا کر سکتا ہوں؟"

حضرت جابر بن عمرہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ظہر پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ دو لتخانہ کو تشریف لے گئے۔ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ راستے میں نیچے لے۔ آپ نے ہر ایک کے رخساروں پر دستِ شفقت پھیرا۔ اور میرے رخساروں پر بھی پھیرا۔ میں نے آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک یا خوشبو ایسی پائی کہ گویا آپ نے اپنا ہاتھ مبارک عطار کے صندوقچہ میں سے نکالا تھا۔

جب آپ کا گزر بچوں پر ہوتا۔ تو ان کو سلام کہا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کا بیان ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے تشریف لاتے۔ تو آپ کے اہلبیت کے بچے خدمت شریف میں لائے جاتے۔ ایک دفعہ آپ کسی سفر سے تشریف لائے۔ تو پہلے مجھے خدمت شریف میں لے گئے۔ آپ نے مجھے اپنے آگے سوار کر لیا۔ پھر حضرت فاطمہ زہرا کے دو لڑکوں میں سے ایک لائے گئے۔ آپ نے ان کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اس طرح تینوں ایک سواری پر داخل مدینہ ہوئے۔ فتح مکہ کے دن جب آپ مکہ میں تشریف لائے۔ تو حضرت عباس کے صاحبزادے قثم اور

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب بول الصبیان۔

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حمتہ الولد و تقبیلہ۔

۳۔ صحیح مسلم۔ طبایع صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاستئذان۔ باب التسلیم علی الصبیان۔

۵۔ مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ باب آداب السفر۔

فضل کو اپنی سواری پر آگے پیچھے بٹھالیا۔

حضرت ابو رافع بن عمر غفاری کے چچا بیان کرتے ہیں۔ کہ میں لڑکپن میں انصار کے نخلستان میں جاتا۔ اور درختوں پر ڈھیلے مارتا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ آپ نے پوچھا۔ لڑکے! تو درختوں پر ڈھیلے کیوں مارتا ہے؟ میں نے کہا کہ کھجوریں کھانے کے لئے آپ نے فرمایا۔ ڈھیلے نہ مارا کرو۔ کھجوریں جو نیچے گری ہوں کھا لیا کرو۔ پھر آپ نے میرے سر پر ہمہ دست شفقت پھیرا اور یوں دعا فرمائی۔ ”خدا یا! اس کا پیٹ بھر دے۔“

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ فصل کا کوئی پھل پکتا۔ تو لوگ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا کرتے۔ آپ اس پر یہ دعا پڑھا کرتے۔ ”خدا یا! ہمیں اپنے مدینہ میں اور اپنے پھل میں اور اپنے مدینہ میں اور اپنے ساع میں برکت دے۔“ اس دعا کے بعد نیچے جو حاضر بنتا ہوا کرتے ان میں سے سب سے چھوٹے کو وہ پھل عنایت فرماتے۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی۔ اس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ اس نے مجھ سے کچھ مانگا۔ اسی وقت میرے پاس صرف ایک کھجور تھی۔ میں نے وہی اسے دے دی۔ اس نے دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دی۔ پھر وہ چلی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ تو میں نے یہ قصہ آپ سے عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ”جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہوں اور وہ ان کی پرورش اچھی طرح کرے۔ تو وہ آتش دوزخ اور اس کے درمیان حائل ہو جائیں گی۔“

ام خالد بنت خالد بن سعید بن عاص قرشبیہ امویہ کے والدین ہجرت کر کے حبشہ میں چلے گئے تھے۔ یہ وہیں پیدا ہوئیں۔ اور لڑکپن میں وہاں سے مدینہ آگئیں۔ حضرت زبیر بن العوام کے ساتھ بیابا ہی گئیں۔ جن سے ایک لڑکا خالد نام پیدا ہوا۔ اس سبب سے ان کی کنیت ام خالد ہوئی۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز میں اپنے والد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

۱۔ صحیح بخاری۔ باب الثالث علی الدریت
۲۔ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب من قال انہ یاکل مما سقط۔

۳۔ صحیح مسلم۔ باب فضل المدینۃ۔
۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب رحمۃ الولد و تقبیلہ۔

میں حاضر ہوئی۔ زرد رنگ کا کرتہ میرے بدن پر تھا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ سنہ سنہ درجہ شی
 زبان میں حسنه کو کہتے ہیں اس خاتم نبوت سے کھیلنے لگی۔ میرے باپ نے مجھے جھڑک دیا۔ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھیلنے دو۔ پھر تین بار فرمایا۔ تو اس کو پہن کر پہانا کر لے۔

ام خالد ہی بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑے آئے۔
 ان میں ایک سیاہ چادر تھی۔ جس میں دونوں طرف آچل تھے۔ آپ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ چادر
 کس کو اوڑھنا ہے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ ام خالد کو لاؤ۔ مجھے لے گئے۔ تو آپ نے
 اپنے دست مبارک سے وہ چادر مجھے اوڑھائی۔ اور دو دفعہ فرمایا: "تو اس سے پہن کر یہ برائی کرے۔"
 آپ چادر کی بوٹیاں دیکھ رہے تھے۔ اور ہاتھ مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرماتے تھے۔
 "ام خالد! یہ سنہ ہے۔ ام خالد یہ سنہ ہے!" سنہ حبشی زبان میں حسن (اچھے) کو کہتے ہیں۔

غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ بچوں عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ
 کرتا۔ آپ کا وجود باجوڑ لوہیوں کے لئے خصوصیت سے رحمت تھا۔ زمانہ جاہلیت میں بعض
 عرب افلاس کے ڈر سے لوہیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص حضور علیہ الصلوٰۃ
 السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ ہم اہل جاہلیت و بت پرست تھے۔ اپنی اولاد کو مار
 ڈالتے تھے۔ میرے ہاں ایک لڑکی تھی۔ میں نے اُسے بلایا۔ وہ خوشی خوشی میرے پیچھے ہوئی جب
 میں نزدیکی ہی اپنے اہل کے ایک کنوئیں پر پہنچا۔ تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کوئیں میں گرا دیا۔
 وہ ابا ابا کہتی تھی۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔
 آپ نے فرمایا۔ کہ یہ قصہ مجھے پھر سناؤ۔ اس شخص نے دہرایا۔ تو آپ اناروئے کہ آنسوؤں سے
 ڈار ڈھی مبارک تر ہو گئی۔

عرب کی طرح ہند میں بھی دختر کشی پائی جاتی تھی۔ رومۃ الکبریٰ میں بچہ کشی کی رسم زمانہ قدیم
 سے جاری تھی۔ چنانچہ ایدور ڈوگن صاحب اپنی تاریخ میں لیں رقمطراز ہے :-

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب من ترث صبیۃ غیرہ حتی تلعب بہ۔

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب ما یدعی لمن لبس ثوبا جدیداً۔

۳۔ مسند ارمی۔ صفحہ اول۔

”اپنے نئے پیدا ہوئے بچوں کے باہر پھینک آنے یا قتل کرنے کی خوفناک رسم جس سے قدما و خوب آشنا تھے رومۃ الکبریٰ کے صوجات بالخصوص اٹالیہ میں روز بروز کثیر القوم ہوتی جاتی تھی، اس کا باعث افلاس تھا۔ اور افلاس کے بڑے اسباب میکسوں کا ناقابل برداشت بوجھ اور مفلس دیہیوں کے خلاف محکمہ مال کے افسروں کے تکلیف دہ اور بے درد مقدمات تھے۔ نوع انسان کے کم مالدار یا کم محنت کش حصہ نے عیال میں اضافہ کی خوشی منانے کی بجائے شفقت پدیری کا مقتضایہ سمجھا تھا کہ اپنے بچوں کو ایسی زندگی کی آنے والی تکلیفوں سے چھڑا دیا جائے جسے وہ خود نبہنے کے قابل نہ تھے۔ قسطنطین (متوفی ۳۲۴ء) نے ۳۳۰ء کی مدت شاید یالوسی کے بعض تازہ غیر معمولی واقعات سے حرکت میں آئی۔ کہ اس نے پہلے اٹالیہ اور پھر افریقہ کے تمام شہروں کی طرف ایک فرمان بھیجا جس میں یہ ہدایت تھی کہ والدین اپنے ایسے بچے جسٹریٹوں کی عدالتوں میں پیش کیا کریں جن کو ان کا افلاس تعلیم دلانے کی اجازت نہیں دیتا۔ ان کو نوری و کافی امداد دی جائے گی۔ لیکن یہ وعدہ ایسا نیا صانہ اور یہ بندوبست ایسا بے مریا تھا۔ کہ اس پر کوئی عام یاد آئی، نائدہ مسترب نہ ہوا۔ یہ قانون اگرچہ کسی قدر قابل تحسین تھا۔ مگر افلاس عامہ کو کم کرنے کی بجائے۔ یہ افلاس کے اظہار کا ذریعہ بنا۔“

یہ رسم بد جس کا انسداد کسی ذمیوی طاقت سے نہ ہو سکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے

عرب بلکہ آہستہ آہستہ تمام دنیا سے اٹھ گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ عزہ اسمہ یوں ہوا:-

وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِمَّنْ إِضْلَاقٍ وَغَنٍ

نَزَرْتُمْ وَإِيَّاهُمْ (انعام - ۱۸)

وَإِذَا الْمَوْءِدَةُ سُئِلَتْ هِيَ بِأَيِّ ذَنْبٍ

قُتِلَتْ

ذکوبہا

ان کو رزق دیتے ہیں۔

اور تم اپنے بچوں کو مفلسی کے ڈر سے ہلاک نہ کرو تم کو اور

اور جب زندہ درگور لڑکی پوچھی جائے گی۔ کہ تو کس گناہ

کے بدلے ہلاک کی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا:-

إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَيْكُمْ عَقْرَ الْأُمَّهَاتِ

وَأَذَانَ الْبَنَاتِ (مشکوٰۃ۔ باب البر والصلۃ)

اللہ نے تم پر حرام کر دیا ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں

کو زندہ درگور کرنا۔

سے منزل و نواں رومۃ الکبریٰ۔ جلد اول۔ باب ۱۴۷۔

عورتیں جن چیزوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کیا کرتی تھیں ان میں سے ایک

یہ تھی۔

وَلَا يَفْتَكِنُ أَوْلَادَهُنَّ (متحدہ - ع) وہ اپنے بچوں کو ہلاک نہ کیا کریں گی۔
 غلاموں پر شفقت و رحمت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے آزاد کرنے کو موجبِ نجات فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے: "جو کوئی کسی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے۔ اس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کرتا ہے" علاوہ ازیں کفار و کفار میں باجبا غلام آزاد کرنا واجب رکھا گیا ہے!

اسلام میں غلاموں کے حقوق کا خاص لحاظ ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے موافق ہو۔ اسے کھلاؤ اس میں سے جو تم کھاتے ہو۔ اور پہننا اس میں سے جو تم پہنتے ہو۔ اور ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلقِ خدا کو عذاب نہ دو۔

حضرت ابو سعید انصاری بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا۔ کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی: "ابو سعید! جان لے کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے۔ اس سے زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے۔" میں نے مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اس کو رضائے خدا کے لئے آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا: "دیکھو! اگر تم ایسا نہ کرتے۔ تو دوزخ کی آگ تم کو جلاتی"۔

حضرت ابو ذر کا بیان ہے کہ میں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی۔ آپ نے فرمایا: "ابو ذر! تم میں جاہلیت ہے۔ وہ تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت دی ہے۔ ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو۔ اسے بیچ دو۔ اور خلقِ خدا کو عذاب نہ دو۔"

- ۱۔ مشکوٰۃ - کتاب العتق -
 ۲۔ مشکوٰۃ - بحوالہ احمد و ابوداؤد - باب النفقات و حق المملوک -
 ۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ مسلم - باب النفقات و حق المملوک -
 ۴۔ دیکھو ابوداؤد و کتاب الادب - باب فی حق المملوک -

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کر دیا کریں؟ آپ خاموش رہے۔ اس نے دوسری بار دریافت کیا۔ پھر بھی آپ خاموش رہے۔ تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کر دیا کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اپنے غلام کے منہ پر تھپڑ مارے اس کا کفارہ یہ ہے۔ کہ اسے آزاد کر دے۔ حضرت سوید بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ ہم سات بھائی تھے ہمارے ہاں صرف ایک خادمہ تھی۔ ہم میں سے ایک نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ خادمہ کو آزاد کر دو۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں صرف یہی ایک خادمہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ خدمت کرتی رہے۔ یہاں تک کہ بیزار نہ ہو جائیں۔ جب ضرورت نہ رہے تو اسے آزاد کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غلاموں کی بہبودی کا اس قدر خیال تھا کہ جب وفات شریف کا وقت عین قریب پہنچا۔ تو آپ یوں وصیت فرما رہے تھے:-
الصلوة وما ملکت ایمانکم نماز اور غلام۔

جو بالوں پر شفقت و رحمت | انسان تو درکنار چوہا بلیوں پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت تھی۔ ایک روز آپ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک اونٹ تھا۔ جب اس اونٹ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ پڑا اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ اس کے پاس آئے۔ اور اس کے پس گوش پر ہاتھ پھیرا۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا۔ کہ یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے خود سے نہیں ڈرتا؟ اس نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرت سے تکلیف دیتا ہے۔

۱۔ دیکھو ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی حق المملوک۔

۲۔ تیسیر الوصول الی جامع الاصول بحوالہ ابوداؤد۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہر ایک اونٹ پر ہوا۔ جس کی پیٹھ بھوک اور پیاس کے سبب سے لپٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ ان بے زبان چوپایوں کے بطن میں اللہ سے ڈرو تم ان پر سوار ہو اور انھیں لائق سواری کہو۔ اور ان کو چھوڑو اور انھیں لائق (پھر سوار ہونے کے) ہوں۔ ایک دفعہ ایک گدھے پر آپ کا گنہر ہوا۔ جس کے چہرے پر داغ دیا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: لعنت کرے اللہ اس شخص کو جس نے اسے داغ دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے چوپایوں کی پیٹھوں کو نہ بناؤ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو تمہارے تابع کیا ہے۔ تاکہ وہ تم کو ایسے شہر میں پہنچادیں۔ جہاں تم بغیر مشقتِ جان نہ پہنچتے اور تمہارے واسطے زمین بنائی۔ پس اس پر اپنی حاجتیں پوری کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آداب سفر میں فرمایا ہے۔ کہ جب فراخ سالی ہو اور گھاس بکثرت ہو۔ تو تم سفر میں دن کو کسی وقت اونٹوں کو چھوڑ دیا کرو۔ تاکہ وہ چر لیں۔ اور جب قحط سالی ہو۔ تو ان کو تیز چلاؤ تاکہ وہ اچھی حالت میں منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ بصورت تاخیر وہ بھوک کے مارے کمزور ہو کر راستے ہی میں رہ جائیں۔ اور جب تم آخر شب میں کسی جگہ اترو۔ تو راستہ چھوڑ کر ڈیرا ڈالو۔ کیونکہ رات کے وقت چوپائے اور حشرات الارض راستوں میں پھرا کرتے ہیں۔ اور کھانے کی گری پڑی چیزیں اور ہڈیاں وغیرہ جو راستے میں ہوں کھایا کرتے ہیں۔

حضرت ابو داؤد دمشقی روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور لوگ اونٹوں کی کوٹان اور بھیر بکری کی سرین کا گوشت رکھانے کے لئے کھا لیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جو گوشت کسی زندہ چوپائے سے کھانا جائے۔ وہ مردار ہے۔ کھانا نہ پیا ہے۔ حضرت ابن عمر روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عورت

۱۔ مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد۔ باب النفحات وحق الملوک۔

۲۔ مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب الصيد والذبايح۔

۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد۔ باب آداب السفر۔

۴۔ صحیح مسلم۔ باب مراعات مصلحت الدواب فی السير۔

۵۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی و ابو داؤد۔ کتاب الصيد والذبايح۔

ایک بٹی کے سبب سے دوزخ میں گئی تھی۔ اس نے باندھ رکھا۔ اور کھانا نہ کھلایا۔ اور نہ چھوڑا
تاکہ حشرات الارض کو کھاتی رہے۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک شخص راستے
میں چل رہا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی۔ ایک کوڑاں نظر پڑا۔ تو اس میں اتر کر اس نے پانی پیا۔ پھر
نکل آیا۔ ناگاہ اس نے ایک گتہ دیکھا۔ جو پیاس کے مارے زبان کا لے ہوئے تھا۔ اور مٹی کھا رہا
تھا۔ اس شخص نے سوچا کہ اس گتے کو پیاس سے مٹی ہی تکلیف دے سکتی تھی اس لئے وہ گتے میں
اترا۔ اور اپنا موزہ پالی سے بھرا۔ پھر اسے اپنے منہ سے پکڑا۔ یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا۔ اور گتے کو
پانی پلایا۔ خدا نے اس کی قدر والی کی یاد رکھی۔ اور اسے بخش دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا
چوپایوں میں ہمارے واسطے کچھ اجر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہر ذی روح میں اجر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت عامہ کا مقتضا تھا کہ آپ نے چوپایوں کو باہم لڑانے سے
کسی جانور کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔ کسی چوپائے یا جہوان کو ہلاک کرنے کے لئے جلسہ کرنے اور جہوان کو
مشکل بنانے سے منع فرمایا۔

حضرت عبدالرحمن کے والد عبدالشعبان کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ آپ فضلے حاجت کے لئے

پرندوں اور حشرات الارض
پر شفقت و رحمت

تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک پرندہ (زورک) کو دیکھا جس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے۔ ہم نے
دونوں بچوں کو پکڑ لیا۔ زورک آئی اور ماترے کے لئے بازو پھیلانے لگی۔ اتنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا: "اس کے بچوں کو پکڑ کر اسے کس نے دکھ دیا ہے۔ اس کے بچے
اسے واپس دے دو"۔ پھر آپ نے ایک چوٹیوں کا گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ آپ نے
پوچھا کہ اسے کس نے جلا دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے جلا دیا ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ جہانز

۱۔ تیسیر الوصول۔ بحوالہ بخاری و مسلم
۲۔ تیسیر الوصول۔ بحوالہ مالک و بخاری و مسلم و ابوداؤد۔
۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی و ابوداؤد۔ باب ذکر الکلب۔
۴۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ بخاری و مسلم۔ کتاب الصيد والذبايح۔
۵۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الصيد والذبايح۔
۶۔ مرآت۔ بحوالہ احمد و بخاری و نسائی۔ کتاب الصيد والذبايح۔

ہیں کہ خدا کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب دے سکتا ہے۔“

ایک روز حضرت عثمان بن عفان نے ایک پتھر پکڑ کر آگ میں ڈال دیا۔ اس پر حضرت ام درود نے کہا میں نے ابوالدرداء سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آگ کے مالک (خدا) کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے سکتا ہے۔“

عامر تیر انداز سے روایت ہے۔ کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ ناگاہ ایک شخص آیا جس پر کبیل تھا۔ اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ جس پر اس نے کبیل لپیٹا ہوا تھا۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! درختوں کے جنگل میں میرا گنہ ہوا۔ میں نے اس میں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں۔ میں نے ان کو پکڑ لیا اور اپنے کبیل میں رکھ لیا۔ ان کی مال آئی اور میرے سر پر منڈل لگی۔ میں نے کبیل کو بچوں پر سے دور کر دیا۔ وہ ان پر گھر پڑی۔ میں نے ان سب کو اپنے کبیل میں لپیٹ لیا اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو رکھ دے۔ میں نے ان کو رکھ دیا۔ مگر ان کی ماں نے ان کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم بچوں پر مال کے رحم کرنے پر تعجب کرتے ہو۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے۔ تحقیق اللہ اپنے بندوں پر ان بچوں کی مال سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تو ان کو واپس لے جا اور ان کو ماں سمیت وہیں رکھ دے۔ جہاں سے انہیں پکڑ لیا ہے پس وہ ان کو واپس لے گیا۔

نباتات و جمادات پر رحمت | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے جمادات و نباتات کو بھی حصہ ملا ہے۔ آپ کی بعثت سے زمین مشرک و کفر کی نجاست سے پاک ہوئی۔ اور نور ایمان چاروں طرف پھیل گیا۔ مسجدیں تعمیر ہونے لگیں۔ اور اذان میں اللہ اور اس کے رسول کا نام پکارا جانے لگا۔ آپ کے تولد ہونے کے بعد آسمان پر ثیابین کا جانا بند ہو گیا۔

جب اساک باراں ہوتا۔ تو لوگ حضور کا وسیلہ پکڑ کر دعا کیا کرتے۔ اور وہ مستجاب ہو جاتی۔ یا حضور خود عافریا کرتے اور باران رحمت نازل ہوتا۔ جس سے مردہ زمین پھر زندہ ہو جاتی اور نباتات اگتی۔

۱۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابوداؤد۔ باب قبل الوردۃ۔
۲۔ مناقب۔ بحوالہ مسند بزاز۔ جزو رابع۔ ص ۳۶
۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد۔

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سے دونوں عالم کو حصہ پہنچا ہے۔ انسان کے علاوہ جنات بھی آپ کی دعوت سے دولت ایمان سے نثر ہوتے۔ فرشتے آپ پر درود بھیجنے کے سبب سے مورد رحمت الہی بنے رہتے ہیں۔ کیونکہ حدیث مسلم میں ہے کہ حضور نے فرمایا: ”جو کوئی مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے، اللہ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔“

تواضع و حسن معاشرت | باوجود علو مرتبت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر متواضع تھے۔ آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بارگاہ الہی سے ایک فرشتے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کیا کہ آپ کا پیروں کا ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر آپ پر ہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی و فقر اختیار کریں۔ اور اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ پادشاہت اور امیری لے لیں۔ آپ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا۔ اس کے بعد حضور انور تکبہ لگا کر کھانا نہ کھاتے۔ اور فرماتے: ”میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا ہے۔ اور بیچتا ہوں جیسے بندہ بیچتا ہے۔“

حضرت ابو امامہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا پر ٹیک لگائے نکلے ہم آپ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کھڑے مت ہو جیسا کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک مسلمان اور ایک یہودی نے ایک دوسرے کو شہداء دی مسلمان نے کہا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھا کر یہودی کے ایک تھپڑ مارا۔ یہودی جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ اور اپنا اور مسلمان کا حال بیان کیا۔ آپ نے مسلمان سے فرمایا۔ کہ تم مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ کیونکہ لوگ قیامت کے دن، بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ ناگاہ موسیٰ عرش کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہوئے اور پھر ہوش میں آئے۔ یا ان میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رہے۔

۱۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ شرح السنۃ۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ مشکوٰۃ۔ کتاب الأدب۔ باب الفیام
۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔ باب واذ قال موسیٰ لفرسہ ان اللہ یا مرکم ان بندجولقرۃ (الایم)

حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا۔

یا خیر البریۃ اے بہترین خلق

آپ نے فرمایا۔ کہ خیر البریۃ تو ابراہیمؑ ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن الشخیر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ہم نے کہا آپ ہمارے آقا ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ آقا خدا ہے پس ہم نے کہا کہ آپ فضل و کرم میں ہم سب سے افضل و عظیم ہیں۔ آپ نے فرمایا تم یہ کہو یا اس سے بھی کم کہو! شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے۔

عدی بن حاتم طائی پہلے عیسائی تھے۔ وہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ اور غنیمت میں سے حسب قاعدہ جاہلیت چوتھا حصہ لیا کرتے تھے۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر پہنچی۔ تو وہ بھاگ کر ملک شام کو چلے گئے۔ ان کی بہن بیچھے رہ گئی۔ اور گرفتار ہو کر بارگاہ رسالت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ آپ مجھ پر احسان کیجئے۔ خدا تعالیٰ آپ پر احسان کرے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خوراک و پوشاک اور سواری دے کر اس کی قوم کے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ فرما دیا۔ وہ شام میں اپنے بھائی کے پاس پہنچ گئی۔ عدی کو شک تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں یا پیغمبر۔ بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود حاضر خدمت ہو کر دیکھو آؤ۔ چنانچہ عدی یوں بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں مدینہ میں پہنچا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ میں نے عرض کیا کہ میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ یہ سن کر آپ کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے گھر لے چلے۔ ناگاہ ایک مسکین بڑھپا کسی حاجت کے لئے حاضر خدمت ہوئی۔ وہ کہنے لگی۔ ٹھہریئے۔ چنانچہ آپ ٹھہر گئے اور وہ دیر تک کچھ عرض کرتی رہی۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر آپ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ آپ نے ایک تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھامیری طرف پھینکا۔ اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ میں نے کہا۔

۱۰ شکرۃ بحوالہ مسلم۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ

۱۱ شکرۃ تشریف۔ کتاب الآداب۔ باب المفاخرۃ والعصبیۃ۔

نہیں۔ آپ اس پر تشریف رکھئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تم ہی اس پر بیٹھو۔ چنانچہ حرب الارشاو میں اس پر بیٹھ گیا اور آپ زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ بادشاہ کا یہ حال نہیں ہو کرتا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ عدی بن حاتم! کیا تم لکھو گی کہ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تمہارے دین میں جائز نہیں۔ میں اس سے پہچان گیا۔ کہ آپ پیغمبر مرسل ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ عدی! شاید تم اس لئے دین اسلام میں داخل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب اور غنیمتوں میں تھوڑے سے ہیں۔ اور ان کے دشمن بہت اور صاحب ملک و سلطنت ہیں۔ مگر عنقریب مسلمانوں میں مال کی وہ کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ملے گا۔ اور تم عنقریب سن لو گے کہ ایک عورت اونٹ پر سوار ہو کر قادیسیہ سے مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا حج کیا کرے گی۔ اور اُسے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اور تم عنقریب سرزمینِ مابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن لو گے۔ یہ سن کر میں اسلام لایا۔ حضرت عدی فرمایا کہ تھے کہ ان تین پیشگوئیوں میں سے دوسری اور تیسری پوری ہو چکی ہے۔ اور پہلی پوری ہو کر رہے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو مدح میں مبالغہ کرنے سے روکتے اور فرماتے۔
 ”میری مدح میں تم مبالغہ نہ کرو۔ جیسا کہ نصارے نے ابن مریم کی مدح میں کیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں۔ مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کر دو۔“

آپ اپنے اہل خانہ و خدام اور اصحاب سے نہایت تواضع سے پیش آیا کرتے۔ اپنے دولت خانہ میں اہل خانہ کے کاروبار کیا کرتے۔ آپ نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا۔ خواہش ہوتی تو کھا لیتے۔ در نہ چھوڑ دیتے۔ حضرت انس نے دس سال تک آپ کی خدمت کی۔ اس عرصہ میں آپ نے کبھی آپ کو اُف نہ کہا۔ اور نہ یوں فرمایا کہ فلاں کام کیوں کیا اور فلاں کیوں نہ کیا۔
 جب آپ نماز فجر سے فارغ ہوتے۔ تو اہل مدینہ کے خادم پانی کے برتن لے کر حاضر ہوتے۔

۱۷۱۔ کبھی کہتے ہیں کہ استہانہ ترسیال و صائبیں۔ ۱۷۲۔ سیرت ابن ہشام۔ امر عدی بن حاتم۔

۱۷۳۔ مشکوٰۃ۔ بات المغاخرۃ و العصبیۃ۔

۱۷۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق و اسخار

۱۷۵۔ مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ ان میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ تاکہ ان کو شفا اور برکت ہو۔ آپ راندول اور مسکنوں کے ساتھ چلتے ساوران کی حاجت برآمدی فرماتے۔ اہل مدینہ کی لوندیاں آپ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں۔ اور اپنے کاموں کے لئے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔

آپ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ جنازے کے پیچھے چلتے۔ غلاموں کی دعوت قبول فرماتے۔ دراز گوش پر سوار ہوتے۔ اور اپنے پیچھے اور دل کو بٹھا لیتے۔ چنانچہ بنی قریظہ کی لڑائی کے دن آپ دراز گوش پر سوار تھے۔ جس کی مہاراد سپالان پوست خرم کا تھا۔ حجۃ الوداع میں جس کجاوے پر آپ سوار تھے۔ جب آپ شہر میں داخل ہوئے۔ تو از روئے تو وضع سر مبارک کو اس قدر جھکایا کہ کجاوے سے آگے

غزوہ بدر میں تین تین مجاہدوں کے لئے ایک ایک اونٹ تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوالبابہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عدیل تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی باری آتی۔ تو دونوں عرض کرتے۔ کہ آپ نہ اتریں۔ ہم آپ کے بدلے پیدل چلتے ہیں۔ مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ توی نہیں ہو۔ اور میں تمہاری نسبت اجر و ثواب سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں۔

آپ اپنے فعل مبارک کو آپ پر بند لگا لیتے۔ اپنے کپڑے آپ ہی لیتے۔ اپنی بکری کا دودھ دہ لیتے۔ جب کوئی آپ سے ملنے آتا۔ تو اس کا اکرام کرتے۔ یہاں تک کہ بعض وقت اپنی چادر مبارک اس کے لئے بچھا دیتے۔ جب آپ کسی سے ملتے۔ تو پہلے سلام کہتے۔ جب مصافحہ کرتے۔ تو اپنا ہاتھ نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص نہ ہٹاتا۔ اور اس سے اپنا روئے مبارک نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ پھیر لیتا۔ آپ اپنے زانو اپنے ہنشین سے آگے بڑھا کر نہ بیٹھا کرتے۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب الکہر
۲۔ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی توضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔
۳۔ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی توضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کی قیمت چار درہم تھی۔
۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب الرد علی الحار۔
۵۔ سیرت ابن ہشام۔

۶۔ طبقات ابن سعد۔ غزوہ بدر مشکوٰۃ۔ بحوالہ شرح السنہ۔ باب آداب السفر۔
۷۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے۔ کہ ایک شخص اجازت لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اندر آیا۔ آپ نے اُسے دروازے میں دیکھتے ہی فرمایا۔ کہ قبیلہ کا یہ شخص بُرا ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا۔ تو آپ نے اُس کے سامنے کشادہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت صدیقہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب آپ نے اُس شخص کو دروازے میں دیکھا تو ایسا فرمایا۔ مگر اُس کے روبرو تازہ روئی اور انبساط ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عائشہ! تو نے مجھے ناحش کب پایا۔ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک منزلت کے لحاظ سے سب سے بُرا وہ شخص ہوگا۔ جس سے لوگ اُس کے فحش سے بچنے کے لئے کنارہ کرتے ہیں۔

حضرت انس مدو بہت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فحش کہنے والے نہ تھے اور نہ کسی پر لعنت کرنے والے اور نہ گالی دینے والے تھے۔ جب آپ کسی پر عتاب فرماتے۔ تو یوں ارشاد فرماتے۔ "اسے کیا ہوا۔ اُس کی پیشانی خاک آلودہ ہو۔"

ایک سفر میں آپ نے اصحاب سے فرمایا کہ کھانے کے لئے ایک بکری درست کر لو۔ ایک نے کہا۔ اس کا ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے کہا۔ کھال اتارنا میرے ذمے ہے۔ ایک اور بولوا۔ پکانا میرے ذمے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ لکڑیاں چن کر لانا میرے ذمے ہے صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یہ کام ہم خود کر لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو لیکن مجھے پسند نہیں۔ کہ میں اپنے تئیں تم سے ممتاز کر دوں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بنتا ہے۔ اس کے بعد آپ لکڑیاں جمع کر کے لئے گئے۔

آپ اپنے اصحاب کرام کی دلجوئی اور تعہد میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ فرماتے۔ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا۔ اور اپنی حاجت عرض کی۔ وہ آپ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ نے فرمایا گھبراؤ مت۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ میں ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خوشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب لم یکن البنی صلی اللہ علیہ وسلم فحاش ولا تنفحش۔
 ۲۔ صحیح بخاری۔ باب لم یکن البنی صلی اللہ علیہ وسلم فحاش ولا تنفحش۔
 ۳۔ مواہب لدنیہ بحوالہ سیرت محب طبری
 ۴۔ ابن ماجہ۔ باب القدید۔

ایک دفعہ نجاشی شاہ حبشہ کا وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ بذات خود ان کی خدمت کرنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ ہم آپ کی طرف سے خدمت کے لئے کافی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے ملک میں ہمارے اصحاب کا اکرام کیا تھا۔ اس لئے مجھے یہی پسند ہے۔ کہ اس اکرام کا بدلہ میں خود دوں۔

حضرت قیس بن سعد بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے۔ میرے والد نے آپ کی خاطر تہ اضع کی۔ کھانا تناول فرمانے کے بعد جب آپ واپس آنے لگے۔ تو میرے والد نے آپ کے لئے ایک دراز گوش تیار کیا۔ جس پر کبیل کا پالان تھا۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ جب چلنے کو ہوئے۔ تو والد نے مجھ سے کہا۔ قیس! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا۔ اس لئے میں ساتھ ہو لیا۔ حضور انور نے فرمایا۔ کہ تو میرے ساتھ سوار ہو جا۔ میں نے بیاس ادب انکار کر دیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ یا تو سوار ہو جا یا لوٹ جا۔ اس لئے میں واپس آ گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے اقتداء کے لئے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے تھے۔ مگر وہ منتظم دروغ نہ ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت انس کا ایک چھوٹا اخیانی بھائی تھا۔ وہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا۔ تو اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا (مولا) ہوتی۔ جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ اتفاقاً وہ چڑیا مر گئی۔ اس کے بعد جب وہ آپ کی خدمت میں آتا۔ تو آپ خوش طبعی کے طور پر فرماتے۔ یا ابا عمیر ما فعل النخیر۔ یعنی اے ابو عمیر! وہ چڑیا کہاں گئی۔

ایک روز ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ مجھے سواری عنایت کیجئے تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔ وہ بولا۔ میں اونٹنی کے بچے کو کیا کروں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اونٹیاں ہی اونٹ جنتی ہیں۔ یعنی ہر ایک اونٹ اونٹنی کا بچہ

۱۔ موابہ لدنیہ۔

۲۔ ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب کہرۃ یسلم الرسل فی الاستیذان

۳۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الادب۔ باب المزاج۔

۴۔ دیکھو مشکوٰۃ۔ باب المزاج اور مثال زیدی۔ باب باہار فی مزاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہوتا ہے۔ اس میں تعجب کیا ہے۔ اسی طرح ایک روز ایک عورت نے جو قرآن پڑھا کرتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ آپ دعا کریں کہ میں بہشت میں داخل ہوں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ کوئی بوزی عورت بہشت میں داخل نہ ہوگی۔ اس نے اس کا سبب پوچھا آپ نے جواب دیا۔ کیا تو قرآن نہیں پڑھتی۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے :-

لَا تَأْتِيَنَّ الْقَوْمَ إِنِّسَاءٌ لَّيَجْعَلْنَ
أَبْكَارًا (واقعہ - غ) | کنواریاں بنا کر کریں گے۔

ایک بدوی صحابی زاہر نام جو بد شکل تھے۔ جنگل کے پھل بنزری وغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ لایا کرتے تھے۔ جب وہ آپ سے رخصت ہوتے تو آپ شہر کی چیزیں پکڑاؤ وغیرہ ان کو دے دیا کرتے تھے۔ آپ کو ان سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ زاہر ہاں رہتا ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔ ایک روز آپ بانہار کی طرف نکلے۔ تو دیکھا کہ زاہر اپنی متاع بچھ رہے ہیں۔ آپ نے پیٹھ کی طرف سے جا کر ان کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھا اور ان کو گود میں لے لیا۔ وہ بولے۔ کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو۔ انہوں نے مڑ کر دیکھا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ پس اپنی پیٹھ اور بھی حضور کے سینے سے بغرض تبرک اپٹانے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ کوئی ہے جو ایسے غلام کو خریدے۔ وہ بولے یا رسول اللہ! اگر آپ بیچتے ہیں تو آپ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور نے فرمایا: "تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے"

حضرت محمود بن لبیب انصاری خزرجی جو صفا صحابی ہیں سے تھے۔ پانچ سال کے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے۔ جس میں ایک کنواں تھا۔ آپ نے ایک ڈول میں سے پانی پیا۔ اور پانی کی کٹی (بطریق مزاج) حضرت محمود کے چہرے پر ملائی۔ اس کی برکت سے ان کو وہ حافظہ حاصل ہو گیا۔ کہ اس قصے کو یاد رکھتے تھے۔ اسی وجہ سے صحابہ میں شمار ہوتے اسی طرح حضرت زینب ام سلمہ مخزومیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ربیبہ تھیں۔

آپ کے پاس آئیں۔ آپ غسل خانے میں تھے۔ آپ نے ان کے چہرے پر پانی پھینک دیا۔

لہٰذا لہٰذا زینب زیدی۔ باب ماجاء فی مزاج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے صحیح بخاری۔ کتاب العلم۔ باب منیٰ یصح سماع الصغیر۔

اس کی برکت سے ان کے چہرے میں شباب کی رونق قائم رہی۔ یہاں تک کہ نہایت بوڑھی ہو گئیں۔
 سخاوت و ایشاء | جوہر حقیقی یہ ہے۔ کہ بغیر غرض و عوض کے ہو۔ اور یہ صفت ہے حق سبحانہ کی
 جس نے بغیر کسی غرض و عوض کے تمام ظاہری و باطنی نعمتیں اور تمام حسی و عقلی کمالات خلائق پر
 افاضہ کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بعد اجداد الابد میں اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
 حدیث صحیح میں وارد ہے کہ "آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہ کیا گیا کہ اس کے مقابل آپ نے لا
 (نہیں) فرمایا ہو۔ یعنی آپ کسی کے سوال کو رد نہ فرماتے۔ اگر موجود ہوتا تو عطا فرماتے۔ اور اگر باوجود
 ہوتا۔ تو قرض لے کر دیتے یا وعدہ عطا فرماتے۔ ایک دفعہ ایک مسأل آپ کی خدمت شریف میں
 آیا آپ نے فرمایا میرے پاس کوئی چیز نہیں مگر یہ کہ تو مجھ پر قرض کرے۔ جب ہمارے پاس کچھ آ
 جائے گا۔ ہم اسے ادا کر دیں گے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا نے آپ کو
 اس چیز کی تکلیف نہیں دی جو آپ کی قدرت میں نہیں۔ حضرت فاروق اعظم کی یہ بات حضور کو
 پسند نہ آئی۔ انصار میں سے ایک شخص بولا۔ یا رسول اللہ! عطا کیجئے اور عرض کے ملک سے تقبیل
 کا خوف نہ کیجئے۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا اور آپ کے روئے مبارک پر تازگی و خوش حالی پائی
 گئی۔ فرمایا "اسی کا امر کیا گیا ہے"

حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھون سے مال
 لایا گیا۔ اور یہ زیادہ سے زیادہ مال تھا جو آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو مسجد میں لے آلو۔
 جب آپ نماز سے باخبر ہوئے۔ تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے اور تقسیم فرمائے گئے۔ آپ کے چچا حضرت
 عباس آپ کے پاس آئے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! مجھے اس مال میں سے دیکھئے کیونکہ
 جنگ بدر کے دن میں نے فدیہ دے کر اپنے آپ کو اور عقیل بن ابی طالب کو آزاد کر لیا تھا۔
 آپ نے فرمایا۔ لے لو۔ حضرت عباس کو دونوں ہاتھوں سے اپنے کپڑے میں ڈال لیا۔ پھر اٹھنے لگے
 تو نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کسی سے فرادیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ نے
 فرمایا۔ کہ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس بلے۔ آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھیں حضور

۱۔ استیعاب لسان البر۔ ترجمہ نہ منتہنت ابی سلمہ
 ۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسما۔
 ۳۔ شمائل ترمذی۔ باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس نے اس میں سے کچھ گرا دیا۔ پھر اٹھانے لگے۔
تو تب بھی نہ اٹھا سکے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کسی سے فرمائیں کہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ نے
فرمایا۔ میں کسی سے اٹھانے کو نہیں کہتا۔ حضرت عباس بولے۔ آپ خود اٹھا کر مجھ پر رکھیں حضور
نے فرمایا۔ میں اسے نہیں اٹھاتا۔ پس حضرت عباس نے اس میں سے بھی کچھ گرا دیا۔ پھر اسے اپنے
کند سے پر اٹھا لیا۔ اور روانہ ہوئے۔ حضور اقدس ان کی طرف دیکھتے رہے یہاں تک کہ وہ غائب
ہو گئے۔ اور حضور ان کی طمع پر تعجب فرماتے تھے۔ عرض حضور انور وہاں سے اٹھے۔ تو ایک درہم
بھی باقی نہ تھا۔ ابن ابی شیبہ میں بروایت حمید بن ہلال بطریق ارسال مروی ہے۔ کہ وہ مال
ایک لاکھ درہم تھا۔ اور اسے علاء بن الحضرمی نے بحرین کے خراج میں بھیجا تھا۔ اور یہ پہلا مال
تھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔

غنائم حنین کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔ ان میں آپ کی سخاوت و دقیاس سے خارج تھی
آپ نے اعراب میں بہت مصلوں کو سو سو اونٹ عطا فرمائے۔ مگر اس دن آپ کی سخاوت نہ یادہ تر
مولفۃ القلوب کے لئے تھی۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت انس بیان کرتے ہیں۔ کہ
ایک شخص صفوان بن امیہ نے اس روز بکر بوں کا سوال کیا۔ جن سے دو پہاڑوں کا درمیانی جنگل
پر تھا۔ آپ نے وہ سب اس کو دے دیں۔ اس نے اپنی قوم میں جا کر کہا۔ "اے میری قوم! تم
اسلام لاؤ۔ اللہ کی قسم محمد ایسی سخاوت کرتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔"

حضرت سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی
علیہ وسلم حنین کے دن مجھے مال عطا فرمانے لگے۔ حالانکہ آپ میری نظر میں مغرض ترین خلق تھے۔
پس آپ مجھے عطا فرماتے رہے یہاں تک کہ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے۔

حضرت جمیر بن مطعم بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں اور دیگر لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ حنین سے (بعد تقسیم غنائم) واپس آ رہے تھے تو بادیشیمان عرب حضور انور سے پٹ گئے

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ما قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من البحرین۔

۲۔ بخاری باب غزوة الطائف۔

۳۔ مشکوٰۃ۔ باب فی اخلاقہ و شاکلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔

۴۔ جامع ترمذی۔ باب ما جاء فی اعطاء المولفۃ قلوبہم۔

وہ جنین کی غنیمت میں سے مانگتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ آپ کو بحالت اضطراب ایک بھول کے درخت کی طرف لے گئے۔ اس درخت میں آپ کی چادر مبارک پھنس گئی۔ آپ پھیر گئے اور فرمایا: مجھے میری چادر لے دو۔ اگر میرے پاس اس جنگل کے درختان بھول جتنے چوپائے ہوتے تو البتہ میں ان کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھ کو بخیل نہ پاتے۔ اور نہ دروغ گواہ۔ بزدل پاتے۔

حضرت ابو ذر کا بیان ہے کہ ایک روز میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا جب آپ نے کوہ احد کو دیکھا۔ تو فرمایا: اگر یہ پہاڑ میرے لئے سونا بن جائے، میں پسند نہ کروں گا۔ کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے نہ بادہ رہ جائے۔ بحر اس دربار کے جسے میں ادائے قرض کے لئے رکھ چھوڑوں۔

ایک روز نماز عصر کا سلام پھیرتے ہی آپ دولت خانی میں تشریف لے گئے اور پھر علیٰ نکل آئے صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے نماز میں خیال آیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے۔ مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا ہے۔ اس لئے جا کر اسے تقسیم کرنے کے لئے کہہ آیا ہوں۔

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت ایک چادر لے کر آئی۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے۔ میں آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی۔ اس لئے آپ نے وہ چادر لے لی۔ پھر آپ ہماری طرف نکلے۔ اور اسی چادر کو بطور تہ بند باندھے ہوئے تھے صحابہ کرام میں سے ایک نے دیکھ کر عرض کیا۔ کیا اچھی چادر ہے۔ یہ مجھے پہنا دیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر لوٹ آئے اور وہ چادر لپیٹ کر اس صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا کہ تو نے اچھا نہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چادر کا سوال کیا۔ حالانکہ تجھے معلوم ہے کہ آپ کسی سائل کا سوال رد نہیں

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب الشجاعت فی الحرب والنجس

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاستقراض۔ باب اداء المہین۔

۳۔ صحیح بخاری۔ کتاب التہجد۔ باب یفکر الرجل الشی فی الصلوۃ۔

فرماتے۔ اس صحابی نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ جس دن میں مر جاؤں یہ چادہ میرا کفن بنے۔ حضرت سہل فرماتے ہیں کہ وہ چادہ اس کا کفن ہی بنی ہے۔
 حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہانہ ہوا۔ آپ کے حکم سے اس کے لئے ایک بکری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ دوسری دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ پھر ایک اور دوہی گئی۔ وہ اس کا دودھ بھی پی گیا۔ اسی طرح اس نے سات بکریوں کا دودھ پی لیا۔ صبح بواٹھا۔ تو اسلام لایا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے لئے ایک بکری دوہی جائے۔ وہ اس کا دودھ پی گیا۔ پھر دوسری دوہی گئی۔ مگر وہ اس کا دودھ تمام نہ پی سکا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ایک امتری میں پیتا ہے اور کافر سات امتریوں میں پیتا ہے۔

حضرت بلال مرذن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانچی تھے۔ ایک روز عبد اللہ مہزنی نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ کا حال پوچھا۔ انہوں نے بیان کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہ رہتا تھا۔ بعثت سے وفات شریف تک یہ کام میری تحویل میں تھا۔ جب کوئی ندگا بھوکا مسلمان آپ کے پاس آتا۔ آپ مجھے حکم دیتے۔ میں کسی سے قرض لیتا اور چادہ خرید کر اُسے اڑھاتا اور کھانا کھلاتا۔ ایک روز ایک مشرک مجھ سے ملا کہنے لگا۔ بلال! میرے ہاں گنجائش ہے۔ میرے سوا کسی اور سے قرض نہ لیا کرو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک روز میں وضو کر کے اذان دینے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آ رہا ہے۔ اُس نے مجھے دیکھ کر کہا۔ ابو حبشی! میں نے کہا۔ بتیک۔ پھر اُس نے تڑپ کر میری نسبت سخت الفاظ کہے۔ اور بولا کہ کچھ معلوم ہے۔ وعدے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا دقت وعدہ قریب آ گیا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ صرف چار دن باقی ہیں۔ اگر اس مدت میں تو نے قرضہ ادا نہ کیا تو مجھے غلام بنا کر بکریاں چرواؤں گا۔ جیسا کہ تر پہلے جہا با کرتا تھا۔ یہ سن کر مجھے فکر و غم دامنگیر ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نازہ عشا پر پڑھ کر دو لہجہ میں تشریف لے گئے۔ میں وہیں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا۔

لہ صیحیح بخاری۔ کتاب البیہ۔ باب البرود والحسرة والشملة
 صیحیح مسلم۔ باب المؤمن یا کل فی فی واحد والکافر یا کل فی سبعة اعواد۔ اس بہانہ کا نام غالباً انصاری
 عمر و فقاری تھا

یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ وہ مشرک جس سے میں قرضہ لیا کرتا تھا اُس نے مجھ سے ایسا لیا کیا ہے۔ آپ کے پاس ادائے قرض کے لئے کچھ موجود نہیں اور نہ میرے پاس ہے۔ وہ مجھ کو نصیحت کرے گا۔ آپ اجازت دیں۔ تو میں بھاگ کر مسلمانوں کے کسی قبیلہ میں جا رہا ہوں۔ جب ادائے قرض کے لئے خدا کچھ سامان کر دے گا۔ تو واپس آ جاؤنگا۔ عرض میں اپنے گھر آ گیا۔ اور تلوار تھپلا۔ ہوتا اور ڈھال اچھال اپنے سر ہانے رکھ لئے۔ صبح کاذب ہوتے ہی میں چلنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دوڑتا آ رہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ بلال! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یاد فرما رہے ہیں۔ وہاں پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے اونٹ بھائے ہوئے ہیں۔ میں اجازت لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ادائے قرض کا سامان کر دیا تم نے چار اونٹ بیٹھے دیکھے ہوں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں۔ یہ اور غلہ اور کپڑے جو ان پر ہیں سب تمہاری تحویل میں ہیں۔ ان کو بیچ کر قرضہ ادا کر دو۔ میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر میں مسجد میں آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام عرض کیا۔ آپ نے ادائے قرضہ کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ قرضہ سب ادا ہو گیا۔ کچھ باقی نہیں رہا۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ بیچ تو نہیں رہا؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ کچھ بیچ بھی رہا۔ فرمایا مجھے اس سے سبکدوش کر دو۔ جب تک یہ کسی ٹھکانے نہ لگے گا۔ میں گھر نہ جاؤں گا۔ آپ نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر اُس بقیہ کا حال پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ وہ میرے پاس ہے کوئی سائل نہیں ملا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو مسجد ہی میں رہے۔ دوسرے روز نماز عشاء کے بعد مجھے پھر بلایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ یہ سن کر آپ نے تکبیر کہی اور خدا کا شکر کیا۔ کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور وہ مال میرے پاس ہو۔ پھر آپ دو تختانہ میں تشریف لے گئے۔

بعض وقت ایسا ہوتا۔ کہ آپ کسی شخص سے ایک چیز خریدتے۔ قیمت چکا دینے کے بعد وہ اسی کو یا کسی دوسرے کو عطا فرماتے۔ چنانچہ آپ نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے ایک اونٹ خریدا۔ پھر وہی اونٹ اُن کو بطور عطیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز آپ نے حضرت

سے البراد۔ جلد ثانی۔ کتاب الخراج والعقار۔ باب فی الامم یقبل ہدایا المشرکین۔

عمر فاروق سے ایک شتر بچہ خریدنا پھر حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔

عرض جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا سب راہ خدا میں دیدیتے۔ پس نہ ہوتا۔ تو قرضہ لے کر سائل کی حاجت روائی فرماتے۔ اپنی ذات شریف کے لئے دوسرے دن کا نفقہ بھی جمع نہ کرتے۔ البتہ بعض وقت اپنے حرم کے لئے ایک سال کا نفقہ ذخیرہ کر لیتے۔ جب آپ کسی محتاج کو دیکھتے۔ تو باوجود احتیاج کے اپنا کھانا اُسے دیدیتے۔ آپ کو تلخا نہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگ نہ جلتی تھی۔ ایک دفعہ غنیمت میں کینزیں لٹی ہوئی تھیں۔ حضرت علی نے حضرت فاطمہ سے کہا۔ کہ تم اس موقع پر اپنے والد بزرگوار سے خدمت کے لئے ایک کینز مانگ لو۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ تو آپ نے پوچھا کہ کس لئے آئی ہو؟ عرض کیا۔ کہ سلام کرنے آئی ہوں۔ اور بیاس جیا انہما رطلب نہ کیا۔ اور واپس آ کر حضرت علی سے یہی عند بیان کر دیا۔ پھر دونوں حاضر خدمت اقدم ہوئے۔ حضرت علی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ آپ کاشی کرتے کہ تے میرے سینے پر نیل پڑ گئے ہیں۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا۔ کہ چکی پیستے پیستے میری ہتیلیوں پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ آپ خدمت کے لئے ایک کینز عنایت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہونے کا کہ میں تم کو خادمہ دوں اور اہل صفہ بھوکے مرے۔ اُن کے خرچ کے لئے میرے پاس کچھ نہیں۔ میں ان امیران جنگ کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔ رات موٹی تو آپ حضرت علی و فاطمہ کے گھر شریف لے گئے۔ دونوں ایسی پرزہ دار چادر میں تھے۔ کہ اگر اس سے سر ڈھانپتے۔ تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اور پاؤں ڈھانپتے۔ تو سر ننگے رہتے۔ آپ کو دیکھ کر دونوں اٹھنے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کہ میں تمہیں کینز سے بہتر چیز بتاتا ہوں۔ اور وہ کلمات ہیں جو حضرت جبرئیل نے مجھے سکھائے ہیں یعنی ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللہ دس بار۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ دس بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ دس بار۔ اور سونے کے وقت سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۳ بار پڑھ لیا کرو۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب البیوع۔ باب شری الدواب والحمیر۔ باب اذا شری شیاً فوہب من ساعتہ قبل ان یتفرقا۔

۲۔ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی علیہ وسلم۔

۳۔ مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہ و شمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

شجاعت و قوت
عدم و استقلال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اوصاف میں بھی سب پر فائق تھے۔ ایک

رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے اور شور و غل برپا ہوا۔ گویا کوئی چور یا دشمن

آتا ہے۔ آپ نے حضرت ابولہب کا گھر لایا۔ جو سست رفتار اور سرکش تھا۔ آپ اس کی پیٹھ پر

بغیر زین کے سوار ہو گئے۔ اور تلوار آڑ سے لٹکائے ہوئے جنگل کی طرف اکیلے ہی تشریف لے گئے جب

لوگ اس آواز کی طرف گئے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو راستے میں واپس آتے ہوئے ملے

آپ نے ان کو تسلی دی۔ کہ ڈر مت ڈر مت۔ اور گھوڑے کی نسبت فرمایا۔ کہ ہم نے اسے دریا

کی مانند تیز رفتار پایا۔

غزوات میں جہاں بڑے بڑے دلاور دہا اور بھاگ جایا کرتے تھے آپ ثابت قدم چلا کرتے

تھے۔ چنانچہ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ تو یہ کوہ استقامت اپنی جگہ پر قائم

رہے۔ اور دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے۔ جب کھمان پارہ پارہ ہو گئی۔ تو زنگ اندازی شروع کی۔

جنگ حنین میں صرف چند جانباز آپ کے ساتھ رہ گئے تھے۔ باقی سب بھاگ گئے تھے۔ اس

نازک حالت میں آپ نے اسی پر اکتفا نہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہ کر مدافعت فرمائیں۔ بلکہ اپنی خچر کو بار بار اڑ

لگا کر دشمن کی طرف بڑھانا چاہتے تھے مگر وہ جانباز مانع آ رہے تھے۔

جب گھمسان کا معرکہ ہوا کرتا تھا۔ تو صحابہ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آڑ میں پناہ لیا کرتے

تھے۔ چنانچہ حضرت برابر بن عازب کا قول ہے۔ اللہ کی قسم! جب لڑائی شدت سے ہوا کرتی تھی

تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ ڈھونڈا کرتے تھے۔ اور ہم میں سے بہادر وہ ہوتا تھا۔ جو آپ

کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا ہوتا تھا۔

اعلان دعوت پر قریش نے آپ کی سخت مخالفت کی۔ جب ابوطالب نے بھی آپ کا ساتھ چھوڑ

کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے بول فرمایا۔ چچا جان! اللہ کی قسم اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ

میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں رکھ دیں تاکہ میں اس کام کو چھوڑ دوں۔ تب بھی اس کام کو نہ چھوڑوں گا

یہاں تک کہ خدا سے غالب کر دے یا میں خود اس میں ہلاک ہو جاؤں!

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الادب۔ باب حسن الخلق والسیر

۲۔ صحیح مسلم۔ غزوہ حنین۔

ہجرت سے پہلے قریش نے مسلمانوں کو اس قدر تباہ کیا کہ ان کا پیانا نہ صبر لہریز ہو گیا۔ ننگ آکر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان پر بدو عافزائیں یہ سن کر آپ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور فرمایا: تم سے پہلے جو لوگ گندے ہیں ان پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جائیں جس سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا۔ اور ان کے سروں پر آڑے رکھے جلتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دئے جاتے مگر یہ از نہیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو گمالمی تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صغار سے حضرموت تک سفر کرے گا اور اُسے خدا کے سوا کسی کا تہ نہ ہوگا۔ (صحیح بخاری)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توت بدنی بھی سب سے نہ پاوہ تھی۔ غزوہ احزاب میں جب صحابہ کرام خندق کھود رہے تھے۔ تو ایک جگہ ایسی سخت زمین ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آ گئے۔ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ بذات شریف خندق میں اترے۔ اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگ روال کا ایک ڈھیر بن گئی۔

رکانہ بن عبد بنیدین ہاشم قرشی مطلبی قریش میں سے طاقتور تھا۔ وہ ایک روز مکہ کے راستے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملا۔ آپ نے اس سے فرمایا: "رکانہ! کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا۔ اور میری دعوت اسلام کو قبول نہیں کرتا؟" اس نے کہا: "اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں وہ سچ ہے۔ تو میں آپ پر ایمان لے آؤں۔ آپ نے فرمایا: "اگر میں تجھے کشتی میں بچھاؤں تو کیا تو مان جائے گا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے؟" وہ بولا کہ ہاں۔ آپ نے اُسے پکڑتے ہی پیاروں شانے پت گرا دیا۔ کہنے لگا: "محمد! آپ مجھ سے دوبارہ کشتی لڑیں! آپ نے دوسری دفعہ بھی اُسے بچھاؤ دیا۔ اس پر اس نے کہا: "محمد! خدا کی قسم آپ کا مجھے بچھاؤ نا عجیب ہے!" آپ نے فرمایا: "اگر تو خدا سے ڈرے اور مجھ پر ایمان لائے۔ تو میں اس سے بھی عجیب امر تجھ کو دکھاتا ہوں! اس نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟" آپ نے فرمایا کہ یہ درخت جو تو دیکھتا ہے میں اسے بلاتا ہوں۔ اور وہ میرے پاس چلائے گا۔ اس نے کہا کہ آپ اسے بلائیے۔ چنانچہ وہ درخت آپ کے ہلانے پر پاس آکھڑا ہوا۔ رکانہ نے کہا کہ اسے حکم دیجئے کہ اپنی جگہ پر چلا جائے۔ آپ کے حکم سے وہ اپنی جگہ پر

صحیح بخاری۔ غزوہ خندق۔

پہلا گیا۔ رکنا نہ نے اپنی قوم میں جا کر کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کسی کو عبادت گزار نہیں دیکھا۔ پھر بیان کیا جو دیکھا تھا۔ رکنا نہ مذکور فتح مکہ میں ایمان لائے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ نے ابوالاسود جہمی کو بھی بچھاڑا تھا۔ جو ابساہاقتور تھا کہ گائے کی کھال پر کھڑا ہوتا۔ دس جوان اس کھال کو اُس کے پاؤں کے نیچے سے نکال لینے کی کوشش کرتے۔ وہ چمڑا پھٹ جاتا۔ مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکتا تھا۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا "اگر آپ مجھے کشتی میں بچھاڑ دیں۔ تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا" آپ نے اُسے بچھاڑ دیا مگر وہ بد بخت ایمان نہ لایا۔

زہد | یہ وصف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں کمال درجے کا تھا۔ حضرت ابوہریرہ۔ ایک قوم کے پاس سے گزرے۔ جن کے آگے بکری کا بھنسا ہوا گوشت رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے آپ کو شریک طعام ہونے کے لئے بلایا۔ مگر آپ نے یہ فرما کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے تشریف لے گئے اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت کبھی لگاتار دو روز جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے یہاں تک کہ آپ اس دنیا سے رحلت فرمائے۔ حضرت زہر کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خزان پر کھانا نہ کھایا۔ اور نہ بار یک۔ روٹی تناول فرمائی یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ میں بعض دفعہ دو دو مہینے آگے روشن نہ ہوا کرتی تھی۔ اور صرف پانی اور تھپوڑوں پر گزارہ ہوتا تھا۔ بعض وقت آپ بھوک کی شدت سے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ انصاری بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھوک کی شکایت کی اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے پیٹ پر ایک ایک پتھر بندھا دکھایا۔ پس آپ نے اپنے پیٹ مبارک پر وہ پتھر بندھے دکھائے۔

۱۔ سیرت ابن ہشام۔

۲۔ تراجم ابی نعیم۔

۳۔ صحیح بخاری۔ باب ما کان انہی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ یاکلون۔

۴۔ شکرۃ۔ بحوالہ صحیحین۔ باب فضل الفقر۔

۵۔ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب فضل الفقر۔ ۶۔ صحیح بخاری۔ باب کیف کان عیش انہی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ

۷۔ شکرۃ۔ بحوالہ ترمذی۔ باب فضل الفقر۔

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھے پیمانہ جو کے کچھ کھانے کو نہ تھا۔ اور آپ کی زہرہ ایک یہودی کے ہاں تیس صاع جو کے عوض گرو تھی جو آپ نے اپنے اہل و عیال کے نفقہ کے لئے لئے تھے۔ ایلا کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مشربہ دبالا خانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ جہاں کھانے پینے کا اسباب رکھا جاتا تھا۔ حضرت عمر فاروق کو جب ایلا کی خبر لگی تو گھبرائے ہوئے اس مشربہ میں حاضر خدمت اقدس ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھری چاہ پانی پر لیٹے ہوئے ہیں جو برگ خرماسا سے بنی ہوئی ہے اور جس پر کوئی تو شک وغیرہ نہیں۔ بوریا کے خرما کے نشان آپ کے پہلو مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ اور بدن مبارک پر ایک تہ بند کے سوا کچھ نہیں۔ سرانے ایک تکبہ ہے جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خزانہ کو دیکھا۔ ایک کونے میں مٹھی بھر جو رکھے ہوئے تھے۔ پاؤں مبارک کے قریب درخت سلم کے کچھ پتے (جو درباغت میں کام آتے ہیں) پڑے ہوئے تھے۔ اور مبارک کے پاس ایک کھوٹی پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے پوچھا۔ ابن خطاب! کیوں روتے؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہ ر دوں۔ بوریا کے خرما کے نشان آپ کے پہلو مبارک پر پڑے ہوئے ہیں۔ یہ آپ کا خزانہ ہے۔ اس میں جو کچھ ہے وہ نظر آ رہا ہے۔ قیصر و کسریے تو باغ و بہار کے مزے لوٹیں اور خدا کے رسول و برگزیدہ کے خزانہ کا یہ حال ہو۔ آپ نے فرمایا۔ ابن خطاب! کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ آخرت ہمارے واسطے اور دنیا ان کے لئے ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بوریا کے خرما پر سوئے ہوئے تھے۔ اٹھے تو اس کے نشان آپ کے پہلو مبارک پر پڑے ہوئے تھے ہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کے لئے گدا ہوا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے دنیا سے کیا عرض

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب فصل الفقر۔
 ۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الغازی۔ باب وفاة النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
 ۳۔ صحیح مسلم۔ باب بیان ان نخی میرا امراتہ لایکون طلاقا الا بالانیة۔ صحیح بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب موعظۃ الرجل انتہ لحال زوجہا۔

دنیا میں میرا حال اُس سوار کی مانند ہے۔ جو ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کے لئے بھی زندگی پسند فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے ازواج مطہرات کے حجرے کھجور کی شاخوں سے بنے ہوئے تھے جن کی چھت کھنگل کی ہوئی تھی۔ اور وہ قد آدم سے کچھ ہی اونچے تھے۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ پہننے کے لئے ان میں سے ہر ایک کے پاس صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا۔

حضرت ثوبان کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا قصد فرماتے، تو اپنے اہل میں سے سب سے اخیر حضرت فاطمہ زہراء سے مل کر جاتے۔ اور وہیں آکر سب سے پہلے حضرت زہراء سے ملتے۔ ایک دفعہ آپ کسی غزوہ سے تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ نے اپنے دروازہ پر پردہ لٹکایا ہوا تھا۔ اور امام حسن اور امام حسین کو چاندی کے کنگن پہنائے ہوئے تھے۔ آپ حسب معمول حضرت فاطمہ کے یہاں آئے۔ تو اندر داخل نہ ہوئے اور تشریف سے گئے۔ حضرت زہراء نے خیال کیا۔ کہ زینت و زیورامی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر آنے سے روکا ہے۔ اس لئے پرشہ کو بچھاڑ ڈالا۔ اور بچوں کے ہاتھ سے کنگن نکال دئے۔ حضرت حسین روئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضور نے کنگن ان سے لئے اور فرمایا: "ثوبان! یہ زیور فلاں شخص کی آل کے ہاں ہے جا۔ کیونکہ یہ میرے طبیعت ہیں۔ میں پسند نہیں کرتا کہ یہ اپنی دنیوی زندگی میں لہذا آند سے حظ اٹھائیں۔ ثوبان! فاطمہ کے لئے ایک عصب کا ہار اور عجاج (بحری کچھوے کی پشت) کے دو کنگن خرید لاؤ۔"

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ کے گھر پر تشریف لائے مگر اندر داخل نہ ہوئے۔ حضرت علی آئے۔ تو حضرت زہراء نے ان سے یہ ذکر کر دیا۔ انہوں نے آنحضرت

۱۔ جامع ترمذی۔ الباب الزید۔

۲۔ صحیح بخاری۔ کتاب الحيض۔ باب هل لصلی المرأة فی ثوب مما یت فیہ۔ البوداد۔ باب المرأة تغسل ثوبها الذی تلبسہانی حیضہا۔

۳۔ عصب کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک بجزی جانور کے دانت کو عصب کہتے ہیں جس کو تراش کر منکے بنائے جاتے ہیں۔ عصب کے معنی پٹھے کے بھی ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض حیوانات کے ٹیپوں کو خشک کر کے کتر کر منکے بنا لیتے ہوں۔ اللہ اعلم بالصواب۔

۴۔ مشکوٰۃ بحوالہ احمد البوداد۔ کتاب اللباس۔ باب الترمیل۔

صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ کے دروازے پر محظط پر وہ ٹکنا ہوا تھا۔ پھر فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا غرض۔ جب حضرت علی نے حضرت زہراء سے یہ بیان کیا۔ تو وہ بولیں۔ کہ حضور انور اس بارے میں جو چاہیں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اسے فلاں صاحبتمند اہل بیت کو دیدیا اسی طرح حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک علقہ سیراء و محظط یا لیشمی اہل بیت ہدیہ عطا فرمایا۔ میں نے اسے پہن لیا۔ یہ دیکھ کر حضور انور کے چہرہ مبارک پر غضب کے آثار نمودار ہوئے۔ میں نے اسے پھاڑ کر اپنی عورتوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علی ابن ابی طالب کی دعوت کی۔ اور کھانا تیار کر کے گھر بھیج دیا حضرت فاطمہ زہراء نے کہا۔ کیا خوب ہو اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شریک طعام کر لیں۔ چند ہیم نے آپ کو بلایا۔ آپ تشریف لائے۔ آپ نے دروازے کے بازووں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ اور گھر کے ایک طرف پر وہ ٹکنا دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زہراء نے حضرت علی سے کہا کہ جائیے اور دیکھئے کہ آپ کس واسطے واپس ہو گئے۔ حضرت علی نے آپ سے واپسی کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ یہ پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ زیب و زینت والے گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ میں آپ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی۔ ہمارے ہاں ایک زنگین فرش تھا۔ میں نے اسے چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سب تنائش خدا کے لئے ہے۔ جس نے آپ کو شرف و بزرگی بخشی۔ آپ نے گھر میں بساط زنگین دیکھ کر میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے آپ کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار دیکھے۔ آپ نے اس فرش کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا کہ خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔ اس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اینٹ پتھر کو پہنادیں۔ بس میں نے اس کے دو تکیے بنائے۔ جن میں کھجور کی چھال بھردی۔ آپ نے اس پر اعتراف نہ فرمایا۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب البیت۔ باب ہدیۃ مایکہ ولسہا۔

۲۔ البدایہ و النہایہ۔ کتاب الاطعمہ۔ باب الرجل یدعی فی مکرہ ما۔

۳۔ البدایہ و النہایہ۔ کتاب اللباس۔ باب فی الصور۔

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ مجھ سے اس ایک پردہ تھا جس میں ہندوں کی تصویریں تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے عائشہ اس کو بدل ڈالو۔ کیونکہ جب میں اسے دیکھتا ہوں۔ تو دنیا یاد آتی ہے۔

واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زہد اختیار ہی تھا۔ خدا تعالیٰ نے تو زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ پر پیش کیں۔ مگر آپ کی ہمت عالی نے عبودیت و زہد کو پسند فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اگر تو چاہے تو تیرے واسطے ادنیٰ گنہ کو سونا بنا دوں گا۔ میں نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن میرے ہر گنہ کو بدل دوں اور دوسرے دن مجھ کو کارہوں۔ جب مجھ کو کارہوں۔ تو تیرے آگے زاری عاجزی کروں۔ اور جب میرے ہر گنہ کو بدل دوں۔ تو تیری حمد و ثناء کر دوں۔ اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات بکثرت ہوئیں مگر جو کچھ آتا۔ راہ خدا میں اٹھا دیتے۔ اور خود زہد کی زندگی بسر کرتے۔ یہاں تک کہ جب آپ کو سال تشریف ہوا۔ تو بدن مبارک پر صرف ایک کپلی اور تہ بند تھا۔ کپلی میں پیوند پر پیوند لگے ہوتے تھے۔ اولہ عدہ کی طرح ہو گئی تھی۔ تہ بند کا کپڑا بھی پیوندوں کی کثرت سے مٹا ہو گیا تھا۔ اور آپ کی زہد ذات الفضول نام الراجح ہیری کے پاس بیس ساع جو میں گروتھی۔ جو آپ نے اپنے اہل کے لئے ایک دینار کو لئے تھے (ترمذی)۔

خوف و عبادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معرفت الہی اور علم سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے آپ سب سے زیادہ خدا ترس اور عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں تم سب اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری بہان ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم البتہ زیادہ بندے اور شہور اہل تھے۔

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا۔ کہ کثرت قیام شب کے سبب آپ کے پاؤں مبارک پر زخم

۱۔ مشکوٰۃ بحوالہ امام احمد۔ کتاب الرقاق

۲۔ مواہب لدنیہ بحوالہ طبرانی۔

۳۔ جامع ترمذی۔ ابواب الزہد۔ باب ما جاء فی الکفای والخصیۃ۔

۴۔ صحیح بخاری۔ کتاب الجہاد۔ باب ما ذکر من درخ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و سیفہ الخ

۵۔ صحیح بخاری۔ کتاب الرقاق۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلون ما سلم۔ الخ

آگیا تھا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ کہ آپ یہ تکلیف و محنت کیوں اٹھاتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں یعنی کیا میں اس بات کا شکر نہ کروں کہ میں بخشا گیا؟

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام رات نماز میں کھڑے رہے۔ اور قرآن کی ایک ہی آیت بار بار پڑھتے رہے۔

حضرت خذیفہ بن الیمان کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے ایک حصے میں نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ یوں پڑھتے تھے۔ اللہ اکبر (تین بار) ذوالملک والجبوت والکبریاء والعظمة پھر دعائے استفتاح پڑھتے تھے۔ بعد ازاں آپ نے سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا۔ آپ کا رکوع (طوالت میں) مانند قیام کے تھا۔ اور اس میں سبحان ربی العظیم۔ پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا۔ آپ کا قومہ مانند رکوع کے تھا۔ اور آپ اس میں لربی الحمد پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ کیا۔ آپ کا سجدہ مانند قومہ کے تھا۔ آپ سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے۔ پھر آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا۔ آپ دو سجدوں کے درمیان مانند سجدہ کے بیٹھتے تھے۔ اور رب اغفر لی رب اغفر لی پڑھتے تھے۔ اس طرح آپ نے چار رکعتیں پڑھیں۔ اور ان میں سورہ بقرہ و آل عمران و نساء اور مائدہ یا الغام ختم کیں۔

آپ کو خود الہی کمال درجہ کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن الشخیر روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور رونے کے سبب سے آپ کے شکم مبارک سے تلبے کی دیگ (کے جوش) کی مانند آواز آرہی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے تفصیلی حالات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ یہاں

۱۔ شامل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۲۔ شامل ترمذی۔ باب ماجاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ روایت ابو ذر میں ہے کہ وہ آیت یہ ہے۔ اِنَّ تَعَبْرَ بَعْثُمْ فَاَنْصُرْ عِبَادَكَ وَاِنْ لَّغَفِرْ لَھُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفِیْرُ الْکَلِیْمُ۔ (سنن ابن ماجہ۔ باب ماجاء فی القراءۃ فی صلوة اللیل)۔

۳۔ مشکوٰۃ۔ بحوالہ ابو داؤد۔ باب صلوة اللیل)۔

۴۔ شامل ترمذی۔ باب ماجاء فی بقاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بوجہ اختصار ان کے ایراد کی گنجائش نہیں۔ مگر اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ آپ کا طرز عمل افراط تفریط سے خالی ہوا کرتا تھا۔ نہ تمام رات نماز پڑھتے اور نہ تمام رات سوتے۔ بلکہ رات کو نماز بھی پڑھتے اور سو بھی لیتے۔ اسی طرح روزوں کا حال تھا۔ ماہ رمضان مبارک کی طرح تمام ماہ شعبان کے روزے رکھتے۔ باقی دس مہینوں میں سے ہر ایک میں آپ ہمیشہ روزہ نہ رکھتے کہ افراط لازم آئے اور نہ ہمیشہ افراط فرماتے کہ تفریط لازم آئے۔ بلکہ ہر مہینہ میں کبھی روزہ رکھتے اور کبھی افراط فرماتے یہ

عدل و انصاف | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ عادل و امین تھے۔ طفولیت میں جب مائی حلیمہ نے آپ کو پہلے پھل گود میں لیا۔ تو آپ نے صرف دہنی پھاتی سے دودھ پیا۔ اور دوسری ان کو شیر خوار بچہ کے لئے چھوڑ دی یہ

جب آپ غنائم حنین تقسیم فرما رہے تھے۔ تو ذوالخویصرہ رأس الخوارج نے کہا۔ یا رسول اللہ! عدل کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ "مجھ پر افسوس۔ میں اگر عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔ اگر میں عادل نہیں تو توڑنا امید و زیاں کا رہے۔" حضرت عمر فاروق نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا۔ "اُسے جانے دو کیونکہ اس کے اصحاب ایسے ہیں۔ کہ ان کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے میں اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ وہ دین سے بول نکل جاتے ہیں۔ جیسا تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے یہ۔"

ایک دفعہ آپ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں اُدھا لیں۔ جب اس نے تقاضا کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ "آج ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ ہلت دیجئے کہ کچھ آجائے تو اور کروں۔" یہ سن کر وہ بولا۔ "آہ بیوفانی!" اس پر حضرت عمر فاروق کی غصہ آگیا۔ آپ نے فرمایا۔ "عمر! جانے دو۔ صاحب حق ایسا ویسا کہا کرتا ہے" پھر آپ نے حضرت نولہ بنت حکیم انصاریہ سے کھجوریں منگو کر اس کے حوالہ کیں یہ

حضرت ابو سعید واسطی کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ

۱۷ صحیح بخاری۔ باب ما یذکر من صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و افطارہ۔

۱۸ شرح بمنزل بن حجر البیہقی بحوالہ ابن اسحاق و ابن راہویہ و ابو یعلیٰ و طبرانی و بیہقی و ابوالنعیم۔

۱۹ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوة فی الاسلام۔

۲۰ معجم صغیر طبرانی۔ اسم محلہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کا ارادہ فرما رہے تھے۔ اُس نے مجھ سے تقاضا کیا۔ میں نے پہلے تہائی لگی۔ تو وہ نہ مانا اور مجھے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ نے مجھ سے دو دفعہ فرمایا کہ اس کا حق ادا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم خیبر کا ارادہ فرماتے ہیں۔ شاید ہمیں وہاں سے کچھ غنیمت ہاتھ لگے۔ آپ نے پھر فرمایا۔ کہ اس کا حق ادا کرو۔ یہ عادہ تھا کہ حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کے لئے تین بار فرمادیتے۔ تو پھر کوئی عذر نہ کیا جاتا۔ میرے پاس بدن پر ایک تہ بند اور کسر پر عمامہ تھا۔ میں نے اس ایوڑی سے کہا۔ کہ اس تہ بند کو مجھ سے خرید لو۔ چنانچہ اس نے چار درہم میں خرید لیا۔ میں نے عمامہ سر سے اتار کر کر کے لپیٹ لیا۔ ایک عورت میرے پاس سے گزری۔ اُس نے اپنی چادر مجھے اٹھا دی۔

عسقلیٰ ایک صحابی تھے۔ اُن سے اس نام کی وجہ تسمیہ دریافت کی گئی۔ تو کہنے لگے کہ ایک بدوی وہ اونٹن لے کر آیا۔ میں نے خرید لئے پھر اس وقت لانے کے بہانہ سے اپنے گھر میں داخل ہوا اور عقلمندانہ خانہ سے نکل گیا۔ اور اُن اونٹنوں کو بیچ کر اپنی حاجت پوری کی۔ میں نے خیال کیا۔ کہ بڑی جلا کیا ہوگا۔ میں واپس آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کھڑا ہے۔ وہ مجھے پکڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے اونٹنوں کو بیچ کر اپنی حاجت روائی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بدوی کو قیمت ادا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو سرق ہے۔ پھر بدوی سے فرمایا کہ تم اس کو بیچ کر اپنی قیمت وھول کر لو۔ چنانچہ دو گ اُس سے میری قیمت پوچھنے لگے۔ وہ اُن سے کہتا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہتے تھے کہ ہم خرید کر اس کو آنا دکرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بدوی نے کہا کہ میں تمہاری نسبت شراب کا زیادہ مستحق و خواہاں ہوں۔ اور مجھ سے کہا کہ جاؤ۔ میں نے تم کو آنا دکر دیا۔

ایک دفعہ ہانڈان مخروم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش نے چاہا کہ وہ حد سے بیچ جائے۔ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب خاص تھے درخواست کی کہ

لے مجھ صغیر طبرانی۔ اسم عبدان شروع۔

شہ متدرک حاکم۔ کتاب الاحکام۔ قصہ سرقہ رضی اللہ عنہ۔

آپ سفارش کیجئے۔ چنانچہ حضرت اسامہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کی کہ آپ نے فرمایا یہ کیا تم حد میں سفارش کرتے ہو؟ تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی ریت سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے۔ خدایا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد بھی ایسا کرتی۔ تو میں اُس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت لقمہ فرما رہے تھے۔ ایک شخص آیا اور آپ پر جھک گیا۔ آپ نے کھجور کی سبکی شاخ سے جو آپ کے دست مبارک میں تھی اُسے کھڑکا دیا جس سے اُس کے منہ پر خراش آگئی۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قصاص لے لو۔ اُس نے عرض کیا: یا رسول اللہ میں نے معاف کر دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے لئے صف آرہائی کر رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ انصاری صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے اُن کا پیٹ کھڑکا دیا اور فرمایا:۔

استر یا سواد لے سواد! برابر ہو جاؤ

اس پر سواد نے حضور سے قصاص طلب کیا۔ آپ نے فرمایا اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور اور فرمایا کہ قصاص لے لو۔ یہ قصہ بالقضیل پہلے آچکا ہے۔

آپ کی امانت کا یہ عالم تھا۔ کہ نبوت سے پہلے بھی آپ عرب میں امین مشہور تھے۔ جب قریش کعبہ کو از سر نو بنانے لگے اور وہ حجر اسود کی جگہ تک تیار ہو گیا۔ تو قبائل قریش میں جھگڑا ہوا۔ ہر ایک قبیلہ یہی چاہتا تھا۔ کہ حجر اسود کو اٹھا کر ہم اس کی جگہ پر رکھیں گے۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ جو شخص کل صبح باب بنی شیبہ سے حرم میں پہلے داخل ہو وہ ٹالشیبہ۔ اتفاقاً اُس سے جو پہلے داخل ہوئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی سب بکا رہ گئے۔

هَذَا الْاَمِينُ رَضِينَا هَذَا الْحَمْدُ
یہ امین ہیں۔ ہم راضی ہیں۔ یہ محمد ہیں۔

جب انہوں نے آپ سے یہ معاملہ ذکر کیا۔ تو آپ نے ایک سیاہ بچھا کر حجر اسود کو اُس میں رکھا۔

۱۔ صحیح بخاری۔ کتاب الانبیاء۔
۲۔ ابوداؤد۔ باب القبول غیر حدید۔
۳۔ سیرت ابن ہشام۔ حدیث بنیان الکعبۃ۔

کھینچ فرمایا کہ ہر طرف واسے ایک ایک سرور انتخاب کر لیں۔ اور وہ چاروں سرور چادر کے چاروں
 کونے تمام لیں اور اوپر کواٹھائیں۔ اس طرح جب وہ چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی۔ تو
 آپ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کواٹھا کر دیوار کعبہ میں نصب فرمایا۔ اور وہ سب
 خوش ہو گئے۔

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر ایک فطری ہونا جوڑا اکر اٹھا۔ جب
 آپ بیٹھتے۔ تو وہ پسینہ سے بو جھل ہو جاتا۔ ایک یہودی کے ہاں شام سے کپڑے آئے تھے حضرت
 عائشہ صدیقہ نے عرض کیا کہ آپ کسی کے ہاتھ اس سے ایک جوڑا قرظ منگو الیں۔ جب آپ کا
 آدمی یہودی کے پاس پہنچا۔ تو اس نے کہا: میں سمجھا مطلب یہ ہے کہ وہ میرا مال یادام یوں ہی لیں
 آپ نے سن کر فرمایا: اس نے جھوٹ کہا۔ اُسے معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب
 سے زیادہ امانت کا ادا کرنے والا ہوں۔

قریش کو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی۔ مگر باوجود اس کے اپنی جوگم
 کی چیز آپ ہی کے ہاں امانت رکھا کرتے تھے جیسا کہ اس کتاب میں پہلے مذکور ہوا۔

صدق | اپنے نو درکنار بیگانے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل تھے
 حضرت عبداللہ بن سلام ابھی ایمان نہ لائے تھے کہ حضور کو دیکھتے ہی پکار اٹھے:-

وَجَمْدٌ لِّبَيْتٍ بَوَّجَاءِ كَذَا ب | ان کا چہرہ درونگو کا چہرہ نہیں۔

صلح حدیبیہ کی مدت میں ہرقل روم نے ابوسفیان (جو اب تک ایمان نہ لائے تھے) سے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت پوچھا: "کیا دعوائے نبوت سے پہلے تمہیں ان پر جھوٹ
 بولنے کا گمان ہوا ہے؟" ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں۔

حضرت علی مرتضیٰ روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو جہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کہا: ہم (مشرقیوں) تم کو جھوٹا نہیں کہتے۔ لیکن جو کچھ (کتاب و شریعت) تم لائے ہو۔ اس سے
 ہم انکار کرتے ہیں؟ اس پر ابو جہل اور اس کے امثال کی نشان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

۱۷ ترمذی۔ باب ما جاز فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل۔

۱۸ مشکوٰۃ شریف۔ باب فضل الصدقہ۔

فَانْتَصَمُ لَا يَكْفُرُ بِكَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ
يَا بَيْتَ اللَّهِ فَجَدُّونَ رِانَام - ع

وہ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے۔ لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

غلبہ بن ربیعہ حضرت امیر معاویہ کی والدہ ہند کا باپ تھا۔ جو جنگ بدر میں کفر پر مرا۔ ایک دن قریش نے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے حضور پر چند امور پیش کئے کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کر لیں اور نئے مذہب سے باز آئیں۔ اس کے جواب میں آپ نے سورہ حم سجدہ پڑھنی شروع کی۔ جب آپ آیہ فَاِنَّ اَمْرًا خَيْرًا لَّكُمْ لَنْ يَخْتارَ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ نے آپ کے منہ مبارک پڑھا تھا کہ اور قرابت کی قسم دے کر کہا کہ آپ آگے نہ پڑھیں۔ اس کے بعد غلبہ نے واپس جا کر قریش سے یہ ماجرا بیان کیا اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنا یا جب وہ اس آیت پر پہنچا۔

فَاِنَّ اَمْرًا خَيْرًا لَّكُمْ لَنْ يَخْتَارَ
مِثْلَ صَبِيْعَةَ عَادٍ وَّ شُوْرًا

اگر وہ منہ پھیریں۔ تو کہہ دیجئے کہ میں نے تمہیں ایک کڑا کے سے ڈرایا ہے جیسا کہ عاد و ثمود پر آیا تھا۔

تو میں نے اس کے منہ پر پانچ رکھ دیا۔ اور قرابت قریبہ کی قسم دے کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھئے۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جب کچھ کہہ دیتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لئے میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان دعوت کا حکم آیا۔ تو آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا جب وہ جمع ہو گئے۔ تو آپ نے ان سے پوچھا۔ بناؤ۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ داوی کہہ سے ایک سو اوروں کا لشکر تم پر تاخت و تاراج کرنا چاہتا ہے۔ تو کیا تمہیں یقین آجائے گا۔ وہ بولے ہاں۔ کیونکہ ہم نے تم کو سچ ہی بولتے دیکھا ہے۔

حسن عہد و وفا | جب ہرقل قیصر روم نے ابوسفیان سے پوچھا۔ کیا وہ مدعی نبوت تمہاری کرتا ہے؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ نہیں!

ابورافع ایک قبیلی غلام تھے۔ جو مکہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ قریش نے مجھے

۱۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ ترمذی۔ باب فی اخلاقہ و شمائہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ خصائص کبریٰ للسیوطی بحوالہ ابن ابی شیبہ۔ دیہی و ابی نعیم۔ جز اول ص ۱۱۱
۳۔ صحیح بخاری۔ تفسیر سورہ شعراء۔

سفیر بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا۔ جب میں نے آپ کو دیکھی۔ تو میرے دل میں اسلام کی صداقت جاگزیں ہو گئی۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں واللہ کبھی ان کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ تم اب لوٹ جاؤ۔ اگر وہاں بھی تمہارے دل میں صداقت اسلام رہی۔ تو واپس آنا! ابراہیم کا قول ہے کہ میں چلا گیا پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عہد شکنی کو بہت برا جانتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے:-

مَنْ قَتَلَ مَعَاهِدًا لَمْ يَرَوْهُ زَانِحًا
 الْجَنَّةِ وَإِنْ رِيحَهَا لَتَوَجَّحَنَّ
 مَيِّرَةً أَرْبَعِينَ عَامًا -

جو شخص کسی غیر مسلم معاہدہ زدہ کو قتل کرے گا۔ وہ
 بہشت کی بونہ سونگھے گا۔ خدا کا اس کی بڑھاپس سہل کی
 سانس آئے گی۔

حضرت عبداللہ بن ابی الحسام بیان کرتے ہیں کہ میں نے بہشت سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز خریدی۔ اس کی قیمت میں سے کچھ میرے ذمہ باقی رہا۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا۔ کہ میں باقی قیمت لے کر اسی جگہ آپ کے پاس آتا ہوں۔ چنانچہ میں چلا گیا اور اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین ماٹوں کے بھرنے سے یاد آیا۔ میں بقیہ قیمت لے کر آیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اسی جگہ بیٹھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اے نوجوان! بے شک تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ میں تین ماٹوں سے یہاں تیرا انتظار کر رہا ہوں۔

عنت دہیا | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک دامنی کا ذکر کس نہ بان سے کیا جائے ضرور اتنا بتا دینا کافی ہے کہ آپ نے کبھی کسی عہد کو جس کے آپ مانگ نہ ہوں نہیں چھوڑا۔

جیسا کہ وہ خلق ہے جس کے ذریعے انسان قبائح شرعیہ کے ارتکاب سے بچتا ہے حضور علیہ السلام کی ذات اقدس میں غایت درجہ کا جیاد تھا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ والی دو شیرہ سے بڑھ کر جیاد والے تھے۔

ابوداؤد۔ باب فی الامام سیدنا بنی العہود

بخاری۔ باب اثم من قتل معاہدًا بغير ہرم

ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب العدة۔

جب آپ کسی امر کو ناپسند فرماتے۔ تو ہم اُسے آپ کے چہرہ مبارک میں پہچان جاتے۔ یعنی غایت حیا کے سبب سے آپ اپنی کراہت کی تصریح نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ہم اُس کے آثار چہرہ اور میں پالتے۔

تقسیم اوقات | حضرت امام حسینؑ کا بیان ہے۔ کہ میں نے اپنے والد نبیؐ کو ارہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت اپنے دو لٹخانہ میں گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوتے۔ تو اس میں قیام کے وقت کے تین حصے کر لیتے تھے۔ ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لئے۔ دوسرا اپنے اہل ر کے ساتھ موانست و معاشرت کے لئے۔ تیسرا اپنی ذات اقدس کے لئے۔ پھر اپنے ذاتی حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان تقسیم کر لیتے۔ خواص صحابہ جو دو لٹخانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ ان کی وساطت سے عوام کو جو دو لٹخانہ میں حاضر نہ ہوا کرتے تبلیغ احکام فرماتے۔ اور نصیحت و ہدایت کی کوئی بات عام و خاص سے پوشیدہ نہ رکھتے۔ حصہ امت میں آپ کا طریقہ یوں تھا۔ کہ اہل فضل کو ترجیح دیتے۔ تاکہ حاضر خدمت ہو کر افادہ عام کریں۔ اور اس حصہ امت کو بقدر حاجت دینیہ تقسیم فرماتے۔ اہل فضل میں سے کسی کو ایک مسئلہ دین دریافت کرنا ہوتا۔ کسی کو دو اور بعض کو بہت سے مسائل کی ضرورت ہوتی۔ پس آپ ان اصحاب حاجات کی طرف توجہ فرماتے۔ اور ان کو وہی امور دریافت کرنے دیتے جن میں ان کی امت کی بہبودی بہرہ حضور ان کے من سب حال احکام بیان فرماتے۔ اس کے بعد آپ حاضرین مجلس سے ارشاد فرماتے۔ کہ تمہیں چاہئے کہ کہ بقیہ امت کو جو حاضر نہیں یہ احکام پہنچا دو۔ اور نیز فرماتے کہ جو لوگ (مثلاً عورتیں) بیماریاں وغیرہ) اپنی حاجتیں مجھ تک پہنچا نہیں سکتے تم ان کے حوالے مجھ پر پیش کر۔ کیونکہ جو شخص ایسے دیکھ کی حاجت بادشاہ تک پہنچاتا ہے جسے وہ خود نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کے قدم دپل صراط پر) ثابت رکھے گا۔ اسی طرح کے ضروری مفید امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا کرتے۔ اور ایسے امور کی شنوائی نہ ہوتی جن میں کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ لہذا سائل دو لٹخانہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔ اور آپ سے استفادہ علوم کرتے اور لوگوں کے رہبر بن کر نکلتے۔

۱۰ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی حیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام حسین فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو وقت گھر سے خارج گزرتا تھا۔ آپ اس میں کیا کیا کرتے تھے انہوں نے فرمایا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر خاموش رہتے۔ اور بجز مفید و ضروری امر کے لب کشائی نہ فرماتے۔ آپ لوگوں کو احسن خلق سے اپنا گردیدہ بناتے۔ اور ایسی بات نہ کرتے جس سے وہ آپ سے نفرت کرنے لگیں۔ آپ ہر ایک قوم کے بزرگ کی عورت کرتے اور اس کو ان کا سردار بنا دیتے۔ آپ لوگوں کو در عذاب خدا سے ڈراتے۔ ان سے احتراز کرتے اور نہ بچتے۔ مگر کشادہ روئی اور احسن خلق میں کسی سے دریغ نہ فرماتے۔ اپنے اصحاب کی خبر گیری فرماتے (مثلاً مریض کی عیادت۔ مسافر کے لئے دعا اور میت کے لئے استغفار فرماتے) اپنے خاص اصحاب سے لوگوں کے حالات دیکھتا فرماتے تاکہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں، آپ اچھی بات کی تحسین فرماتے اور اس کی تائید کرتے۔ اور بری بات کی بُرائی ظاہر فرماتے۔ اور اس کی تضعیف و تردید کرتے۔ آپ کا حال ہمیشہ معتدل تھا۔ اس میں اختلاف نہ تھا۔ آپ لوگوں کی تذکیر و تعلیم سے غافل نہ ہوتے تھے۔ کہ مبادا وہ غافل ہو جائیں یا سستی کی طرف مائل ہو جائیں۔ آپ ہر حال (جمع انواع عبادات) کے لئے مستعد تھے۔ حق سے کوتاہی نہ کرتے۔ اور نہ حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ (استفادہ کیلئے) آپ کی خدمت میں حاضر رہتے۔ وہ خیر الناس ہوتے۔ سب سے افضل آپ کے نزدیک وہ ہوتا۔ جو سب مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا۔ اور مرتبہ میں آپ کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہوتا۔ جو محتاجوں کی غمخواری کرنے والا اور ذمہات امور میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے والا ہوتا۔

امام حسین فرماتے ہیں۔ کہ بعد از ان میں نے والد بزرگوار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ حضور کا مجلس سے اٹھنا اور مجلس میں بیٹھنا بغیر ذکر الہی نہ ہوتا۔ جب آپ کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ تو جو جگہ خالی پاتے۔ وہیں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی حکم دیتے۔ جو لوگ آپ کے پاس بیٹھتے۔ آپ ان میں ہر ایک کو حساب کشادہ روئی اور تعلیم و تفہیم سے بہرہ ور فرماتے۔ آپ کا ہر ایک مجلس بہ سمجھتا کہ آپ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں۔ جو شخص آپ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لئے آپ سے کلام کرتا۔ آپ اس کے ساتھ اسی حالت میں ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ خود وہیں ہو جاتا۔ جو شخص

آپ سے کسی حاجت کا سوال کرتا۔ آپ اُس کی حاجت کو پورا کرتے یا اس سے کوئی نرم بات فرماتے (یعنی وعدہ فرماتے یا فرماتے کہ فلاں سے ہمارے ذمہ قرض لے لو) آپ کی کشادہ روی اور حسن خلق تمام لوگوں کے لئے عام تھا۔ آپ (بجائے شفقت) سب کے باپ ہو گئے تھے۔ اور وہ آپ کے نزدیک حق میں برابر تھے۔ (حسبِ حال و استحقاق ہر ایک کی حق رسائی ہوتی) آپ کی مجلسِ علم و عیاد و امانت و صبر کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ اس میں آوازیں بلند نہ ہوا کرتیں۔ اور نہ اس میں کسی کی آبروریزی ہوتی۔ اور نہ اشاعتِ ہفوات ہوتی۔ آپ کی مجلس میں سب متساوی تھے۔ ہاں بجائے تقویٰ۔ بعض کو بعض پر فضیلت تھی۔ وہ سب متواضع تھے۔ جو مجلس مبارک میں بڑوں کی توفیر چھوڑوں پر رحم کرتے اور صاحبِ حاجت کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے۔ اور سافر و غنی کے حق کی ثابت کرتے۔

سائل و اب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ اور ان کی رسالت کے ثبوت کے لئے بطورِ دلائل ان کو معجزات عنایت کئے۔ کوئی پیغمبر ایسا نہیں جسے کوئی نہ کوئی معجزہ عطا نہ ہوا ہو۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات اکثر واقعی و اظہر و اشرہر ہیں۔ کثرت کا یہ عالم ہے کہ ان کے افراد کا احاطہ انسانی طاقت سے خارج ہے۔ قرآن کریم کو دیکھئے۔ کہنے کو تو ایک معجزہ ہے۔ مگر اس میں ہزار ہا معجزے ہیں۔ کیونکہ فصاحت و شہادت سے قرآن کی کسی ایک سورت کا عارضہ طلب کیا گیا۔ تو وہ عاجز آ گئے۔ اب جائے غور ہے۔ کہ قرآن میں چھوٹی سے چھوٹی سورت کوڑ ہے۔ جس میں دس سے کچھ اور کلمات ہیں بقول بعض قرآن میں ۷۳۴ کلمے ہیں۔ پس اگر سورہ کوثر کی مقدار کلمات قرآن کے اجزاء بنائے جائیں۔ تو قریباً

۱۰۰ شمائل ترمذی۔ باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

سات ہزار ہوں گے۔ جن میں سے ہر ایک جو فی نفسہ معجزہ ہوگا۔ پھر اگر بلاغت و اسلوب و اخبار غیب وغیرہ دجواہ اعجاز پر غور کیا جائے۔ تو سات ہزار کی تضعیف ہوتی تھائے گی۔ پس آپ حسباً کر لیں۔ کہ ایک قرآن کریم میں کتنے معجزے ہیں۔ ہم اس ضمن میں کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ دو فصلوں میں لکھتے ہیں۔

فصل اول

اعجاز القرآن کا بیان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیگر انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اپنے زمانے میں معجزات دکھائے۔ مگر ان معجزات کا وجود صرف ان کی حیات دنیوی تک رہا۔ علاوہ ازیں ان کے معجزات عموماً حتی تھے۔ جن کو فقط حاضرین وقت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مثلاً عصائے موسوی کو اگر دیکھا۔ تو اس وقت کے حاضرین نے۔ ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کا اگر مشاہدہ کیا تو اس وقت کے موجودین نے۔ اور مادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اگر ملاحظہ کیا۔ تو حاضرین وقت نے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کی شریعت قیامت تک باقی رہے گا۔ اور ہر زمانے میں ہر صاحب عقل سلیم اس کو بصیرت کی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔ چنانچہ جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبیوں کے سے حتی معجزے طلب کئے۔ تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ
يَتْلَىٰ عَلَيْهِمْ (عنكبوت - ع)

کیا ان کو بس نہیں کہ ہم نے اتاری تجھ پر کتاب جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر کفار واقعی طالب حق ہیں۔ تو ہم نے تجھے قرآن مجید ایک ایسا معجزہ عطا کیا ہے۔ کہ جس کی موجودگی میں ان معجزوں کی ضرورت نہیں۔ جو انہوں نے تعنت و عناد و تجھ سے طلب کئے تھے۔ یہ۔ بہ قرآن ہر مکان و ہر زمان میں منکرین پر پڑھا جاتا ہے اور پڑھا جائے گا۔ لہذا یہ زندہ معجزہ ناقیامت ان کے ساتھ رہے گا۔ اور دوسرے معجزوں کی طرح نہیں۔ کہ وجود میں آئے اور جاتے رہتے یا ایک مکان میں ہوئے اور دوسرے میں نہ ہوئے۔ اسی مطلب کو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ بردہ میں یوں ادا کیا ہے

ہیں ہمارے پاس باقی آج تک وہ آیتیں
معجزے اور انبیاء کے ہو گئے سب کا عدم

دَامَتْ لَدَيْنَا فَنَفَقَتْ كُلَّ مَعْجَزَةٍ
مِنَ النَّبِيِّنَ إِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُم

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی سب سے بڑی سب سے اشرف اور سب سے واضح
دلیل یہی قرآن مجید ہے۔ وجہ یہ کہ معجزات عموماً اس وحی کے معارضہ ہو کر تھے۔ جو کسی نبی پر نازل
ہوتی تھی۔ اور وہ نبی اس وحی کی صداقت پر معجزے کو بطور شاہد پیش کرتا تھا۔ مگر قرآن کریم وحی ہے
اور معجزہ بھی۔ اس لئے یہ اپنا شاہد خود آپ ہے اور کسی دوسری دلیل کا محتاج نہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گروہیت بیدار سے رونما

حدیث سے ماں الانبیاء کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اشارہ فرمادیا کہ جب معجزہ نفس وحی ہو۔ تو بوجہ اتحاد دلیل و مدلول وہ دلالت میں اوضح و قوی
ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے والے زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی واسطے قرآن کریم پر ایمان لانے والے
ہر زمانے میں بکثرت رہے اور رہیں گے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قرآن
مجید پر مبنی ہے۔ چنانچہ خود قرآن مجید میں وارد ہے :-

بڑی برکت ہے اس کی جس نے آقا قرآن اپنے بندے
پر کہ ہو جہاں والوں کے لئے ڈرانے والا!

تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْقُرْآنَ عَلَى عَبْدِهِ
لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا. (فرقان شروع)

اور قرآن کریم کے وحی الہی ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل معایرہ کی ضرورت نہیں۔ لہذا ہم قرآن
ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ وجوہ ذیل سے اس کا معجزہ ہونا ثابت ہے :-

لَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ
الْأَنْبِيَاءِ مِنْ نَبِيٍّ إِلاَّ قَدْ أُعْطِيَ مِنْ الْآيَاتِ
مَا مِثْلُهُ مِنْ عَلَيْهِ الْبَشَرِ وَمَا كَانَ الَّذِي ادْتَبِيتُ
وَحْيًا إِلاَّ وَحْيَ اللَّهِ أَلِيَّ تَارِجًا وَكَأَنَّ كَثْرَتَهُمْ
تَابِعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ. متفق عليه (مشکوٰۃ - باب
فضائل سید المرسلین صلوات اللہ علیہم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں میں سے کوئی نبی نہیں۔
مگر یہ کہ معجزات میں سے اسے ایسا معجزہ عطا ہوا کہ جس کی
صفت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر لوگ ایمان لائے اور سوائے
اس کے نہیں کہ مجھے جو معجزہ عطا ہوا وہ وحی ہے جو اللہ نے
میری طرف بھیجی ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ قیامت کے
میں امت کے لحاظ سے ان زیادہ ہوں گا۔ یہ حدیث متفق علیہ

۱۰ دیکھو تفسیر تاریخ ابن خلدون

اعجاز القرآن کی بے بسی وجہ

فصاحت و بلاغت

وجہ اعجاز میں سب سے اعلیٰ اور مقدم قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے۔ جو فارقِ عادت عرب ہے۔ زمانہ جاہلیت میں فصاحت و بلاغت میں عرب کا وہ پایہ تھا۔ کہ کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ ان کا نام ہی بتا رہا ہے۔ کہ اس فن میں ان کو کس قدر مزا دلت تھی۔ بہت امور میں وہ اس فن کے عجائبات بدہائتہ ظاہر کیا کرتے تھے۔ محافل و مجالس میں فی البدیہہ خطبے پڑھ دیا کرتے تھے۔ اور گھمان کے محرکوں میں طعن و ضرب کے درمیان رجوع پڑھا کرتے تھے اور مطالب عالیہ کے حصول میں بھی اپنی سحر بیانی سے کام لیتے تھے۔ اس فن سے وہ بزدل کو دلیر۔ بخیل کو سخی۔ ناقص کو کامل۔ گنہگار کو نامور اور مشکل کو آسان کر دیتے تھے۔ جسے چاہتے مدح سے شریف اور باجوب سے وضيع بنا دیتے۔ اور اسی سے کینہ دہرہ بندہ دلوں سے دور کر کے بیگانے کو اپنا بنا لیتے۔ انہیں یقین داتا کہ اقلیم سخن کے مالک اور میدان فصاحت و بلاغت کے شہسوار ہم ہی ہیں۔ اور وہ یہ سمجھے ہوئے تھے کہ کوئی کلام ہمارے کلام سے سبقت نہیں لے جاسکتا!

فصاحت و بلاغت کے اس کمال پر ان کی روحانی حالت نہایت ہی گری ہوئی تھی۔ وہ عموماً بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے جتنی کہ خانہ خدا کو انہوں نے بتخانہ بنا یا ہوا تھا۔ بعض آگ کی پرستش کرتے تھے۔ کچھ لوگ ستاروں اور سورج اور چاند کو پوجتے تھے۔ بعض تشبیہ کے قائل تھے اور فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اور بعض کو خدا کی ہستی ہی سے انکار تھا۔ اوامر و نواہی کی انہیں مطلق خبر نہ تھی۔ اور نہ ان کے پاس کوئی الہامی کتاب تھی۔ دین ابراہیمی بجز چند رسوم کے بالکل مفقود تھا۔ قسادت قلب کا یہ عالم تھا کہ بعض لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیتے تھے۔ وہ شب و روز زنا کاری شراب خوری قمار بازی اور قتل و غارتگری میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے درمیان تو اہل کتاب موجود تھے ان کی حالت بھی دگرگوں تھی۔ ان کی کتابیں محرف ہو چکی تھیں۔ بہرہ و حضرت عمر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اور نصاریٰ میں خدا مانتے تھے اور

لہ لفظ عرب اعراب سے ہے جس کے معنی میں پیدا گفتن سخن را و بفصاحت سخن گفتن۔

مسد کفارہ کی آٹھ میں اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے تھے۔ غرض ملک عرب میں ساری دنیا کے مذاہب باطلہ اور عقائد قلیحہ موجود تھے۔ مشرکین وہاں تھے۔ آتش پرست۔ ستارہ پرست۔ آفتاب پرست۔ ماہتاب پرست اور درخت پرست وہاں تھے۔ نصاریٰ وہاں تھے۔ یہود وہاں تھے۔ مشبہ و مجسمہ وہاں تھے۔ تناسخیہ وہاں تھے۔ دہریہ وہاں تھے۔

نظر بحالات مذکورہ بالا اس امر کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ کہ ایسے مرکز میں خدا کی طرف سے ایک کامل طبیب روحانی ساری دنیا کے لئے مبعوث ہو۔ چنانچہ حسب عادت الہی ان کے پاس اللہ کا ایک کامل بندہ آیا۔ اور ایک کامل کتاب لایا۔ جس میں نیامت تک ہر نہ مانے اور ہر قوم کی تمام روحانی امراض کا خدائی نسخہ درج تھا۔ اس طبیب روحانی سے وہ پہلے ہی آشنا تھے۔ کیونکہ وہ اللہ کا پیارا خاتم سلسلہ انبیاء انہیں میں سے تھا۔ انہیں کے درمیان پیدا ہوا۔ اور انہیں کے درمیان پرورش پائی۔ ابھی اپنی والدہ ماجدہ کے لہن مبارک ہی میں تھا۔ کہ والد ماجد نے انتقال فرمایا۔ جب چھ سال کا ہوا۔ تو والدہ ماجد نے بھی اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ بعد ازاں دادا اور چچا یکے بعد دیگرے اس کی پرورش کے متکفل ہوئے۔ اس طرح اس دور یتیم کی تعلیم کا کوئی سامان نہ ہوا۔ نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مکہ میں نہ کوئی مدرسہ تھا، نہ کتب خانہ اور نہ وطن سے باہر کسی دوسری جگہ جا کر تعلیم پانے کا اتفاق ہوا۔ اگر ایسا ہوتا تو اہل مکہ سے کب پوشیدہ رہ سکتا تھا۔ غرض چالیس سال کی عمر تک وہ بندہ کامل یاقینوں میں آئی مگر صدق و امانت میں شہور ہوا۔ پھر یکا یک استادان کی تعلیم سے مستحب نبوت پر سرفراز ہوا۔

اس اُمی لقب ابن نے جو کتاب اپنی نبوت کے ثبوت میں اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کی وہ انہی کی زبان میں تھی۔ اور اسی فن میں ان سے معارضہ طلب کیا جس میں وہ تقاریر کا لمن الملک الیوم بجا رہے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ ان میں فصیح الفصحاء۔ ابلغ البلغاء۔ مصارع الخطباء اور وہ اشعر الشعراء موجود تھے۔ مگر جب معارضہ کے لئے یہ کتاب پیش کی گئی۔ تو ان کی عقلیں چکر اُگئیں۔

اے لوگو! تم کو آئی ہے نصیحت تمہارے رب سے اور شفا واسطے سینوں کے روگ کے اور ہدایت اور رحمت ایمان لانے والوں کے لئے!

لَا يَأْتِيَنَّ النَّاسَ قَدَجَاءٌ تَكْفُرًا مَوْعِظَةٌ
مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّسُورِ
وَهُدًى قَدْ صَحَّحْنَا لِلْمُؤْمِنِينَ (ابن عباس)

اس رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود قلتِ اتباع کے کھلے الفاظ میں یوں فرما دیا۔ کہ اگر تمام انس و جن مل کر اس کا معاوضہ کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے (بنی اسرائیل - ع ۱)۔ پھر بطور ارعاف عنان کہہ دیا کہ سارا انیس تو ایسی دس سو تیس ہی بنالاء (مہود - ع ۱) پھر تمام حجت کے لئے فرما دیا کہ دس نہیں تو ایسی ایک ہی صورت پیش کرو۔ (یونس - ع ۱) اس طرح وہ اللہ کا پیارا دیہان میں ہم گنہہ گاروں کا سہارا مکہ مشرفہ میں لگاتا دس سال کفار سے طلبِ معارضہ فرماتا رہا۔ پھر جب حکم الہی سے ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افزہ ہوا۔ تو وہاں بھی دس سال فَاَتُوا بِسُوْرَةٍ مِثْلِهِ سے تھری کہتا رہا۔ اور ساتھ ہی وَلَنْ تَفْعَلُوْا سے انہیں چونکاتا اور آگستا رہا۔

اس عرصہ دراز میں اُس ختم المرسلین نے اسی تھری پر اکتفا نہ کیا بلکہ عرب عیسوی قوم کو جس کی حمیت جاہلیہ مشہور ہے مجالس میں غلے رؤس الا شہادہ بول پکار کر فرما دیا۔ کہ تم گمراہ ہو۔ تمہارے آباؤ اجداد گمراہ تھے۔ تمہارے معبود دوزخ کا ایندھن ہیں۔ تمہاری جانیں اور تمہارے مال مسلمانوں کے لئے مباح ہیں۔ باایں ہمہ انہوں نے معارضہ سے پہلو ہتی کی۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے اسلام کی شوکت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اُن کے شہر اسلام کے قبضے میں آرہے تھے ان کی اولاد کو گرفتار کر کے غلام بنایا جا رہا تھا۔ اُن کے بت توڑے جا رہے تھے۔ اُن کے باپ دادا دوزخی بنائے جا رہے تھے۔ اس حالت میں اگر وہ ذرا سا معارضہ بھی کر سکتے۔ تو اس ذلت کو برگز گوارا نہ کرتے۔ کیونکہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے معارضہ سے یہ تمام خواری و رسوائی دور ہو سکتی تھی۔ اور اسلام کی جمعیت و شوکت کا شیرازہ ہمیشہ کے لئے پرالندہ ہو سکتا تھا جمعیت کے باوجود اُن کا بیس سال اس ذلت کو برداشت کرنا اور جلا وطنی اور جزیہ کو گوارا کرنا صاف بتا رہا ہے۔ کہ وہ معارضہ سے عاجز تھے۔ مگر اپنے عجز پر مردہ ڈالنے کے لئے رستم رستم کے عذر اور جیلے بہانے کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ کبھی اُسے منظوم دیکھ کر شاعر کا قول یا کاہن کا قول بتاتے (حادثہ ع ۱) کبھی اپنی قدرت سے خارج دیکھ کر حیرت سے کہا کرتے کہ یہ تو صریح جادو ہے (سبا - ع ۱) کبھی اپنی جہالت کے سبب سے کہتے کہ چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ لیں۔ یہ تو پہلوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ (انفال - ع ۱) کبھی کہتے کہ یہ افغاث اہلام یعنی اڑتے خواب ہیں (انبیاء - ع ۱) کبھی اُس کی تاثیر روکنے کے لئے کہتے کہ شوق چاؤ اور سننے نہ دو۔ (حم سجدہ - ع ۱) کبھی کہتے کہ قرآن سے ہمارے دل

غلاف میں ہیں اور ہمارے کانوں میں گرائی ہے۔ (حجم سجدہ - غ) کبھی کہتے کہ ہم نے اپنے باپ دادا دل میں یہ نہیں سنا۔ یہ تو بنائی بات ہے (ص - غ) اور کبھی اس رحمت للعالمین کو اس کتاب یعنی بڑا جھوٹا جادو گر (ص - غ) کبھی سمجھو یعنی جادو مارا (فرقان - غ) کبھی معکم معنون یعنی سکھایا ہوا باؤلا (خان - غ) کبھی کاہن اور کبھی شاعر (طہورہ - غ) گرا ایسے حیلوں اور غدروں سے کیا بن سکتا تھا۔

چراغے را کہ از بندہ فرزند ہر آن کوئی ز نیشش ہونند

جب عرب کی کمال فصاحت و بلاغت کے زمانے میں فصحاء و بلغاء چھوٹی سے چھوٹی ہونٹ کے معارضے سے عاجز آگئے۔ تو انہوں نے نابعد کے عرب و عجم کا عجز خود ثابت ہو گیا۔ سپردناہ اور ان محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی یہ کیسی دلیل صالح اور بربان قاطع ہے۔ کہ سارے تیرہ سو سال سے زائد عرصہ گزر چکا۔ کوئی شخص اقصیٰ سورتا کے معارضہ پر قادر نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔

اگر ہم کسی انسان کے کلام کو خواہ وہ کتنا ہی فصیح و بلیغ ہو سلا کر لیں۔ تو اختلاف مضامین اختلاف احوال اور اختلاف اغراض سے ان کی فصاحت و بلاغت میں نظام فرق نظر آئے گا۔ مثلاً شعراء و خطباء عرب جو فصاحت میں بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعضے میں بہت بڑے بڑے چڑھ کر اور ساجو میں معمول سے بہت گرسے ہوئے اور بعضے اس کے برعکس ہیں۔ بعضے مرتبہ گوئی میں فائق اور غزل میں پھرتے اور بعضے اس کے خلاف ہیں۔ اور بعضے چیز میں اچھے اور قصیدے میں خراب اور بعضے اس کے برعکس ہیں۔ بعضے کسی ہنر میں شہرے کے وصف میں اوروں سے سبقت لے گئے ہیں۔ چنانچہ امرؤ القیس گھوڑے اور خوروت کے وصف میں۔ اعشے شراب کے وصف میں۔ نابغہ زہیب اور زہیرہ زہیب میں مشہور ہیں۔ زہیرہ زہیب و زہیب و زہیب میں اچھا اور ریت و پھر بیابان۔ پانی اور سانپ کے وصف میں مشہور ہیں۔ مگر مدح و تاج میں گرا ہوا ہے۔ اسی سبب سے ان شعرا میں شمار نہیں کرتے بلکہ کہتے ہیں کہ اس کے شعروں میں ہر نون کی مینگنیاں اور خال عروس میں۔ فرزند وقت اگرچہ صاحب غزل ہے۔ مگر

۱۰ کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ ص ۱۵۱

تشبیہ میں اچھا نہیں۔ جریر اگرچہ عورتوں سے پرہیز کرنے والا ہے۔ مگر تشبیہ میں سب اچھا ہے۔ اسی طرح شاعر اگر زہد کو بیان کرنے لگے۔ تو قاصر رہ جائے گا۔ اگر کوئی لائق ادیب حلال و حرام کو بیان کرے۔ تو اس کا کلام معمول سے گر جائے گا۔ غلی ہذا القیاس اختلاف احوال سے بھی انسان کا کلام متفاوت ہو جاتا ہے۔ مثلاً خوشی کے وقت کا کلام غصہ کے وقت کے کلام سے بلحاظ فصاحت مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح اختلاف اغراض کے سبب انسان کبھی ایک چیز کی مدح کرتا ہے۔ پور کبھی مذمت۔ جس سے اس کے کلام میں ضرور فرق ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں فصحاء و بلغار کا کلام فصل و وصل۔ علو و نزول۔ تقریب و تبعید۔ وغیرہ میں متفاوت ہے۔ مثلاً بہت سے شعراء ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کرنے اور ایک باب سے دوسرے باب کی طرف خروج کرنے میں ناقص ہیں۔ چنانچہ سب کا اس امر پر اتفاق ہے کہ بھرتی جو نظم میں اچھا ہے۔ نسیب سے مدح کی طرف انتقال کرنے میں قاصر ہے۔ اس تمام کے برعکس قرآن کریم پر غور کیجئے۔ باوجودیکہ اس میں جوہ و خطاب مختلف ہیں۔ کہیں قصص و مواعظ ہیں۔ کہیں حلال و حرام کا ذکر ہے کہیں اغذار و اندازہ کہیں وعدہ و وعید۔ کہیں تحریف و تبشیر۔ اور کہیں تعلیم اخلاق حسنہ ہے۔ مگر وہ ہر فن میں فصاحت و بلاحت و بلاغت کے خارق عادات اعلیٰ درجے میں ہے۔ اور اس میں کہیں اس منزلت علیا سے انحطاط نہیں پایا جاتا اور اول سے آخر تک مقصد واحد کے لئے ہے۔ اور وہ خلقت کو اللہ کی طرف بلانا اور دنیا سے دین کی طرف پھیرنا ہے۔ چنانچہ آیہ ذیل میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ الْقُرْآنَ ط وَلَوْ كَانَ
مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ
اِخْتِلَافًا كَثِيرًا ه (نساء - ع)
مثال کے طور پر دیکھئے۔

ترغیب میں :-

فَلَا تَقْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرْآنٍ
أَعْيُنٌ حِجَابًا لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سجده - ع)

کیا غور نہیں کرتے قرآن میں۔ اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا
سوائے اللہ کے۔ تو پاتے اس میں بہت تفاوت

سو کسی جی کو معلوم نہیں جو چھپا دیا ہے ان کے واسطے جو
کھنڈ کہ ہے آنکھوں کی بدلا اس کا جو کرتے تھے۔

أَمْضُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُخْبَرُونَ
يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَالْكَوَابِ
وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ
الْأَعْيُنُ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
(رزخون - ع)

ترہیب میں :-

أَفَأَمِنْتُمْ أَنْ يُخْشِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ
أَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوا
لَكُمْ وَاكِيلًا أَمْ أَمِنْتُمْ أَنْ يُجِئَكُمْ
قَارَةٌ أُخْرَى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِنَ
السَّمَاءِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ثُمَّ لَا تَجِدُوا
لَكُمْ عَلَيْنَا يَدًا تَبِيعًا - (بنی اسرائیل - ع)
أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ أَنْ يُخْشِفَ بِكُمْ
الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُوسُ أَمْ أَمِنْتُمْ مَنْ
فِي السَّمَاءِ أَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا
فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرٍ (ملک - ع)

زہریں :-

فَكَرَّأَحْزَانًا يَذُنُّهُمْ فَمِنْهُمْ مَنْ
أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ
أَخَذَ زُلَّةَ الصَّيْحَةِ وَوَمِنْهُمْ مَنْ خَسَفْنَا
بِهِ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا وَ
مَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ
يُظْلِمُونَ - (شکرت - ع)

چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ بناؤ کر دئے جاؤ گے۔
لئے پھر میں گے ان پر رکابیاں سونے کی اور آنجوسے۔ اور
یہاں ہے۔ جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام
پاویں۔ اور تم کو اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

سو کیا تم نڈر ہو اس سے کہ دھنسانے تم کو جنگل کے کنارے
یا بھیج دے تم پر اندھی پھر نہ پاؤ تم اپنا کوئی کارسازہ یا
نڈر ہو اس سے کہ پھر لے جائے تم کو دریا میں دوسری با
پھر بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کا۔ پھر غرق کرے تم کو بد لے
اس ناشکری کے۔ پھر نہ پاؤ تم اپنی طرف سے ہم پر اس
کا دعوائے کرنے والا۔

کیا نڈر ہو تم اس سے جو آسمان میں سے کہ دھنسانے
تم کو زمین میں۔ پس ناگاہ وہ جنبش کرے۔ یا نڈر ہو اس
جو آسمان میں ہے کہ بھیجے تم پر پتھراؤ ہوا کا سواب جلتے
کیسا ہے ڈرانا میرا۔

پھر ہر ایک کو پکڑا ہم نے اس کے گناہ پر جو ان میں سے
کوئی تھا کہ اس پر بھیجا ہم نے پتھراؤ ہوا کا۔ اور کوئی تھا
کہ اس کو پکڑا چٹھاٹھنے۔ اور کوئی تھا کہ اس کو دھنسا یا
ہم نے زمین میں۔ اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبو دیا ہم نے
اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے۔ پر تھے وہ اپنا
آپ برا کرتے !

و عظیم میں :-

أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۖ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۗ مَا أَهْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمْتَحَرُونَ ۗ (شعراء - ۷)

ایہاں ہیں :-

اللَّهُ يَتْلُو لَكُمْ آيَاتِهِ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۚ وَالْأَنبَاءُ تَنزِيلًا مِّنَ السَّمَاءِ ۚ وَمَا كُنَّا بِمُرْسِلِينَ إِلَّا بِالْحَقِّ وَأَنَّ السَّاعَةَ أَتِيَةٌ ۚ وَمَنْ يُوقِطْهَا فَلْيُكْفِرْ ۚ إِنَّهَا سَاءُ مُتَمَارِفَةٌ ۚ وَمَنْ يُؤْمَرْ بِالَّذِي لَيْسَ بِهِ حَقٌّ أَوْ يُنذَرُ بِبُرْهَانٍ غَيْرِ الْبُرْهَانِ الْمُبِينِ ۚ وَرَبُّكَ بِمَا تَعْمَلُونَ لَعِينٌ ۚ (سجده - ۳۸)

علا بتاؤ۔ اگر تم فائدہ دین ان کو کئی برس پھر آدے ان پر عذاب جس کا ان سے وعدہ تھا۔ کیا کام آویگا ان کے تمتع ان کا۔

اللہ جانتا ہے۔ جو پیٹ میں رکھتی ہے ہر مادہ۔ اور جو سڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں۔ اور ہر چیز اس کے نزدیک اندازہ پر ہے۔ وہ جاننے والا چھپے اور کھلے کا۔ عظیم الشان بلند برابری ہے تم میں جو چوچکے ہاتھ کیے جو کبے پکار کر۔ اور جو چھپنے والے رات کو چھپنے والے دن کو۔

اسی طرح قرآن کریم کے نوارخ و خواتم۔ مراد منع فصل و وصل اور واقع محمول و تنقل کو دیکھئے اس کے پڑھنے والے کو خارق عادت بدیع تالیف کے سبب فصل بھی وصل معلوم دیتا ہے۔ اور ایک قصے سے دوسرے قصے کی طرف اور ایک شئی سے دوسری شئی کی طرف مثلاً وعدہ سے وعید اور نہر غیب سے ترمیم کی طرف انتقال کرنے میں مختلف مترادف اور متبادلات متناسب نظر آتا ہے۔

اس مقام پر یہ بزرگ تصحیح قرآن کی فصاحت و بلاغت کے متعلق چند شہادیں پیش کی جاتی ہیں۔ سبع معلقات جو تمام عربیہ بیت کا بابہ فخر و ناز تھے۔ اور خانہ کعبہ کے دروازے پر آویزاں تھے۔ قرآن شریف کے نازل ہونے پر آ رہے تھے۔ یہ تسابوت تک موجود ہیں۔ مگر سبع طوال کی جھلک سے اپنی آب و تاب سب کھو بیٹے ہیں۔

حضرت ابوسعید بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سبع معلقات کے شعرا میں سے تھے اسلام لے آئے تھے اور ساتھ ہی انہوں نے اسلام میں زندگی بسر کی۔ بعد انہوں نے سوائے ایک بیت کے کوئی شعر نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان سے فرمایا کہ مجھے اپنے شعر سناؤ۔ اس پر آپ نے سورۃ بقرہ پڑھی اور عرض کیا میں شعر نہیں کہنے کا جبکہ اللہ تعالیٰ نے

۱۔ کتاب الشعر والشعراء لابن قتیبہ ذریعہ لبید بن ربیع۔

دو خبریں، اور دو بشارتیں جمع ہیں :

حکایت ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز مسجد نبوی میں لیٹے ہوئے تھے۔ آپ کے سر لٹنے کوڑا ہوا ایک شخص کا کہ شہادت پڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس سے سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ میں بھارتیہ روم میں سے ہوں۔ مجھے عربی زبان میں آتی ہیں۔ میں نے ایک مسلمان قیدی سے سنا کہ وہ آپ مسلمانوں کی کتاب میں سے ایک آیت پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس آیت میں غور کیا۔ اس میں وہ احوال دنیا و آخرت جمع ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام پر نازل فرمائے۔ وہ آیت یہ ہے :-

وَمَنْ يَلْمِزِ اللَّهَ فَمَا لِي بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۗ وَمَنْ يَلْمِزِ اللَّهَ فَمَا لِي بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۗ وَمَنْ يَلْمِزِ اللَّهَ فَمَا لِي بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۗ

اور جو کوئی حکم پر اللہ کے اور اس کے رسول کے۔ اور
ڈرتا ہے اللہ سے اور نہج کرے اس سے سوہی لوگ ہیں لوگوں کے

ابن مقفع نے جو نصاحت و بلاغت میں گمانہ روزگار تھا اور نہ مانہ تابعین میں تھا قرآن شریف کے معارضہ میں کچھ لکھنا شروع کیا۔ ایک دن ایک کاتب سے اس کا گزیر ہوا جس میں ایک لڑکا یہ آیت پڑھ رہا تھا :-

وَقِيلَ يَا أَرْضُ امْنِي أُنْبِئِي مَا كُنْتِ فَعْمًا ۗ
أَتُوبِي وَيُغِيظُ الْمَاءُ وَيُجَيِّدُ الْأَرْضَ ۗ
أَسْتَوْدِعُكَ اللَّهُمَّ مَا كُنْتِ تُسْتَوْدِعُونَ ۗ

اور حکم آیا۔ اے زمین گل جا اپنا پانی۔ اور اے آسمان ختم جا
اور خشک کیا گیا پانی اور تمام کیا گیا کام۔ اور کشتی ٹھہری
جودی بہاڑ پر۔ اور حکم ہوا کہ درہوں قوم بے طاعت۔

وہ سن کر وہ افسوس آیا۔ اور جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈالا۔ اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معاذ
کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان کا کلام نہیں ہے۔

یوحییٰ بن حکم الفزالی نے جو بقیول مذہبی دوسری اور بقیول ابن جبان تیسری صدی ہجری میں اندلس
میں فحول شعراء میں سے تھا۔ قرآن کے معارضہ کا ارادہ کیا۔ ایک روز سورہ اخلاص کا معارضہ
کرنے لگا۔ تو اس پر ہیبت طاری ہو گئی۔ جو اس کی زریہ کا باعث ہوئی :-

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ نے دقانی فضائل المصطفیٰ میں ذکر کیا ہے۔ کہ امام ابن عقیل

ابو دیکھو حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین للبحرانی مطبوعہ بیروت ۱۳۹۰ھ

نے کہا کہ ابو محمد بن مسلم نخوی نے مجھ سے حکایت کی ہے کہ ہم اعجاز القرآن پر گفتگو کر رہے تھے۔ وہاں ایک فاضل شیخ موجود تھا۔ اس نے کہا کہ قرآن میں ایسی کونسی چیز ہے جس سے فضلاء عاجز ہو جاتے ہیں پھر وہ کاغذ و روایات لے کر بلاخانے پر چڑھ گیا۔ اور وعدہ کیا کہ تین دن کے بعد قرآن کے معانی میں کچھ لکھ کر لاؤں گا۔ جب تین دن گزر گئے۔ تو ایک شخص بلاخانے پر چڑھا۔ اور اس کو سہارا لئے ہوئے اس حال میں پایا کہ اس کا ہاتھ قلم پر سوکھ گیا تھا۔

مسئلہ کذاب نے قرآن کی بعض چھوٹی سورتوں کے معانی میں کچھ لکھا۔ مگر ایسا کہ اطفال کتب بھی اسے دیکھ کر سنیں۔ سورہ کوثر پر جو اس نے لکھا تھا ہم انشاء اللہ اسے اس بحث کے اخیر میں لائیں گے۔ اور اس نے اس کا نام کی سخافت ظاہر کرنے کے لئے اس صورت کی وجہ اچھا اور مفصل بحث کریں گے۔ اور مزید توضیح کے لئے قرآن کی فصاحت کے متعلق دو اور مثالیں پیش کریں گے۔

اعترض

قرآن شریف میں انبیاء کرام کے قصے بار بار لاتے گئے ہیں۔ چنانچہ بقول بعض حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ایک سو بیس جگہ ہے۔ اور بقول ابن عربی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ پچیس آیتوں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نوے آیتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ خلاف فصاحت ہے۔

جواب

وہ تکرار خلاف فصاحت ہوتا ہے۔ جس میں کچھ فائدہ نہ ہو۔ مگر قصص قرآنی کا تکرار فوائد سے خالی نہیں۔ علامہ بدر بن جماعہ نے اس مضمون پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام المقتضی فی فوائد تکرار القصص ہے۔ اس میں تکرار قصص کے کئی فوائد سے ذکر کئے ہیں۔

(۱) ہر جگہ کچھ نہ کچھ زیادتی ہے۔ جو دوسری جگہ نہیں۔ یا کسی نکتہ کے لئے ایک جگہ دوسرا کلمہ لایا گیا ہے اور یہ بقاء کی عادت ہے۔

(۲) ایک جماعت ایک قصہ سن کر اپنے گھر چلی جاتی تھی۔ ان کے بعد دوسری جماعت ہجرت

کہہ کے آئی تھی۔ اور جو کچھ پہلی جماعت کے پڑھا جانے کے بعد نازل ہوتا ہے۔ دہرت کرتی۔ اگر تکرار
تخصیص نہ ہوتی۔ تو قصہ ہوتی کہ ایک قوم سننے۔ اور قصہ عیسے کہ دوسری قوم سننے۔ اسی طرح باقی قصوں کا
تعالیٰ ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے پھاہا کہ تمام لوگ ان قصوں کے سننے میں مشترک ہوں۔ تاکہ ایک قوم
کو نادہ اور دوسری کو نہ پاوہ تا کہ یہ سہل ہو۔

(۳) ایک ہی مضمون کو مختلف اسلوب میں بیان کرنے میں جو فصاحت ہے وہ پوشیدہ نہیں
ہم قصص کے نقل کر سکتے ہیں اس قدر ذرا ہی نہیں جتنے کہ احکام کے نقل کرنے پر ہیں۔ اس نے
احکام کے ہر قسم قصص کو بار بار لایا گیا ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نزل فرمایا۔ اور لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز آگئے۔ بھران کے
مجھ کے معاملہ کو اس طرح واضح کر دیا کہ ایک قصہ کہ گئی بجز ذکر کیا۔ تاکہ معدوم ہو جائے کہ وہ اس کی مثل
لانے سے عاجز ہیں۔ خواہ کوئی سے۔ الفاظ میں لاپس۔ اور کسی عجز سے تعبیر کریں۔

(۶) جب اللہ تعالیٰ نے مشکوک سے تمہاری کسی کہ اس کی مثل ایک سورت بنا لاؤ۔ تو اگر ایک قصے
کو ایک ہی جگہ ذکر کیا جاتا اور اسی پر کفایت کی جاتی۔ بل عیب کہتے۔ کہ تم ہی اس کی مثل ایک سورت
پیش کر دو پس اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے ان کی حجت دور کرنے کے لئے ایک قصے کو کئی سورتوں میں
نازل فرمایا۔

(۷) جب ایک قصے کو بار بار ذکر کیا گیا اور ہر جگہ اس کے الفاظ میں کمی بیشی اور تقدیم و تاخیر کر دی
گئی۔ اور مختلف اسلوب میں لایا گیا۔ تو یہ عجیب بات پیدا ہو گئی۔ کہ ایک ہی معنی مختلف سورتوں
میں جلوہ افروز ہوا۔ اور لوگوں کو اس کے سننے کی طرف کشش ہو گئی۔ کیونکہ ہر نئے ام میں لذت ہوتی
ہے۔ اور اس سے قرآن مجید کا ایک خاصہ ظاہر ہو گیا۔ کیونکہ باوجود تکرار کے لفظ میں کوئی عیب
اور سننے کے وقت کوئی ملال پیدا نہیں ہوتا۔ پس کلام الہی بندوں کے کلام سے ممتاز رہا۔

اعتراض

مانا کہ ایک معنی کو مختلف لباس اور مختلف اسلوب میں ظاہر کرنے سے فصاحت میں کوئی خلل نہیں
آتا۔ بلکہ یہ ابلغ ہے۔ مگر بعض جگہ ایک ہی جگہ بار بار لایا گیا ہے۔ چنانچہ سورہ شعراء میں اِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَاٰيَةٌ لِّمَنْ كَانَ اَلْتَّرْحُمَةُ مُرْتَبِنًا ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ آخِ بَار

ہیں۔ مگر اس کا اسلوب تمام اسالیب سے جدا ہے۔ اور انواع کلام (قصائد، خطب، رسائل۔ محاورہ) میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ باایں ہمہ سب انواع کے محاسن کا جامع ہے۔ اہل عرب انواع چہارگانہ کے سوا کوئی اور اسلوب و طرز نہ جانتے تھے۔ اور نہ کسی نئے طرز میں کلام کر سکتے تھے۔ پس ایک عجیب نرالی اسلوب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (جو آٹھی تھے) کی زبان مبارک پر جاری ہونا عین اعجاز ہے!

اس کتاب میں پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ کہ ایک روزہ لہذون مغیرہ نے قریش سے کہا کہ پیام حج قریب ہیں۔ عرب کے قبائل تم سے اس تدعی نبوت (حضرت محمد) کی نسبت دریافت کریں گے۔ تم اس کی نسبت ایک رائے قائم کر لو۔ اس پر قریش نے مختلف رائیں پیش کیں۔ کہ وہ کاہن ہے۔ دیوانہ ہے۔ شاعر ہے۔ جادوگر ہے۔ ولید نے یکے بعد دیگرے ان تمام کی تردید کر کے کہا: "اللہ کی قسم! اس کے کلام میں بڑی علامت ہے۔ اس کلام کی اصل مضبوط جڑ والا درخت خرما ہے اور اس کی فرع پھل ہے۔ ان بانوں میں سے جو بات تم کہو گے وہ ضرور پہچان لی جائے گی کہ جھوٹ ہے۔ اس کے بارے میں صحت کے قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو۔ وہ جادوگر ہے اور ایسا کلام لایا ہے جو جادو ہے۔ اس کلام سے وہ باپ بیٹے میں بھائی بھائی میں۔ میاں بیوی میں خویش و اقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے!"

اسی طرح ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ قریش نے اپنے سردار عقبہ بن ربیعہ کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور اس نے آپ پر کئی باتیں پیش کر کے کہا کہ ان میں سے ایک پسند کر لیجئے۔ آپ نے اس کے جواب میں سورۃ حم سجدہ کی شروع کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ عقبہ نے قریش سے جا کر کہا:۔

"اللہ کی قسم میں نے اب کلام سنا کہ اس کی مثل کہی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم! وہ شعر نہیں۔ نہ جادو کے نہ کہانت۔ اے گروہ قریش میں کہاناؤ۔ اس شخص کو کرنے دو جو کرتا ہے۔ اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے کلام اس سے سنا ہے۔ اس کی طبیعت عظمت و شان ہوگی۔ اگر عرب اس کو مغلوب کر لیں۔ تو تم غیر کے ذریعے سے اس سے بچ گئے۔ اگر وہ عرب پر غالب آگیا۔ تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے۔ اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اور تم اس کے سبب سے

خوش نصیب ہو جاؤ گے۔“

قریش یہ سن کر کہنے لگے کہ اُس نے تو اپنی زبان سے تجھے بھی جادو کر دیا۔ عقبہ بولا۔ کس کی نسبت میری یہی رائے ہے۔ تم کو جو چاہا ہو!

صحیح مسلم میں حدیث اسلام ابو ذر غفاری میں خود ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بھائی انیس نے مجھ سے کہا کہ مجھ کو مکہ میں ایک کام ہے۔ تو مکہ لوں گی حفاظت رکھنا۔ یہ کہہ کر انیس چلا گیا۔ اور مکہ پہنچ گیا۔ دیر کے بعد واپس آیا۔ تو میں نے پوچھا۔ تو نے کیا کیا؟ وہ بولا میں مکہ میں ایک شخص سے ملا۔ جو کہتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں میں نے پوچھا کہ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ شاعر ہے۔ کاہن ہے جادو گے۔ پھر انیس ہی جو خود بڑا شاعر تھا۔ کہنے لگا۔

اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں کا کلام سنا ہوا ہے۔ اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں۔ اللہ کی قسم!

میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام قسموں کے ساتھ متاثر کیا ہے۔ میرے بعد کسی سے یہ نہ بن پڑے گا

کہ کہے وہ کلام شعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ نبی سچے ہیں۔ اور کافر بے شک جھوٹے ہیں۔“

اس حدیث میں اس کے بعد یہ مذکور ہے۔ کہ بیٹن کر حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام لائے۔ جب آپ نے بھائی انیس کے پاس واپس آئے۔ تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت اُمّ ایمن کی والدہ بھی ایمان لے آئے۔ پھر تینوں اپنی قوم غفار میں آئے۔ آدمی قوم ایمان لے آئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے۔ تو باقی بھی ایمان لے آئے۔ اس طرح قبیلہ سلم بھی مسلمان ہو گیا۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

غفار غفر اللہ لہا واسلم سالھا اللہ | یعنی اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخش دے اور قبیلہ سلم کو سلاہ دے رکھے۔

ابن سعد نے طبقات میں بروایت یزید بن رومان اور محمد بن کعب اشعری اور زہیری وغیرہ روایت کیا ہے۔ کہ نبی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

لہ لقا سمعت قول لکھنتہ فما حول قلوبہم ولقد وضعت قولہ علی اقواء الشعر وجمایلتہم علی لسان

احد بعدی انہ شعر والله انہ لصادق والضرر لکاذبون۔

اقدس میں حاضر ہوا۔ اور آپ کا کلام سنا۔ اور آپ سے کئی باتیں دریافت کیں آپ نے ان کا جواب دیا۔ اس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا۔ پھر آپ نے اُسے دعوتِ اسلام دی وہ ایمان لے آیا اور اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا۔

”بے شک میں نے روم کا ترجمہ۔ فارس کا ترجمہ۔ عرب کے اشعار۔ کامن کی کہانت۔ اور ملکِ حمیر کا کلام سنا ہے۔ مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلام ان کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔ اِس لئے تم میرا کہا مانو۔ اور اِس سے بہرہ ور ہو جاؤ۔“

اس طرح نبویہ فتح مکہ کے سال مقامِ قدیم میں خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام لائے۔ وہ سات سو تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ ایک پندرہ تھے۔ عباس بن مرداس اور انس بن عباس بن رعل اور راشد بن عبد ربہ انہیں میں تھے!

قرآن مجید کے اسلوبِ بدیع کی نسبت مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔

”قرآن کو چھتوں کتب کی طرح بابوں اور فصلوں میں تقسیم نہیں کیا گیا۔ تاکہ تو ہر مطلب اس میں سے معلوم کر لے۔ یا ایک فصل میں مذکور ہو۔ بلکہ قرآن کو مکتوبات کا مجموعہ فرض کر جس طرح کوئی بادشاہ اپنی رعایا کو بحسب اقتضائے حال ایک فرمان لکھے۔ اور کچھ مدت کے بعد دوسرا فرمان لکھے۔ اور اسی طرح لکھتا چلے۔ یہاں تک کہ بہت سے فرمان جمع ہو جائیں۔ پھر ایک شخص ان ہزاروں کو جمع کر کے ایک مجموعہ تیار کر دے۔ اسی طرح اس ملک علی الاطلاق نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مقتضائے حال کے موافق یکے بعد دیگرے سورتیں نازل فرمائیں۔ اور آپ کے زمانہ مبارک میں ہر سورت الگ الگ محفوظ تھی۔ مگر سورتوں کو ایک جگہ جمع نہ کیا گیا تھا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں تمام سورتوں کو ایک جگہ میں خاص ترتیب سے جمع کیا گیا۔ اور اس مجموعہ کا نام مصحف رکھا گیا۔ صحاب کرام کے درمیان سورتوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک بیع طوال۔ دوسری مسین۔ تیسری سے ہر ایک میں سورتوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا گیا۔ تیسری مشانی جن میں سے ہر ایک میں سورتوں سے کم ہیں۔ چوتھی مفصل۔ اور مصحف کی ترتیب میں دو تین سورتیں جو مشانی میں سے ہیں مسین میں داخل کر دی گئیں کیونکہ ان کے بیاق کو مسین کے بیاق سے مناسبت ہے۔ اسی طرح بعض دیگر اقسام میں بھی کچھ تصرف ہوا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مصحف کی کئی کاپیاں کر کے اطراف میں بھیجی

تاکہ ان سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ اور کسی دوسری ترتیب کی طرف مائل نہ ہوں۔ چونکہ سورتوں کی اسلوب
بادشاہوں کے فرمانوں سے پوری پوری مناسبت رکھتا تھا۔ اس لئے ابتداء و انتہا میں مکتوبات
کے طریقہ کی رعایت کی گئی۔ جس طرح بعض مکتوبات کو خدا تعالیٰ کی حمد سے شروع کرتے ہیں۔ اور
بعض کو اس کے املا کی غرض سے اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے نام سے شروع کرتے ہیں۔
اور بعض رقمے اور خطوط بے عنوان ہوتے ہیں۔ اور بعض مکتوبات طویل اور بعض مختصر ہوتے ہیں ایسی
طرح خدا تعالیٰ نے بعض سورتوں کو حمد و تسبیح سے شروع کیا۔ اور بعض کو اس کے املا کی غرض کے
بیان سے شروع کیا۔ چنانچہ فرمایا۔ ذَالِقَ الْاَلْتِبِ لَا رَيْبَ فِیْہِ ۙ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (تو شروع)
سُوْرَةُ اَنْزَلْنٰہَا وَفَرَضْنٰہَا ذُو شُرُوْعٍ اور قسم مشابہ ہے اس کے ہذا اما صالح فلان
وفلان۔ ہذا ما اوحی بہ فلان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ حدیبیہ میں یہ
تحریر فرمایا تھا۔ ہذا ما قاضی علیہ محمد۔ اور بعض کو مرسل اور مرسل الیہ کے ذکر سے شروع کیا
چنانچہ فرمایا۔ تَنْزِیْلَ الْکِتَابِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ (ذو شروع)۔ کِتَابٌ اُسْتَنْسَخْتِ اَیْتَمَمْتُ
فَصَلَّتْ مِنْ لَدُنْ حَکِیْمٍ حَیْبِرَ (ہو شروع) اور یہ قسم مشابہ ہے اس کے کہ لکھیں۔ حضرت
خلافت کا حکم صادر ہوا۔ یا لکھیں۔ فلاں شہر کے باشندوں کو حضرت خلافت کی طرف سے
یہ آگہی ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا میں محمد بن رسول اللہ الی ہر قس عظیم
الْوَدَّعَاوِ لِبَعْضِ سُوْرَتُوْنَ کُوْرَعَاتٍ وَخَطُوْبٍ کَ طُوْرِ عِنْوَانِ کَ بَغِیْرِ شُرُوْعٍ کَیَا۔ چنانچہ فرمایا اِذَا
سَجَاوَرَ الْمُنٰفِقُوْنَ رَمٰنَ فِیْئُوْنَ شُرُوْعٍ قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ نُوْلَ الْبَیِّنٰتِ تَحَارِکَ فِیْ نَزْوِجِہَا (مجاہد شروع)
بَیِّنٰتِ الْبَیِّنٰتِ لَیْسَ لَکُمْ مٰا اَحْلٰعَ اللّٰہُ لَکَ (تحریم شروع) چونکہ عرب کی سب سے مشہور وضاحت
قصیدے تھے۔ اور قصیدوں کے شروع میں تشبیب میں عجیب موضع اور مولناک وقت کا ذکر
کرنا ان کی قدیم رسم تھی۔ اس لئے اس اسلوب کو بعض سورتوں میں اختیار کیا۔ چنانچہ فرمایا۔ وَ
الضَّمَّتْ صَفَاہُ قَالُوْا اِحْرٰتِ زَجْرًا (ساناں شروع) وَالذَّارِیَاتُ نَزَّوٰتًا ۙ فَاَلْحَسٰتُ وَشَوٰ
رُوْرِیٰتُ شُرُوْعٍ۔ اِذَا الشَّمْسُ کُوْنَتْ لَآلِیًا ۙ وَاِذَا النُّجُوْمُ اُنکَدَرٰتُ ذَکُوْرُ شُرُوْعٍ جس طرح
مکتوبات کے اوپر کو جوامع کلم اور نوادر و صایا اور احکام سابقہ کی تاکید اور مخالفین احکام کی تہدید پر ختم کرنے
تھے۔ اسی طرح سورتوں کے اوپر کو جوامع کلم اور مناسک کلم اور تاکید و طبع اور تہدید عظیم پر ختم فرمایا۔ اور

کبھی سورت کے درمیان بڑے بڑے فائدے والے بدیع الاسلوب بلع کلام کو ایک طرح کی حد و تسبیح سے یا نعمتوں اور عطا یا نعمت کے ایک طرح کے بیان سے شروع کیا ہے۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے مراتب میں تباہن کے بیان کو سورہ نحل کے آیت (قُلْ لِلَّهِ الْمُلْكُ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ ۗ اللَّهُ خَيْرٌ مَّا يَشْرِكُونَ) سے شروع کیا۔ اور اس کے بعد پہلی آیت میں اس مدعا کو نہایت ہی بلع وجہ اور نہایت ہی بدیع اسلوب سے بیان فرمایا۔ اور نبی اسرائیل کے مخصوصہ کو سورہ بقرہ کے آیت میں الفاظ (يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰذْكُرُوْا الْعِمَّةَ الَّتِيْ) سے شروع فرمایا اور ان ہی الفاظ پر ختم کیا۔ پس اس مخصوصہ کا اس کلام سے شروع کرنا اور اسی کلام پر ختم کرنا مکمل درجہ کی بلاغت ہے۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کے مخصوصہ کو سورہ آل میں آیت (رِاٰقَ الَّذِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ) سے شروع فرمایا۔ تاکہ محل نزاع معین ہو جائے۔ اور قیل و قال کا تو اس مدعا پر واقع ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ۔ انتهى

اعجاز القرآن کی تیسری وجہ

غیب کی خبریں

قرآن میں پہلے نبیوں اور گزشتہ امتوں اور قرون ماضیہ کے قصے مذکور ہیں۔ مثلاً حضرت آدم و حوا کا قصہ، حضرت نوح و طوفان کا قصہ، حضرت ابراہیم و سارہ کا قصہ، حضرت اسحاق اور حضرت لوط کے حالات۔ حضرت مریم و تولد مسیح کا قصہ، ابتدائے پیدائش کا حال۔ ان میں بعض قصے جو علمائے اہل کتاب کو بھی شاذ و نادر ہی معلوم تھے۔ یہود کے سوال کرنے پر بتائے گئے۔ مثلاً صحاب کعب کا قصہ، ذوالقرنین کا قصہ، حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کا قصہ۔ حضرت موسیٰ و خضر کا قصہ۔ یہ تمام قصے قرآن مجید میں کتب سابقہ اہامیہ کے مطابق مذکور ہیں۔ قرآن میں شائع سابقہ کے احکام مذکور ہیں۔ مثلاً سورہ مائدہ رکوع اول میں ہے:-

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ دِمَآئِنُ الْمُتَّقِيْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ يَدْعُوْنَ ۗ
 الْحَنَافِيَّةَ وَالْمَجِيسِيَّةَ وَالنَّصَارِيَّةَ وَالْجُنَّانِيَّةَ ۗ وَهُنَّ
 حُرْمَتُ رِءُوسِ الْاُمَّةِ ۗ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ

۱۔ نزہ الکبیر فی اصول التفسیر مطبوعہ مطبع مجتہدانی دہلی۔ ص ۲۱-۲۲

الْمَذْحِجَةُ | كَثْرُ

اعمال باب ۱۵ - آیت ۲۹ میں ہے :-

”تم بتوں کے چڑھاؤوں اور لہواؤں اور گلا گھونٹی ہوئی چیزوں اور حرام کاری سے پرہیز کرو“
اس آیت میں جو سور کے گوشت کی جگہ حرام کاری لکھی ہے درست نہیں۔ کیونکہ اس مقام پر حلال
ہر حرام خوراک کا ذکر ہے۔ حرام کاری سے کیا علاقہ۔

قرآن میں بعض احکام بحوالہ کتب الہامیہ سابقہ مذکور ہوئے ہیں مثلاً سورۃ مائدہ رکوع میں ہے :-

اور لکھ دیا ہم نے ان پر قصاص اس کتاب (تورات)
میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور
ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور
دانت کے بدلے دانت۔ اور زخم بدلہ پر اب۔

وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ
وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ
وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ
وَالْجُرُوحَ قِصَاصًا

تورات کتاب النورج باب ۲۱ آیت ۲۳ - ۲۵ - میں یوں ہے :-

”جان کے بدلے جان۔ اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ دانت کے بدلے دانت۔ ہاتھ کے بدلے ہاتھ

پاؤں کے بدلے پاؤں۔ جلانے کے بدلے جلانا۔ زخم کے بدلے زخم۔ چوٹ کے بدلے چوٹ“

بعض احکام یہود کے طعن کے جواب یا ان کے انکار کی تردید میں وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ

سورہ آل عمران رکوع میں ہے :-

سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں۔ بنی اسرائیل کو۔ مگر
جو حرام کر لی تھی اسرائیل دینقوب نے اپنی جان پر
تورات نازل ہونے سے پہلے۔ لکھ۔ لادورات۔
اور پڑھو اسے اگر سچے ہو۔

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حَلَالًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ
إِلَّا مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَى نَفْسِهِ
مِن قَبْلِ أَنْ تُنزَلَ الْتَّورَةُ عَلَيْهِمْ وَقُلْنَا
لِلَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا مَا آتَاكُمْ مِنَ الْقُرْآنِ

اس آیت کا شان نزول مروج القرآن میں یوں لکھا ہے :- یہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

کہتے کہ تم کہتے ہو۔ ہم ابراہیم کے دین پر ہیں۔ اور ابراہیم کے گھرانے میں چیزیں حلال ہیں۔ سو

کھاتے ہو۔ جیسا کہ اونٹ کا گوشت اور دودھ۔ اللہ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں

سب ابراہیم کے وقت میں حلال تھیں۔ یہاں تک کہ تورات نازل ہوئی۔ تورات میں خاص بنی اسرائیل

پر حرام ٹھہرتی ہیں۔ مگر ایک اونٹ تو رات سے پہلے حضرت یعقوب نے اس کے کھانے سے قسم کھائی تھی۔ ان کی تبعیت سے ان کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا۔ اور قسم کا سبب یہ تھا۔ کہ ان کی ایک مرض (عوق النساء) ہوا تھا۔ انہوں نے نذر کی کہ اگر میں صحت پاؤں۔ تو جو میری بہت بھاڑ کی چیز ہے۔ وہ چھوڑ دوں۔ ان کو یہی بہت بھاتا تھا۔ سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔

اسی طرح خود یہودیہ پر چھ چیزیں حرام تھیں۔ ان کی نسبت وہ کہتے۔ کہ یہ ہم ہی پر حرام نہیں ہوئیں۔ بلکہ حضرت نوح و حضرت ابراہیم اور پہلی امتوں پر بھی حرام تھیں۔ ان کے اس خیال کی ترمیم آیت ذیل میں مذکور ہے۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حُرْمًا كَمَا كُنَّا عَلَى الَّذِينَ تَبَعُوا
وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حُرْمًا عَلَيْهِمْ مِمَّا حُرِّمَ
بِالْآيَاتِ وَالْحَوَائِجِ وَالْمُخْتَلَفِ
بِعِظْمِ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِبَعْضِهِمْ وَإِنَّا
لَصَدِيقُونَ (الانعام - ع)

اور ان پر ہم نے حرام کیا تھا پہر ناطق والا اور گائے اور بکری میں سے ہم نے حرام کیا ان پر ان دونوں کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر یا انت میں یا لی ہو ہڈی کے ساتھ ہے ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی کھانے پر اور ہم سچ کہتے ہیں۔

جانوروں کے حلال و حرام کے احکام کی طرح احکام جناب و حائض و عشاء بھی قرآن میں کتب سابقہ کے مطابق بیان ہوئے ہیں۔

ناظرین کرام! موافق و مخالف سب کو معلوم ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے۔ نہ کبھی کسی استاد کے آگے زانوئے شاگردی نہ کیا۔ اور نہ کبھی علمائے اہل کتاب میں سے کسی عام کی صحبت سے استفادہ فرمایا۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔ پس تعظیم و مجالست علماء کے بغیر قصص مذکورہ بالا اور احکام طہل سابقہ کی خبر اس طرح دینا کہ مصدق کتب الہامیہ سابقہ ہو۔ اس امر کی دلیل ہے۔ کہ یہ سب اللہ تعالیٰ نے حضور کو وحی کے ذریعے بتایا۔ اسی واسطے یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت آپ پر ایمان لائی۔ اور باقی جو اس نعمت سے محروم رہے۔ اس کا سبب بعض حسد و عناد تھا۔ قصص و احکام کے علاوہ قرآن میں کتب سابقہ کے بعض اور مضامین ہمراہ اشارتاً بیان ہوئے۔

۱۔ شہادت سے مراد ان کا ظم کرنا۔ راضا سے روکنا۔ سو لینا۔ حالانکہ ان کو ان کی ممانعت تھی۔ تو رات کتاب اللہ ۱۔ ۱۔ آیت میں اور لوگوں کا مال ناسخ کھانا ہے۔ جیسا کہ سورہ ناز کو ص ۱۰ میں آیا ہے۔

کتاب مذکور میں دیکھو آیات ذیل :-

۱۔ قَدْ آخَذْنَا مِمَّنْ تَزَكَّىٰ ۖ وَذَكَرْنَا مِمَّنْ
رَبِّهِمْ فَصَلَّىٰ بَدَلًا ۖ لَوْ تَرَفُّعًا لِّحَيَاتِهِ ۖ وَاللَّهُ
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْلَىٰ ۗ إِنَّ هَذَا لَفِي
التَّخْفِ الْأُولَىٰ ۗ فَصَحَّتْ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ

مُوسَىٰ (سورہ اعلیٰ)

۲۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ مُّبِينَاتٍ
فَكَفَرَ بَنِي إِسْرَائِيلَ إِذْ جَاءَهُمْ
فَقَالَ لَهُ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَلْقَاكَ لِمُوسَىٰ
مَسْكُورًا (بنی اسرائیل - ع)

بیشک بھلا ہوا اُس کا۔ جو سنورا اور پُڑھانا نام اپنے
رب کا پھر نماز پڑھی۔ بلکہ تم آگے رکھتے ہو دُنیا کا جینا
اور آخرت بہتر ہے اور رہنے والی۔ یہ لکھا ہے پہلے
صحیفوں میں۔ صحیفوں میں ابراہیم کے اور موسیٰ
کے !

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نوٹ نیاں صاف۔ سو پوچھ
بنی اسرائیل سے جب آیا وہ ان کے پاس۔ تو کہا اس کو
فرعون نے میری اُگل میں اسے موسیٰ تجھ پر جادو ہوا
ہے !

اس آیت میں نوٹانیوں سے وہ نو مہجر۔ سے مراد میں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علی نبینا و
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرعون کے مقابلے میں عطا کئے۔ ان نوٹانیوں کا ذکر تورات کتاب الخرج
باب ۷ تا ۱۰ میں بڑی تفصیل سے کیا گیا ہے۔

یہ تہذیب ہے اُن کی تورات میں اور صفت ہے ان
کی انجیل میں جیسا کہ جیتی نے نکالا اپنا پتھا۔ پھر اس کی کر
مضبوط کی۔ پھر پتھا مڑا ہوا۔ پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر۔
خوش لگتا ہے کہ جیتی والوں کو تا جلا دے اُن سے جی کروں گا۔

۳۔ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاتِ ۖ وَ
مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطَاةً
فَأُزِرَّةً فَاسْتَغْلَطَ فَاسْتَوَىٰ ۖ عَلَىٰ سُرْقَةٍ يُعْجِبُ
الزَّرَّاعَ لِيغْلظَ بِحِمِّ الْكِفَّارِ (سورہ فتح - ع)

تورات موجودہ کتاب پیدائش باب ۲۶ آیہ ۱۲-۱۳ میں تفصیل یوں پائی جاتی ہے :-
اور الحق نے اُس زمین میں کھیتی کی۔ اور اسی سال سڑگنا حاصل کیا۔ اور خداوند نے اُسے
برکت بخشی۔ اور وہ مرد بڑھ گیا۔ اور اس کی رتی چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ بہت بڑا آدمی ہو گیا۔
اور انجیل متی باب ۱۳ - آیہ ۳۱ - ۳۲ میں یوں ہے :-

” وہ ان کے واسطے ایک اور مثال لایا۔ کہ آسمان کی بادشاہت خود دل کے دانے کی مانند ہے
جسے ایک شخص نے لے کر اپنے کھیت میں بویا۔ وہ سب بیجوں میں چھوٹا پر جب آگا۔ سب

ترک کر لیں سے بڑا ہوتا۔ اور ایسا پیر ہوتا۔ کہ ہوا کی چڑیاں آکے اس کی ڈالیوں پر بسیر کرتی ہیں۔

۴۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰنِيْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
اَلْفُسْهُمَ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ
يَقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ
وَعَدَّ اَعْلِيَّ بِهٖ حَقًّا فِيْ الشُّرَاةِ وَالْاَجْبِيْ
وَالْقُرْآنِ (سورۃ توبہ - ۱۱)

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت
ہے کہ ان کے لئے بہشت ہے۔ اور تھے ہیں اللہ کی راہ
میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ وعدہ ہو چکا اس کے
ذمے پر تورات اور انجیل اور قرآن میں۔

موجودہ کتب نہد غنیق وجدید میں بہت جگہ جہاد کا ذکر ہے تفصیل کے لئے مصابیح الظلام اردو
اور فارسی مولفہ خاکسار دیکھو۔ پولوس عبرانیوں کو اپنے نامہ رباب آیہ ۳۲۔ ۳۳ میں لکھتا ہے:-
"میں کیا کہوں فرصت نہیں کہ جرجون اور برق اور سمسون اور افح اور داود اور سمویل اور نبیوں
کا ال بیان کروں انہوں نے ایمان سے بادشاہوں کو مغلوب کیا۔ اور راستی کے کام کئے
اور: عدویں کو مہس کیا۔ اور شیر بھر کے منہ بند کئے۔"

۵۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزُّبُرِ مِنَ بَعْدِ الذِّكْرِ
اِنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ
(انبیاء - ۱۰۷)

اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں بعد ذکر تورات کے
کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے۔ میرے نیک
بندے!

زبور ۳ - آیہ ۲۹ میں ہے:-

"صَادِقِ زَمِيْنِ كَيْ دَارَتْ هُوْنَ كَمِي"

۶۔ لُعِيْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْ اِسْرٰٓئِيْلَ
عَلٰى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسٰى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ
بِمَا عَصَوْوْا كَاٰلِهٖنَّ ذٰلِكَ هٗ (مائدہ - ۱۳)

لعنت کھائی سفکروں نے بنی اسرائیل میں سے داؤد
مريم کے بیٹے کی زبان پر۔ یہ اس سبب سے کہ
گنہگار تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے۔

حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

"میں جویری بُرائی سے خوش ہوتے ہیں شرمندہ اور سواہدیں۔ اور جویری دشمنی پر چھوڑتے

ہیں شرمندگی اور سوائی کا لباس پہنیں۔" (زبور ۳۵ - آیہ ۲۵)

حضرت علی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:-

اسے ربا کا رقیعہ اور فرسیرا تم پر افسوس کہ تم سفیری پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو جو باد سے بہت اچھی معلوم ہوتی ہیں پر بصیرت مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی ناپاکی سے بھری ہیں۔ اسی طرح تم بھی ظاہر میں لوگوں کا راستباز دکھائی دیتے ہو۔ پر باطن میں ربا کا ر اور شرارت سے بھرے ہو۔“ (انجیل متی باب ۲۳ - آیہ ۲۸)

جب کہا عیسے مریم کے بیٹے نے۔ اے بنی اسرائیل! میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہے نورات سے اور خوشخبری سناتا ایک رسول کی جو آدے گا مجھ سے پیچھے۔ اس کا نام احمد ہے۔ پھر جب آیا ان کے پاس وہ رسول کھلے نشان لے کر۔ بویے یہ جادو سے مسخ۔

۷۔ بِذَٰلِكَ عَرَّفْنَاهُ ابْنَ مَرْيَمَ يُسَمِّيٰ اِسْرَائِيْلَ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰتِ وَبَشِيْرًا اِبْرٰسُوْلٍ يَّآئِيْ مِنْ بَعْدِي اِسْمُهُ اَحْمَدُ فَلَمَّا جَاؤْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا يَحْرُْمٌ مِّبْيٰنٌ (صف - ۸)

اس آیت کا پہلا حصہ متی باب ۵ - آیہ ۱۷ - اور پچھلا حصہ یوحنا باب ۱۷ - آیہ ۱۶ میں ہے۔ مگر یوحنا کے موجودہ یونانی نسخوں میں آیہ نہ یہ استدلال میں بجائے لفظ احمد کے لفظ پاراقلیطوس (PARACLETOS) ہے۔ جس کے معنی انگریزی میں کمفرٹ اور اردو میں تسلی دینے والا اور ج کرنے کے ہیں۔ مگر یہ صاف تحریف لفظی ہے۔ اصل میں یونانی لفظ پاراقلیطوس (PARICLYTOS) تھا۔ جس کے معنی ہیں۔ بہت سراہا ہوا۔ یعنی احمد۔ اہل کتاب جو اپنی کتابوں میں تحریف کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے لفظ پاراقلیطوس کو بدل کر پاراقلیطوس بنا دیا۔ جروم جس نے چوتھی صدی مسیحی میں انجیل کا لاطینی ترجمہ کیا۔ اس نے لفظ زیر بحث کو لاطینی میں پیرقلیطاس لکھا ہے۔ جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اصلی نسخہ یونانی جو جروم کے پاس تھا۔ اس میں پاراقلیطوس تھا نہ کہ پاراقلیطوس۔ اسی طرح انجیل بر بناس میں بھی پاراقلیطوس موجود ہے۔ علاوہ انہیں اگر انجیل میں بشارت احمد نہ ہوتی تو علمائے اہل کتاب کبھی قرآن کی صداقت پر ایمان نہ لاتے۔ بلکہ اس کے برعکس قرآن مجید کی تکذیب کرتے۔

اسی سبب سے لکھا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی ماہر ڈاکٹر ایک جان بگریدے جان کے فساد کے بیچ زمین کے تو گرے یا مار ڈالا اس نے سب لوگوں کو۔ اور جس نے

۸۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰی بَنِي اِسْرٰٓءِيْلَ اَنَّهُمْ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَا نَمَا قَتَلْنَا النَّاسَ جَمِيْعًا وَّ

مَنْ أَحْيَاهَا ذَكَرْنَا أَحْيَاءَ النَّاسِ جَمِيعًا - | جلایا ایک جان کو تو گویا جلایا اُس نے سب لوگوں کو
(مائدہ ۴ - ع)

اس آیت کے متعلق تفسیر موضح القرآن میں یوں لکھا ہے: یعنی اول روئے زمین میں بڑا
گناہ یہی ہو اور اس سے آگے رسم پڑی۔ اسی سبب سے تورات میں اس طرح فرمایا۔ کہ ایک ماہ جیسے
سب کو مارا۔ یعنی ایک کے کرنے سے اور دلبر ہوتے ہیں۔ تو سب کے گناہ میں اول بھی شریک تھے
اور جیسا ایک کو جلایا سب کو جلایا۔ یعنی ظالم کے ہاتھ سے بچا دیا!

آیت مذکورہ بالا کا مضمون اب تورات مہوردہ میں نہیں ملتا۔ مگر ظہور یعنی احادیث یہود سے
پایا جاتا ہے۔ کہ اس میں تھا۔ چنانچہ کتاب پیدائش باب ۴۔ آیت ۱۷ میں لفظ خون اہل عبرانی میں لفظ
جمع سے اس کی تفسیر میں مشناہ سنہدرین میں مفسر یہودی نے جو کچھ عبرانی میں لکھا ہے۔ اس کا ترجمہ
ولیم سینٹ کلرٹزل داعظ مشن جلفہ واقع ایران فارسی میں یوں کرتا ہے:-

”نسبت بقاری کہ برادر خود را کشت۔ یافت ایم۔ کہ در بارہ نئے گفتہ۔ آواز خون ہئے بہارت

فریاد برے آرد۔ نئے گوید۔ خون بہارت بلکہ خون ہائے برادرت لیسے خون دے و خون اولادش بنا
بریں انسان بہنہائی آخریہ شد۔ برلئے آرمودن تو کہہ کہ ہلاک کر دیکے نفسے از اسرائیل ما۔ کتاب ہر
حسابش رائے نماید کہ گویا ہمہ عالم را ہلاک کردہ باشند ہر کہ یک نفسے از اسرائیل را زندہ کرد کتاب ہرے

حسابش رائے نماید کہ گویا ہمہ عالم را زندہ کردہ باشند“ ریناسیج الاسلام صفحہ ۳۹ - ۴۰

اس ترجمے میں کتاب سے مراد بظاہر تورات ہے۔ فافہم۔

۹- وَأَخَذْنَاهُمُ الرِّبْوَىٰ وَقَدْ لَكُمُ الْعَذَابُ لَآئِيَةً رِّنَا رِنًا | اور ان کے سود لینے پر حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے

تفسیر حسینی میں ہے:- حالانکہ نبی کریم شدہ انداز اخذ بردہ تورات۔ تورات میں یہ مخالفت

اجبار باب ۲۵ - آیت ۲۶ میں ہے:-

آیات مذکورہ بالا کا اُس نبی اُنہی بابی ہوا اُنہی کی نہ بان مبارک سے نکلنا جو وحی الہی مانگن تھا

لہذا یہ سب اجزاء بالمغیبات کی قسم سے ہیں اور ان کی صحت میں کسی مخالفت نے چون دہرا نہیں

کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب کو وہ باتیں بتادیں جنہیں وہ چھپاتے تھے مانوہی

حالانکہ وہ ان کی کتابوں میں موجود تھیں۔ مغلانی آخر الزماں کی نسبت پیشین گوئیاں۔ آپ کے

اوصاف حکم رجم وغیرہ۔ مگر ان میں سے کوئی بھی اپنی کتاب پیش کر کے آپ کی تکذیب نہ کر سکا۔ اس سے بڑھ کر آپ کی صداقت کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ وَمَا يَذُوقُ عَذَابَ الْهُتَّىٰ إِنَّ هُوَ إِلَّا وَفِي يُؤْتَىٰ (سورہ نجم)

کتاب الہامیہ کا محاورہ بھی قابل غور ہے۔ دیکھئے آیات ذیل:-
۱۔ قَالَهُمْ لَا يَكْفُرُونَ بِكُفْرَانِكَ وَلَكِنَّا نَحْنُ الْغَالِبُونَ
پایۃ اللذیٰ یجکرون (انعام - ع)

اول ہمویل باب ۸ - آیہ ۷ میں ہے:-

”وہ تجھ سے منکر نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ مجھ سے منکر ہوئے ہیں۔“

۲۔ نَبِّئْ هَٰؤُلَاءِ مِمَّنْ خَلَقْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمَبْتَلٍ
رَكَّبَ اللَّهُ قَدْرًا وَظَمَّرَ لَهُمْ كَذِبًا
يَعْدُونَ (بقرہ - ع)

نحمیاہ باب ۹ - آیہ ۲۶ میں ہے:-

”اور انہوں نے تیری شریعت کو اپنی ٹیٹھ کے پیچھے پھینک دیا۔“

۳۔ وَإِنْ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَنفِ بَسْبَةٍ
مِمَّا كَانُوا يَعْتَدُونَ (حج - ع)

زبور ۹۰ - آیہ ۴ میں ہے:-

”ہزار برس تیرے آگے یہ ہیں جیسے کل کا دن جو گزر گیا۔“

۴۔ يُسَبِّحُكُمْ فِي السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَالْاَرْضِ
وَمَنْ فِيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ
وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيْحَهُمْ
زبور ۱۹ - آیہ ۲ - ۳ میں ہے:-

اُس کو شکر مانی بولتے ہیں آسمان سالوں اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی

خوبیاں اُس کی۔ لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا۔

”آسمان خدا کا جلال بیان کرتے ہیں۔ اور فضا اس کی دستکاری دکھاتی ہے۔ ایک دن دوسرے

سے یعنی ہزار برس کا کام ایک دن میں کر سکتا ہے۔ موضح القرآن۔

دن سے باتیں کرتا ہے۔ اور ایک رات دوسری رات کو معرفت بخشتی ہے۔ ان کی کوئی لغت

اور نہ بلن نہیں۔ ان کی آواز سنی نہیں جاتی ۵

جیسے کبادت ایک مینہ کی۔ جو خوش لگا کاروں کو۔
اس کا سبزہ اگنا۔ پھر نہ ہر آتا ہے۔ پھر تو دیکھے
اس کو زبرد ہو گیا۔ پھر ہو جاتا ہے۔ وندن۔

۵۔ كَذٰلِكَ نَمِثُ اَعْجَبَ الْكُفَّارِ نَبَاتُهُ
ثُمَّ يَهَيِّجُ فَتْرَاهُ مُصَفَّرًا لَّمَّا يَكُونُ
حُطَامًا۔ (حدید - ع)

زبور ۹۰۔ آیہ ۶ میں ہے:-

”وے فجر کو اس گھاس کی نند میں جو اگی ہو۔ وہ صبح کو بہہ جاتی ہے۔ اور تیرا تازہ ہوتی ہے

شام کو کائی جاتی ہے اور سوکھ جاتی ہے“

بے شک جنہوں نے جھٹکائی ہماری اٹھیں اور ان کے
سامنے بکریا۔ نہ کھلیں گے ان کو دروازے آسمان کے
اور نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ داخل ہوا نہ
سوئی کے ناکے میں۔ اور ہم یوں بلا دیتے ہیں گہرا دن کو

۶۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا
عِنَّمَا لَا تَفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَلَا
يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلْمِزَ الْجَسَدُ فِي
سَمْعِ الْخِيَاطِ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ (انعام - ع)

اس آیت کا اخیر حصہ انجیل (لوقا باب ۱۸۔ آیہ ۲۵) میں یوں ہے:-

ادبٹ کا سوئی کے ناکے میں گزر جانا اس سے آسان ہے۔ کہ دو تھنہ خدا کی بادشاہت

میں داخل ہوئے

اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا
اور نہ برا کرے تیرا۔

۷۔ سَوَّلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ
وَلَا يَضُرُّكَ۔ (یونس - ع)

یرمیاہ ۱۰۔ باب ۱۰۔ آیہ ۵ میں ہے:-

”ان کے (سجودوں) سے مت ڈرو۔ کہ ان میں ضرر پہنچانے کی سکت نہیں اور نہ ان میں قوت

ہے کہ فائدہ بخشے“

جس دن ہم لپیٹ ملیں آسمان کہ جیسے لپیٹا ہے طومار
رقعوں کو۔ جیسے سرے سے بنایا ہم نے پہلی بار۔ سحر کو
دہرا دیں گے۔ دہرہ ہو چکا ہے ہم پر۔ ہم کو کرنا ہے۔

۸۔ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ
لِلْكِتٰبِ كَمَا بَدَأْنَا اَوَّلَ خَلْقٍ لَّعَلَّكُمْ
وَعَدًا عَلَيْنَا اِذَا كُنَّا فَعِلٰلِيْنَ (انبیاء - ع)

یسعیاہ - باب ۳۴ - آیہ ۴ میں ہے :-

اور آسمان کا نذ کے تاؤ کی مانند پیٹے جائیں گے “

مکاشفات - باب ۶ - آیہ ۱۴ میں ہے :-

اور آسمان طرہ کی طرح جب آپ سے لپیٹا جائے دو حصے ہو گیا “

۹۔ الْحِجُّ الْقَبُورُ مَا لَأَقَاخُذُكَ سِنَّةٌ وَ
لَا قَوْمٌ رُبْرَه - (ع)

یعنی ہے سب کا تھامنے والا سانس کپڑی ہے -
اس کو اونگھ اور نہ نیند!

زبور ۲۱ - آیہ ۴ میں ہے :-

” دیکھ وہ جو اسرائیل کا محافظ ہے، ہرگز نہ اونگھے گا اور نہ سوئے گا “

۱۰۔ اَللّٰهُ يَنْتَهٰزِيْ بِعِمْرٰنَ وَيَسْتَهْمِيْ
طُفْيَانًا مِّنْ لَّعْمُوْنَ رُبْرَه - (ع)

اللہ ہنسی کرتا ہے اُن سے - اور بڑھاتا ہے اُن کو
اُن کی شرارت میں بکے ہوئے!

زبور ۲ - آیہ ۴ میں ہے :-

وہ جو آسمان پر تخت نشین ہے ہنسے گا - اور خداوند انہیں ٹھٹھول میں اڑا دے گا “

اسی طرح زبور ۵۹ - آیہ ۸ میں ہے :-

” پر تو اسے خداوند اُن پر ہنسے گا - تو ساری قوموں کو مسخرہ بنا دے گا “

ناظرین! آپ امثلاً بالا سے بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں - کہ قرآن دو دیگر کتب الہامیہ میں بلحاظ
محاورہ کس قدر مطابقت ہے - آپ کو معلوم ہے - کہ نزول قرآن اور نزول کتب سابقہ میں کتنا
عصر دور از گنہرا ہے - اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ کتب سابقہ میں تحریف معنوی اور تحریف لفظی
اس کثرت سے ہوئی ہے - کہ کتابوں تک کا پتہ نہیں چلتا - با اینہم قرآن و کتب سابقہ موجودہ میں
محاورہ کی ایسی مطابقت کا پایا جانا صاف بتا رہا ہے - کہ دونوں صورتوں میں منکلم ایک ہی ہے - وہ
قدائے علیم جس نے کلمات حضرت موسیٰ پر - زبور حضرت داؤد پر - انجیل حضرت عیسیٰ پر اور دیگر
صحیفے دوسرے نبیوں پر بھیجے - اسی نے قرآن مجید اپنے پیارے نبی اتی (بابی عود ائی) پر نازل فرمایا -
جو بخلاف دیگر کتب عبارت میں بھی مجز ہے - اور مکمل ایسا کہ اس کی موجودگی میں کتب سابقہ جو اپنے اپنے وقت
میں مکمل دکانی تھیں نامکمل و منسوخ ہو گئیں!

قرآن و کتب الہامیہ سابقہ میں مطابقت نہ کو رہ بالا کو دیکھ کر آج کل کے عیسائی بھی گفتہ قریش کی طرح کہتے ہیں۔ کہ قرآن میں یہ باتیں اہل کتاب میں سے کسی عالم کی مدد سے لکھی گئی ہیں۔ چنانچہ کبھی یہ گپ اڑاتے ہیں کہ بجز اراہب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سب کچھ سکھایا تھا۔ اور کبھی بڑبڑاتے ہیں۔ کہ آپ نے دین مسیحی کا کچھ علم ہییب رومی سے حاصل کیا تھا۔ اور کبھی یہ بڑبڑاتے ہیں کہ ظن غالب تو ان راہبوں میں سے کسی یا ایک کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جو اس وقت ملک عرب میں عزیز الوجود نہ تھے۔ اور قرآن اکثر جگہوں میں ان کا ذکر تحسین و مدح کے الفاظ میں کرتا ہے۔ مگر ہم پوچھتے ہیں۔ کہ اس تمام ہرزہ سرائی کا کیا ثبوت ہے۔ ایسے عناد سے اپنی ماقبت کیوں خراب کر رہے ہو۔ پامریسیائی جس نے قرآن کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ یوں لکھتا ہے:-

عیسائی مصنفین (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر یہ الزام لگاتے ہیں۔ کہ ان کی دجی کا بڑا حصہ ایک نصرانی راہب کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ مگر اس الزام کی تائید میں کوئی شہادت موجود نہیں۔ ہم عیسائیوں سے کھلے الفاظ میں پکار کر کہتے ہیں۔ کہ اگر تم سچے ہو۔ تو پہلے ثابت کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی یہودی یا عیسائی سے تعلیم پائی۔ اور پھر جواب دو کہ مضامین زیر بحث کو ایسے معجز نظام کلام میں کس نے ادا کیا۔ ہمارا یہ دعوایے ہے اور چاد عوٹے ہے۔ کہ قرآن افترا نہیں اور نہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سرا کر فی ایسا قرآن بنائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سرا جو ہر گاہ وہ مخلوق ہوگا اور مخلوق ایسا قرآن بنانے پر قادر نہیں۔ مگر یہ اصول یوں اور بعض دیگر مضامین میں کتب سابقہ کے مطابق ہے اور ثبات ہے کہ وہ کتابیں بجانب اللہ اور اپنے اپنے وقتوں میں مہرل بہاتھیں۔ اس لحاظ سے یہ ان کتابوں کا مصدق اور ان کی صحت کی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ معجزہ ہے اور وہ معجزہ نہیں۔ اس لئے وہ اپنے مضامین کی صحت کے لئے اس کی شہادت کی محتاج ہیں نہ کہ یہ پس جب قرآن کتب سابقہ کا مصدق ٹھہرا۔ تو یہ نتیجہ نکلا کہ یہ افترا نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے بندہ کامل کے لاحقہ پر ظاہر ہوا۔ جو نہ کوئی علم پڑھا اور نہ علمائے اہل کتاب میں سے کسی کی صحبت میں بیٹھا۔ پھر جو اس کی ہمیشہ کردہ کتاب کے مضامین کتب سابقہ کے مطابق پائے گئے۔

ملہ تفسیر کامل قرآن بزبان انگریزی مؤلفہ میری صاحبہ۔ جلد اول صفحہ ۴۱۶ - ۴۱۷ -

۲۵۹ -

۲۵۹ -

معلوم ہوا کہ وہ کتاب وحی الہی ہے۔ وہ کتاب جو کتب الہامیہ سابقہ کا صدق ثابت کرے۔ خود اقرار کیے بن سکتی ہے۔ بلکہ وہ تو اولے بالصدق ہے۔ یہ تقریباً یہ ذیل کی تفسیر ہے:-

اور نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا اور لیکن
سچا کرتا ہے اگلے کلام کو اور تفصیل ہے کتاب کی
اس میں شبہ نہیں۔ جہاں کے پروردگار سے
ہے۔

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَىٰ مِنْ
دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ نُنزِّلُ الَّذِي فِي
يَدَائِهِ وَتَفْصِيلِ الْكِتَابِ لَا مَرْتَبَ فِيهِ
مِن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (یونس - ع)

قرآن میں مومنوں کے دل کی بعض ایسی باتیں مذکور ہیں۔ جہاں علام الغیوب کے سوا اور کسی
کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو امثلہ ذیل:-

اور جس وقت وعدہ دیتا تھا اللہ تم کو ایک ان وعدہ عطا
میں سے کہ تم کو ہاتھ لگے گی۔ اور تم چاہتے تھے کہ بن شوکت
والا ملے تم کو۔ اور اللہ چاہتا تھا۔ کہ سچا کرے سچ کہ
اپنے کلاموں سے اور کلمے پیچھا کا فرود کا۔

۱- وَإِذْ يَعِدُّكُمْ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ
أَنفَعَاكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشُّرْكَهَ
تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَيِّقَ الْحَقَّ
يَكَلِمَتِهِ وَيَقْطَعُ دَابِرَ الْكَافِرِينَ (انفال ع)

اس آیت میں ایک ایسے امر کی خبر ہے۔ جو مومنوں کے دل میں آیا تھا اور جسے وہ پسند کرتے
تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ امر پوشیدہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل
فرما کر آپ کو اطلاع بخشی۔ اس کا بیان یوں ہے۔ کہ جب مسلمانوں کو خبر لگی کہ ابوسفیان لڑے ہوئے
اونٹوں کا قافلہ ملک شام سے لارہا ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں سوا آٹھ کی جمعیت کے
ساتھ نکلے۔ اور وادی ذفران میں اللہ تعالیٰ نے آپ سے دو امروں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا۔ قافلہ
کا ہاتھ آنا یا گروہ قریش کا مغلوب ہونا جو مکہ سے اس قافلہ کے چھڑانے کے لئے نکلا تھا۔ صحابہ کرام اپنے
دلوں میں قافلہ کی گرفتاری پسند کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ وہ دشمنوں سے مقابلہ کریں
تاکہ کفر کا زور ٹوٹ جائے۔ اور دین حق کو تقویت پہنچے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع ہوا، کیونکہ بدر کا لڑائی
میں ستر کا فرار سے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ اور مسلمانوں میں سے صرف چھوڑے شہید ہوئے۔

جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ ناری کریں
اور اللہ مددگار تھا ان کا۔ اور اللہ ہی پر چاہئے ہر

۲- لَأَنفَعَتُ طَائِفَتَيْنِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْضُلَا
وَاللَّهُ وَلِيَهُمَا وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلْ

المؤمنون (ال عمران - ع ۱) | کریم مسلمان -

اس آیت میں مؤمنوں کے ایک خطرہ قلبی کا اظہار ہے جس کا بیان یوں ہے۔ کہ جنگ بدر سے اگلے سال (غزوہ احد میں) کافر جمع ہو کر مدینہ پر چڑھ آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ اکثر کہنے لگے۔ کہ ہم شہر ہی میں لڑیں گے۔ اور حضور کی مرضی بھی یہی تھی بعض کہنے لگے کہ یہ عار ہے۔ بلکہ ہم میدان میں مقابل ہوں گے۔ آخر اسی مشورہ پر عمل کیا گیا۔ جب حضور شہر سے باہر چلے۔ عبداللہ بن ابی منافق مدینہ کا رہنے والا تھا۔ وہ بھی شریک جنگ تھا۔ گردہ ناخوش ہو کر پھر گیا کہ ہمارے کہنے پر عمل نہ کیا۔ اُس کے بہکنے سے انصار کے دو قبیلے (خزرج سے بنو سلمہ اور یثرب سے بنی حارثہ) بھی پھر چلے۔ آخر اُن کے سردار عوام کو سمجھا کر لے گئے۔ اس آیت میں انہی دو قبیلوں کے خطرہ قلبی کا ذکر ہے۔ حالانکہ اُن سے نہ کوئی قول ظہور میں آیا اور نہ کوئی بزدلی (موضح القرآن) قرآن مجید میں منافقین کے اذکھول کہ بتائے گئے ہیں۔ جن کو وہ اپنے دلوں میں چھپاتے تھے یا اپنی ہی جماعت سے کہتے تھے۔ دیکھو آیات ذیل:-

۱- يَخْفُونَ فِي الْأُنْجُمِ مَا لَا يُبْصَرُونَ
لَوْ يَتَّقُونَ لَوَكَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا
قَتَلْنَا هَهُنَا (ال عمران - ع ۱)

اپنے جہی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ جنگ احد کے دن جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو منافقین خلوت میں ایک دوسرے سے کہتے تھے۔ کہ اگر لڑائی کے لئے نکلنا ہمارے اختیار ہوتا۔ تو ابن ابی کی رائے پر عمل کرتے۔ اور شہر مدینہ سے باہر قدم نہ دھرتے۔ اور نہ مارے جاتے۔ اس قول کو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپاتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی خبر دے دی:-

۲- وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ الْأَمْرَ لَكُمْ وَمَاهُمْ
مِنْكُمْ وَلَا يَكْنَهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْرَقُونَ (توبہ - ع ۱)

اور تمہیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ وہ بے شک تمہیں سے ہیں حالانکہ وہ تمہیں سے نہیں۔ دیکھو یہ لوگ ڈرتے ہیں

اس آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ منافقین جو قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہیں سے ہیں۔ جھوٹ ہے اور بعضے اُن میں سے ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں نہ کو تو بابتہ ہیں۔ مگر ان کو سے اس میں سے۔ تو راضی ہوں۔ اور

۳- وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ
فَإِنْ أَعْطُوا مِنْهَا رِضْوَانًا لَّمْ يَنْطَرُوا

مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْتَحْطُونَ (توبہ - غ) لکن اس میں سے جب ہی وہ ناخوش ہو جائیں

یہ آیت ابوالحوظ منافق کے بارے میں نازل ہوئی۔ کیونکہ اس نے کہا تھا کہ تم اپنے صاحب کو نہیں دیکھتے۔ کہ تمہارے صدقات ریوڑ چرانے والے گڈریوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ اور پھر بھرتا ہے کہ میں عادل ہوں۔ (تفسیر روح البیان)

۴۔ وَرِثَةُ الَّذِينَ يُؤذُونَ النَّبِيَّ وَ
يَقُولُونَ هُوَ أذُنٌ (توبہ - غ) اور بعض ان میں سے بدگرونی کرتے ہیں نبی کی۔ اور کہتے ہیں یہ شخص کان ہے!

بعض منافقین مثلاً جلاس اور اس کے ساتھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایسی باتیں کہا کرتے تھے۔ کہ جن سے انسان کو اذیت پہنچے۔ اور جب انہیں منع کیا جاتا۔ تو کہتے۔ کہ آنحضرت کے تو کان ہی کان ہیں ہم ان کے سامنے قسم کھالیں گے۔ اور انکار کریں گے۔ وہ مان لیں گے۔ کیونکہ وہ جوتے ہیں مان لیتے ہیں۔ ان میں ذکار و فطانت نام کو نہیں (تفسیر روح البیان)

۵۔ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَسْتَ قَالُوا
كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكُفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ
وَهُمْ أَوْلِيَا بِنَاتِنَا (توبہ - غ) قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی ہم نے نہیں کہا بیشک کہا ہے۔ لفظ کفر کا اور تنکر ہو گئے ہیں مسلمان ہو کر اور فکر کیا تھا انہوں نے جو نہ لا۔

غزوہ تبوک میں ان منافقین کی فوضیحت میں آیات نازل ہوئیں۔ جو اس غزوہ میں مدینہ منورہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ اس لئے جلاس بن سوید نے کہا۔ اللہ کی قسم! جو کچھ حضرت ہمارے بھائیوں کی نسبت کہتے ہیں۔ اگر وہ سچ ہے۔ تو ہم گدھوں سے بدتر ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے جلاس کو بلا کر پوچھا۔ وہ قسم کھا گیا کہ میں نے ایسا نہیں کہا۔ اس پر یَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا۔ الایہ۔ اگرچہ اس قصے میں قائل ایک ہے۔ مگر چونکہ باقی منافق جلاس کے قول پر راضی تھے۔ اس لئے وہ بھی بمنزلہ جلاس ہو گئے۔ اور صیغہ جمع کا لایا گیا مطلب یہ کہ وہ قسم کھائے۔ کہ ہم نے کوئی کلمہ ایسا نہیں کہا۔ جس سے آنحضرت یا آپ کے دین کی توہین ہوتی ہو۔ حالانکہ بے شک انہوں نے کلمہ کفر کہا۔ اور اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اپنے افعال سے بھی کفر باطنی ظاہر کر دیا۔ چنانچہ منجملہ ان افعال کے ایک یہ ہے۔ کہ غزوہ تبوک سے واپسی کے وقت انہیں سے پندہ ڈنہ اتفاق کر لیا۔ کہ حضرت جب تبوک اور مدینہ کے درمیان مقبلاً گھائی آپہنیں گے تو ہم ان کو روکا

سے وادی میں دھکیل کر بار ڈالیں گے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو منافقین کے اس ارادے سے بگاہ کر دیا۔ اس لئے جب لشکر عقبہ میں پہنچا۔ تو آپ تو عقبہ میں تپے۔ اور باقی سب آپ کے ارشاد سے وادی میں چلنے لگے۔ مگر ان منافقین نے منہ پر وہاں بند ڈال کر عقبہ میں چلنا شروع کیا۔ حضرت عمار بن یاسر آپ کی اونٹنی کی بہار پکڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت حذیفہ بن الیمان پیچھے سے لہک رہے تھے۔ اتنے میں حذیفہ نے اونٹوں کے سمور کی آہٹ اور ہتھیاروں کی آواز سنی۔ اس لئے حذیفہ اندھیرا رات میں ان کی طرف بڑھے۔ اور لٹکار کر کہا۔ اے اللہ کے دشمنو! رسول اللہ سے دور ہو جاؤ۔ یہ سن کر وہ وادی کی طرف بھاگ گئے۔ اور لوگوں میں بل گئے (روح البیان و روح المعانی)

۷۔ وَإِذَا مَا أَنْزَلَتْ سُورَةً فَمِنْهُمْ مِمَّنْ يَقُولُ أَتَيْكُمْ زَاوِلَةٌ هَٰذِهِ بِآيَاتٍ رَّكُوبَةٍ - ع

اور جب نازل ہوئی ایک سورت۔ تو بعضے ان میں کہتے ہیں۔ کس کو تم میں زیادہ کیا اس سورت ایمان رکوبہ۔ ع

یعنی جب منافق لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ ہوتے۔ اور کوئی سورت نازل ہوتی۔ جس میں دلائل قاطعہ ہوں۔ تو وہ ایک دوسرے سے بطور استہزاء کہتے۔ کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا۔

۸۔ وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً تَنْظُرُ بِغَضَبٍ إِلَى الْكَافِرِينَ أَتَيْكُمْ مِنْ أَنْحَاؤِهِمْ أَصْحَابُ قُرُونٍ يَمْسِرُونَ فِي الْأَسْجِدِ الْمَسْجِدِ الْأَشْجِدِ الَّذِي فِيهِ يُصَلُّونَ لِغُلَامِكُمْ وَالصَّالِحِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْكُفْرِ وَالصَّالِحِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالصَّالِحِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْإِسْلَامِ وَالصَّالِحِينَ يَدْعُونَ إِلَى الْإِسْلَامِ

اور جب نازل ہوئی ایک سورت۔ دیکھنے لگے ایک دوسرے کی طرف رک کوئی بھی دیکھتا ہے تم کو پھر تپے گئے۔

یعنی جب منافقین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوتے۔ اور کوئی سورت اترتی جس میں ان کے چپے عیبوں کا بیان ہوتا۔ تو وہ مومنوں سے آنکھیں پجیا کر مجلس سے کھسک جاتے۔ اور اگر جاتے کہ کوئی مومن ان کو دیکھ رہا ہے۔ تو وہیں ٹھہرتے۔ اور اہتمام مجلس پر چلے جاتے۔

۹۔ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرًّا لِرِجَالِهِمْ كُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْإِسْرَافِ لَيْسَ بِعِزٍّ عِنْدَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ مِنَ الَّذِينَ يُلْحِقُونَ الْإِسْلَامَ إِذَا رَأَوْا الْحُسْنَ وَاللَّهُ

اور جنہوں نے بنائی ایک مسجد کفر پر اور بچوڑ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات اس شخص کے لئے جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور رسول سے آگے کا۔ اور اب نہیں کھا دیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی بلکہ

يَشْهَدُ اِنَّهُمْ كَاذِبُونَ (توبہ - ع ۱۳) | اللہ گواہ ہے - کہ وہ جھوٹے ہیں۔
 اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد ضرار والے سب منافق تھے۔ منافقین کے نزدیک کلمے
 سورہ منافقون دیکھئے۔

قرآن مجید میں منافقین کی طرح یہودیوں کے چھپے عیب بھی ظاہر کر دیئے گئے ہیں دیکھو
 آیات ذیل:-

۱۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَهَوْا عَنِ النَّحْوِي
 ثُمَّ كَيْفُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنَبَّجُوْنَ
 بِاِلَّا تُمْرُوْا الْعُدُوْا وَاِنْ مَّخَصَّيْتِ الرَّسُوْلَ
 وَاِذَا جَاؤُكَ حَيْثُكَ بِمَا لَمْ يَحْتَكِبْ بِهٖ
 اَللّٰهُ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ فِي الْفُسْهِمِ لَوْ كَا لَعَنَّا
 اَللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۚ حَسْبُہُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلُوْنَهَا
 فَاِنَّ الْمَصِيْرَ - (مجادلہ - ع ۱)

کیا تو نے نہ دیکھے جن کو منع ہوئی کہ ناچھوسی۔ پھر وہی
 کرتے ہیں جو منع ہو چکا ہے۔ اور کان میں باتیں کہتے
 ہیں گناہ کی اور تعدی کی۔ اور رسول کی نافرمانی کی۔ اور
 جب آویں تیرے پاس تجھ کو رہا دیں۔ جو وہاں نہیں
 وہی تجھ کو اللہ نے۔ اور کہتے ہیں اپنے دلوں میں۔ کہیں
 نہیں عذاب کیا ہم کو اللہ اس پر جو ہم کہتے ہیں۔ بس ہے
 ان کو دوزخ۔ داخل ہونگے اس میں۔ سو بڑی ہے جگہ بھرنے کی۔

موضع القرآن میں ہے۔ "حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر منافق کان میں باتیں کرتے۔ مجلس کے
 لوگوں پر ٹھٹھے کرتے اور عیب پکڑتے۔ اور حضرت کی بات سن کر کہتے۔ یہ مشکل کام ہم سے کب ہو سکے گا۔
 پہلے سوڑا لہا میں اس کا منع آچکا تھا۔ مگر پھر وہی کرتے تھے۔ اور دعا یہ کہ یہودی کہتے اور اَلَسَلَامُ
 عَلَیْكَ کے بدلے اَلَسَامُ عَلَیْكَ کہتے۔ یہ بد مذہب ہے۔ کہ تجھ پر پوسے مرگ۔ پھر آپس میں کہتے کہ
 اگر یہ رسول ہے۔ تو اس کے کہنے سے ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا۔ اور کوئی منافق بھی کہتا ہو گا!"

۲۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَجْرِيْكَ الَّذِيْنَ
 يَسْمَاعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اٰمَنَّا
 بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ
 الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ فَاسْمَعُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتْلُوْا
 لِقَوْمِ الْاٰخِرِيْنَ ۚ نَمَّ يَتُوْلُكَ يَخْرَاوُنَ
 الْكَلِمَةَ مِنْ اَعْيُنِ مَوَاضِعِهِمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ

اسے رسول تو غم نہ کھا ان پر جو جلدی منکر سونے لگتے ہیں
 ان لوگوں میں سے جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے سُنہ
 سے۔ اور ان کے دل مسلمان نہیں۔ اور ان لوگوں
 میں سے جو یہودی ہیں سننے والے نہیں۔ واسطے جھوٹ
 کے اور سننے والے ہیں واسطے دوسری جماعت کے
 جو تبت تک نہیں آئے۔ بدل لگتے ہیں بات کو اس کا

أَوْتَيْتُمْ هَذَا فَخَرُّوا وَلَا تُكْمِرُوا
تُؤْتُوهُ فَأَحْزَنُوا وَمَنْ يُّرِدِ
اللَّهُ فِتْنَةً فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ
شَيْئًا أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ
أَنْ يَطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ لَكُمْ فِي الدُّنْيَا
خِزْيٌ وَلكُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ
عَظِيمٌ (مائده - ۸۱)

ٹھکانا چھوڑ کر کہتے ہیں۔ اگر تم کو یہ ملے تو دو۔ اولاً
نہ ملے تو نہ کہتے رہو۔ اور جس کو اللہ نے بچلانا چاہا
سو تو اس کا کچھ نہیں کر سکتا اللہ کے یہاں وہی
لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ ان کے دل پاک
کرے نہ ان کو دنیا میں دولت ہے۔ اور ان کو آخرت
میں بڑی سزا ہے۔

موضع القرآن میں اس آیت کے متعلق یوں لکھا ہے۔ بعضے منافق تھے کہ دل میں یہودی
سے ملتے تھے۔ اور بعضے یہود تھے کہ حضرت کے پاس آدو رفت کرتے تھے۔ اللہ نے فرمایا
کہ یہ لوگ جاسوسی کو آتے ہیں۔ کہ تمہارا۔ دین میں سے کچھ نہیں چن کر لے جاؤ، اپنے سرداروں
کے پاس جو یہاں نہیں آتے۔ اور فی المقبالت یہاں ہے۔ لیکن بات کو غلط لکھ کر کے ہنر کا عیب
کرتے ہیں۔ یہودیوں کو کسی قصیدے ہوئے۔ کہ اپنے قدم بالائے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلے کو
وہ سردار یہود آپ نہ آتے بیچ دلوں کے ہاتھ بھینچتے۔ اور کہتے کہ ہمارے معمول کے موافق حکم کریں
تو قبول رکھو۔ نہیں تو نہ رکھو۔ نرض یہ بنتی۔ کہ حکم تو بات کے خلاف معمول باندھے تھے۔ کہ ایک بھی
اگر اس کے موافق حکم کر دے۔ تو ہم کو اللہ کے یہاں سند ہو جاوے۔ اور جانتے تھے کہ ان کو تورات
کی خبر نہیں۔ جو ہمارا معمول سنیں گے سو حکم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبردار کیا۔ موافق
تورات ہی۔ کہ حکم فرمایا۔ اور تورات میں سے ثابت کر کے بن کو قائل کیا۔ ایک قصہ رجم کا تھا کہ وہ منکر
ہوئے تھے۔ پھر تورات سے قائل کیا۔ اور ایک قصاص کا تھا۔ کہ وہ اثراٹ اور کم ذات کا فرق
کرتے تھے اور تورات میں فرق نہیں رکھا۔

وہ جو یہودی ہیں بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کی جگہ سے
اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور لسانا اور من نہ سنایا
جائز اور راعنا موڑ دے کر اپنی زبان کو۔ اور ان
کو کے دین میں۔

۳۔ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا يُخَرِّجُونَ الْكَلِمَةَ
مِنْ فَوَاحِشِهِمْ وَيَقُولُونَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا
وَأَنفُسُنَا فَخِيرٌ مُسْتَمِعٍ وَمَا نُنَادِيهِمْ
وَظَعْنَانِي الدَّيْنِ (نساء - ۸۱)

موضع القرآن میں ہے۔ کہ یہود حضرت کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کلام فرماتے۔ بعض بات جو سنی ہوتی چاہتے کہ تحقیق کریں۔ تو کہتے راعینا یعنی ہماری طرف بھی توجہ ہو۔ پتو کو اس لفظ کہنے میں دعا تھی۔ اس کو زبان دبا کر کہتے۔ تو راعینا ہو یا یعنی ہاں چرواہا۔ اور سن کی زبان میں راعینا امن کو بھی کہتے تھے۔ اسی طرح حضرت فرماتے تھے کہ اب میں کہتا ہوں تم نے اس کے معنی یہ ہیں کہ قبول کیا۔ لیکن ماہستہ کہتے کہ نہ مانا یعنی فقط کان سے سنا۔ اور دل سے نہ سنا۔ اور حضرت سے خطاب کرتے تو کہتے۔ سن۔ نہ سنا یا جابو۔ ظاہر میں یہ دعائیک ہے۔ کہ تو ہمیشہ غالب رہے۔ کوئی تجھ کو بھی بات نہ سنا سکے۔ اور دل میں نیت رکھتے کہ تو ہر سو جاؤ۔ میری شرارت کرتے۔ پھر میں عیب دیتے کہ اگر شخص نبی ہوتا۔ تو ہمارا فریب معلوم کر لیتا۔ وہی اللہ صاحب نے واضح کر دیا۔ ناظرین کرام! مومنوں کے دلوں کے راز ظاہر کرنا۔ منافقوں کا بھانڈا پھوڑنا اور یہودیوں کے فریبوں کی قلمی کھولنا یہ تمام از قبیل اجبار بالمغیبات ہے۔ جس سے قرآن کا اعجاز ثابت ہے۔ کیونکہ انسان اس سے عاجز ہے۔

بیان بالا سے یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ قرآن میں صرف غیوب۔ نید کی خبریں ہیں۔ کیونکہ غیوب مستقبل کی خبریں بھی اس میں کثرت سے ہیں جن میں سے بعض ذیل میں دسح کی جاتی ہیں۔

پیشین گوئی - ۱

ادہ اگر ہوشک میں اس کلام سے جو اتارا ہمنے اپنے بندے پر توڑے آد ایک سورت اس قسم کی بلاؤں کو حاضر کرتے ہو۔ اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ کرو اور البتہ نہ کر سکو گے۔ تو پھاگ سے جس کی چھٹیاں میں آدمی اور پھر نیا رہے منکر دل کے واسطے

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ بَيْنَا
فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ مَادُّوا شُهُودَكُمْ
بَيْنَ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ هَٰذَا لَكُمْ
تَفَعَّلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاذْفَرُوا الْقَارِئِ وَ
قُورِهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أَعِدَّتْ
لِلْكَافِرِينَ (بقرہ - ع)

ان آیتوں میں یہ پیشین گوئی ہے۔ کہ قرآن مجید کی ایک سورت کی قتل بنانے پر کوئی قادر نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ حضور اقدس سے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کے زمانہ مبارک میں اور اس وقت سے اب تک کہ تیرہ سو چھپن ہجری مقدس سے کثرت سے مخالفین و موافقین اسلام رہے

مگر کوئی بھی قرآن کی چھوٹی چھوٹی صورت کی مثل بنا کر پیش نہ کر سکا۔ اور نہ آئندہ کر سکے گا۔
پیشین گوئی - ۲

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ
تو کہہ اگر تم کر لینا ہے گھر آخرت کا اللہ کے ہاں
اب سوائے اور لوگوں کے ملو تم مرنے کی آرزو کرو
اگر بیچ کہتے ہو۔

اس آیت میں اشارہ عن الغیب ہے۔ کہ یہودیوں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے گا۔ یہ صحیح
ایسا ہی وقوع میں آیا کسی یہودی نے باوجود قدرت کے موت کی تمنا نہ کی حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر یہودی موت کی تمنا کرے تو ابعدہ مرحلے۔ درود بخ میں اپنی
جگہ ضرور دیکھ لیتے۔

پیشین گوئی - ۳

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللَّهِ أَنْ يُذَكَّرَ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ وَسِعِيَ فِيهَا جَمَاعًا
اور اس سے ظالم کون ہے جس نے منع کیا اللہ
کی مسجد میں کہ ذکر کیا جائے وہاں نام اُس کا۔ اور
دوڑا اُن کے اُجڑے کر ایسوں کو نہیں لائق تھا کہ
داخل ہوں اُن میں گزرتے ہوئے۔ ان کو دنیا میں ذلت
سے۔ اور ان کو آخرت میں بڑی مار ہے :-

اس آیت میں اُولَئِكَ سے مراد انصار اے و طبطبوس روحی اور اس کے جواب میں جنہوں
نے یہودیوں پر غلبہ پا کر مسجد بیت المقدس کو ویران کیا۔ اور ان کی مسجدیں اُجڑیں۔ پیشین گوئی
حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے خلاف میں پوری ہوئی۔ جبکہ یہود شام مع ملک شام
عیسائیوں سے لے لیا گیا۔ اور یہودیوں کی خاص بنیاد پر اسلامی مسجد تعمیر کی گئی۔

بعض کے نزدیک اُولَئِكَ سے مراد مشرکین عرب ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے سال آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور جو ابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بیت الحرام میں داخل ہونے سے روکا تھا۔ اس

لہ اخرج احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن جریر وابن سعد والبیہقی وابن
عباس من رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لو ان اليهود تمقوا الموت لما اتوا الكوفة
مقاعة فشم من النار در سنن ابی یوسف - جلد اول ص ۱۰۱

صورت میں یہ پیشین گوئی ہجرت کے نویں سال پوری ہوئی جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے موسم حج میں منادی کرادی: "کما س سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔ اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔"

پیشین گوئی

۹-۸-۷-۶-۵-۴

وہ ہرگز ہرگز ضرر نہ پہنچائیں گے تم کو مگر تانا تھوڑا اور اگر تم سے اور میں گے۔ تو تم سے پیچھ دیں گے۔ پھر ۵۔ دہ دنہ دئے جائیں گے۔ مادی گئی ان پر ذلت جہاں پائے جہاں۔ سوائے دستاویز اللہ کے اور دستاویز لوگوں گے۔ اور کمالائے غصہ اللہ کا۔ اور ماری گئی ان پر محتاجی۔

لَنْ يَضُرَّوْكُمْ إِلَّا أَذًى ط وَإِنْ يُفَاتِلُوكُمْ
يُؤَلُّوْكُمْ إِلَّا ذَبَابًا ط ثُمَّ لَا يَنْصُرُوْنَ
ط حُرِّبَتْ عَلَيْهِمُ الذَّلَّةُ أُنِيبُوا إِلَىٰ
ط يُجْتَبَلُ مِنَ اللَّهِ ط وَجَبَلُ مِنَ النَّاسِ وَجَاءُوا
ط يَغْضَبُ مِنَ اللَّهِ ط وَحُرِّبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط
(آل عمران ۷۶)

ان آیات میں یہودی کی نسبت کئی پیشین گوئیاں ہیں:-

- ۱۔ یہود مسلمانوں کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔
- ۲۔ اگر یہود مسلمانوں سے لڑیں گے تو شکست کھائیں گے۔
- ۳۔ شکست کھانے کے بعد یہود میں قوت و شوکت نہ رہے گی۔
- ۴۔ یہود ہمیشہ ذلیل رہیں گے۔ مگر یہ کہ دوسروں کی پناہ میں ہوں۔
- ۵۔ یہود مغضوب رہیں گے۔
- ۶۔ یہود کی سلطنت کھیں نہ ہوگی۔ بلکہ مسکنت میں رہیں گے۔

یہ تمام پیشین گوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ چنانچہ یہود نے بانی طعن اور ست و شتم کے سوا اور منہ بن کو کوئی بڑا ضرر نہ پہنچا سکے۔ یہود بنی قینقار و بنی قریظہ و بنی نضیر و یہود خیبر نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا۔ اور مغلوب ہوئے۔ پھر ان کے کہیں پاؤں نہجے اور ان کی شان و شوکت جاتی رہی یہود ہمیشہ ہر ملک میں قتل و غارت و قید سے پامال ہوتے رہے ہیں۔ روئے زمین پر کہیں ان کی

تہ لا الحج بعد العام و مشرک و کالیطوف بالبيت عریان یعنی شرح بخاری جز ۱ ص ۶۳۳

سلطنت نہیں۔ دوسرے ملکوں میں پناہ گزین ہیں۔ تو وہ ہاں کے بادشاہ یا لوگوں کی عنایت سے ایسا ہوتا رہے۔ ان کا مغضوب ہونا ظاہر ہے۔

پیشین گوئی ۱۰

اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دلوں میں مہیت پس
 واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس چیز کو
 جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ ایمان کا ٹھکانا
 دوزخ ہے۔ اور پوری جگہ ظالموں کے رہنے کی۔

سَأَلْتَنِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَالرَّغْبَ
 بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَهُمْ يَنْزِلُ بِهِ سُلْطَانًا
 وَمَا وَارَاهُمُ النَّارُ وَبِئْسَ مَشْوَى الظَّالِمِينَ
 (ال عمران - ۸۴)

یہ پیشین گوئی یوم اُحد کی نسبت تھی۔ اور اسی دن پوری ہو گئی۔ کیونکہ کفار باوجود غلبہ و ظفر
 کے مسلمانوں کے خون سے لڑائی چھوڑ کر بھاگ گئے۔

پیشین گوئی ۱۱

قُلْ يَلِّدِينَ كَفَرُوا اسْتَغْلَبُونَ وَتَحْشُرُونَ
 إِلَىٰ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (ال عمران - ۸۴)
 کہہ دے کافروں کو کہ تم جلدی مغلوب ہو گے اور کشتے
 کئے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور بڑا ہے بھجونا۔
 جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر سے مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔ تو
 آپ نے یہود کو بانہ بنی قینقاع میں جمع کیا۔ اور ان سے فرمایا کہ مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ تمہارا بھی وہی
 حال ہوگا جو قریش کا ہوا۔ وہ بوسے کہ نازاں نہ ہو تیرا ایسی قوم سے مقابلہ ہو جو فن جنگ سے واقف
 تھی۔ اگر ہم سے پلا پڑے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ کہ ہم بہادر ہیں۔ اور تو تمہاری مانند نہیں۔ اس پر
 یہ آیت اتری۔ جس میں یہ خبر دی گئی۔ کہ یہود عنقریب مغلوب ہو جائیں گے۔ یہ پیشین گوئی بنی قریظہ
 کے قتل۔ اور بنی نضیر کی جلا وطنی۔ اور فتح خیبر۔ اور باقی یہود پر جزیہ لگانے سے پوری ہوئی۔

پیشین گوئی ۱۲

آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پوری کی میں نے
 تم پر اپنی نعمت۔ اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے
 اسلام کو دین

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ
 عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ
 دِينًا (مائدہ - ۳)

۱۲ درمنثور بحوالہ ابن اسحاق و ابن جریر و بیہقی بروایت ابن عباس ۱۲

یہ آیت سترہ میں عرفہ کی شام کو جمعہ کے دن نازل ہوئی۔ اصحاب آثار کا قول ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکاسی یا بیاسی دن زندہ رہے اور شریعت میں کوئی زیادتی یا نسخ یا تبدیلی وقوع میں نہ آئی۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کی خبر ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے یہی سمجھتے تھے۔ حوران کے اعلم اصحاب ہونے کی دلیل ہے۔

پیشین گوئی ۱۳

اور ان لوگوں سے جو کہتے ہیں ہم نضارہ سے ہیں۔ بیہم عہدان کا۔ پھر وہ بھول گئے فائدہ لینا اس وصیت سے حوران کو کی گئی تھی۔ پھر ہم نے لگادی ان کے درمیان دشمنی اور کینہ قیامت کے دن تک۔ اور آخر تجاویز کا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا لَنصَارِي أَخَذْنَا
مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ
فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ
بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (مائدہ - ع)

اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے۔ کہ قیامت تک نضارہ کے مختلف فرقے رہیں گے جو ایک دوسرے کی تکذیب و تکفیر کرتے رہیں گے۔ یہ بھی پوری ہو چکی ہے۔ کیونکہ اب تک ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔ اور آئن بھی ہوتا ہے گا۔ نضارہ کے مختلف سینکڑوں فرقے ہیں جن کا ذکر ہم نے بحرف طوالت نہیں کیا۔

پیشین گوئی ۱۴

مے ایمان دار! جو کوئی تم میں سے پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ اس کے لادے گا ایک قوم کو کہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ نرم دل ہیں مسلمانوں پر اور سخت ہیں کافروں پر جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور نہ ڈریں گے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے یہ فطس ہے اللہ کا۔ دینا ہے جس کو چاہے۔ اور اللہ کٹائش والا ہے۔ خبردار!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ
دِينِهِ فَمَا لِي بِاللَّهِ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ
وَيُحِبُّونَهُمْ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ
عَلَى الْكٰفِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ
يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ
(مائدہ - ع)

۲۶۹ - تفسیر کبیر - جلد ثالث - ص ۲۶۹

اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا۔ کہ کچھ عرب دین سے پھرتے رہیں گے اس لئے فرمادیا کہ ان کی گوشالی کے لئے ایک ایسی قوم ہوگی۔ جس کے اوصاف یہ ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد پوری ہوئی۔ جب کہ عرب کے کئی قبیلے دین اسلام سے منحرف ہو گئے۔ اور بعضوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے باوجود اختلاف آراء ان کے ساتھ جہاد کیا۔ اور ان کو مغلوب کیا۔ یہ آیت سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کی حقیقت پر دلیل واضح ہے۔

پیشین گوئی ۱۵

اور ہم نے ڈال دیان میں شمشیر اور بغض قیامت کے دن ہم جب ایک آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے واسطے اللہ کے بھٹکے۔ اور دڑتے ہیں ملک میں فساد کرتے راہد اللہ دست نہیں رکھتا فساد کرنے والوں کو۔

وَالْقِيَامَ يَوْمَ الْعَذَابِ وَالْبَغْضَاءِ
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَقْدَرْنَا عَلَى الْعَرَبِ
أَنظَلْنَاهَا اللَّهُ لَا يَسْتَوُونَ فِي الْأَرْضِ
فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُكَيِّبُ الْمُظْهِرِينَ (بائدہ - ع)

اس میں یہ پیشین گوئی ہے کہ یہود کے مختلف فرقتے ہوں گے۔ جن میں عداوت و بغض قیامت تک رہے گا۔ اس پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کلام نہیں۔ کیونکہ یہود کے مختلف فرقتوں میں اب تک عداوت ہے اور آئندہ رہے گی۔

پیشین گوئی ۱۶

اسے رسول پہنچا جو کچھ اتارا گیا ہے تیری طرف تیرے رب سے۔ اور اگر تو نے نہ کیا پس تو نے نہ پہنچا یا اس کا پیغام۔ اور اللہ تجھ کو چیلے گا لوگوں سے۔ اللہ ہدایت نہیں کرتا منکر قوم کو۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يُوَسِّمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (بائدہ - ع)

یہ آیت بقول حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ ذات الرقاع میں نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول سے پہلے صحابہ کرام نہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسبانی کیا کرتے تھے۔ مگر جب یہ آیت اتری۔ تو حراست موقوف کر دی گئی۔ کیونکہ اس میں خود اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب یا

۱۵ دیکھو مشکوٰۃ۔ کتاب الزکوٰۃ۔ فصل ثالث ۱۶ اتقان للسیوطی۔ جزء اول۔ ص ۱۸

صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے۔ حضور کی زندگی میں اس پیشین گوئی کا پورا ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین! وجود کینہ و عداوت کے آپ کے قتل پر قادر نہ ہوئے۔ چونکہ حضور وفات شریف کے بعد حسب مبارک کے ساتھ مرقا منورہ میں حقیقتاً زندہ ہیں۔ اس لئے یہ وعدہ قیامت تک پورا ہوتا رہے گا۔ ذیل میں ہم علامہ سمہودی رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۰۹۸ھ) کی کتاب وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک واقعہ نقل کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ لگا سکیں گے۔ کہ وفات شریف کے بعد اعدائے اسلام نے ہمارے آقا ہمارے مالک حضورؐ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح اذیت پہنچانی چاہی۔ اور کس طرح یہ وعدہ پورا ہوا۔ واقعہ مذکورہ کو علامہ سمہودی یوں بیان فرماتے ہیں۔

جان لے کہ مجھے علامہ جمال الدین سنوی کی تصنیف سے ایک رسالہ علوم ہوا ہے جس میں نصاریٰ کو حاکم بنانے سے منع کیا گیا ہے۔ بعض نے اس رسالے کا نام انتصارات اسلامیہ رکھا ہے۔ میں نے اس پر علامہ موصوف کے شاگرد شیخ زین الدین مرانچی کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے اور وہ یہ ہے نصیحة اولی الالباب فی منع اتخا م النصاری کتاب لشیخنا العلامة جمال الدین سنوی استاد نے اس رسالے کا نام نہ رکھا تھا۔ میں نے آپ کے سامنے یہ نام عرض کیا جسے آپ نے برقرار رکھا اتنے۔ پس میں نے اس رسالے میں یہ عبارت دیکھی۔

لے شیخ جمال الدین عبد الرحیم سنوی شامی شہر اسناد واقع ملک مصر میں ذی الحجہ ۱۰۹۸ھ میں پیدا ہوئے ۱۱۲۰ھ میں قاہرہ میں آئے۔ اور وہاں مختلف اسنادوں سے ادب کو۔ اصول فقہاء و حدیث میں تعلیم پائی۔ اپنے وقت میں فقہ شامی میں یگانہ تھے۔ صاحب تدریس و تصنیف تھے۔ فقہ و اصول و نحو میں بحث سی کتابیں آپ کی تصنیف ہیں۔ آپ کا وصال جمادی الاولیٰ ۱۱۷۲ھ میں ہوا۔ آپ کے ہاتھ سے پرانوں اور لایٹ نکالنے کی تفصیل کے لئے دیکھو نصیحة الامة لوجوه المحاضرہ پر دو مصنف جلال الدین سیوطی، بسا النصیحة الالہی الالباب فی منع استخدام النصاری آپ کی ہی تصنیف ہے۔ جیسا کہ مصنف کے بیان سے ظاہر ہے۔ کشف الظنون میں ہے کہ علامہ سیوطی نے اس رسالے کا اختصار کیا ہے اور اس کا نام جہد القرعہ فی بحر بیہ النصیحة ہے۔ علامہ جمال الدین سنوی کے قلم سے اسی مضمون کا ایک رسالہ حسن المحاضرہ میں لکھا ہے جس کا نام المر یا سترا لید فی الرد علی ابن یوسف اہل الذمۃ و لیسخید مہم علی المسلمین ہے۔ مگر کشف الظنون میں الریاستہ انصاریہ کہ علامہ علامہ جمال الدین کے بھائی علامہ عماد الدین کے بھائی علامہ محمد بن محمد بن حسن سنوی (متوفی ۱۱۷۲ھ) کی تصنیف ظاہر کیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سلطان عادل نور الدین شہید کے عہد سلطنت میں نصارہ کے نفسوں نے انہیں ایکساڑے امر سے آمادہ کیا۔ ان کا گمان تھا کہ وہ پورا ہوجائے گا۔ اور اللہ اپنی روشنی پورا کیے بغیر نہیں رہتا۔ خواہ نکرہ کرانا میں۔ وہ امر یہ ہے کہ سلطان مذکورہ رات کو تہجد اور وظائف پڑھا کرتا تھا۔ ایک روز تہجد کے بعد سو گیا۔ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ وہ سرخ رنگ شخصوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں۔ میری مدد کر اور مجھے ان دو سے بچا۔ وہ ڈر کر جاگ اٹھا۔ پھر وضو کیا نماز پڑھی اور سو گیا۔ پھر اس نے وہی خواب دیکھا۔ جاگ اٹھا اور نماز پڑھ کر سو گیا۔ پھر میری بارہوی خواب دیکھا میں جاگ اٹھا اور کہنے لگا۔ نیند باقی نہیں رہی۔ اس کا وزیر ایک صالح شخص تھا جس کا نام جمال الدین موصیٰ تھا۔ رات کو اسے بلایا۔ اور تمام ماجرا اُسے کہہ سنایا۔ اُس نے کہا تم کیسے بیٹھے ہو۔ اسی وقت مدینۃ النبیؐ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اپنے خواب کو پوشیدہ رکھو۔ یہ سن کر اس نے بقیہ شب میں نیاری کر لی۔ اور بسکاسواریوں پر بیس آدمیوں کے ساتھ نکلا۔ وزیر مذکورہ اور بہت سہ ماہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ سولہ دن میں وہ مدینے پہنچا۔ شہر سے باہر غسل کیا۔ اور داخل ہوا۔ بعض منبرہ میں نماز پڑھی اور زیارت کی۔ پھر بیٹھ گیا۔ حیران تھا کہ کیا کرے جب اہل مدینہ مسجد میں جمع تھے۔ تو وزیر نے کہا۔ سلطان بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ارادے سے آیا ہے۔ اور خیرات کے لئے اپنے ساتھ بہت سہ ماہ لایا ہے۔ جو یہاں کے رہنے والے ہیں۔ ان کے نام لکھو۔ اس طرح تمام اہل مدینہ کے نام لکھے۔ سلطان نے سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جو صدقہ لینے آنا۔ سلطان اُسے بغور دیکھتا تا کہ وہ صفت و شکل جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے دکھائی تھی۔ معلوم کرے جس میں وہ علیہ نہ پانا۔ اُسے صدقہ دے کر کہتا۔ کہ چلے جاؤ۔ یہاں تک کہ سب لوگ آچکے۔ سلطان نے پوچھا۔ کہ کیا کوئی باقی رہ گیا ہے جس نے صدقہ نہ لیا ہو۔ انہوں نے عرض کی نہیں۔ سلطان نے کہا۔ غور و فکر کر۔ اس پر انہوں نے کہا۔ اور تو کوئی باقی نہیں۔ سرد مغربی شخص جو کسی سے کچھ نہیں لیتے۔ وہ پارسا اور دکنندہ ہیں۔ اور محتاجوں کو اکثر صدقہ دیتے رہتے ہیں۔ یہ سن کر سلطان خوش ہو گیا۔ اور حکم دیا۔ کہ ان دونوں کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ لائے گئے۔ سلطان نے انہیں وہی وہ شخص پایا۔ جن کی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کر کے فرمایا تھا۔ کہ میری مدد کر اور مجھے ان سے بچا۔ پس ان سے پوچھا۔ کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہم دیار مغرب سے

حج کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے اس سال ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت، اختیار کی ہے سلطان نے کہا۔ مجھے سبج بناؤ۔ مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے۔ پھر لوگوں سے پوچھا۔ یہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں عرض کیا گیا۔ کہ حجرہ شریف کے قریب رباط میں رہتے ہیں یہ ہیں کہ سلطان نے دونوں کو گرفتار کر لیا۔ اور ان کے مکان میں آیا۔ وہاں بہت سہولتوں اور قرآن مجید اور وعظ و نصیحت کی کتابیں پائیں۔ ان کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ اہل مدینہ نے ان کی بڑی تعریف کی کہ یہ بڑے سخی اور فیاض ہیں۔ صائم الہم۔ اور وہ شریفانہ سلوات اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے پابند ہیں۔ صبح جنت البقیع کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور ہر شنبہ قباہ کی زیارت کرتے ہیں۔ کسی سائل کا سوال نہ نہیں کرتے۔ ان کی قباہی سے اس قحط سالی میں مدینہ میں کوئی محتاج نہیں رہا۔ یہ سن کر سلطان نے کہا۔ سبحان اللہ! اور اپنے خواب کو ظاہر نہ کیا سلطان بذات خود اس مکان میں پھرتا رہا اس میں ایک چٹائی بواٹھائی۔ تو اس کے نیچے تہ خانہ دیکھا۔ جو حجرہ شریف کی طرف کھود رکھا تھا۔ لوگ یہ دیکھ کر ڈر گئے۔ اس وقت سلطان نے کہا۔ تم پناہ حال سبج بناؤ۔ اور انہیں بہت مارا۔ پس انہوں نے اقرار کیا۔ کہ ہم عیسائی ہیں ہم کو نصاریٰ سے مغرباً تھا ہمیں کے بھیس میں بھیجا ہے۔ اور ہمیں بہت سہولت دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اسے حجرہ شریف تک پہنچنے اور بسد مبارک نکالنے کا حیلہ پوسیلہ ٹھہراؤ۔ بھینچنے والے عیسائیوں کا یہ وہم تھا۔ کہ اللہ نے ان کو اس بات پر قادر کر دے گا۔ اور وہ کہیں گے جو شیطان نے انہیں بھیجا تھا۔ اس لئے ان دونوں حجرہ شریف کے سب سے قریب رباط میں اترے تھے۔ اور انہوں نے کہا تو اوپر ذکر ہوا۔ وہاں کو کھودا کرتے تھے۔ اور ہر ایک کے پاس مغربوں کے لباس کے مطابق ایک چمڑے کی تھیلی تھی۔ جو می جمع ہوتی۔ ہر ایک اپنی تھیلی میں ڈال لیتا۔ اور دونوں نیابت البقیع کے بسنے سے نکل جاتے اور قبروں میں پھینک آتے۔ کچھ مدت وہ اسی طرح کرتے تھے۔ جب کھودتے کھودتے حجرہ شریف کے قریب پہنچ گئے۔ تو آسمان میں گرج پیدا ہوئی۔ بجلی چمکی۔ اور ایسا زلزلہ عظیم پیدا ہوا کہ گریبا وہ پہاڑ جڑ سے اکھڑ گئے ہیں۔ اسی بات کی صبح کہ سلطان نے۔ اہل مدینہ کو اپنی جان کی گرفتاری اور حضرت وقوع میں آیا۔ جب وہ نزل نے اعتراض کر لیا۔ اور اس کے ہاتھ پر ان کا حال ظاہر ہو گیا۔ اور اس نے اللہ کی عنایت دیکھی۔ کہ یہ کام اسی سے لیا۔ تو وہ بہت سوچا۔ اور ان کی گردن زنی کا حکم دیا پس وہ

اس جالی کے نیچے قتل کئے گئے۔ جو حجرہ شریف سے قریب بقیع سے متصل ہے۔ پھر اُس نے بہت سی رنگ منگوائی۔ اور تمام حجرہ شریف کے گرد پانی کی تہ تک ایک بڑی خندق کھدوائی۔ وہ رنگ بگھلانی لگئی۔ اور اُس سے خندق بھری گئی۔ اس طرح حجرہ شریف کے گرد پانی کی تہ تک رنگ کی دیوار تیار ہو گئی۔ پھر سلطان مذکور اپنے ملک کو چلا آیا۔ اور حکم دیا۔ کہ نصاریٰ سے کمزور کر دئے جائیں۔ اور کوئی کافر عامل نہ بنایا جائے۔ با اینہم حکم دیا۔ کہ حاصل چوکی تمام معاف کر دئے جائیں ۱۱

علامہ جمال الدین محمد مری (متوفی ۱۰۰۰ھ) نے اس واقعہ کی طرف بطریق اختصار اشارہ کیا ہے۔ اور حجرہ شریف کے گرد خندق کو دونا۔ اور اُس میں رنگ کا پگھلا کر ڈال جانے کو ذکر نہیں کیا ہے۔ مگر وہ سال بتا دیا ہے جس میں یہ حادثہ وقوع میں آیا۔ اور بیان بالا سے بعض تفصیل میں اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ جو تفصیل اب مدینہ کے گرد ہے۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے کرتا ہے۔ کہ سلطان نور الدین محمود بن زنگی (متوفی ۱۱۷۳ھ) مدینہ منورہ میں پہنچا۔ اس کے آنے کا سبب ایک خواب تھا۔ جو اس نے دیکھا تھا۔ اس خواب کو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے اور میں نے اسے فقیہ

علم الدین یعقوب بن ابی بکر (جس کا نام کسی نبوی کی آتش زدگی کی رات کو جل گیا تھا) سے سنا۔ اور علم الدین نے روایت کی ان اکابر سے کہ جن سے وہ سنا۔ کہ سلطان محمود مذکور نے ایک رات تین بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ ہر بار آپ فرماتے تھے: اے محمود! مجھے ان دو سرخ رنگ شخصوں سے بچا۔ اس لئے اس نے صبح ہونے سے پہلے اپنے وزیر کو بلایا۔ اور اسے یہ باجر اسنایا۔ وزیر نے کہا کہ مدینہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی امر عادت ہوا ہے۔ جس کے لئے تیرے سوا کوئی اور نہیں پس وہ نیا ہو گیا۔ اور قریباً ایک ہزار اونٹ اور گھوڑے وغیرہ لے کر جلدی روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ اپنے وزیر کے ساتھ میں مدینہ میں داخل ہوا۔ اور اہل مدینہ کو خبر نہ ہوئی۔ نیابت کے بعد مسجد میں بیٹھ گیا اور حیران تھا کہ کیا کرے وزیر نے کہا۔ کہ آپ ان وہ شخصوں کو دیکھ کر پہچان لیں گے؟ سلطان نے کہا۔ ہاں۔ پس تمام لوگوں کو خیرات کے لئے بلایا۔ اور بہت سارے رویم ان کو خیرات کیا۔ اور کہا کہ مدینہ میں کوئی باقی نہ رہ جائے۔ اس طرح باقی نہ رہا اگر اہل اندلس میں سے دو بجاوہ جو اس جانب سے اترے ہوئے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کے آگے مسجد سے باہر آل عمر بن الخطاب کے گھر (جو اب دارالمنشورہ کے نام سے مشہور ہے) کے پاس ہے سلطان نے ان کو خیرات

کے لئے بلایا۔ وہ نہ آئے اور کہنے لگے ہمیں ضرورت نہیں ہم کچھ نہیں لیتے سلطان نے ان کے بلانے میں اصرار کیا۔ پس وہ لائے گئے۔ جب سلطان نے انہیں دیکھا۔ تو اپنے وزیر سے کہا یہی وہ دو ہیں۔ پھر ان کا حال اور ان کے آنے کا باعث دریافت کیا۔ انہوں نے کہا ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجاورت کے لئے آئے ہیں۔ سلطان نے کہا مجھ سے سچ سچ کہو۔ اور کئی دفعہ یہی سوال کیا۔ بیان تک کہ مار پیٹ کی نوبت پہنچی۔ پس انہوں نے اقرار کیا۔ کہ ہم عیسائی ہیں۔ اور عیسائی بادشاہوں کے اتفاق سے ہم یہاں آئے ہیں۔ تاکہ حجرہ شریف سے جب مبارک کو نکال کر لے جایا سلطان نے دیکھا۔ کہ انہوں نے مسجد کی قبلہ رو دیوار کے نیچے سے زمین دوز نقب لگائی ہوئی ہے اور حجرہ شریف کی طرف کو لے جا رہے ہیں۔ اور جس مکان میں وہ رہا کرتے تھے۔ اس میں ایک گریبا تھا۔ جس میں وہ ٹی ڈال رہا کرتے تھے۔ اس طرح علم الدین 'یقوب نے بالاسنا ویمیر سے پاس بیان کیا پس اس بجالی کے پاس جو مسجد سے باہر حجرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرق میں ہے ان کو قتل کر دیا گیا۔ پھر شام کو آگ سے جلادئے گئے۔ اور سلطان مذکورہ کو شام کی طرف روانہ ہوا۔

پیشین گوئی - ۱۷

لہذا ان سے ناصواب کرے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں کے ساتھ اور رسوا کرے ان کو اور غالب کرے تم کو ان پر اور ٹھنڈے کرے دل کتنے مسلمان لوگوں کے اور وہ کہے ان کے دلوں کا غصہ اور اللہ توبہ دے گے جس کو چاہے گا اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

فَاتْلُوهُمْ نُفِيَ بِمُذَّابِ اللَّهِ بِأَيُّكُمْ وَ
يُخْرِجُهُمْ وَيَنْصُرْكُمْ وَعَلَيْهِمْ وَبَشَفِ
صَدْرَهُمْ قَوْمٌ مُّؤْمِنِينَ وَوَيْدُ هَبِ قَيْطًا
قُلُوبِهِمْ وَيُثَوِّبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ
عَلِيمٌ خَبِيرٌ (توبہ - ۸)

بنو خزاعہ میں سے کچھ لوگ ایمان لائے تھے اور ہجرت کے بعد مکہ مشرفہ میں باقی رہ گئے تھے ان کو مشرکین سے تکلیف پہنچی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جو عہد بیان ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا۔ کہ ایک دوسرے کے حلیفوں کو ایذا نہ پہنچائیں گے۔ اور اگر ایک کے حلیف دوسرے کے حلیفوں سے جنگ کریں۔ تو ان کی مدد نہ کریں گے۔ اس عہد کے خلاف کفار قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بنو خزاعہ کے خلاف اپنے حلیف بنو بکر کو اختیار وغیرہ سے مدد دی جس سے خزاعہ کا سخت نقصان جان ہوا اس لئے

خواعص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جیسا کہ اس کتاب میں پہلے بیان ہو چکا ہے۔ پس یہ آیتیں اُنہیں جن میں سمانوں کی نصرت اور بعض کفار کے تائب ہونے کی پیشین گوئی ہے۔ یہ پیشین گوئی فتح مکہ سے پوری ہو گئی۔ اور کفار میں سے بعض مثلاً ابوسفیان اور عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو وغیرہ ایمان لائے۔

پیشین گوئی ۱۸

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَقُولُ اِنَّكَ لَبِئْسَ الْاٰثِمِيْنَ ۗ
اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۗ وَاِنْ جِئْتُمْ
لَتُنَجِّیْتُ بِاَلْكَافِرِيْنَ ۗ (آیہ - فتح)

اور ان میں سے بعض کہتا ہے۔ مجھ کو رخصت دے
اور فتنہ میں نہ ڈال خبردار یہ ہودہ فتنہ میں گر پڑے ہیں
اور دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو۔

ایک منافق جد بن قیس بہانہ لایا کہ روم کی عورتیں خوبصورت ہیں ہیں اس ملک میں جا کر
بدی میں گرفتار ہوں گا۔ رخصت دو کہ سفر رنفر و تہنیک، میں نہ پھاؤں لیکن بدو خرچ کروں گا مال
سے (فتح القرآن) اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ اخبار بالغیب ہے۔ کہ جد بن قیس کافر
ہی مرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی ۱۹

وَمِنْهُمْ مَّنْ عَصَا اللّٰهَ لَمِنَ اٰثْمٰمِ فِضْلِهِ
لَتَصْرُقْنَّ وَاْتَكِبْنَ مِنْ اٰثْمٰمِ اٰمِنٍ ۗ
فَاذْتَا اٰتٰسْتُمْ مِنْ فِضْلِهِ فَبِئْسَ مَا كَانُوْا
وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۗ فَاَعْقِبْتُمْ نِيفًا قٰحِيْ
فَلَوْ يٰرَبِّهٖمُ اِلٰی يٰرَبِّمُ يَلْقَوْنَهٗ اِيْمًا خَلْفُوْا
اللّٰهَ فَاَوْعَدُوْهُ وَاِيْمًا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۗ
ذٰرِبٌ ۗ

اور ان میں سے بعض وہ ہے کہ عہد کیا اللہ سے۔ اگر
دیہ سے ہم کو اپنے فضل سے۔ تو اللہ ہم خیرات دیں گے
اور اللہ ہوں گے ہم صالحین میں سے۔ پھر جب دیا ان کو
اپنے فضل سے اس میں غل کیا انہوں نے۔ اور پھر گئے منہ
پھیر کر۔ پھر اس کا اثر لکھا خدا نے نفاق ان کے دلوں میں اس
دن تک کہ میں گئے اس سے اب اس کے کہ غلام کیا انہوں
نے اور سے جو وعدہ کیا اس کو اب اس کے کہ بولتے تھے جو۔

ایک منافق تھا ثعلبہ بن حاطب۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا چاہی۔ کہ مجھ کو
کشائش ہو۔ فرمایا۔ کہ تھوڑا جس کا شکر ہو سکے بہتر ہے بہت سے کہ غفلت ناوے۔ پھر آیا لگا عہد
کرنے۔ کہ اگر مجھ کو مال ہو۔ میں بہت خیرات کروں۔ اور غفلت میں نہ پڑوں حضور نے دعا کی۔ اس کو

بکریوں میں برکت ملی۔ یہاں تک کہ مدینے کے جنگل سے کفایت نہ ہوتی۔ نکل کر گاؤں میں جا رہا
 جمعہ اور ہر جماعت سے محروم ہوا۔ حضور نے پوچھا کہ ثعلبہ کیا ہوا؟ لوگوں نے حال بیان کیا۔ فرمایا
 ثعلبہ خراب ہوا۔ پھر زکوٰۃ کا وقت آیا۔ سب دینے لگے۔ اس نے کہا۔ یہ تو مال بھرنے کا جو یہ دینا
 بہانہ کر رہا ہے۔ پھر حضرت کے پاس مال لایا زکوٰۃ میں۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت کے بعد
 ابو بکرؓ و عمرؓ بھی اپنی خلافت میں اس کی زکوٰۃ نہ لیتے۔ خلافت عثمانؓ میں مر گیا (موضع القرآن)۔
 اسی ثعلبہ کے بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ اخیر آیت میں یہ پیشین گوئی ہے۔ کہ ثعلبہ منافق
 ہی مرے گا۔ اُسے توبہ نصیب نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پیشین گوئی ۲۰

عذر لاؤں گے تمہارے ہا جب پھر کر جاؤ گے ان کی
 طرف، تو کہہ، عذر مت لاؤ ہم نہ مانیں گے ہرگز تمہاری بات
 ہم کہہ تے ہیں اللہ نے تمہارا بعض احوال اور بھی دیکھے
 اللہ تمہارا عمل اور اس کا رسول پھر عاؤ گے تم طرف آ
 جانے والے چھپے اور کھلے کے سورد بتا دے گا تم کو جو
 تم کہہ رہے تھے۔ اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی جب پھر
 کہ جاؤ گے تم ان کی طرف۔ تاکہ ان سے درگزر نہ کرے تم
 سورد درگزر نہ کرے ان سے۔ وہ لوگ ناپاک ہیں۔ اور ان کا
 ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کی کمائی کا۔

يَعْتَدِ مَوْنُ الْيَوْمِ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ فَقُلْ
 تَقْتَدِرُوا لَنْ تُوْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَاْنَا اللّٰهُ
 مِنْ اٰخْبَارِكُمْ ط وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ
 وَرَسُوْلُهُ ثُمَّ تَتْرَقُوْنَ اِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ
 وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ
 سَيَخْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ نَكُمْ اِذَا اُنْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ
 لِنُحْضِرُوْا عَنْهُمْ ط فَاَعْمَضُوْا عَنْهُمْ ط اِنَّمَا
 رَجِسْتُمْ وَمَا وَاٰهُمْ جَهَنَّمَ جِزْءًا مِّنْ
 كَاوْنِ الْيَوْمِ ط رتوبہ - ع

منافقین (جد بن قیس و معتب بن قشیر اور ان دونوں کے اصحاب) جو غزوہ تبوک میں
 شریک نہ ہوئے تھے۔ اور مدینہ منورہ میں چھپے رہ گئے تھے۔ ان کی نسبت ان آیتوں میں پیشین گوئی
 ہے۔ کہ وہ عدم شریکت کا یوں عذر کریں گے اور یوں قسم کھائیں گے۔ یہ پیشین گوئی غزوہ تبوک سے
 واپسی پر پوری ہوئی۔

پیشین گوئی ۲۱

وَلَا يَنْزِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلَيْهِمْ بِمَا
 اور پہنچتا ہے گا کافروں کو ان کے کئے پر کھڑے یا اترے گا

صَنَعُوا قَارِعَةً أَتَمَّحُلُ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ
تَحْتِ بَنَاتِي زَعْدُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْلِفُ
الْمِيْعَادَةَ (رعد - ع)

نزدیک ان کے گھر سے یہاں تک کہ آدھے وعدہ
اللہ کا۔ بے شک اللہ خلاف نہیں کرتا وعدہ۔

اس آیت میں پیشین گوئی ہے۔ کہ جب تک سارے عرب ایمان نہ لادیں گے مسلمان ان
کے ساتھ جہاد کرتے رہیں گے۔ اور انہیں قتل و قید کرتے رہیں گے۔ پڑنا پڑھنا ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پیشین گوئی ۲۲

رَفَاظُنْ نَزَلْنَا الذِّكْرَ وَرِاٰثَالَهُ لِحٰفِظُوْنَ
رحجو۔ ع | ہم نے آپ اناری بے یقینت (قرآن) اور ہم اس کے
نگہبان ہیں۔

اس آیت پر یہ خبر دی گئی۔ کہ قرآن کریم تحریف و تبدیل سے محفوظ رہے گا۔ اس پیشین گوئی
کے پورا ہونے کا مخالفین و اعدائے اسلام کو بھی اعتراف ہے۔ ملاحظہ و ملاحظہ بالخصوص قرآن مطہر
نے تحریف قرآن کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا۔ مگر ایک حرف بھی اول بدل نہ کر سکے۔ کتب سماویہ سے
اگرچہ سب کی سب کلام الہی تھیں۔ مگر تحریف سے کوئی خالی نہ رہی۔ فقط ایک قرآن مجید ہے
جو تحریف و تبدیل سے محفوظ رہا۔ اور رہے گا۔ کیونکہ اس کا حافظ خود خدا ہے۔ اس میں حکمت یہ
ہے۔ کہ اگر کتب سابقہ میں تحریف ہو جاتی تھی۔ تو دوسرا نبی آکر اسے بیان فرمادیتا تھا۔ مگر قرآن
چونکہ ناتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ چون کہ بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔ جو بصورت
وقوع تحریف اسے بیان فرمادیتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔ اور
اس طرح اپنے حبیب پاک کی شان محبوبیت کو بھی ظاہر فرمادیا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی
حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَعَمَلِنَا مَعَهُمْ بَعْدَ وَاٰلِ مَعْلُوْمٍ اَللّٰك۔
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا طرفہ سامان کیا ہے۔ علمائے اسلام۔ قراء و محدثین ہر
دور میں اسے بطریق تو اتم روایت کرتے رہے ہیں جن پر کذب کا وہم تک نہیں ہو سکتا۔ اس کے
علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر ہر زمانے میں کثرت سے اس کتاب
کے حافظ رہے ہیں اور آئندہ رہیں گے۔ اس طرح امت کے سینوں میں محفوظ ہونا اس کتاب الہی
کا خاصہ ہے !

بَلْ هُوَ آيَةٌ بَيِّنَةٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ
 أُوْتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا
 الظَّالِمُونَ (عنکبوت - ع)

بلکہ یہ قرآن آیتیں ہیں صاف۔ سینے میں ان کے جن کو
 ملا ہے علم منکر نہیں ہماری آیتوں سے مکر وہی جو بے
 انصاف ہیں۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام
 قاب قوسین او ادنیٰ میں منجملہ دیگر انعامات کے یہ بھی ارشاد فرمایا: "میں نے تیری امت میں سے
 ایسی جماعتیں بنائی ہیں۔ کہ جن کے دل ان کی انجیلیں ہیں" یعنی ان کے دل کتابوں کی طرح
 ہیں۔ جس طرح انسان کتاب سے پڑھتا ہے۔ وہ دل سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔
 امام بیہقی نے روایت کی۔ کہ سحری بن اکثم - متوفی ۱۲۸ھ نے کہا۔ کہ ایک یہودی خلیفہ
 مامون کی خدمت میں آیا۔ اس نے کلام کیا۔ اور اچھا کلام کیا۔ خلیفہ نے اسے دعوتِ اسلام دی
 مگر اس نے انکار کر دیا۔ جب ایک سال گزرا۔ تو وہ مسلمان ہو کر ہمارے پاس آیا۔ اور اس نے علم
 و فقہ میں اچھی گفتگو کی۔ مامون نے اس سے پوچھا کہ تیرے اسلام لانے کا کیا باعث ہے؟ اس نے
 کہا۔ میں نے آپ کے ہاں جا کر مذاہب کا امتحان کیا۔ میں نے تورات کے کتبے لکھے اور ان
 میں کمی بیشی کر دی۔ اور کنیسہ میں بھیج دئے۔ وہ تینوں فروخت ہو گئے پھر میں نے انجیل کے کتبے
 لکھے۔ اور ان میں کمی بیشی کر دی۔ اور ان کو دراقین کے ہاں بھیج دیا۔ انہوں نے
 ان کتبوں کی ورق گردانی۔ جب ان میں کمی بیشی پائی۔ تو ان کو پھینک دیا۔ اور ان کو بول نہ لیا
 اس سے میں نے جان لیا۔ کہ یہ کتاب تحریف سے محفوظ ہے۔ اس لئے میں مسلمان ہو گیا۔
 یحییٰ نے کہا۔ کہ میں نے اسی سال حج کیا۔ اور سفیان بن عیینہ سے ملا۔ میں نے یہ قصہ اس
 سے بیان کیا۔ حضرت سفیان نے فرمایا۔ کہ اس کا مصداق قرآن مجید میں موجود ہے۔ میں نے
 پوچھا کس مقام پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تورات اور انجیل کی نسبت: **مَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ**

لَهُ وَجَعَلَتْ مِنْ أُمَّتِكَ أَقْوَامًا قَلِيلًا مِنْهُمْ (خصائص کبریٰ السیوطی مطبوعہ مجلس دائرة المعارف النظامیہ
 حیدرآباد دکن جز اول صفحہ ۱۰۱)۔ **عَلَمَ خُصَائِصُ كِبَرِ السِّيُوطِيِّ** - جز ثانی - صفحہ ۱۵۵
عَلَمَ بِمَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا
عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (مائدہ - ع)
 اس واسطے کہ وہ گمان نہ کرے کہ اللہ کی کتاب
 پر۔ اور اس کی خبر داری پر ہے۔

اس آیت میں کتاب سے مراد تورات ہے۔

فرمایا ہے۔ پس ان کی حفاظت ان پر چھوڑ دی گئی تھی۔ اور قرآن کی نسبت فرمایا۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَآلِ الْحٰفِظُوْنَ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے تحریف و تبدیلی سے محفوظ رکھا۔

پیشین گوئی ۲۳

اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِيْنَ ۗ الَّذِيْنَ
يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ الْهٰٓخُوْءَ ۗ فَسُوْٓفَ
يَعْلَمُوْنَ ۗ (حجر - ۷۶)

ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو جو
ٹھہراتے ہیں اللہ کے سوا اور معبود۔ سو وہ آگے معلوم
کریں گے !

اثرات قریش میں سے پانچ شخص جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تھے ٹھٹھا کرتے تھے۔ جب ان کی شرارت حد سے بڑھ گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں ان کے بارے میں نازل فرمائیں۔ پس وہ ایک دن رات میں ہلاک ہو گئے۔ ان میں سے ایک عاص بن وائل سہمی تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے ساتھ سیر کرنے نکلا۔ اور ایک درہ کوہ میں اترا۔ جو نہی اُس نے پاؤں زمین پر رکھا کہنے لگا۔ مجھے کچھ کاٹ گیا۔ ہر چند لوگوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر کچھ نہ پایا۔ اُس کے پاؤں میں دم ہو گیا۔ یہاں تک کہ اونٹ کی گردن کی مانند ہو گیا۔ اور وہیں مر گیا۔ دوسرا عادت بن قیس سہمی تھا۔ اُس نے نمکین بھلی کھالی۔ سخت پیاس جو لگی۔ وہ پانی پینا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ اور مر گیا۔ مرتے وقت کہتا تھا۔ کہ مجھے مجھ کے رب نے مار ڈالا۔ تیسرا اسود بن المطلب بن الحارث تھا۔ وہ اپنے غلام کے ساتھ نکلا۔ ایک درخت کی جڑ میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے۔ اور اُس کے سر کو درخت پر مارنے لگے۔ وہ اپنے غلام سے فریاد کرنے لگا۔ غلام نے کہا۔ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتا۔ آپ ہی ایسا کہہ رہے ہیں۔ پس وہ وہیں مر گیا۔ چوتھا ولید بن مخیرہ تھا۔ وہ بنی خزاعہ میں سے ایک تیر تراش کی دکان سے گزرا۔ ایک پیکان اس کی چادر کے دامن سے چپٹ گیا۔ وہ چادر کا دامن اپنے کندھے پر ڈالنے لگا۔ تو پیکان سے اس کی رگ ہفت اندام کٹ گئی۔ پھر خون بند نہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ پانچواں اسود بن عبد لغوث تھا۔ وہ اپنے گھر سے نکلا اُسے لو لگی۔ پس وہ حبشی کی طرح سیاہ ہو گیا۔ جب وہ گھر آیا۔ تو گھر والوں نے اُسے

۱۔ دلائل حاطط ابی نعیم۔ مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد۔ ص ۹۱-۹۲۔

پیشین گوئی ۲۴

اور تحقیق وہ قریب تھے کہ بچلا دیں تجھ کو زمین سے تاکہ نکالیں تجھ کو اس میں سے اور اس وقت وہ نہ رہیں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑا زمانہ !

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ
لَيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذًا لَا يُلْبِثُونَ خَلْقَكَ
إِلَّا أَهْلِيًا هَ (بنی اسرائیل - غ)

کفار قریش چاہتے تھے کہ ایذا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے آرام کر دیں تاکہ گھبرا کر مکہ سے نکل جائیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اگر وہ آپ کو نکال دیں گے تو آپ کے بعد وہ دیر تک زندہ نہ رہیں گے۔ بدر کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔ اس دن آپ کو ایذا دینے والے قتل ہو گئے۔

پیشین گوئی ۲۵

وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لاتے ہیں۔ اور لئے ہیں نیک کام۔ البتہ پیچھے حاکم کرے گا۔ ان کو ملک میں بیٹ کر حکم کیا تھا ان سے انھوں کو اور ثابت کر دیا ان کے واسطے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے۔ اور بدل دے گا۔ ان کو اور کے بعد اس میں میری بندگی کریں گے شریک نہ سمجھائیں گے میرا کوئی سدا و جو کوئی ناشکرے گا اس پیچھے سووی لوگ ہیں واسن !

وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ
الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَا يُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ
الَّذِي آذَىٰ أَرْضًا لَهُمْ وَلْيَسْبَأَنَّ كُفْرًا مِنْ بَعْدِ
خَوْفِهِمْ أَمَّا يَذَّبُونَ وَنَبِيُّ لَا يُشْرِكُونَ بِي
شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْفَاسِقُونَ (نور - غ)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے جو موجود تھے خلافت اور تمکین دین۔ اور کفار سے اس کا وعدہ فرمایا۔ اور صاف کہہ دیا۔ کہ یہ خلافت اس طرح ہوگی۔ جیسے بنی اسرائیل میں قائم ہوئی تھی۔ یہ وعدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اخذ بلفظ پورا ہوا۔ جس کی تفصیل کی اس کتاب میں گنجائش نہیں۔ بہذا جو شخص ان کی خلافت سے منکر ہو۔ اس کا حکم وہی ہے جو اس آیت کے اخیر حصے میں مذکور ہے۔

پیشین گوئی ۲۶

جس نے حکم جیجا تم پر قرآن کا۔ وہ پھرانے والا ہے۔ مجھ کو پہلی

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ

الی مَحَارِط (قصص - غ)

جگہ -

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم الہی مدینہ کی ہجرت فرمائی۔ تو راستے میں مقام جحفہ میں آپ کو وطن کا خیال آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت نازل فرمائی۔ اور اس میں پھر کہہ میں وہاں آنے کی خوشخبری دی۔ یہ پیشین گوئی ہجرت کے آٹھویں سال فتح مکہ کے دن پوری ہوئی۔

پیشین گوئی - ۲۷

مغلوب ہو گئے ہیں مدی گتے ملک میں۔ اور وہ اس مغلوب ہونے کے بعد اب غالب ہوں گے کئی برس میں اللہ کے ہاتھ میں ہے کام پہلے اور کھیلے۔ اور اس دن خوش ہوں گے مسلمان اللہ کی مدد سے۔ مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ اور وہی ہے غالب بہران

اللَّهُ غَلِبَتِ الرُّومَ ۗ فِي آذُنِ الْآرِضِ
وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ مُسْتَعْلِبُونَ ۗ فِي
بُضْعِ سِنِينَ ۗ إِنَّ اللَّهَ الْكَاشِفُ
بَعْدَ رُبُوعِ مِئَةِ يَفْرُحُ الْمُؤْمِنُونَ
بِالنَّبِيِّ بَصِيرًا ۗ وَهُوَ الْعَزِيزُ
الْمُهَيِّمُ ۗ رسالہ - شروع

جب کسریے پر ہونے والے رومیوں پر حملہ کیا۔ تو عرب سے لگتی زمین (اور عات و بصرے یا اردن و فلسطین) میں دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فارس روم پر غالب آئے۔ جب یہ خبر کہ مشرق میں پہنچی۔ تو مشرکین خوش ہوئے۔ اور مسلمانوں سے کہنے لگے۔ تم اور نصاریٰ اہل کتاب ہو۔ اور تم اور فارس بے کتاب ہیں۔ جس طرح ہمارے بھائی تمہارے بھائیوں پر غالب آگئے۔ ہم بھی تم پر۔ غالب آجائیں گے۔ مسلمانوں کو یہ امر نہایت ناگوار گزرا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ چند سال کے اندر روم فارس پر غالب آجائیں گے۔ چنانچہ نو سال کے بعد مدینہ کے دن یہ پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

پیشین گوئی - ۲۸

جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کچھ سند کے جو کچھ ہوا ان کو۔ اور کچھ نہیں ان کے سینوں میں مگر کتب۔ وہ نہیں پہنچتے وائے اس تک۔ سو تو پناہ مانگ اللہ کی۔

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ
سُلْطَانٍ أَوْ قُرْآنٍ ۗ إِنَّ فِي صَدْرِهِمْ
كِبْرًا مَاهِدًا ۗ يَا لَيْتَهُمْ فَخَاسْتَعِذَ بِاللَّهِ

لَهُ اتَّقَانُ لِسِيْرِي - جو - ادل - ص ۲۸

إِنَّهُ هُوَ التَّمِيذُ الْبَصِيرُ (مومن - ع) | بے شک وہ ہے مُنتادِ بَصِيْرًا۔

اس آیت میں یہ تذکور ہے کہ منکرین کے دلوں میں یہ غور ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر ہیں گے۔ مگر یہ نہیں ہونے کا۔ چنانچہ کفار کو کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تعظیم و تقدیم حاصل نہ ہوا۔

پیشین گوئی ۲۹

فَلَا تَعْبُرُوا إِلَى السَّلَامِ وَأَنْتُمْ الْأَعْمَى وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَتَرَكُمْ أَغْمًا لَكُمْ ه رَعْمَد - ع

سو تم سستی نہ کرو۔ اور نہ بلاؤ ان کو صلح کی طرف۔ اور تم ہی رہو گے غالب اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ ہرگز ضائع نہ کرے گا تمہارے اعمال۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تم کفار کے مقابلہ میں سستی نہ کرو۔ اور ان سے صلح طلب نہ کرو۔ تم ہی غالب آؤ گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا

پیشین گوئی ۳۰

لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ لَا مَخْلِفِينَ رُؤُسَكُمْ وَمَقَصِرِينَ لَا تَخَافُونَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَلَّ مِنْ دُونِ ذَلِكَ فَتْحًا قَرِيبًا ه (فتح - ع)

بے شک اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو جاؤ گے مسجد حرام میں اگر اللہ نے چاہا امن سے بال موٹہ اپنے سرؤں کے اور کرتے ہوئے بے خطرہ پس جانا اللہ نے جو نہ جانا تم نے پس ٹھہرا دی اس سے ورے ایک فتح (خبر) نزدیک۔

حدیبیہ کی طرف جانے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا تھا۔ کہ آپ مع صحابہ کرام سرمنڈائے ہوئے کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ خواب صحابہ کرام سے بتا دیا۔ وہ سمجھے کہ داخلہ اسی سال ہوگا۔ حالانکہ خواب میں داخلہ کے وقت کی تعبیر نہ تھی جب مسلمان کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کے بغیر حدیبیہ سے صلح کر کے مدینہ واپس آنے لگے۔ تو ساری نین تمسخر سے کہنے لگے۔ اب وہ خواب کہاں ہے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا صحابہ کرام کو پیام ناگوارا گزرا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور دوسرے سال فتح خیبر کے بعد یہ پیشین گوئی پوری ہوئی۔

پیشین گوئی ۳۱

وہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ساتھ ہدایت اور سچے
دین کے تاکہ غالب کرے اس کو ہر دین سے اور کافی
ہے اللہ شہادت دینے والا۔

هُوَ الَّذِي آتَىٰ رَسُوْلَهُ بِالْحَقِّ وَ
دِيْنِ الْحَقِّ لِيُنْظِرَ كُلَّ الدِّيْنِ كَلِمَةً وَكَلِمَةً
بِاللّٰهِ شَهَادًا ۙ (فتح - ع)

اس آیت میں دین اسلام کے تمام دینوں پر غالب آنے کی پیشین گوئی ہے جس کے پورا
ہونے میں کلام نہیں۔ موضح القرآن میں ہے: "اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سب سے غالب
کر دیا۔ ایک مدت اور دلیل سے غالب ہے ہمیشہ"

پیشین گوئی ۳۲

کیا چاہتے ہیں کچھ داؤ کرنا۔ سو جو کافر ہیں وہی داؤ
میں آنے والے ہیں۔

اَمْ يَرْيدُونَ كَيْدًا ۙ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۙ (طور - ع)

اس آیت مکی میں یہ اخبار بالغیب سے۔ کہ جن مشرکین نے بعثت کے تیرھویں سال دارالند
میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر اتفاق کیا تھا۔ وہ ہلاک ہو جائیں گے۔
چنانچہ یوم بدر میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔

پیشین گوئی ۳۳

کیا کہتے ہیں ہم سب جماعت بدلائینے والے ہیں۔
اب شکست دی جاوے گی وہ جماعت اور جاگیں گے
پیٹھ دے کر۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ كُنْ جَبِيْعًا مُّنتَصِرًا ۙ سَيُضْرَمُ
لِلْجَبْعِمْ وَيُوْلُوْنَ الدُّبُرَ (قصہ - ع)

یہ آیتیں مکہ میں نازل ہوئیں۔ جب بدر کا دن آیا۔ اور قریش کو ہزیمت ہوئی۔ تو حضور
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرہ پہنے اور تلوار کھینچے ہوئے اُن کا تعاقب کیا حضرت عمر رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ کہ اس دن مجھے اس پیشین گوئی کا مطلب سمجھ میں آیا۔ کہ کفار قریش ہزیمت
اٹھائیں گے اور مسلمان تلوار و نیزہ سے اُن کا تعاقب کریں گے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی میں
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ بدر کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
یوں دعا مانگی۔ اور آپ عربی میں تھے:-

اللَّهُمَّ اشْرِكْ عَصَدَكَ وَوَعْدَكَ | يَا اللَّهُ مَن نَجَّهَ سَعَةَ تِيرَاعِهِمْ وَأَوْتِيَهُمْ عَدَدَهُ لَطَبٌ كَرْتَاهُمْ -
اللَّهُمَّ إِن شَدَّتْ لِمَ تَعْبُدُ | يَا اللَّهُ تَوَاكُرَ مَوْتِنَا كَمَا تَوَاكُرَ مَوْتَنَا - تَزَكَّرْنَا تِيرِي عِبَادَتِكَ

یہ سن کر سیدنا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور عرض کیا: آپ کو یہ کافی ہے۔ پس حضور عیش سے نکلے۔ اور آپ یوں فرما رہے تھے۔ سیہنم الجمعہ ویولون التبر۔

پیشین گوئی ۳۴

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ حَشْرًا | وہ ہے جس نے نکال دئے جو کافر ہیں کتاب الہوں میں سے ان کے گھروں سے۔ پہلی جلاوطنی کے وقت۔

اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی نضیر کو ہجرت کے چوتھے سال جلاوطن کر دیا۔ اور وہ ملک شام میں چلے گئے۔ یہ یہودی پہلی جلاوطنی تھی جیسا کہ آیت بالا سے ظاہر ہے۔ اس میں اشارہ تھا۔ کہ یہودی کی دوسری جلاوطنی بھی ہوگی۔ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد مبارک میں وقوع میں آئی۔ جبکہ یہود تمام جزیرہ عرب سے نکال دئے گئے۔ مگر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کے مالوں کی قیمت دئی۔

پیشین گوئی ۳۵

كَلَّا لَمِنَ لَمْرَيْتِهِ كَلِشَفَعَامٍ بِالنَّاصِيَةِ (سورہ بقرہ) | ہرگز نہ یوں اگر بائذہ آئے گا ہم گھسیٹیں گے پیشانی کے بال کو کہ اس آیت میں یہ پیشین گوئی ہے۔ کہ ابو جہل ذلیل موت مرے گا۔ اور اس کو گھسیٹ کر لاؤں گے

یہ پیشین گوئی جنگ بدر کے دن پوری ہوئی۔ چنانچہ اُس دن جب وہ لعین مر رہا تھا۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جو دبلے پتلے تھے۔ اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ اور اس کا سر کاٹ دیا۔ جب کمزوری کے سبب اُس کے سر کو نہ اٹھا سکے۔ تو اس کے کان میں سوراخ کر کے اس میں رسی ڈالی۔ اور گھسیٹتے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

پیشین گوئی ۳۶ - ۳۷ - ۳۸ - ۳۹

إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَى الْكَافِرِ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاشْكُرْ إِنَّ شَانِكَ هُوَ الْأَبْتَرُ (کہتر) | ہم نے دی تجھ کو کوشہ۔ سو نہ مانہ پڑھ اپنے رب کے لئے اور قربانی کہ۔ بیشک دشمن تیرا وہی ہے سچا کٹا۔

۱۔ دیکھو مشکوٰۃ۔ باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب فیصل اول۔ ۲۔ دیکھو تفسیر کبیر۔ جزر ثامن۔

یہ قرآن کریم کی چھوٹی ٹسی سورت ہے۔ اس کی تین آیتوں میں سچا پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک تو پہلی آیت میں ہے۔ جب کہ کوثر سے مراد کثرت اتباع ہو۔ جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔ دوسری پیشین گوئی دوسری آیت میں ہے۔ کیونکہ **وَاشْرَدُوا قُرْبَانِي كَرِهِي** صیغہ امر ہے۔ پس اس میں اشارہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی امت کو تو انگری عطا کرے گا جس سے قربانی پر اقدام ہو سکے۔ اسی طرح تیسری آیت میں دو پیشین گوئیاں ہیں۔ یعنی حضور نہیں بلکہ حضور کا دشمن بے اولاد مرے گا۔ کہ اس کے پیچھے کوئی اس کا نام نہ لے گا۔ یہ چاروں پیشین گوئیاں پوری ہوئیں۔ آپ کے اتباع کی کثرت ظاہر ہے۔ حتیٰ کہ قیامت کے دن آپ بلحاظ اُمت تمام نبیوں سے بڑھ کر ہوں گے۔ اللہ نے حضور کو تو انگری اس قدر عطا فرمائی۔ کہ ایک دفعہ سو اونٹ بطور ہدی بھیجے۔ عاص بن داؤد جو حضور کو پھینکا ہوا ہونے کا طعن دیا کرتا تھا۔ بے اولاد مرے اس کی نسل منقطع ہو گئی۔ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا۔ حالانکہ حضور کی ذریت قیامت تک رہے گی۔ آپ کا نام قیامت تک روشن ہے۔ علاوہ ازیں سب مومنین آپ کی اولاد ہیں۔ جو قیامت تک سہیں گے

سے آثار اقدار تو تاشہ متصل
خیم سیاہ رفتے تو بے حال و خجل
پیشین گوئی ۴۰

اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۗ وَرَأَيْتَ
النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا ۗ
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَائِمًا مُخْفِرًا ۗ إِنَّهُ
كَانَ تَوَّابًا (سورہ نصر)

جب آوے مدد اللہ کی اور فتح۔ اور تو دیکھے لوگوں کو داخل ہوتے ہیں اللہ کے دین میں فوج فوج۔ پس پاکی بیان کر اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اور بخشش مانگ اس سے بے شک وہ معاف کرنے والا ہے۔

یہ سورت فتح مکہ سے پہلے نازل ہوئی۔ اس میں فتح مکہ کی بشارت ہے۔ جو ہجرت کے آٹھویں سال پوری ہوئی۔ اور پیشین کے مطابق اہل مکہ و طائف و یمن و ہوازن اور باقی قبائل عرب دین اسلام میں گروہا گروہ داخل ہوئے۔ حالانکہ اس سے پہلے ایک دو کا اسلام میں داخل ہوا کرتے تھے۔ من رجب بالا پیشین گوئیاں جو سب کی سب پوری ہوئیں فقط بطور مثال بیان کی گئی ہیں۔ اور اس کتاب میں زیادہ کی گنجائش بھی نہیں۔ ورنہ قرآن مجید میں تو اس کثرت سے پیشین گوئیاں

لہ تفسیر روح المعانی۔ جزو اول ص ۲۱

ہیں۔ کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں جس میں قرآن مجید کی کوئی نہ کوئی پیشین گوئی پوری نہ ہوتی ہو۔ اور
 کتنی پیشین گوئیاں ہیں۔ کہ قرب قیامت اور یوم قیامت کو پوری ہوں گی۔ مثلاً یا ہوج و ماہوج کا
 آنا۔ دابۃ الارض کا ظاہر ہونا۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا تشریف لانا۔ آسمانوں
 کا پھٹنا۔ پہاڑوں کا غبار ہونا۔ زمین کا چکن چور ہونا۔ صورت کا پھونکا جانا۔ مردوں کا زندہ ہونا۔
 پاؤں کا گواہی دینا۔ اعمال کا وزن کیا جانا وغیرہ وغیرہ۔ پس معلوم ہوا کہ قرآن کریم بے شک معجزہ ہے۔

عجاز القرآن کی جو تھی وجہ

علوم القرآن

علوم کے لحاظ سے بھی قرآن کریم معجزہ ہے۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ
 معانی منظومہ قرآن پانچ علموں سے خارج نہیں۔ اول علم احکام یعنی وجب و مندوب و مباح و
 مکروہ و حرام خواہ از قسم عبادات ہوں یا معاملات یا تدبیر منزل سیاست مدن۔ دوسرے چار گمراہ
 فرقوں یعنی یہود و نصاریٰ و مشرکین و منافقین کے ساتھ مخاصمہ کا علم تفسیر سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں
 و آسمان و زمین کی پیدائش کا ذکر اور بندوں کی ضروریات کا اہتمام اور اللہ کی صفات کاملہ کا بیان
 کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ چوتھے ایام اللہ یعنی اہم ماضیہ میں دشمنانِ خدا کے ساتھ خدا کے
 وقائع بیان کرنے کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ پانچویں موت اور ما بعد موت (حشر و نشر و حساب
 و میزان و بہشت و دوزخ) کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔ قرآن میں ان علوم پنجگانہ کا ہونا اس بات
 کی دلیل ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی ہدایت کے لئے نازل فرمائی ہے۔ جس طرح
 عالم طب جب قانونِ شیخ کا مطالعہ کرتا ہے اور دیکھتا ہے کہ یہ کتاب بیماریوں کے اسباب و علامات
 اور ادویہ کے بیان میں غایت درجہ کو پہنچی ہوئی ہے۔ تو اسے ذرا شک نہیں رہتا کہ اس کا مؤلف
 علم طب میں کامل ہے۔ اسی طرح تشریحیوں کے اسرار کا عالم جب جان لیتا ہے کہ تہذیب نفوس میں افراد
 انسان کے لئے کون کون چیزوں کے بتانے کی ضرورت ہے۔ اور بعد ازاں فنون پنجگانہ میں تامل کرتا ہے تو
 بے شک اسے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہ فنون اپنے معانی میں اس طرح واقع ہوئے ہیں کہ اس سے بہتر

ممكن نہیں۔

قرآن کریم چونکہ تذکیہ نفوس میں معجز کتاب ہے اسی واسطے اس کتاب کی تلاوت کے وقت دلوں میں خشیت و ہیبت پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا
مَثَابِي تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودَ الَّذِينَ يَخْتَوْنَ
رَبَّهُمْ ۗ ثُمَّ تَلْبَسُونَ حُلُودَهُمْ وَقَدْ بَدَأَ
إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ (زمر - ع)

اللہ نے تماری بہتر کتاب کتاب ہے آپس میں ملتی دہرائی
ہوتی۔ بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھالوں پر ان بگروں کی
جھڑتے ہیں اپنے رب سے بھرنوم ہو جاتے ہیں۔ ان کے
بھڑے اور دل ان کے اللہ کی یاد کی طرف۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

لَوْ أَنزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُ
خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللَّهِ ۗ وَ
تِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ
يَتَفَكَّرُونَ. (حشر - ع)

اگر ہم اتار دیتے اس قرآن کو ایک پہاڑ پر۔ البتہ تو
دیکھتا اس کو دب جانے والا چٹ جانے والا اللہ کے
ڈر سے اور یہ مثالیں بیان کرتے ہیں لوگوں کے واسطے
تاکہ وہ فکر کریں۔

قرآن کریم کی اس خارق عادت تاثیر سے بچنے کے لئے کفار قریش ایک دوسرے سے کہہ دیا
کرتے تھے۔ کہ جب قرآن پڑھا جائے۔ تو تم شور مچا دیا کرو و رحم سجدہ۔ ع اور اسی واسطے مکہ میں پر
اس کا سننا نہایت دشوار گزار تھا۔ اور بوجہ سخت طبع نفرت سے پیٹھ دے کر بھاگ جاتے تھے۔
بنی اسرائیل۔ ع ذیل میں تاثیر قرآن مجید کی توضیح کے لئے ہم چند مثالیں درج کرتے ہیں:-

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی کیفیت مجھے یہ معلوم ہوئی
ہے۔ کہ آپ کی بہن فاطمہ اور فاطمہ کے خاوند سعید بن زید بن عمرو بن نوفل مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر
اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ اسی طرح حضرت نعیم بن عبد اللہ الحنظل بھی جو
مکہ کے رہنے والے اور آپ ہی کی قوم بنی عدی بن کعب میں سے تھے اسلام لے آئے تھے اور

لہ کتاب آپس میں ملتی یعنی نبوی میں کوئی آیت کم نہیں۔ دہرائی ہوئی۔ یعنی ایک مدعا کئی طرح تو فرمایا اور صحت قرآن
لے دیکھو سیرت ابن ہشام۔ ذکر اسلام عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ۔

تمام کے معنی ہیں کھانسنے والا۔ یہ حضرت نعیم بن عبد اللہ کا لقب ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بہشت میں داخل ہوا۔ تو میں نے نعیم کے کھانسنے کی آواز سنی۔ اہماہ۔

اپنے اسلام کو اپنی قوم کے ڈر سے پوشیدہ رکھتے تھے۔ حضرت جناب بن اللات حضرت فاطمہ کے پاس قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت عمرؓ کو جو خبر لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب مرد و زن قریباً پالیس کوہ صفا کے قریب ایک گھر میں جمع ہوئے ہیں تو تلواریں لٹکائے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے اصحاب کے قصد سے نکلے۔ ان اصحاب میں حضرت ابو بکر اور حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ہو ان مسلمانوں میں سے تھے جنہوں نے ملک حبشہ کی طرف ہجرت نہ فرمائی تھی۔ راستے میں حضرت نعیمؓ نے جن سے یوں گفتگو ہوئی۔

عمرؓ میں اس صابی (دین سے برگشتہ) محمد کا فیصلہ کرنے چلا ہوں۔ جس نے قریش کی جماعت کو پرکندہ کر دیا ہے۔ اور جو ان کے واناؤں کو نادان اور ان کے دین کو معیوب بتاتا ہے۔ اور ان کے مہودوں کو برا کہتا ہے۔

نعیمؓ عمرؓ اللہ کی قسم۔ تجھے تیرے نفس نے دھوکا دیا ہے۔ کیا تو سمجھتا ہے۔ کہ اگر تو حضرت محمدؐ کو قتل کر دے گا۔ تو عبدمناف کی اولاد تجھے نہ میں پر زندہ چھوڑے گی؟ تو اپنے اہل بیت میں جا۔ اور انہیں سیدھا کر!

عمرؓ۔ کون سے اہل بیت؟

نعیمؓ۔ اللہ کی قسم! تیرا بہنوئی سعید بن زید اور تیری بہن فاطمہ دونوں مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور دین محمدی کے پیرو بن گئے ہیں۔ تو ان سے سلجھ لے۔

دیسن کر عمرؓ اپنی بہن کے گھر پہنچے ہیں۔ وہاں حضرت جناب آپ کی بہن اور بہنوئی کو قرآن کی سورہ طہ پڑھا رہے ہیں۔ جن کی آواز عمرؓ کے کان میں پڑ جاتی ہے۔ عمرؓ کی آہٹ سے حضرت جناب تو کوٹھڑی میں جا چھپتے ہیں۔ اور فاطمہ صحیفہ قرآن لے کر اپنی دان کے نیچے چھپا لیتی ہیں۔

عمرؓ (اندروہل ہو کر) یہ آواز جو میں نے سنی کیسی تھی؟

سعید و فاطمہ۔ تو نے کچھ نہیں سنا۔

عمرؓ۔ کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم مجھے خبر لگی ہے۔ کہ تم دونوں دین محمدی کے پیرو بن گئے ہو۔

(بیکہ کر عمرؓ سعید کو پکڑ لیتے ہیں۔ بہن جو چھڑانے لگتی ہے اُسے بھی لہو بہان کر دیتے ہیں)

سعید و فاطمہ - ہاں ہم مسلمان ہو گئے ہیں اور اللہ رسول پر ایمان لے آئے ہیں - تو کہہ جو کر سکتا ہے -

عمر - رہن کو لہو لہان دیکھ کر ندامت سے بہن! وہ کتاب تو دکھاؤ - جو ابھی تم پڑھ رہے تھے - فاطمہ - مجھے ڈر ہے کہ تو واپس نہ وے گا -

عمر - تو نہ ڈر (اپنے معبودوں کی قسم کھا کر میں پڑھ کر واپس کر دوں گا -

فاطمہ - (بھائی کے اسلام کے لالچ میں آکر) بھائی! تو مشرک ہونے کے سبب سے ناپاک ہے اسے تو وہی چھوٹے ہیں جو پاک ہوں -

عمر - (غسل کے بعد سورہ طہ کی شروع کی آیتیں تلاوت کر کے) یہ کلام کیسا اچھا اور پیارا ہے!

صحابہ - (کوٹھڑی سے نکل کر) عمر! مجھے امید ہے - کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا کے

مصدق ہوں گے - کیونکہ میں نے کل سنا - کہ آپ یوں دعا فرما رہے تھے - "یا اللہ تو ابوالحکم

بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ساتھ اسلام کو تقریب دے" - اے عمر! تو اللہ سے ڈر!

عمر مجھے حضرت محمد کے پاس لے چلو - تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں -

صحابہ - آپ مع اصحاب صفا کے قریب رکھتے ہیں -

(عمر تلوار آڑے لٹکائے درو دولت پر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں - اہل خانہ میں سے ایک

صحابی آپ کو اس ہیئت میں دیکھ کر قہ جانا ہے -)

صحابی یا رسول اللہ! یہ عمر بن الخطاب ہے جو تلوار جمائل کئے ہوئے ہے -

حمزہ - اُسے آنے کی اجازت دو - اگر وہ کاہ خیر کے لئے آیا ہے - تو ہمیں دینے نہیں - اور اگر

وہ شرارت کا ارادہ رکھتا ہے - تو ہم اُسے اسی کی تلوار سے قتل کر دیں گے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسے اندر آنے دو -

صحابی - اندر آئیے (عمر داخل ہوتے ہیں)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمر کی کمر باندھ کر پورا کا دامن کھینچ کر (خطاب کے بیٹے) کیونکر آنا ہوا -

اللہ کی قسم! میں نہیں دیکھتا کہ تو بانہ آئے - یہاں تک کہ اللہ تجھ پر کھڑکا نازل کرے -

عمر - یا رسول اللہ! میں آپ کی خدمت میں آیا ہوں - تاکہ اللہ پر اور اللہ کے رسول پر اور میں

جو وہ اللہ کے ہاں سے لائے ایمان لاؤں۔

اس طرح عمر اسلام لاتے ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر پڑھتے ہیں جس سے

تمام حاضرین غمانہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔

ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک اونٹ پر سوار ایک کوچے میں سے

گزر رہے تھے۔ ایک قاری نے یہ آیت پڑھی :-

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۚ مَا لَدَّ

مِنْ دَارٍ فَع ۚ (طور) | اس کو کوئی نہیں ہٹانے والا

اسے سن کر آپ بیہوش ہو گئے۔ اور بیہوشی کی حالت میں زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اٹھا

آپ کو گھر لائے۔ مدت تک اس درد سے بیمار رہے۔ یہاں تک کہ لوگ آپ کی بیماری پر ہی کے

لئے آتے تھے۔

دشمنان اسلام بھی قرآن کریم کی فوق العادہ تاثیر کے قائل تھے۔ چنانچہ جب سلسلہ نبوت

میں حضرت ابو بکر صدیق ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے۔ تو ابن الدغنان کو بک الغنا

سے اپنی جماعت میں مکر واپس لے آیا۔ قریش نے ابن الدغنان کی جوار کو رو نہ کیا۔ مگر اُس سے کہا کہ ابو بکر

سے کہہ دو۔ کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے۔ اور نماز میں چپکے جو چاہے پڑھے۔ مگر

ہمیں اذیت نہ دے۔ اور آواز سے قرآن نہ پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور

بچوں پر قرآن کا اثر پڑ جائے۔ ابن الدغنان نے یہی آپ سے ذکر کر دیا۔ کچھ مدت آپ نے اسی پر

عمل کیا۔ بعد ازاں اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی۔ جس میں آپ نماز پڑھتے اور قرآن با آواز پڑھتے

یقیناً قلب تھنے۔ قرآن پڑھنے۔ تو بے اختیار رو پڑتے۔ آپ کے قرأت و قیت سے ستران ان

قریش ڈر گئے۔ انہوں نے ابن الدغنان کو بلا کر کہا کہ ابو بکر نے خلاف شرط اپنے گھر کے پاس

ایک مسجد بنالی ہے جس میں وہ با آواز نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری

عورتوں اور بچوں پر اُس کا اثر پڑے۔ تم اُس کو روکنا دو یاں اگر وہ اپنے گھر کے اندر چپکے

عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے۔ اور اگر بہ آواز قرآن پڑھنے پر اسرار کرے۔ تو تم اُس کی حفاظت کی

۱۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہ۔ دفتر اول مکتوب سہ ماہی ۱۳۰۷ھ۔

ذمہ داری واپس لے لو۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ تم تمہارے عہد کی حفاظت کو توڑ دو۔ پھر لوگو کو قرأت کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر ابن الدغنے آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ آپ کو میری بولاری کی شرط معلوم ہے آپ اس کی پابندی کریں۔ ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں۔ کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑا لایا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تمہاری جوار کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی جوار پر راضی ہوں۔

حضرت جبر بن مطعم جو اسلام لانے سے پہلے اسیران بدر کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورہ طور پڑھتے پایا۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے :-

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ مَعْنَىٰ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۗ
أَمْ خَلِقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ جَلَلًا
يَوْمَ تَنفَخُ ۗ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رِزْقِكَ
أَمْ هُمُ الْمُصِطْرُونَ ۗ

کیا وہ پیدا ہوئے ہیں آپ ہی آپ یا ہم ہی میں پیدا کئے والے۔ یا انہوں نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو ایک یقین نہیں کرتے۔ کیا ان کے پاس خزانے ہیں تیرے رب کے یا وہی داروغے ہیں۔

تو قریب تھا کہ (خوف سے) میرا دل پھٹ جائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ پہلی دفعہ تھی کہ ایمان نے میرے دل میں قرار پکڑا۔

حضرت طفیل بن عمرو الدوسی جو ایک شریف و دانشور تھے۔ اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں مکہ میں آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں تھے۔ قبیلہ قریش کے لوگوں نے مجھ سے کہا۔ اے طفیل! تو ہمارے شہروں میں آیا ہے یہ شخص (حضرت محمد) جو ہمارے درمیان ہے۔ اس نے ہمیں تنگ کر دیا ہے اور ہماری جماعت کو پرانگندہ کر دیا۔ اس کا قول جادو گروں کا سا ہے۔ جس سے وہ باپ بیٹے میں، بھائی بھائی میں اور میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں ہماری طرح تجھ پر ادب تیری قوم پر بھی جادو کر دے۔ اس لئے تو اس سے کلام نہ کرنا۔ اور نہ اس سے کچھ سُننا۔ وہ مجھے یہی کہتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے

۱۔ صحیح بخاری۔ باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
۲۔ صحیح بخاری صحیح مسلم و دیگر۔

۳۔ دلائل النبوت للحافظ ابی نعیم۔ جزو اول ص ۷۸-۷۹۔ یہ قصہ سنیع بن عبد البر میں بھی مذکور ہے۔

مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ میں اس سے کچھ نہ سنوں گا۔ اور نہ کلام کروں گا۔ نسبت یہاں تک پہنچی کہ جب میں مسجد کی طرف جانا تو اس ڈر سے کہ کہیں بے ارادہ آپ کی آواز میرے کان میں پہنچ جائے اپنے کانوں میں روٹی ٹھونس لیتا۔ ایک روز صبح کو میں مسجد کی طرف گیا تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس کھڑے نانا پڑھ رہے ہیں میں آپ کے قریب کھڑا ہو گیا پس اللہ نے مجھے آپ کا بعض قول سنا ہی دیا۔ مگر میں نے ایک عہد کلام سنا۔ اور اپنے جی میں کہا۔ واٹے پے فرزندئی مادین۔ میں وانا شاعر ہوں۔ بڑے بھلے میں تمیز کر سکتا ہوں۔ پھر اس کا قول سننے سے مجھے کیا چیز مانع ہو سکتی ہے۔ جو کچھ وہ بیان کرے گا۔ اگر اچھا ہوا تو میں قبول کر لوں گا اور اگر برا ہوا۔ تو رد کر دوں گا۔ اس لئے میں ٹھہرا ہوا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانے کی طرف واپس ہوئے ہیں آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ اپنے دولت خانے میں داخل ہوئے لگے۔ تو میں نے عرض کیا۔ اے محمد! آپ کی قوم نے مجھے ایسا ایسا کہا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ مجھے آپ کے قول سے ڈراتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے کانوں میں روٹی ٹھونس لی۔ تاکہ آپ کا قول نہ سنوں مگر اللہ نے سنا ہی دیا۔ میں نے ایک اچھا قول سنا۔ پھر میں نے التجا کی کہ اپنا دین آپ بچھ پر پیش کریں۔ اس لئے آپ نے مجھ پر اسلام پیش کیا۔ اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کی قسم! میں نے کبھی اس کی نسبت نہ کوئی اچھا قول اور نہ کوئی راست امر سنا پس میں مسلمان ہو گیا۔ اور میں نے کلمہ شہادت پڑھا۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میری قوم میرے کہنے میں ہے میں ان کی طرف جاتا ہوں۔ اور انہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ میرے لئے دعا کیجئے۔ کہ خدا مجھے ایک نشانی دے۔ جو مجھے دعوت اسلام میں ان کے مقابلے میں میری مدد گاہ ہو۔ یہ سن کر آپ نے یوں دعا فرمائی۔ "اے اللہ! اسے ایک نشانی عطا کر"۔ پھر میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا۔ چلتے چلتے جب میں گھائی میں پہنچا جہاں میرا قبیلہ مجھے دیکھ سکتا تھا۔ تو میری آنکھوں کے دو بیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے کہا۔ یا اللہ! میری پیشانی کے سوا کسی اور جگہ نور پیدا کر دے کیونکہ میں ڈرتا ہوں۔ وہ یوں گمان کہیں گے۔ کہ یہ عبرتناک منرا ہے۔ جو ان کا دین چھوڑنے کے سبب میری پیشانی میں ظاہر ہوئی ہے۔ پس وہ نور بجائے پیشانی کے میرے کوڑے کے سرے پر نورا ہوا۔ جب میں گھائی سے اپنے قبیلے کی طرف اتر رہا تھا۔ تو وہ نور ان کو

میرے کوڑے میں معلق قندیل کی طرح نظر آتا تھا یہاں تک کہ میں ان کے پاس پہنچ گیا پھر صبح ہوئی۔ جب میں مکان میں آتا تو میرا باپ جو بہت بوڑھا تھا۔ میرے پاس آیا۔ میں نے کہا۔ آبا! مجھ سے دو۔ ہو۔ میں تیرا نہیں۔ اور نہ تو میرا ہے۔ وہ بولا۔ بیٹا! کیوں؟ میں نے کہا میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سین کا پیر دین گیا ہوں۔ یہ سن کر میرے باپ نے کہا میرا دین تیرا دین ہے۔ پس اس نے غسل کیا۔ اور اپنے کپڑے پاک کئے۔ پھر میرے پاس آیا۔ میں نے اس پر اسلام پیش کیا۔ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر سری بیوی میرے پاس آئی۔ میں نے اسے کہا۔ مجھ سے دو ہو۔ میں تیرا نہیں۔ اور تو میری نہیں۔ وہ بولی۔ میرے ہاں باپ تجھ پر قربان کیوں؟ میں نے کہا۔ اسلام میرے اور تیرے درمیان فارق ہے میں مسلمان ہو گیا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیر دین گیا ہوں۔ وہ کہنے لگی۔ میرا دین تیرا دین ہے۔ اور وہ مسلمان ہوئی۔ پھر میں نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر انہوں نے اس میں تاخیر کی۔ پھر میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! دوس مجھ پر غالب آگئے۔ آپ ان پر بددعا کیجئے۔ اس پر آپ نے یوں دعا کی۔ یا اللہ! دوس کو ہدایت دے۔ اور مجھ سے فرمایا کہ تو اپنی قوم میں لوٹ جا۔ اور انہیں نرمی سے دعوت اسلام دے۔ اس لئے میں لوٹ آیا۔ اور دوس کو زہمی سے اسلام کی طرف بلاتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور غزوہ بدر و احد و خندق ہو چکے۔ پھر میں اپنی قوم کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور آپ خیبر میں تھے یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں دوس کے شر پاتا سی گھرانے آئے۔

پادری راڈویل صاحب لکھتے ہیں کہ عرب کے سیدھے سادے بھیڑ بکریاں چرانے والے خانہ بدوش بدو لوگ ایسے بدل گئے جیسے کسی نے جادو کر دیا ہو۔ وہ لوگ ملکوں کے بانی مہمانی اور شہروں کے بنانے والے اور جتنے کتب خانے انہوں نے خراب کئے تھے ان سے زیادہ کتب خانوں کے جمع کرنے والے ہو گئے۔ اور فسطاط۔ بغداد۔ قرطبہ اور دلی کے شہروں کو وہ قوت ہوئی کہ عیسائی پوپ کو کچکا دیا۔ اور قرآن کی قدر ہمیشہ ان تبدیلیوں کے اندازہ سے ہوتی چاہئے جو اس اپنے طوعاً و کرہاً ماننے والوں کی عادات اور اعتقادات میں دخل کیں۔ بت پرستی کے

مٹانے۔ جنات اور مادیات کے شرک کے عوض اللہ کی عبادت قائم کرنے۔ اہل کشتی کی رسم کو نیست و نابود کرنے۔ بہت سے توہمات کو دور کرنے اور انہی کو آج کی تعداد کو گھٹا کر اس کی ایک ہی معین کرنے میں قرآن ہے شک عربوں کے لئے برکت اور قدرت حق تھا گو عیسائی مذاق پر وحی نہ ہو۔ انتہی (انڈیا پبلیشرز مطبوعہ ۱۹۶۱ء صفحہ ۱۲۲)

یحییٰ بن حکم الغزالی اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ کا حال بیان ہو چکا ہے۔ زیادہ کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

مذکورہ بالا دہرہ اربعہ کے علاوہ علمائے کرام نے قرآن کریم کے معجزہ ہونے کی اور وہیں بھی بیان کی ہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ چاروں دہرے باطل کافی ہیں۔

قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کی مثالیں

ناظرین کو یاد ہو گا۔ کہ ہم پہلے ایک وعدہ کر آئے ہیں۔ اسی کے ایفاء کے لئے عنوان ^{بالا} قائم کیا گیا ہے۔ سیلاب کذاب نے اپنے زعم فاسد میں قرآن کی بعض چھوٹی چھوٹی سورتوں کا معارضہ کیا تھا۔ ازاں جلد ایک سورہ کو شرمی جس کو اس لعین نے یوں جمع کیا تھا۔

إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَى الْجَاهِلِيَّةِ | ہم نے دئے تجھ کو جواہرات جو غانا نہ پہنچے اپنے رب کے
وہا جہا۔ ان مبعوضک رجل فاجر۔ | آئے اور عبرت کرے شک جو دشمن رکھنے والا ہے سچہ کہ وہ بدہ

مگر کوئی منصف مزاج اسے معارضہ نہیں کہہ سکتا۔ کہ سورت ہی کے الفاظ و ترتیب کے

اس میں کچھ بدل کر دیا جائے۔ علامہ جلال الدین محمد شری صاحب تفسیر کشاف نے اس سورت

کی وجہ اعجاز پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ امام فخر الدین رازی نے نہایت الاعجازی

درایۃ الاعجاز میں یوں لکھا ہے :-

إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَى الْكَاذِبِ | اس آیت میں آٹھ فائدے ہیں۔

۱۔ یہ جملہ معطلی کبیر کی طرف سے عطیہ کثیرہ پر ولالت کرتا ہے جب عطیہ منعم عظیم کی طرف سے

ہو تو وہ نعمت غلطی ہوتا ہے۔ کوثر سے مراد وہ برہمنین امت ہیں جو تیا امت تک پیدا ہوں گے

۱۔ کتاب نوید ہاویہ۔ صفحہ ۱۱۱ - ۶۳۲

۲۔ دیکھو تراجم لدنیہ للقسطلانی۔

نیز اس سے مراد وہ فضائل و خواص ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جہاں میں عنایت فرمائے ہیں۔ ان کی کہنہ کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور منجملہ کوثر وہ نہر ہے۔ جس کی مٹی کستوری اور جس کے سنگریزے چاندی کی ڈلیاں ہیں۔ اور جس کے کناروں پر چوڑے چاندی کے برتن ستاریوں کی گنتی سے زیادہ ہیں۔

۲۔ اسم کی تقدیم مفید تخصیص ہے۔ یعنی ہم نے ان کی کسی غیر نے ہنجمے یہ کوثر کثیر عطا کی جس کی کثرت کی کوئی عنایت نہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں۔ کہ تحقیق یہ ہے کہ یہاں محدث عنہ کی تقدیم تخصیص کے لئے نہیں۔ بلکہ اس واسطے ہے کہ ایسی تقدیم اثبات خبر کے واسطے زیادہ تاکید آتی ہے اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ جب اسم محدث عنہ پہلے ذکر کیا جائے۔ تو سامع کو خبر سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے اس لئے جب وہ خبر کو سنتا ہے۔ تو اس کا ذہن اس کو یوں قبول کرتا ہے۔ جیسا عاشق معشوق کو پس وہ خبر اس کے ذہن میں باحسن وجوہ ممکن ہو جاتی ہے۔

۳۔ ضمیر متکلم بصیغہ جمع لایا گیا ہے۔ جس سے ربوبیت کی عظمت پائی جاتی ہے۔

۴۔ پہلے کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا ہے۔ جو قسم کے قائم مقام ہے۔

۵۔ فعل کو بصیغہ ماضی لایا گیا ہے۔ تاکہ اس امر پر دلالت ہو۔ کہ کریم کی عطا آجہ واقع

کے حکم میں ہے۔

۶۔ کوثر کے موصوف کو محذوف کر دیا گیا۔ اس لئے کہ مذکور میں وہ فطر ابہام و شیعاع

نہیں جو محذوف ہیں۔

۷۔ وہ صفت اختیار کی گئی ہے۔ جس کے معنی میں کثرت ہے۔ پھر اس کو اس کے

صیغہ سے معدول کر کے لایا گیا۔

۸۔ اس صیغہ پر لام تعریف لایا گیا۔ تاکہ یہ اپنے موصوف کو شامل اور کثرت کے معنی دینے

میں کامل ہو۔ چونکہ یہ لام عہد کا نہیں اس لئے واجب ہے کہ حقیقت کا ہو۔ اور حقیقت

کے بعض افراد بعض سے اولیٰ نہیں۔ پس کامل ہوگی۔ اس میں اس طعن کا جواب بھی آگیا۔ کہ حضور

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کے بعد کوئی بیٹا نہیں۔ کیونکہ آپ کے بعد بیٹے کا باقی رہنا رسول سے

خالی نہیں۔ یا تو وہ بیٹا بنایا جائے۔ اور یہ حال ہے کیونکہ آپ خاتم الانبیاء ہیں۔ یا نبی نہ

بنایا جائے۔ اور یہ امر وہم میں ڈالتا ہے۔ کہ وہ ناقص ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو خیر کثیر عطا فرما کر اس غیب سے محفوظ رکھا۔ اولاد کے ہونے سے یہی غرض ہوا کرتی ہے۔ علاوہ انہیں وہ غیب بھی لازم نہ آیا۔ جو بیٹوں کے بنی نہ ہونے کی صورت میں تھا۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاحْتِسَبْ - اس میں بھی آٹھ فائدے ہیں۔

۱۔ فاتحہ تعقیب۔ یہاں دو باتوں کا سبب بنانے کے معنی کے لئے مستعار ہے۔ اول انعام کثیر کو منعم کے شکر و عبادت میں قیام کا سبب بنانا۔ دوسرے انجام کثیر کو شہین کے قول کی پروا نہ کرنے کا سبب بنانا۔ کیونکہ اس سورت کے نزول کا سبب یہ ہے۔ کہ عاص بن ذوالنہد نے کہا۔ اِنَّ مُحَمَّدًا مِّنْ عَبْدِ رَبِّيَ يَقُولُ جَنَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَنَّا كَوَارِثًا لِّرَبِّهِ لَقَدْ نَزَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ سُوْرَةِ نَّازِلٍ ذُرِّيَّاتٍ - ۲۔ دو لاموں سے مقصود تعريض ہے عاص اور اس جیسے دوسروں کے دین سے۔ جن کی

عبارت قرآنی غیر ان کے واسطے تھی۔ اور نیز یہ مقصود ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قدم صراط مستقیم پر چھاپیں۔ اور اپنی عبادت کو اللہ کی ذات کریم کے لئے خالص کہہ دیں۔

۳۔ ان دونوں عبادتوں سے اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ عبادت کے ذمہ دار ہیں۔ ایک اعمال بدنیہ۔ جن میں مقدم نماز ہے۔ دوسرے اعمال مالیہ جن میں علیٰ اوتھوں کی قربانی ہے۔

۴۔ اس آیت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز اور اوتھوں کی قربانی سے بڑا اختصاص تھا۔ کیونکہ نماز آپ کی مبارک آلگوں کے لئے شکر بنائی گئی اور اوتھوں کی قربانی میں آپ کی ہمت قوی تھی۔ چنانچہ روایت ہے۔ کہ آپ نے سوا دنٹ قربانی دئے۔ جن میں ابو جہل کا ایک اونٹ تھا جس کے ناک میں سونے کی نکیل تھی۔

۵۔ دوسرے لام کہ اس لئے حذف کیا گیا۔ کہ پہلا لام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

۶۔ جمع کے حق کی رعایت کی گئی۔ اور یہ منجملہ بدائع ہے۔ جب قائل اسے طبعی طور پر

لائے اور تکلف سے کام نہ لے۔

۷۔ لِرَبِّكَ میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو اس میں التفات ہے۔ دوسرے معنی کی جگہ لفظ

منظہر لایا گیا ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی۔ اور اس کے خلبہ قدرت کا اظہار ہے۔ اسی

۸۔ صبور۔ خدایا بن تنہا گمانہ۔ مرد فرو بجے بہادر و فرزند۔

خلفاء نے یہ قول لیا۔ یا مَرَك امیر المومنین بلکذا۔

۸۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ حق عبادت یہ ہے۔ کہ بندہ اس کے ساتھ اپنے رب اور اپنے مالک کو خاص کریں۔ اور اس شخص کی خطا سے تعزیر ٹا ہو گئی۔ جو اپنے رب کی عبادت چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کرے۔

ان شائنتك هـ رَا لَّا تَبْرَهُ۔ اس میں پانچ فائدے ہیں :-

۱۔ امر (فصلی و انحرافی) کی علت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شانی دشمن کے حال اور اس کے قول کی طرف ترک توجہ کو بہ سبیل استیفاء بیان کیا گیا اور استیفاء کا یہ اچھا عمل ہے۔ قرآن شریف میں مواقع استیفاء بکثرت ہیں۔

۲۔ یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ کہ اس جملہ کو معترضہ قرار دیا جائے۔ جو خاندانِ انراض کے حکمت کے سیاق پر لایا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ ان خبیر من استاجرت الفؤاد کلامی (قصص - ع)۔ اور شافی سے مراد عاص بن دائل ہے۔

۳۔ عاص کو اس صفت کے ساتھ ذکر کیا اور نام کے ساتھ ذکر نہ کیا۔ تاکہ یہ متبادل و مثال ہو اس شخص کو دین حق کی مخالفت میں عاص کی مانند ہو۔

۴۔ اس جملہ کے شروع میں حرف تاکید لایا گیا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ عاص نے کہا جھوٹ ہے۔ اور محض لعنت و عناد کا نتیجہ ہے۔ اسی واسطے اس کو شافی کہا گیا۔

۵۔ خبر معروضہ لانی گئی ہے تاکہ عائد شافی کے لئے بقرہ بدرجہ کمال ثابت ہو سکتے کہ گویا وہ گمراہ ہے جس کو صنوبر کہا جائے۔ پھر یہ صورت باوجود مطلق و تمام مقطع کے اور باوجود نکات جنیلہ سے پر ہونے اور محاسن کثیرہ کے جامع ہونے کے اس تصنع سے خالی ہے جس سے انسان اپنے خصم کو ساکت و مغلوب کر لیتا ہے۔ انتہی۔

ان تمام امور کے علاوہ اس صورت کی تین آیتوں میں پانچ پیشین گوئیاں ہیں۔ جو پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ آیہ یا ارض ابلعی ماءك کی خارجی عادت فصاحت کی طرف پہلے اشارہ آچکا ہے۔ علامہ کرمانی نے تعریض یہ ہے۔ کہ ایک لفظ اپنے معنی میں مستعمل ہو تاکہ اس کے ساتھ ایک اور معنی کی طرف اشارہ کیا جائے۔

لغة ابقان - جز ثانی - ص ۵۵

کی کتاب بجا میں ہے کہ معاندین نے عرب و عجم کے تمام کلام ڈھونڈا ہے۔ مگر کوئی کلام مختار الفاظ حسن نظم۔ جودت معانی۔ اور ایجاز میں اس کی مثل نہ پایا۔ اور اس امر پر متفق ہو گئے کہ اس کی طاقت اس آیت کی مثل لسنے سے قاصر ہے۔ ابن ابی الاسود کا قول ہے۔ کہ میں نے کلام انسان میں اس آیت کی مثل نہیں دیکھا۔ اس میں مترہ لفظیں اور میں بدائع ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ۲۔ ابلعی اقلی میں مناسبت تامہ ہے

۳۔ ۴۔ ابلعی اقلی میں استعارہ ہے۔

۵۔ ارھن و سما میں طباق ہے

۶۔ یسبأ آء میں مجاز ہے۔ کیونکہ حقیقت یا مطر المساء ہے۔

۷۔ وغیض الماء میں اشارہ ہے کیونکہ اس کے ساتھ بہت سے معانی کی تعبیر کی گئی ہے

اس لئے کہ پانی خشک نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں تک کہ آسمان کا میدان ختم جائے۔ اور زمین پانی کے ان چشموں کو نگل جائے۔ جو اس سے نکلتے ہیں۔ اس سطح زمین کا پانی کم ہو جائے۔

۸۔ واستوت میں عنست ارداد ہے کیونکہ اس کی حقیقت جلست ہے پس اس لفظ

خاص سے اس کے مرادف کی طرف ہدول کیا گیا۔ اس واسطے کہ استواء میں اشعار ہے جلوں ممکن کا جس میں کوئی کجی نہ ہو۔ اور یہ معنی لفظ جلوں سے ادا نہیں ہوتے۔

۹۔ وقضی الامر میں تمثیل ہے۔

۱۰۔ اس آیت میں تعلیل ہے کیونکہ غیض الماء استنواع کی علت ہے۔

۱۱۔ اس میں صحت تقسیم ہے۔ نقص کی حالت میں جو پانی کے اقسام ہیں۔ وہ سب اس میں

مذکور ہیں کیونکہ اس کی صفت یہی قسمیں ہیں۔ آسمان کے پانی کا قسم جانا۔ زمین سے نکلنے والے

۱۲۔ آسمان - جزر ثانی - صلا

۱۳۔ علت بہت لہاق ہے۔ کہ کلام میں ادویہ سے ذکر کریں۔ جو ایک بار دہرے کی جملہ ہوں۔

۱۴۔ اشارہ ہے کہ کلام قبیل لانی جائے۔ جس کے لئے بہت ہوں۔

۱۵۔ عنست ارداد یہ ہے کہ معنی ایک مراد رکھے۔ اور اس سے لفظ موضوع لہ سے یا دلالت اشارہ ہے۔

تعبیر کرے۔ بلکہ اس کے مرادف لفظ سے ادا کرے۔

۱۶۔ تمثیل وہ ہے۔ کہ جس کی وہ بہت مندوب سے متنسب ہو۔

۱۷۔ تعلیل کا فائدہ تفریح اور البغت ہے۔ کیونکہ جلوں احکام معلوم کردہ سروں کی نسبت زیادہ قبول کہتے ہیں۔

پانی کا بند ہو جانا اور سطح زمین کے پانی کا خشک ہو جانا۔

۱۲۔ اس میں احترام فی اللہ عام ہے۔ تاکہ یہ وہم نہ گزرے کہ غرق اپنے عموم کے سبب سے اس کو شامل ہے۔ جو مستحق ہلاک نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عدل اس سے مانع ہے۔ کہ غیر مستحق پر دعائے بد کرے۔

۱۳۔ اس میں حسن النسق^۱ ہے۔ کیونکہ اس میں بعض جملے بعض پر واو عطف کے ساتھ اس ترتیب سے معطوف ہیں جو بلاغت کا مقتضا ہے۔ چنانچہ پہلے زمین پر سے پانی کا ناپدید ہونا ذکر کیا گیا جس پر کشتی والوں کا غایت مقصود کشتی کی قیاد سے نجات مع موتوف ہے پھر آسمان کے پانی کا مٹنا بیان ہوا۔ کہ جس پر یہ سب یعنی کشتی سے نکلنے کے بعد کی اذیت کا دورہ کرنا اور زمین پر کے پانی کا پراگندہ ہو جانا موقوف ہے۔ پھر ان ہر دو مادوں کے بند ہونے کے بعد پانی کے دورہ ہو جانے کی خبر دی۔ جو یقیناً ان سے متاخر ہے۔ پھر قضائے امر کی خبر دی یعنی جس کا ہلاک ہونا مقدر تھا اس کے ہلاک ہونے کی اور جس کا بچنا مقدر تھا اس کے نجات پانے کی خبر دی۔ یہ امر اقبل سے متاخر کیا گیا۔ کیونکہ کشتی والوں کو کشتی سے نکلنے کے بعد معلوم ہوا۔ اور ان کا نکلنا اقبل پر موقوف تھا۔ پھر کشتی کے استقرار کی خبر دی۔ جو اضطراب و خوف دور ہونے کا افادہ کرتا ہے۔ پھر طیلوں پر بد دعا کرنے پر ختم کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے۔ کہ غرق ہونا اگرچہ طوفان تمام روئے زمین پر تھا صرف مستحقین عذاب پر شامل تھا۔

۱۴۔ اس میں استلاف اللفظ مع المعنی ہے یعنی الفاظ معنی مقصود کے مناسب لائے گئے ہیں۔

۱۵۔ اس میں ایجاز^۲ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام قصہ نہایت ہی مختصر عبارت میں بیان فرمادیا۔

۱۶۔ اس میں تسہیم ہے۔ کیونکہ آیت کا اول اس کے آخر پر دلالت کرتا ہے۔

۱۵۔ احترام اس پر ہے کہ کسی کلام میں جو خلاف مقصود کا وہم ہو۔ وہ امر ذکر کریں۔ جو اس وہم کو دور کر دے۔
 ۱۶۔ حسن النسق یہ ہے۔ کہ جملے جملے لائے۔ جو باہم اس طرح پورے ہوں۔ کہ اگر ان میں سے کوئی جملہ علیحدہ کر دیا جائے۔ تو وہ بذاتِ خود ایک مستقل جملہ ہو جس کے معنی سمجھنے کے لئے اسی کے الفاظ کافی ہوں۔
 ۱۷۔ مقصود کو معمول سے کم انتظام میں ادا کرنا ایجاز کہلاتا ہے۔
 ۱۸۔ تسہیم یہ ہے کہ فاصلہ کا اقبل فاصلہ پر دلالت کرے۔

۱۷۔ اس میں تہذیب ہے۔ کیونکہ اس کے مفردات صفات حسن سے متعلق ہیں۔ ہر لفظ کے حروف کے خارج پہل ہیں اور ان پر نصاحت کی رونق ہے۔ اور بشارت و عقارت سے خالی ہیں۔
۱۸۔ اس میں سخن بیان ہے کیونکہ سامع کو اس کے معنی سمجھنے میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں وہ آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔

۱۹۔ اس میں تکلیف ہے۔

۲۰۔ اس میں انجام ہے۔

علامہ سیوطی اتفاق میں اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس آیت میں اعتراض بھی ہے۔ یعنی تین جملے معترضے لائے گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ وغیض الماء۔ وقضی الامر۔ واستوت علی الجودی۔ اس سے سمجھا جاتا ہے۔ کہ یہ سب امر دوتوں کے درمیان واقع ہوا۔ علاوہ ازیں اس میں اعتراض میں اعتراض ہے کیونکہ قضی الامر۔ غیض اور استوت کے درمیان واقع ہے اس لئے کہ استوت غیض کے بعد حال ایجاز کی مثال وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ ہے۔ اس سے پہلے یہ مقولہ ضرب المثل تھا۔ اَلْقَتْلُ اَقْفٌ لِّلْقَتْلِ۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ تو اس مثل کا استعمال متروک ہو گیا۔ اس آیت کی ترجیح مثل مذکور پر جو ذیل ظاہر ہے۔

۱۔ آیت میں مثل کی نسبت ایجاز ہے۔ جو مدوح ہے۔ کیونکہ القصاص حیوة کے حروف در میں۔ اور القتل القتل کے چورد میں۔

۲۔ تہذیب یہ ہے۔ کہ کلام۔ یا مہذب ہو۔ کہ اعتراض کو اس میں گنجائش نہ ہو۔

۳۔ تکلیف یہ ہے۔ کہ فاصلہ اپنے محل میں ممکن اور اپنی جگہ میں قرار پذیر ہو۔ اور اس کے معنی کو کلام کے معنی سے ایسا تعلق نام ہو کہ اگر وہ گر جائے۔ تو کلام کے معنی میں خلل آجائے۔

۴۔ انجام یہ ہے۔ کہ کلام پیچیدگی سے خالی ہونے کے سبب سے آبرو کی مانند جاری ہو۔ اور ترکیب کی مہولت اور الفاظ کی شیرینی کے سبب نرم و آسان ہو۔

۵۔ اعتراض یہ ہے۔ کہ ایک یا زیادہ جملوں کا کوئی خلل اعراب نہ ہو۔ ایک یا دو کلاموں کے درمیان دفع اہمال کے سوا کسی اور نکتہ کے لئے لائیں۔

۶۔ کچھ ہیں کہ یہ قافوں کے بادشاہ اور تفسیر کے قول کا ترجمہ ہے۔ الا عجزوا والمایجاد للذوالی۔ ص ۱۶

۷۔ اتفاق۔ جزو ثانی ص ۵۵

۲۔ قتل کی نفی حیات کو مستلزم نہیں۔ اور آیت حیات کے ثبوت پر نص ہے۔ جو مطالبہ اصل ہے۔
 ۳۔ حیات کی تکلیف عظیم کے لئے ہے۔ جیسا کہ وَالْقَدِّمَةُ لَهَا خَرَصٌ النَّاسِ عَلَى سِيْرَتِهَا لَا يَدْرِي
 میں ہے۔ اور اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ کہ قصاص میں حیات منطوقہ ہے۔ مگر مثل میں یہ بات
 نہیں کیونکہ اس میں لام عینس کے لئے ہے۔ اس پر سب سے مشرین نے وہاں حیات کی تفسیر بقاء
 سے کی ہے۔

۴۔ آیت میں تمیم ہے۔ اور مثل میں نہیں۔ کیونکہ ہر قتل انفی للقتل نہیں۔ بلکہ بعض قتل اور
 وہ قتل علیاً ہے اور جو قتل ہوتا ہے۔ اور اس کا راجع قتل ظلاً کا، ثانی ایک خاص قتل ہے۔ اور
 وہ قصاص ہے۔ جس میں ہمیشہ حیات ہے۔

۵۔ مثل میں لفظ قتل دو بار آیا ہے۔ اور آیت اس تکرار سے خالی ہے۔ اور تکرار سے خالی ہونے
 ہے اس سے جس میں تکرار پایا جائے۔ خواہ وہ تکرار محل فصاحت نہ ہو۔

۶۔ آیت میں مذکور نکلنے کی حاجت نہیں۔ مگر مثل میں ہے کیونکہ اس میں اصل تفضیل
 کے بعد متن اور اس کا بعد مذکور ہے۔ اور قتل اول کے ساتھ قصاصاً اور قتل ثانی کے ساتھ
 ظلماً انحدوف ہے۔ اور تقدیر یوں ہے۔ ان قتل قصاصاً نفی للقتل ظلماً من ترکہ

۷۔ آیت میں صنعت طباق ہے۔ کیونکہ قصاص حیات کی ضد پر شرع ہے۔ مگر مثل میں
 ایسا نہیں۔

۸۔ آیت ایک فن بدیع پر مشتمل ہے۔ اور وہ دو صدوں میں ہے ایک کا جو فنا موت ہے
 دوسری کے لئے جو حیات سے محل و مکان بنا ہے۔ اور حیات کاملوت میں قرارہ پکڑنا بڑا مبالعہ ہے۔
 جیسا کہ کشاف میں مذکور ہے۔ اور صاحب الفصاح نے اسے یوں تعبیر کیا ہے کہ شی کو قصاص
 پر و قتل کے قصاص کو حیات کے لئے گو یا منیہ و معدن قرار دیا گیا ہے۔

۹۔ مثل میں پے در پے اسباب خفیفہ (سکون بعد التحریک) ہیں۔ اور یہ امر کلکی سلامت اور
 اس کے زبان پر جو بیان میں نقص ڈال دیتا ہے۔ جیسا کہ سواروں کی حرکت کرے۔ تو رک
 جائے۔ پھر جب حرکت کرے۔ تو رک جائے۔ ایسی سواروں کی اپنی کے موافق نہیں چلا سکتا۔ مگر
 آیت اس نقص سے پاک ہے۔

۱۰۔ مثل میں بٹھا ہر تناقض ہے۔ کیونکہ ایک شئی اپنی ہی ذات کے لئے منافی قرار دی گئی ہے
۱۱۔ مثل میں قافلہ قاف کا تکرار ہے۔ جرتنگی و شدت کا موجب اور زین کا غنہ ہے۔

۱۲۔ آیت حروف متلازمہ پر شامل ہے۔ کیونکہ اس میں قاف سے صداد کی طرف خروج ہے
اور قاف حروف استعلاء سے ہے اور صداد حروف استعلاء و اطباق سے ہے۔ مگر مثل میں قاف
سے ناء کی طرف خروج ہے۔ جو حرف منخفص ہے۔ اور وہ قاف کے ملائم نہیں۔ اسی طرح ہاء
سے حاء کی طرف خروج احسن ہے لام سے ہمزہ کی طرف خروج سے کیونکہ کنارہ زبان اور آقے
حلق میں بعد ہے۔

۱۳۔ صداد اور ہاء اور ناء کے تلفظ میں حسن صرت ہے۔ مگر قاف اور ناء کے تکرار میں یہ
خوبی نہیں۔

۱۴۔ آیت میں لفظ قتل سے خالی ہے۔ جو مشعر و حشت ہے بخلاف لفظ حیات کے جو طباہ
کو زیادہ مقبول و مرغوب ہے۔

۱۵۔ آیت میں لفظ قصاص کے ذکر سے جو مشعر مساوات ہے۔ عدل نظر ہوتا ہے۔ مگر متعلق
قتل میں ایسا نہیں۔

۱۶۔ آیت اثبات پر مبنی ہے۔ اور مثل نفی پر مبنی ہے۔ تراجم اثبات ستر ہے۔ کیونکہ اثبات اول
ہے۔ اور نفی اس سے دوسرے درجے پر ہے۔

۱۷۔ آیت کے معنی سننے ہی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ مگر مثل کے معنی سمجھنے کے لئے یہ
اقصاص ہوا حیوۃ کے معنی سمجھنے درکار ہیں۔

۱۸۔ مثل میں فعل متعدی سے افعال تفضیل ہے۔ اور آیت اس سے خالی ہے۔

۱۹۔ صیغہ فعل اکثر اشترک کا مقتضی ہوتا ہے۔ پس ترک قصاص قتل کا نافی ہوگا۔ مگر
قصاص قتل کا زیادہ نافی ہوگا اور یہ درست نہیں۔ آیت اس نقص سے خالی ہے۔

۲۰۔ آیت مثل اور جرح دونوں سے روکنے والی ہے۔ کیونکہ قصاص دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

اور قصاص اعضاء میں کئی حیات ہے۔ کیونکہ عضو کا قطع کرنا صلوات حیات کو ہاتھ میں منضم
کر دیتا ہے۔ اور بعض وقت جان تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مگر مثل میں یہ خوبی نہیں۔ کذا

فی الاتقان للسیوطی -

امثلہ مذکورہ بالا سے جو بطور مشتمل نونہ خردہ بیان کی گئی ہیں۔ ناظرین قرآن مجید کی خلاق عادت فصاحت و بلاغت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

علا کہ سیوطی نے اللہ و لیل الذین آمنوا یخیر جہنم من لظلمات ای التورہ الیہ کی فصاحت و بلاغت کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے۔ اور اس میں ایک سو بیس بدائع بیان کئے ہیں۔ بخوف تطویل اسے یہاں درج نہیں کیا گیا۔

دیگر معجزات کا بیان

اس فصل میں جو معجزات بطریق اختصار بیان ہوتے ہیں۔ ان سے حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کی وسعت کا اندازہ بخوبی لگ سکتا ہے۔

اسراء و معراج شریف | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخص خصائص اور اظہر معجزات میں سے یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو امراء و معراج کی فضیلت سے خاص کیا اور کسی دوسرے نبی کو اس فضیلت سے مشرف و کرم نہیں فرمایا۔ اور جہاں تک آپ کو پہنچا یا کسی کو نہیں پہنچایا۔ اور جو آیات و عجائبات آپ کو دکھائے۔ وہ کسی کو نہیں دکھائے۔

بدیدہ سچہ اندر دیدن پروردگار بود | میری ازمانہ کیفیت کہ چوں بود

بلکہ اگر تمام انبیائے کرام کے تمام فضائل یکجا جمع کئے جائیں۔ تو ان کا مجموعہ ہمارے آقائے زاد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ایک فضیلت یعنی معراج اور اس میں جو انوار و اسرار اور حسب قرب آپ کو حاصل ہوا، کے برابر نہ ہوگا۔

اسراء سے مراد خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک رات کو جانا ہے۔ اور معراج بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر تشریف لے جانے کا نام ہے۔ اسراء قرآن کریم سے ثابت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ اِلٰیآ | پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت

میں ہیں۔ دوسرے لحظہ میں ہزاروں کوسوں پر مغرب میں ہیں۔ فلاسفہ اور دیگر عقل کے متعلقہ جو اعتراضات اس پر کرتے ہیں۔ ان تمام کا جواب اسلامی بعینہ ۱۰ اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا، سے ملتا ہے۔ کیونکہ لے جانے والا تو خدا ہے جو قادر مطلق اور جمیع نقائص سے پاک ہے۔ پس اگر وہ اپنے کامل بندے حضرت محمد مصطفیٰ احمد مختبے اسید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم الطہر کے ساتھ حالت بیداری میں رات کے ایک حصے میں خانہ کعبہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس سے آسمانوں کے اوپر جہاں تک چاہے گیا۔ تو اس میں کونسا استحالة لازم آتا ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

شرح القمر معجزہ شق القمر قرآن کریم کی آیت ذیل سے ثابت ہے۔

اِقْرَبْتِ الشَّامَ وَالشَّقَّ الْقَمَرِ مَا دَانَ
قُرْوَ آيَةَ يُعْرِضُونَ وَيَقْرُونَ سِحْرًا مُسْتَمِرًّا

(سورہ قمر - شروع)

پہلی آیت کا یہ مطلب ہے۔ کہ قیامت قریب آگئی۔ اور دنیا کی عمر کا قلیل حصہ باقی رہ گیا۔ کیونکہ شق القمر جو مجملہ علامات قیامت تھا تاریخ میں آگیا۔ وانشق القمر سے مراد یہ ہے کہ شق القمر کا وقوع بالفعل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہو چکا۔ اس معنی کی تائید حضرت خدیجہ کی قرأت سے ہوتی ہے۔ وَقَدْ اَنْشَقَّ الْقَمَرُ دَاوْرَ حَالٍ يَهْ كِهْ چاند پھٹ چکا، کیونکہ اس صدمت میں یہ جملہ حال ہوگا۔ اور قیامت سے پہلے اقرب ممانعت اور وقوع انشقاق میں مقام کونفقتنی ہوگا۔ اور اس معنی کی تائید بعد سے ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کا مقتضایہ ہے۔ کہ شق القمر ایک معجزہ ہے۔ جسے کفار قریش نے دیکھا اور مال دیا۔ اور اس سے پہلے بھی وہ بے پند معجزات دیکھ چکے تھے۔ کہ اسے دیکھ کر کفر میں پڑنے لگے۔ اسی معنی پر مفسرین کا اجماع ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و غیر میں بصراحت نام یہ قصہ مذکور ہے۔ کہ رات کے وقت کفار قریش نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشان طلب کیا۔ جو آپ کی نبوت پر شاہد ہو لیں

لے اگر زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو عمدة السالکین در نبوتہ معراج سہیرہ مصنفہ شمسنا اللعد و مولانا مولوی مشتاق احمد صاحب، بیروتی چشتی مبارکی زوج خواشی خاکسار دفتر انجمن نمائندہ ہند لاہور سے طلب فرما کر مطالعہ کریں۔

آپ نے ان کو یہ معجزہ دکھلایا۔ اس معجزے کے راوی حضرت علیؓ۔ ابن مسعودؓ۔ حذیفہؓ۔ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ۔ اور انسؓ وغیرہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان میں سے پہلے چار صحابہ کرام نے تو بچشم خود دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر اور دوسرا دوسرے پہاڑ پر پڑا۔ یہ وہ معجزہ ہے۔ کہ کسی دوسرے پیغمبر کے لئے وقوع میں نہیں آیا۔ اور بطریق تو اثر ثابت ہے۔

سوال

کیا اہل مکہ کے سوا اور لوگوں نے بھی شت القمر دیکھا؟

جواب

اہل مکہ کے علاوہ اطراف سے آنے والے مسافروں نے بھی شت القمر کی شہادت دی۔ چنانچہ مسند ابوداؤد طیالسی (متوفی ۲۵۵ھ) میں بروایت حضرت عبدالشبن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چاند بچھٹ گیا۔ کفار قریش نے دیکھ کر کہا کہ یہ ابولکبشہ کے بیٹے کا جادو ہے۔ پھر وہ کہنے لگے۔ کہ مسافر جو آئیں گے۔ ان سے پوچھیں گے۔ کیجیے وہ کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ حضرت محمدؐ کا جادو تمام لوگوں پر نہیں چل سکتا۔ چنانچہ مسافر آئے اور انہوں نے کہا۔ کہ ہم نے بھی شت القمر دیکھا ہے۔ اگر بالفرض بعض جگہ نظر نہ آیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اختلاف مطالع کے سبب سے بعض مقامات میں چاند کا طلوع ہوتا ہی نہیں۔ اسی لئے چاند گہن سب جگہ نظر نہیں آتا۔ اور بعض دفعہ دوسری جگہوں میں ایریا پہاڑ وغیرہ چاند کے آگے حائل ہو جاتا ہے۔

سوال

اگر شت القمر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں وقوع میں آیا۔ جسے اب تیرہ سو

سالہ بعض قصہ خوران بیان کیا کہ تھے ہیں۔ کہ چاند جناب رسالت کی جیب میں داخل ہوا اور آستین سے نکل گیا۔ گریہ بہ اصل ہے۔

مسند ابن داؤد طیالسی۔ منبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد وکن۔ جز اول۔ ص ۲۵۲

ابولکبشہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جادوئی تھا۔ زمانہ باہلیت میں قریش بنوں کی دہرا کرتے تھے۔ امدہان کے خلاف شعری عبور کی پرورش کرتا تھا۔ اس لئے جب حضور نے بتوں کی پرورش میں قریش کی مخالفت کی۔ اور خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کی تعلیم دی۔ تو وہ آپ کو اس کی مخالفت کے سبب ابولکبشہ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔

سال سے زیادہ ہو چکے ہیں تو یہ کس طرح قرب قیامت کا نشان ہو سکتا ہے۔ جواب مک نہیں آئی۔

جواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک اور آپ کی نبوت قرب قیامت کی علامات میں سے ہے یعنی اس امر کا ایک نشان ہے۔ کہ دنیا کی عمر کا اکثر حصہ گزر چکا ہے۔ اور بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔ چنانچہ صحیحین میں ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ بُعِثْتُ اَنَا وَالشَّاعِدُ الْكَلْبَاتَيْنِ حِينَ كَامَطَابِ يَوْمِ هِيَ۔ کہ آپ نے انگشتِ سبابہ و وسطے کے ساتھ اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ میری بعثت اور قیامت ان دو انگلیوں کی مانند ہے جس قدر وسطے سبابہ سے پیشتر ہے قیامت سے پہلے میرا بعثت ہونا بھی اسی کی مانند ہے۔ کہ میں پہلے آگیا ہوں اور قیامت میرے پیچھے آ رہی ہے پس جب آپ کی نبوت قرب قیامت کی علامت ہوئی۔ تو مشق القمر کا بالفعل وقوع بھی جو آپ کی نبوت کی دلیل ہے۔ قرب قیامت کا نشان ٹھہرا۔

رد الشمس | حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ایک دفعہ صہباء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی آ رہی تھی۔ اور آپ کا سر مبارک حضرت علیؑ کی گود میں تھا۔ پس حضرت علیؑ نے نماز عصر پڑھی یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر پڑھ لی تھی۔ اس لئے آپ نے حضرت علیؑ سے دریافت فرمایا۔ کہ کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا اللہ یہ تیری طاعت میں اور تیرے رسول کی طاعت میں تھا۔ پس تو اس کے لئے آفتاب کو واپس بلا۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا۔ کہ غروب ہو گیا تھا۔ پھر میں نے دیکھا۔ کہ غروب ہونے کے بعد نکل آیا۔ اور اس کی شعاع پہاڑوں اور زمین پر پڑی۔

رد الشمس کی طرح جس شمس بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقوع میں آیا ہے۔

لہ شکوۃ شریفہ۔ باب قرب السانۃ

لہ عرب میں خیبر سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔

لہ التھمرا نہ کان فی طاعتک و طاعت رسولک فارد و علیہ الشمس و شفاء و ہبہ بخصائص کبریٰ

اس حدیث کو امام طحاوی اور قاضی عیاض نے صحیح کہا ہے۔ اور ابن مندہ و ابن شامہ و طبرانی نے اسے

ایسے اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ جن میں سے بعض صحیح کی شرط پر ہیں۔ اور ابن مردودہ نے اسناد حسن کے

ساتھ اسے روایت کیا ہے۔

چنانچہ شبِ معراج کی صبح کو جب کفارِ قریش نے حضور سے اپنے قافلوں کے حالات پوچھے تو آپ نے ایک قافلہ کی نسبت فرمایا۔ کہ وہ چہار شنبہ کے دن آئے گا۔ قریش نے اس دن انتظار کیا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہونے لگا اور وہ قافلہ نہ آیا۔ اُس وقت آپ نے دعا فرمائی۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو ٹھہرا رکھا اور دن میں اضافہ کر دیا یہاں تک کہ وہ قافلہ آپہنچا۔

مردوں کو زندہ کرنا | امام بیہقی نے دلائل النبوت میں روایت کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں آپ پر ایمان نہیں لاتا۔ یہاں تک کہ میری بیٹی زندہ کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے اُس کی قبر دکھا۔ اُس نے آپ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی۔ تو آپ نے اس لڑکی کو نام لے کر پکارا۔ لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا۔ بَشِيْتُكَ وَ سَعَدْتُ بِكَ پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تو پسند کرتی ہے۔ کہ دنیا میں پھر آجائے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! قسم ہے اللہ کی۔ میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا۔ اور اپنے لئے آخرت کو دنیا سے اچھا پایا۔

حافظ ابو نعیم نے کعب بن مالک کی روایت سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور آپ کا چہرہ متغیر پایا۔ اس لئے وہ اپنی بیوی کے پاس واپس آئے۔ اور کہنے لگے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر دیکھا ہے۔ میرا گمان ہے۔ کہ بھوک کے سبب سے ایسا ہے۔ کیا تیرے پاس کچھ موجود ہے؟ بیوی نے کہا۔ اللہ کی قسم! ہمارے پاس بھوک اور کچھ بچا ہوا توشہ ہے۔ پس میں نے بکری کو ذبح کیا۔ اور اس نے دانے پس کر روٹی اور گوشت پکایا۔ پھر ہم نے ایک پیالہ میں شہ بنایا۔ پھر میں اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! اپنی قوم کو جمع کر لے۔ پس میں ان کو لے کر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ ان کو میرے پاس جدا جدا جماعتیں بنا کر بھیجتے رہو۔ اس طرح وہ کھانے لگے۔

۱۰ شفا شریف۔ اس حدیث کو طبرانی نے معجم اوسط میں بسند حسن حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ) اور بیہقی نے اسماعیل بن عبد الرحمن سے بطریق ارسال نقل کیا ہے (خصائص کبریٰ ص ۱۰۷)

۱۱ دیکھو مواہب لدنیہ۔

۱۲ زجرہ میں تیری طاعت کسے لٹے اور تیرے دین کی تائید کے لئے حاضر و تیار ہوں۔

۱۳ خصائص کبریٰ ص ۱۰۷۔ جزو ثانی ص ۶۷

۱۴ ایک قسم کا کھانا ہے۔ جو روٹی کے ٹکڑوں کو گوشت کے مشورہ میں تر کرنے سے تیار ہوتا ہے۔

جب ایک جماعت سیر ہو جاتی۔ تو وہ نکل جاتی۔ اور دوسری آتی۔ یہاں تک کہ سب کھا چکے۔ اور پیالے میں جتنا پہلے تھا۔ اتنا ہی بچ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔ پھر آپ نے پیالے کے وسط میں ہڈیوں کو جمع کیا۔ اور ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا۔ پھر آپ نے کچھ کلام پڑھا۔ جسے میں نے نہیں سنا۔ ناگاہ وہ بکری کان جھاڑتی اٹھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا اپنی بکری لے جا۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آیا۔ وہ بولی یہ کیا ہے میں نے کہا۔ اللہ کی قسم! یہ ہماری بکری ہے۔ جسے ہم نے ذبح کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا مانگی۔ پس اللہ نے اسے زندہ کر دیا۔ یہ سن کر میری بیوی نے کہا۔ میں تو ایسی دیتی ہوں۔ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔

غزوہ خیبر کے بعد سلام بن مشکم یہودی کی زوجہ نے بکری کا زہر آلودہ گوشت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ اس میں سے بانڈا اٹھا کر کھانے لگے۔ وہ بانڈو بولا کہ مجھ میں زہر ڈالنا گیا ہے۔ وہ یہودیہ طلب کی گئی۔ تو اس نے اعتراف کیا کہ میں نے اس گوشت میں زہر ملائی ہے۔ یہ معجزہ مروجے کے زندہ کرنے سے بھی بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ ہونا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل ہوا مردہ ہی تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کا آپ کی خاطر زندہ کیا جانا۔ اور ان کا آپ پر ایمان لانا بھی بعض احادیث میں وارد ہے۔ علامہ سیوطی نے اس بارے میں کئی رسالے تصنیف کئے ہیں۔ اور دلائل سے اسے ثابت کیا ہے۔ عزاء اللہ عننا خیر الجزاء۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تو سئل سے بھی مردے زندہ ہو گئے۔ چنانچہ حضرت انیس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ انصار میں سے ایک جوان نے وفات پائی اس کی ماں اندھی بڑھیا تھی۔ ہم نے اس جوان کو کفنا دیا۔ اور اس کی ماں کی ماتم پرسی کی۔ ماں نے کہا۔ کیا میرا بٹامرگ ہے ہم نے کہا۔ ہاں۔ یہ سن کر اس نے یوں دعا مانگی۔ یا اللہ اگر تجھے معلوم ہے۔ کہ میں نے تیری طرف اور تیرے نبی کی طرف اس امید پر ہجرت کی ہے۔ کہ تو ہر مشکل میں میری مدد کرے۔ تو اس مصیبت کی مجھے تکلیف نہ دے۔ ہم وہیں بیٹھے تھے۔ کہ اس جوان نے اپنے چہرے پر سے

سے موہب لدینہ۔ اس حدیث کو ابن ابی الدنیدہ بھی نقل کیا ہے۔

کپڑا اٹھا دیا۔ اور کھانا کھایا۔ اور ہم نے بھی اس کے ساتھ کھایا۔
 انقلاب اعیان | جن چیزوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک لگایا حضور کے
 استعمال میں آئیں۔ ان کی حقیقت و ماہیت بدل گئی۔ بنی بنی توضیح ذیل میں چند مثالیں درج
 کی جاتی ہیں:-

ایک رات مدینہ منورہ کے لوگ ڈر گئے۔ گویا کوئی چور یا دشمن آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے حضرت ابوطالب کا گھوڑا لیا جو سست رفتار تھا۔ اور اس پر بغیر زین کے سوار ہو کر اکیسے جنگل
 کی طرف تشریف لے گئے۔ آپ کے بعد لوگ بھی سوار ہو کر اُس طرف نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم ان کو واپس آتے ہوئے لے۔ آپ نے فرمایا: ”ڈرو نہیں، ڈرو نہیں“ اور گھوڑے کی نسبت
 فرمایا۔ کہ ہم نے اسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا۔ اُس دن سے وہ گھوڑا ایسا چالاک بن گیا کہ کوئی
 دوسرا گھوڑا اس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔

حضرت ام مالک کے پاس ایک چمڑے کی کپتی تھی جس میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خدمت میں گھسی بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھیں۔ ایک روز حضور نے فرمایا کہ اس کو نہ بچوڑنا۔ یہ فرما کر
 آپ نے کپتی ام مالک کو دے دی۔ وہ کیا دیکھتی ہیں۔ کہ کپتی گھسی سے بھری ہوئی ہے۔ ام مالک کے
 لڑکے آکر ناخوش مانگتے۔ تو وہ کپتی میں گھسی بستور پاتیں۔ غرض وہ گھسی اسی طرح خرمی ہوتا ہا یہاں تک
 کہ ایک روز ام مالک نے کپتی کو بچوڑا تو خالی ہو گئی۔

ام اوس بہزینے کپتی میں گھسی ڈال کر بطور ہدیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا
 آپ نے قبول فرمایا اور کپتی میں سے گھسی نکال لیا۔ اور ام اوس کے لئے دعائے برکت فرما کر کپتی واپس
 کر دی۔ جب ام اوس نے دیکھا۔ تو گھسی سے بھری ہوئی پائی۔ اُسے نبیہا ل آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم نے ہدیہ قبول نہیں فرمایا۔ اس لئے وہ فریاد کرتی ہوئی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔
 حضور کے ارشاد سے صحابہ کرام نے اُس سے حقیقت حال بیان کر دی۔ ام اوس اُس کپتی میں سے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بقیہ عمر تشریف اور خلافت صدیقی و فاروقی عثمانی میں بھی کھاتی رہی۔

لے بخاری کتاب الجاد۔ باب الصرۃ و الرکض فی البزاع

لے صحیح مسلم و شفا شریف :-

یہاں تک کہ حضرت علی و امیر معاویہ کے درمیان جنگ وقوع میں آیا۔

حضرت عبدالرحمن بن زید بن خطاب قرشی عدوی کوتاہ قد پیدا ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا فرمائی۔ اس کا بہ اثر ہوا کہ عبدالرحمن جب کسی قوم میں ہوتے تو قد میں سب سے بلند نظر آتے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے لئے نکلے۔ رات اندر پیری تھی اور بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے حضرت قتادہ بن نعمان انصاری کو دیکھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے خیال کیا کہ نمازی کم ہوں گے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ جماعت میں شامل ہو جاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت قتادہ کو ایک کھجور کی ڈالی دی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ ڈالی میں ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی۔ جب تم گھر پہنچو۔ تو اس میں ایک سیاہ شکل دیکھو گے۔ اس کو مار کر نکال دینا۔ کیونکہ وہ شیطان ہے جس طرح حضور نے فرمایا۔ ویسا ہی ظہور میں آیا۔

جنگ بدر میں حضرت عکاشہ بن محجن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے حضور نے ان کو ایک لکڑی عنایت فرمائی۔ جب عکاشہ نے ہاتھ میں لے کر ہلائی۔ تو وہ ایک سفید مضبوط لمبی تلوار بن گئی جس سے وہ جنگ کرتے رہے۔ اس تلوار کا نام عون تھا۔ حضرت عکاشہ اسی کے ساتھ جہاد کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت صدیق اکبر کے عہد میں ایام الردۃ میں شہید ہو گئے۔

جنگ اُحہ میں حضرت عبداللہ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت نے اللہ عالیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جس کے ساتھ وہ جنگ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اس تلوار کو عرجون کہتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پانی کا مشکیزہ لیا۔ اس کا منہ باندھ کر دعا فرمائی اور

۱۔ اصابہ بکوالہ طبرانی دابن مندوہ ابن بسکن۔ ترجمہ ام اوس ہزمہ۔

۲۔ شفا شریف و سند امام احمد۔

۳۔ سیرت ابن ہشام۔

۴۔ استیعاب و اصابہ۔

صحابہ کرام کو عطا فرمایا۔ جب نماز کا وقت آیا۔ تو انہوں نے اُسے کھولا۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ بجائے پانی کے اُس میں تازہ دودھ ہے۔ اور اُس کے مُنہ پر جھاگ آ رہی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سلمان فارسی کے لئے جو کھجور کے پیر اپنے دست مبارک سے لگائے تھے، وہ ایک ہی سال میں پھل لائے۔ بانجھ بکری کے تھنوں پر آپ کا دست مبارک پھر گیا۔ تو دودھ دہنے لگی۔ گنچے کے سر پر دستِ شفا پھیرا۔ تو اسی وقت بال اُگ ائے۔ اس قسم کی برکات، کا ذکر حضور کے حلیہ شریف کے بیان میں آچکا ہے۔

بچوں کی شہادت | معرض بن معیقیب یمانی سے روایت ہے۔ کہ میں نے حجۃ الوداع کیا۔

اور مکہ میں ایک گھر میں داخل ہوا۔ میں نے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ سے ایک عجیب امر دیکھنے میں آیا۔ اہل یمانہ میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں ایک بچہ لایا۔ جو اسی دن پیدا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے پوچھا۔ اسے کتنے ایسے کون ہوں؟ وہ بولا۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے سچ کہا۔ اللہ تجھے برکت دے۔ پھر اُس کے بعد اُس بچے نے کلامِ زکیر بیان کیا کہ وہ جوان ہو گیا۔ ہم اُسے مبارک الیمانہ کہا کرتے تھے۔

حضرت ثمر بن عتبہ نے اپنے بعض شیوخ سے روایت کی ہے۔ کہ ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا لائی۔ جو جوان ہو گیا تھا۔ اُس نے کہا۔ کہ میرے اس بیٹے نے جب سے پیدا ہوا۔ کلام نہیں کیا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے سے پوچھا۔ کہ میں کون ہوں؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

بیماروں کو شفا دینا | حضرت فدیک بن عمرو السلمانی کی دونوں آنکھیں سفید ہو گئی تھیں اور وہ کچھ نہ دیکھ سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کر دیا۔ وہ ایسے بینا ہو گئے۔ کہ اتنی برس کی عمر میں سوئی میں دماغ کا ڈال سکتے تھے۔

۱۰ شفا شریف د ابن سعد۔

۱۱ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ مواہب لدنیہ۔

۱۲ اس حدیث کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ خصائص کبریٰ نے۔ جز ثانی ص ۱۱۰۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ حضرت ثمر بن عتبہ تابع تابعین میں سے ہیں۔ دیکھو زرقانی علی المواہب۔

۱۳ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ و لغزی و بیہقی و بطرانی و ابن نعیم نے روایت کیا ہے (مواہب لدنیہ)

امام رازی نے ذکر کیا ہے۔ کہ حضرت معاذ بن عفران کی بیوی کو بڑھکی بیماری تھی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ نے اپنا عصا مبارک اُس کے بدن پر پھیر دیا۔ اسی وقت مرض جاتا رہا۔

حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں ایک ایسی گلی تھی۔ کہ اونٹ کی مہار نہ پکڑ سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تیر منگوا یا اور گلی پر پھیر دیا۔ وہ فوراً جاتی رہی۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سر پر اور چہرے پر درد مہو گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ شفاء کپڑے پر سے اُس کے چہرے اور سر پر رکھا اور دعا فرمائی اسی وقت درد جاتا رہا۔

حضرت حبیب بن یساف ذکر کرتے ہیں۔ کہ میں ایک غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میری گردن پر ایک ضرب شدید ایسی لگی۔ کہ میرا بازو و شک پڑا۔ میں حضور کے پاس آیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اور بازو کو اُس کی جگہ پر چسپاں کر دیا۔ وہ فوراً چنگا ہو گیا۔ اور میں نے اُسے قتل کر دیا۔ جس نے ضرب شدید لگائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ڈاڑھ کے درد کی شکایت کی۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میرے رخسارے کی اس جگہ پر رکھا۔ جہاں درد تھا اور دعا فرمائی۔ ابھی آپ نے دستِ شفاء رواہل سے نہ اٹھایا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شفا دی۔ حضرت جرہد بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ انہوں نے عرض کیا کہ دائیں ہاتھ میں کچھ شکایت ہے۔ جس کے سبب سے کھانا نہیں جانا۔ حضور نے اس ہاتھ پر دم کر دیا۔ حضرت جرہد کو پھر عمر بھر یہ شکایت نہ ہوئی۔

عنوان بالا کے متعلق اور مثالیں علیہ شریفین ہیں دُعا مبارک اور لعاب مبارک اور دست مبارک کے تحت میں مذکور ہو چکی ہیں۔ جن کے دہلرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔
طعام قبیل کرکثیر بنا دیا | حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ غزوہ اتراب کے دن ہم حذوق

کے مواہب لہ نیہ۔ کتاب فی المعجزات
کہ اس حدیث اور احادیث آئندہ کے لئے دیکھو حضرات کبرائے علیہ سوطی۔ جو مرتبہ ثانی ص ۱۰۰
تہ یہ حدیث بشارت صحیح بخاری صحیح مسلم میں ہے۔ مشکوٰۃ باب فی المعجزات

مکھو رہے تھے۔ ایک سخت زمین ظاہر ہوئی۔ صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور عرض کی۔ کہ زبئی میں سخت زمین پیش آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں خندق میں اتڑتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ اور بھوک کی شدت سے آپ کے شکم پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہ چکھا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کدال لیا اور مارا۔ وہ سخت زمین ریگ روال کا ایک ڈھیر بن گئی۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دیکھ کر اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اور اس سے کہا۔ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سخت بھوک کا نشان دیکھا ہے۔ میری بیوی نے ایک تھیلی نکالی جس میں ایک صاع جو تھے بہتے ہاں گھس میں ایک پلا ہوا بکری کا بچہ تھا۔ میں نے اسے زبح کیا۔ میری بیوی نے جو تھے لے لئے ہم نے گوشت دیگ میں ڈال دیا۔ پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ اور چکے سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے۔ اور میری بیوی نے ایک صاع جو پیسے ہیں آپ مع چند صحابہ کے تشریف لائیں۔ یہ سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی لے اہل خندق جابر نے ضیافت تیار کی ہے۔ جلدی آؤ۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم میرے آنے تک دیگ نہ اتارنا۔ اور خمیر کو نہ پکانا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو میری بیوی نے آپ کے سامنے خمیر نکالا۔ آپ نے اس میں اپنے دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا۔ اور دنانے برکت فرمائی پھر ہماری دیگ کی طرف آئے۔ اس میں بھی لعاب مبارک ڈال دیا۔ اور دنانے برکت فرمائی۔ پھر میری بیوی فرمایا۔ روٹی پکانے والی کو بلا۔ کہ تیرے ساتھ روٹی پکائے۔ تو اپنی دیگ میں کفیر سے گوشت نکالنا۔ اور دیگ کو چولہے پر سے نہ اتارنا۔ راوی کا بیان ہے کہ اہل خندق ایک ہزار تھے۔ مجھے اللہ کی قسم ہے کہ پکوانے کے یہاں تک کہ اُسے باقی بچوڑ گئے۔ اور واپس چلے گئے۔ مگر دیگ اسی طرح جو میں بنا رہی تھی۔ اور خمیر اسی طرح پکایا جا رہا تھا۔

قصہ مذکورہ بالا میں روایت احمد و نسائی میں ہے کہ جب حضرت نے اس سخت پتھر پر بوسم اللہ کہہ کر کدال مارا۔ تو اس کی ایک تھالی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر مجھے مکہ شام کی کنجیاں دی گئیں۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت شام کے سرخ مٹلات دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوسری بار کدال مارا۔ تو دوسری تھالی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر! مجھے فارس کی

کنجیاں دی گئیں۔ خدا کی قسم! میں اس وقت نہ اس کسرے کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پتھر پتھری
بارگہ ال مارا۔ تو باقی تہائی بھی ٹوٹ گئی۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔
خدا کی قسم! میں اس وقت یہاں سے ابواب صنعاء کو دیکھ رہا ہوں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ غزوہ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک لگی۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ آپ ان کو حکم دیں کہ جس کے
پاس بچا ہو اتوشہ ہے لے آئے۔ پھر آپ اس پر دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے منظور فرمایا۔ اور
چمڑے کا فرش طلب کیا۔ وہ بچھا دیا گیا۔ تو آپ نے صحابہ کرام کا بچا ہو اتوشہ طلب فرمایا۔ کوئی پینہ
کی ٹھنسی لارہا تھا۔ کوئی چھوڑوں کی ٹھنسی بھرے آ رہا تھا۔ کوئی روٹی کا ٹکڑا لارہا تھا۔ یہاں تک کہ
فرش پر حضور اس اتوشہ جمع ہو گیا۔ پس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا
کہ اپنے بتوں میں ڈال کرے جاؤ۔ چنانچہ لوگ اپنے بتوں میں لے گئے یہاں تک کہ انہوں نے لشکر
میں کوئی بت نہ چھوڑا۔ جسے بھلا نہ ہو۔ راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا بیان ہے۔ کہ
تمام لشکر نے پیٹ بھر کر کھایا۔ اور بیچ بھی رہا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں گواہی
ہوں اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بحق نہیں۔ اور اس امر کی ہیں اللہ کا رسول ہوں۔ ان دو
شہادتوں کے ساتھ کوئی بندہ شک نہ کرنے والا اللہ سے نہ ملے گا۔ کہ بہشت سے روک دیا جائے۔
حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
ہم ایک تئیس شخص تھے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس طعام ہے۔ ایک شخص کے پاس ایک
صاع طعام نکلا۔ جو گوندھا۔ پھر ایک مشرک دراز قد و لبیدہ موکرہ یاں ہانکتا آیا۔ آپ نے اس
سے ایک بکری خریدی۔ اسے ذبح کیا گیا۔ اور آپ کے حکم سے اس کا کلیجہ بھونا گیا۔ آپ نے اس کلیجہ
کا ایک ایک بونی سب کو دی۔ پھر گوشت دو پیالوں میں ڈال دیا۔ سب نے سیر ہو کر کھایا اور دونوں
پیالے خالی رہے۔ ہم نے بچے ہوئے کھانے کو اونٹ پر رکھ لیا۔ واضح رہے کہ اس قصہ میں دو بھرنے

۱۵۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ (مشکوٰۃ باب فی البجرات)

۱۶۔ کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں لشکر کی تعداد ایک لاکھ کو پہنچ گئی تھی۔ گذائی اشعة المعات۔

۱۷۔ صحیح بخاری باب قول اللہ فی من المشركین۔

ہیں۔ ایک کثیر کلچر دوسرے کثیر صاع و گوشت۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت اپنے پیٹ کو زمین سے لگایا کرتا تھا۔ اور جب پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ ایک دن میں اس راستے میں بیٹھ گیا۔ جہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام گزرا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پاس سے گزرے میں نے من سے قرآن کی آیت پڑھی تاکہ آپ میرے پاس بھروں۔ مگر انہوں نے کچھ توجہ نہ کی اور گزر گئے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے میں نے ان سے بھی ایک آیت پڑھی۔ مگر انہوں نے بھی کچھ توجہ نہ کی۔ اس کے بعد حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم پاس سے گزرے۔ تو میری حالت کو دیکھ کر مسکرائے۔ اور فرمایا۔ کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ آپ دو لیٹانہ میں تشریف لے گئے تو ایک پیالہ میں کچھ دودھ دیکھا۔ آپ نے دریافت کیا۔ کہ یہ دودھ کیسا ہے؟ جواب ملا۔ کہ ہدیہ ہے۔ مجھ سے فرمایا۔ کہ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ کے پاس صدقہ آتا۔ تو اسے اہل صفہ کے لئے بھیج دیتے۔ اور اس میں سے خود کچھ نہ کھاتے۔ اگر ہدیہ آتا۔ تو اہل صفہ کو بلا کر اس میں شریک کر لیتے ہیں نے اپنے جی میں کہا۔ کہ اتنے دودھ سے اہل صفہ کو کیا ہوگا۔ اس کا تو میں ہی زیادہ مستحق تھا۔ مگر ارشاد تعیل سے چارہ نہ تھا۔ میں ان سب کو بلا لایا۔ آپ نے مجھے وہ پیالہ دیا اور فرمایا۔ کہ ان کو پلاؤ۔ میں ایک ایک کو پلاتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ سب سیر ہو گئے۔ آپ نے پیالہ لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا۔ اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے۔ پھر فرمایا۔ ابو ہریرہ! میں اور تم دونوں باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے صحیح فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ اور پیو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر فرمایا کہ پیو۔ میں نے پھر پیا۔ اسی طرح آپ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے عرض کیا۔ کہ اب پیٹ میں گنجائش نہیں۔ بعد ازاں باقی آپ نے پی لیا۔

حضرت جابر ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایک بدوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طعام کا سوا کیا حضور نے اسے آدھا و سق جو عنایت فرمائے۔ وہ اور اس کی بیوی اور اس کے مکان ان کو کھاتے رہے (اور وہ کم نہ ہوئے) یہاں تک کہ ایک روز اس نے ان کو آپ لیا (تو وہ کم ہونے لگے) اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا۔

۱۰ صحیح بخاری باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ۔

۱۱ موابہب لدنیہ بحوالہ صحیح مسلم۔

اگر ان کو نہ پاپتا۔ تو تم عمر بھر کھانے رہتے اور وہ کم نہ ہوتے۔

حضرت انس بن مالک کا بیان ہے کہ ابو طلحہؓ اور والدہ انس نے ام سلمہؓ کو والدہ انس سے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بھوک کی شدت سے ضعف کے آثار دیکھے ہیں۔ کیا گھر میں کچھ ہے۔ ام سلمہ نے خود کی چند روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر میرے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ آپ مع اصحاب مسجد میں نشہ دین رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ ام سلمہ کے گھر چلو۔ میں گھر میں پہلے پہنچ گیا۔ اور ابو طلحہ سے صورت حال بیان کر دی۔ ابو طلحہ نے راستے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ جب حضور گھر میں داخل ہوئے۔ تو ام سلمہ سے فرمایا۔ کہ حضور نے آپ کے ارشاد سے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے ان پر کچھ گھی نچوڑ دیا گیا پھر آپ نے دعا فرمائی اور اصحاب میں سے دس کو طلب کیا۔ وہ سیر ہو گئے تو پھر اور دس کو طلب کیا اسی طرح ستر یا اسی اصحاب نے سیر ہو کر کہا یا۔

حضرت ابو ہریرہ کا بیان ہے۔ کہ میں چند کھجوریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ان میں دعائے برکت فرمائیں۔ آپ نے دست مبارک میں لے کر دعائے برکت فرمائی۔ اور فرمایا کہ لو۔ ان کو اپنے گوشہ دان میں رکھ لو۔ جس وقت ان میں سے کچھ لینا چاہو۔ تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا۔ اور گوشہ دان کو نہ جھاڑنا۔ میں نے ان میں سے اتنے اتنے دھن دھن راہ خدا میں دیدئے۔ ہم ان میں سے خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے رہے۔ وہ گوشہ دان میری کمر سے جڑا نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عثمان کی شہادت کا دن آیا۔ تو وہ کم ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ اس دن فرماتے تھے۔

يَلْتَأْسُ كَهْرًا قَلْبِي هَتَانِ بَيْتِ نَرْصَةٍ

لوگوں کو ایک نعم ہے اور مجھے دو غم ہیں۔

هَتَمَ الْجُرَابُ وَهَتَمَ شَيْبُجُ عُثْمَانَ

(گوشہ دان کے کم ہونے کا غم اور حضرت عثمان کے شہید ہونے کا غم۔

۱۔ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوة فی الاسلام۔

۲۔ سنن ابوشامہ۔

۳۔ صحیح بخاری۔ باب قضاء الریحی دین اہلبیت۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کا بیان ہے کہ میرا والد رات کے دن شہید ہو گیا۔ اور چھ
 لڑکیاں اور بہت سا قرض چھوڑ گیا۔ جب کچھ بچوں کے ٹوڑنے کا وقت آیا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے۔ میرا باپ اُحد کے دن
 شہید ہو گیا۔ اور بہت سا قرض چھوڑ گیا۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ قرضخواہ آپ کی زیارت کریں! آپ نے
 فرمایا۔ تم جاؤ۔ اور ہر ایک قسم کی کھجوروں کا ایک ایک ڈھیر لگا دو۔ میں نے تمہیں ارشاد کی۔ اور آپ کو
 بلانے آیا۔ جب قرضخواہوں نے آپ کو دیکھا۔ تو مجھے اور تم کو دیکھا۔ یہ دیکھ کر آپ سب سے
 بڑے ڈھیر کے گرد تین بار پھرے پھر بیٹھے گئے۔ اور فرمایا کہ قرضخواہوں کو بلاؤ۔ آپ باپ کران کو
 دیتے رہے۔ یہاں تک کہ میرے باپ کی امانت اللہ سے ادا کر دی۔ حالانکہ میں اس پر راضی تھا۔
 کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کی امانت ادا کر دے۔ خواہ میری بہنوں کے لئے ایک کھجور بھی نہ بچے۔ مگر
 اللہ کی قسم وہ تمام ڈھیر سالم رہے۔ میں نے اُس ڈھیر کو دیکھا۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 تشریف رکھتے تھے۔ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی!

تکنیر طعام کی طرح حضور کی دنیا و برکت سے قبیل پانی کا تاثیر ہو جانا بھی بہت سی واردیت میں
 آیا ہے۔ اس قسم کا تاثیر طعام اور تکثیر آب جناب سید کائنات علیہ الوفا و التحیۃ و الصلوٰۃ کی ہر بیت
 اور ولی النبی کا اثر ہے کیونکہ جس طرح حضور انور حسب روحانیت قلوب دارو اج کے مرئی و کمل
 ہیں۔ عالم جسمانیت میں ابدان و اشباح کے پرورش فرماتے جیسے ہی ہیں۔
 شکایفیض تو چین چوں کند لے ابر بہار کہ اگر نہ لے اگر گل ہمسرہ پروانہ تست
 شیخ عبدالحق محدث دہری اشعة اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ایک روز میں عشاء و ہر وہ
 درمیان بانڈ میں سے گزر رہا تھا۔ میں نے ایک بھڑی فروش کو دیکھا۔ کہ بھڑی پر پانی چھڑک رہا ہے۔
 اویوں کہہ رہا ہے۔

یا بركة النبی تعالیٰ وأنزلی الملائکة تنزیلاً اے نبی کی بרכת۔ اور سے ملاء ہیں انور۔ پھر کون نہ
 اجابت دعا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مجرات میں سے ایک بچہ ہے کہ آپ پر دعا فرماتے
 وہ بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی۔ یہ باب نہایت وسیع ہے۔۔۔ نظر براحتاً ملاحظہ فرمائیں۔

سے صحیح بخاری۔ باب تضرع الہمی و ہون المہیت۔

مشاہیر و روح کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہؓ میں مالک کی ماں نے تنزیہ کی خدمت اقدس میں عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس آپ کا اونٹنی اٹھا دہم ہے۔ اس کے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔ پس آپ نے یوں دعا فرمائی: یا اللہ! تو اس کا مال و اولاد زیادہ کر۔ اور جو نعمت لائے اسے دے دے۔ اس میں برکت دے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ تو اس کی عمر زیادہ کر اور بہشت میں میرا رقیب بنا۔ یہ دعا ایسی مقبول ہوئی۔ کہ حضرت عائشہؓ کے بارہ گھوڑوں کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دیتے۔ ان کی اولاد سو سے زیادہ تھی۔ ایک کہ سو برس کی عمر پائی۔ اخیر عمر میں فرماتے تھے۔ کہ مجھے امید ہے۔ کہ حسب دعائے جناب رسول اللہ ﷺ میں ہمیشہ میں آپ کا رقیب بھی ہوں گا۔

اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کے حق میں دعا فرمائی تھی کہ اللہ تجھے برکت دے۔ اس دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمن کو تجارت میں نفع دیا۔ کہ حسب سترہ میں انہوں نے وفات پائی۔ تو ان کے ترکہ میں سے سو ناکھارہوں سے گھوڑا گیا۔ یہ مال اتنے کثرت کا کہ سترہ ہتھوڑے بیو گئے۔ ان کے چار بیویوں میں سے ہر ایک کو ستر ہزار ڈنمارک ملے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ ایک ہزار گھوڑے اور چار ہزار ڈنمارک فی سبیل اللہ تجارت کر دے۔ یہ تمام علاوہ ان صدقات کے تھا۔ جو انہوں نے اپنی زندگی میں کئے۔ چنانچہ ایک روز نہیں غلام آزاد کئے۔ ایک مرتبہ سات سو اونٹوں کا کارواں مع مال و اسباب تصدق کر دیا۔ ایک دفعہ اپنا آدمی مال راہ خدا میں سے دیا۔ پھر چالیس ہزار دینار۔ پھر پانچ سو گھوڑے۔ پھر پانچ سو اونٹ تصدق کئے۔

جنگ اُرد میں حضرت سعد بن ابی وقاص جناب رسول اکرم ﷺ کے آگے بیٹھے ہوئے تیر چلا رہے تھے۔ اور یوں کہہ رہے تھے۔ یا اللہ! یہ تیر اتیر ہے۔ اس سے تو اپنے دشمن کو ہلاک کر۔ اور حضور فرما رہے تھے۔ یا اللہ! اس کا نشانہ درست کر دے۔ اور اس کی دعا قبول کرے۔ آپ کی دعا سے حضرت سعدؓ تھاب الدعوات بن گئے جو دعا کرتے قبول ہوتی۔ اور جو تیر چھینکتے وہ بھی خطا نہ کرتا۔

ان مشاہیر کے لئے بخاری مسلم ذہبی اور دلائل ابی نعیم ذہبی بہقی اور طبرانی دیکھو۔

اسی طرح حضور نے دعا فرمائی تھی۔ کہ یا اللہ! اسلام کو تمہارے لئے لکھا گیا ہے اور تمہارے لئے ہی ہے۔
کے ساتھ سورت دے۔ یہ دعا حضرت دوسے سے پہلے دعا حضرت عمر کے حق میں آج پڑھائی گئی۔ وہ ایمان لائے
اور اس دن سے اسلام کو عورتوں کا غلبہ حاصل ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے حق میں حضور نے دعا کی تھی۔ کہ یا اللہ! اس کو نبی میں تقیہ
بنادے۔ اس دعا کی برکت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہما
ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص میری اس دعا کے نام پڑھے وہ
اپنا کپڑا بچھائے رکھے گا۔ وہ بیری اعداد پیشیں گے۔ کبھی کبھی نہ پھیرے گا۔ حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے
ہیں۔ کہ میرے پاس ایک کٹی کے مو کوئی کپڑا تھا۔ میں نے اسے کٹی ہی بچھادیا۔ یہاں تک کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا نامہ کی پڑھ میں سے کٹی لپیٹ کر اپنے پیشے سے لگا دی۔ جس سے
اس ذات کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعا سے بچھا ہے۔ کہ میں آپ کی اعداد پیش
کو آج تک نہیں بھولا۔

جب حضرت فضیل بن عمر وہابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ میں نے
تو انہوں نے بچوں کو عرصہ کیا۔ یا رسول اللہ! میری قوم میری اطاعت کرتی ہے۔ میں نے ان سے ہر
بھانا ہوں اور ان کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان سے تمہاری
عطا کرے۔ جو ان کے برخلاف میری دعاؤں ہو۔ حضور نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان سے تمہاری
نشانی پیدا کرے۔ یہ سن کر میں اپنی قوم کی طرف آیا۔ جس میں تمہاری نشانی نہ ہو۔ میں نے
کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہوا۔ میں نے دعا کی یا اللہ! اس کو میری قوم میں سے
کسی اور جگہ پیدا کر دے۔ کیونکہ میں تمہاری قوم میں سے ہوں۔ تمہاری قوم میں سے کسی اور جگہ
پس وہ نور میرے چاکے کے سر سے پڑ گیا۔ وہ نور میری قوم میں سے کسی اور جگہ
دی۔ مگر وہ ایمان نہ لائے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پڑھی کہ اللہ تعالیٰ ان سے
کہ قبیلہ یومس نے میری اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ آپ ان پر بددعا فرمائی کہ آپ سے ان کا
بددعا کے دعا سے ہدایت فرمائی۔ اور مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ ان لوگوں کے دعوت اسلام سے

سے مشورۃ بولا صحیحین۔ باب اول المہجرات

یہ تعمیل ارشاد کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لے آئے۔ پھر اپنی قوم کے مشرک یا منہی اشخاص کے ساتھ جو ایمان لائے تھے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اپنی ماں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مگر وہ قبول نہیں کرتی۔ آپ دعا فرمائیں۔ حضور نے یہ دعا فرمائی۔ اور وہ ایمان لائی۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔

حضرت نابغہؓ نے بھی بعد ازاں ایمان کر لیا۔ مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر سنایا۔ آپ نے پسند نہ کیا اور میرے ہمتی میں اپنی دعا فرمائی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نابغہؓ کی عمر سو سال سے زیادہ ہو گئی۔ مگر کوئی دولت نہ گزری۔

حضرت ثابت بن ثعلبہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میرا ایک پاؤں سنسرا ہے۔ زمین پر نہیں اگتا۔ دعا فرمائی۔ وہ پاؤں چھو گیا اور دوسرے کی طرح زمین پر برابر لگنے لگا۔

حضرت خزیمہؓ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس کے سر سے اس برکت سے اس کے بعد حضرت خزیمہؓ جو چیز خریدتے تو اسے تمام دنیا میں لفع ہی ہوتا۔

ہجرت کے وقت جب انھوں نے ہجرت کی طرف سے مدینہ کی طرف سے ہجرت کی۔ تو سراقہ بن مالکؓ کو روکے پر سوار کیا کہ تمنا کسی چیز میں نہ کرنا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہمیں تو آیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نہ کرو۔ مگر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب مدینہ نیرے کا قافلہ رہ گیا۔ تو آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! اس طرح چاہے تم کو بچاؤ۔ اس پر سراقہ کا گھوڑا پیت تک میں میں دھس گیا۔ یہ دیکھ کر سراقہ نے عرض کیا۔ یا محمد! میں جانتا ہوں کہ آپ کا کام ہے۔ آپ اس مصیبت سے میری نجات کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ کی قسم! میں کسی کو تمنا نہیں کرتا کہ میں آپ سے ملتا ہوں۔ پناہ چاہتا ہوں کہ میں نے بہت ڈھونڈا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے دعا فرمائی۔ اور وہ داپس چلا گیا۔ راستے میں میں سے ملتا ہے یہ کہہ کر ہوتا ہے۔ کہ میں نے بہت ڈھونڈا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے دعا فرمائی۔ اور وہ داپس چلا گیا۔ راستے میں میں سے ملتا ہے۔

حضور کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ میں طاعون اور وبا سے زیادہ رہا کرتی تھی۔ آپ کی دعا سے ایسا دور ہوئی۔ کہ آج تک وہ مبارک شہر باوجود طاعون سے محفوظ ہے۔ اور

محفوظ رہے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کے بیٹے عتیبہ پر بددعا فرمائی۔ چنانچہ اس کو ایک شیر نے پھاڑ ڈالا چپا کہ آگے مفصل بیان ہوگا۔

جب قریش نے ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ تو حضور نے دعا فرمائی۔ یا اللہ! ان پر حضرت یوسف کے سات سالوں کی طرح سات سال محظوظا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ قریش نے مردار اور ہڈیاں کھائیں۔ ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا محمد! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی۔ اللہ سے دعا کیجئے۔ کہ محظوظ دور ہو جائے۔ پس آپ نے دعا فرمائی اور وہ مصیبت دور ہو گئی۔

حضور نے کسراے پر ویزہ کو جو عورت اسلام کا خط لکھا تھا۔ اس نے اُسے پھینک کر پھاڑ دیا۔ جب آپ نے یہ سنا۔ تو فرمایا۔ کہ اُس کا ملک پارہ پارہ ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ فارس سے اکاسرہ کی سلطنت ہمیشہ کے لئے جاتی رہی۔

حکم بن ابی العاص نے حضور کے ساتھ استزاء کرنے کے لئے اپنا منہ ٹیڑھا کر لیا۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اسی طرح رہے۔ چنانچہ وہ کج دہان ہی رہا۔ یہاں تک کہ مر گیا۔
بتنا ب سرور کائنات علیہا لوت الخیر والصلوة نے محکم بن جشامہ کو ایک سر پہ میں بھیجا تھا۔ جس پر نامہ بن الاضبط کو امیر بنا یا تھا۔ جب وہ ایک وادی کے درمیان پہنچے۔ تو محکم نے عامر کو دھوکے سے ایک معاملے کے سبب جو دونوں میں ہوا تھا قتل کر دیا۔ جب حضور کو یہ خبر لگی تو آپ نے دعا فرمائی۔ کہ محکم کو زمین قبول نہ کرے۔ اس دعا کے سات دن بعد محکم مر گیا۔ جب اس کو دفن کیا گیا تو نہ بن نے اس کو پھینک دیا۔ اس طرح کئی دفعہ کیا گیا۔ مگر زمین نے قبول نہ کیا۔ آخر کار اس کو ایک غار میں پھینک دیا گیا۔ اور پتھروں کی ایک دیوار اس پر بنا دی گئی۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں محظوظا جہ کے دن حضور منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک بادشاہین عرب آپ کے پاس آیا۔ اور یوں عرض کرنے لگا۔ "یا رسول اللہ! ہمارے مال ہلاک ہو گئے اور بال بچہ بھوکے مر رہے ہیں۔

۱۰ صحیح بخاری۔ تفسیر سورہ دعان۔

آپ ہمارے حق میں دعا فرمائیں! یہ سن کر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔ اور ہمیں آسمان پر کوئی بادل نظر نہ آتا تھا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ آپ نے ہاتھ نہ ہٹائے تھے۔ کہ پہاڑوں کی مثل بادل اُٹھا۔ پھر آپ منبر سے نہ اُترے یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ بارش کا پانی آپ کی ریش مبارک پر سے نیچے گرا رہا ہے۔ اس طرح جمعہ آئندہ تک بارش ہوتی رہی۔ پھر وہی بادینشین عرب آیا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! ہمارے مکانات گر گئے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔

”یا اللہ! ہمارے گردیندہ برس اور ہمارے گردیندہ برس اور ہمارے مکانات سے دور رکھ۔ پس جس طرف آپ اشارہ فرمائے۔ بادل وہاں ہو جاتا۔ یہاں تک کہ مدینہ گول گرے کی مانند ہو گیا اور عادی تیناٹ میں ایک دیندہ تک پانی جاری رہا جس طرف سے کوئی آتا۔ باران کثیر کی خبر لاتا۔

جب مسلمان غزوہ تبوک کے لئے نکلے۔ نوگرمی کی شدت تھی۔ ایک پٹا پٹا پر پیاس کی شدت سے یہ ذہبت پہنچی کہ اونٹ ذبح کرتے۔ اس کی لید نچوڑ کر پانی پی لیتے۔ اور بقیہ کو اپنے بکری پر باندھتے۔ حضرت صدیق اکبر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ دعا فرمائیے۔ چنانچہ حضور انور کی دعا سے پانی برسا۔ اور مسلمانوں نے اپنے برتن بھر لئے۔ پھر خود دیکھا تو یہ بارش حدود شکر سے نتجا و نہ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو اپنی ذات شریف سے توبل کا طریق بتایا۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور بینا ہو گیا۔ جیسا کہ آگے بالتفصیل آئے گا۔

ہم اس عنوان کو ایک مشہور واقعہ پر ختم کرتے ہیں جس کی کیفیت ذیل میں درج ہے:-

نجران کے نصاریٰ کے ساتھ مباہلہ

نجران مکہ مشرفہ سے جانب بین سات منزل کے فاصلہ پر ایک بڑا شہر ہے۔ جو نجران بن زبید بن شیبہ بن یعرب کے نام سے مشہور ہے۔ یہ شہر تک عرب میں عیسائی مذہب کا مرکز تھا۔ اول اس کے متعلق ۳۷ گاؤں تھے۔ جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک سال پیشتر یہاں کے

۱۔ یعنی مدینہ کی اطراف میں بادل تھا۔ اور مدینہ پرستا تھا۔ گھر مدینہ پرست بادل تیناٹ میں نہ رہتا تھا۔
۲۔ تیناٹ ایک عادی کا نام ہے۔ جو طائف کی طرف سے آتی ہے۔ اور کوہ احد میں شہداء کی قبروں کی حریم تک پہنچتی ہے۔

سے مستدرک حاکم۔ کتاب الطہارت۔

عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ میں آیا۔ جب وہ عصر کے بعد مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ تو ان کی نماز کا وقت آپنا مسجد میں انہوں نے شرق رو ہو کر نماز ادا کی۔ صبحیہ گرام منع کرنے لگے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف قلب اور توحیہ اسلام کو مدنظر رکھ کر ان سے تعرض کرنے سے منع فرمایا۔ اس وقت میں ساتھ آدمی تھے جن میں سے چوبیس ان کے اشراف میں ہوتے اور چوبیس میں سے تین مرجع کل تھے یعنی عبد المسیح جن کا لقب عاقب تھا۔ اور سید جس کا نام اہم اور بقول بعض شریحیل تھا۔ اور ابو حارثہ بن علقمہ جو ان کا اسقف (رہا پادری) تھا۔ حضور نے ان کو دعوت اسلام دی مگر وہ ویرا نہ ہوئے۔ بلکہ مباحثہ کرنے لگے۔ اور آخر کار کہنے لگے کہ اگر عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں۔ تو بتاؤ ان کا باپ کون تھا؟ اس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم
خلقہ من تراب لم قال لہ مکن فیکون
الحق من ربک فلا تکن من الممترین
من حاجت ینیدہ من بعد ما جاءک من
العلم فقل لعلو اندع ابناءنا و ابناءکم و
نساءنا و نساءکم و الفسنا و الفسک
ثم ینزل فنجعل لعنت اللہ علی الذین
رآل عمران - ۳۶

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک عیسیٰ مثال آدم کی۔ بنایا اس کو مٹی سے۔ پھر کہا اس کو ہو جا۔ وہ ہو گیا۔ حق بات ہے تیرے رب کی طرف سے۔ پس توبت نہ۔ شک میں پھر جو جھگڑا کرے تجھ سے اس بات میں بعد اس کے کہ پہنچ چکا تجھ کو ظلم۔ تو تو کہہ آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو۔ پھر دعا کریں۔ اور لعنت ڈالیں اللہ کی جھوٹوں پر۔

ان آیات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم کا نہ باپ تھا نہ ماں پس اگر حضرت عیسیٰ کا باپ نہ ہو۔ تو کیا عجب ہے۔ اگر نصارے اس قدر سمجھانے پر بھی قائل نہ ہوں۔ تو ان کے ساتھ قسم کرو۔ یہ بھی ایک صورت فیصلہ کی ہے۔ کہ دونوں طرف اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور دعا کریں۔ کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے۔ اس پر لعنت اور عذاب پڑے۔ اہل اسلام اس طرح کے فیصلے کو مبالغہ کہتے ہیں۔ اور یہ کیا خوب فیصلے کا ذہننگ ہے۔ کہ صرف عادل خفیہ جو بے رو سے دعایت اور بیخوبیوں چوک کے فیصلہ کرنے والا ہے۔ فیصلہ کرے اس ارشاد الہی کے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان علماء نصاریٰ سے مبالغہ کے لئے

کہا۔ انہوں نے مہلت مانگی۔ دوسرے روز صبح کو حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور امام حسین کو جو خود سال تھے۔ ہاتھ سے پکڑا، آپ کے پیچھے حضرت فاطمہ الزہراء ومان کے پیچھے حضرت علی مرتضیٰ مقام مباہلہ کو روانہ ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ جب میں دعا کروں تم آئیں کہنا پختن پاک کو دیکھ کر اچھا رشتہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

”میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے دعا کریں۔ کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے تو بے شک ان کی دعا سے ٹل جائے گا۔ اس لئے تم مباہلہ نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور روٹے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہے گا۔ اللہ کی قسم تمہیں اس کی نبوت معلوم ہو چکی ہے۔ اور وہ تمہارا صاحب (یعنی) کے بارے میں قول فیصل لایا ہے۔ اللہ کی قسم جس قوم نے پیغمبر سے مباہلہ کیا۔ وہ ہلاک ہو گئی۔“

یہ سن کر عیسائی ڈر گئے۔ اور مباہلہ کی جرأت نہ کر سکے۔ بلکہ صلح کر لی اور بجز یہ دینا قبول کیا۔ حضرت نے فرمایا اگر وہ مباہلہ کرتے۔ تو بندر اور صو رہن جاتے۔ اور بیہنگل ان پر آگ برساتا۔ اللہ بخران اور اس کے باشندوں کو تباہ کر دیتا۔ یہاں تک کہ کوئی پرندہ بھی درخت پر باقی نہ رہتا۔ نضارے کا اس طرح مباہلہ سے گریز کرنا صاف بتا رہا ہے۔ کہ اعدائے اسلام بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا کی اجابت کے نائل تھے۔ اس مباہلہ سے ایک اور بڑا نتیجہ نکلا۔ کہ اگر دین اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ اور حضور کو نبی برحق نہ ہوتے تو ہرگز اپنے دعوے پر خدا کے حضور جھوٹے پراحتت اور غضب الہی نازل ہونے کی بددعا کرنے کا حوصلہ اور جرأت نہ کر سکتے۔ کیا کوئی اپنی چالاکی سے خدا کو بھی دھوکا دے سکتا ہے؟ اگر ایسا ہو سکتا۔ تو عیسائی علماء کیوں دعا مانگنے کی جرأت نہ کر سکے۔

انگلیوں سے چشموں کی	حضرت مسلم بن ابی الجعد حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ پیر کے
طرح یانی کا جاری ہونا	دن لوگوں کو پیا ہوا لگی۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھانگل تھی۔

۱۰۰ ذرقانی علی المواہب بروایت ابن ابی شیبہ ذی نعیم وغیرہما۔ جزرہ راجع علیہ

۱۰۱ ابن سعد کی روایت میں ہے کہ عاقب و مسید کچھ مدت کے بعد جلد بدینہ میں آئے اور حضور کے دست مبارک

پر مشرف باسلام ہوئے۔ ۱۰۲ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوت فی الاسلام۔

آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ پس لوگ پانی کے لئے آپ کی طرف دوڑے۔ آپ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کی کہ آپ کی چھاگل کے پانی کے سوا ہمارے پاس نہ دھنوکہ کرنے کو پانی ہے۔ نہ پینے کو۔ آپ نے اپنا ہاتھ مبارک چھاگل پر رکھا۔ پس آپ کی انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ہم نے لیا۔ اور دھنوکا۔ میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا تم اُس دن کتنے تھے۔ حضرت جابر نے جواب دیا۔ کہ ہم ڈیڑھ ہزار تھے۔ اگر ایک لاکھ ہوتے۔ تو تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔

یہ معجزہ حضور سے متعدد دفعہ مختلف جگہوں میں ایک جماعت کثیرہ کے سامنے ظہور میں آیا۔ اور اس کے راوی حضرت جابر بن عبد اللہ۔ انس بن مالک۔ عبد اللہ بن مسعود۔ عبد اللہ بن عباس البعلی انصاری۔ زبید بن الحارث الصدائی اور ابو عمرہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ پس قطعاً الثبوت ہے۔ نظر باختصار یہاں صرف ایک روایت پر کفایت کی گئی ہے۔ یہ معجزہ بھی شق الفجر کی طرح حضور کے خصائص میں سے ہے۔

حیوانات کی طاعت اور کلام | جس طرح انسان جن کے نام پر قرعہ سعادت پڑا ہوا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے مطیع و مسخر ہیں۔ اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے حیوانات کو بطریق اعجاز و ترق عادت حضور کا مطیع و مسخر بنایا۔ ازاں جملہ چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

اونٹ کی شکایت اور سجدہ | حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ انصاری میں سے ایک اہلبیت کے ہاں ایک اونٹ تھا۔ جس سے آب کشی کیا کرتے تھے۔ وہ کمرش ہو گیا۔ اور اپنی پیٹھ پر پانی نہ اٹھاتا تھا۔ اونٹ کے مالک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ ہمارے ہاں ایک اونٹ ہے۔ جس سے ہم آب کشی کیا کرتے تھے۔ وہ کمرش ہو گیا ہے۔ اپنی پیٹھ پر پانی نہیں اٹھاتا۔ ہماری کھجوریں اور کھیتی سونکھ رہی ہے۔ آپ نے اپنے اٹھاپ سے فرمایا۔ کہ اٹھو اور اٹھو۔ اور آپ اُن کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے۔ وہ اونٹ اس باغ کے ایک گوشہ میں تھا۔ آپ اس کی طرف روانہ ہوئے۔ اصحاب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ اونٹ کاٹنے والے کے گتے کی مانند ہو گیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ کو تکلیف پہنچے۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں اس سے کچھ ڈر نہیں۔ جب اونٹ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو آپ کی طرف آیا۔ یہاں تک کہ آپ کے

۱۰ اس حدیث کو امام احمد و نسائی نے روایت کیا ہے۔ زہب و ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے۔

آگے سجدے میں گر پڑا۔ آپ نے اس کی پیشانی کے بال ہکڑے لٹے۔ اور وہ ایسا مطمع ہوا کہ کبھی نہ ہٹو
تھا۔ یہاں تک کہ آپ نے اس کو کام پر لگا دیا۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ
جوان لای عقل آپ کو سجدہ کرتا ہے۔ اور ہم عقلمند والے ہیں۔ اس لئے ہم اُس کی نسبت آپ کو سجدہ
کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ انسان کو سزاوار نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے
اگر ایک انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا۔ تو میں حکم دیتا۔ کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ
کرے۔ کیونکہ خاوند کا عورت پر بڑا حق ہے۔

حضرت عبد اللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ سب سے پسندیدہ شئی جس کو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے اوٹ بنا پارتے تھے۔ کوئی بلند چیز یا درختانِ خرما کا مجمع تھا۔
ایک دفعہ آپ انصار میں سے ایک شخص کے باغ میں داخل ہوئے کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اُس باغ میں
ایک اونٹ ہے۔ اُس اونٹ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ تو رو پڑا۔ اور اس کی دونوں
آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس آئے۔ اور اُس کے پس گوشت
پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ وہ چپ ہو گیا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟
انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو اس
چوپایہ کے بارے میں جس کا اللہ نے مجھے مالک بنا یا ہے۔ اللہ سے نہیں ڈرتا۔ اس نے میرے پاس
شکایت کی ہے۔ کہ تو اُسے بھوکا رکھتا ہے۔ اور کثرت استعمال سے اسے تکلیف دیتا ہے۔

بکری کی طاعت اور سجدہ | حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے
ایک باغ میں داخل ہوئے۔ اور آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر و عمر اور انصار کے چند اشخاص تھے اِس
باغ میں ایک بکری تھی۔ اُس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سجدہ کیا۔ حضرت ابو بکر
نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس بکری کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے
فرمایا۔ میری امت کو سزاوار نہیں۔ کہ ایک دوسرے کو سجدہ کرے۔ اگر ایک کا دوسرے کو سجدہ کرنا
جائز ہوتا۔ تو میں حکم دیتا۔ کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

اسے اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔ (تیسرا وصال۔ موابہ لہ نبیہ)
اسے دلائل حافظ البرنعمی ص ۱۱۱، امام احمد بن حنبل نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ (تیسرا وصال۔ موابہ لہ نبیہ)
عیاض۔ جز ثالث۔ ص ۱۱۱

ام معبد کی بکری کا قصہ حالات ہجرت میں آچکا ہے۔ دودھ نہ دیتی تھی حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاء سے اُس نے دودھ دیا۔

بھیرٹے کی شہادت اور طاعت | حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بھیرٹا بکریوں کے لیڈر کی طرف آیا۔ اس نے بکریوں میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ چرواہے نے بھیرٹے کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ بکری اُس سے چھڑالی۔ پس بھیرٹا ایک ریت کے ٹیلے پر چڑھ گیا۔ ادرکتے کی طرح اپنے چوتڑوں پر بیٹھ گیا اور اپنی دم کو اپنے پاؤں کے درمیان کر لیا۔ اور بولا میں نے رزق کا قصد کیا۔ جو اللہ نے مجھے دیا۔ اور میں نے اُسے لے لیا۔ پھرتوں نے اُسے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا۔ خدا کی قسم! میں نے آج کی طرح کسی دن بھیرٹے کو کلام کرتے نہیں دیکھا۔ بھیرٹے نے کہا۔ کہ اس سے عجیب تر ایک شخص (حضرت محمد علی اللہ علیہ وسلم) کا حال ہے۔ جو نخلستان میں حجرہ کے درمیان یعنی نبیہ میں تمہیں خبر دیتا ہے۔ جو کچھ گزر چکا ہے۔ اور جو کچھ تمہارے بعد مرنے والا ہے (اور لوگ اس معنی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے) حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے۔ کہ چرواہا یہودی تھا اُس نے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق کی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس طرح کے امور قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ نزدیک ہے کہ ایک شخص اپنے گھر سے نکلا گا پس وہ واپس نہ آئے گا۔ یہاں تک کہ اس کے ہر ذرہ عمل اور اس کا تازیانہ بتائے گا۔ کہ اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل خانہ نے کیا عمل کیا ہے!

حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ کہ ایک چرواہا حجرہ میں بکریاں چرا رہا تھا۔ ناگاہ ایک بھیرٹا اُس کی بکریوں میں سے ایک بکری کو پکڑنے آیا۔ چرواہا بکری اور بھیرٹے کے درمیان

۱۷ اس قصہ کو شرح السنہ میں اودابن عبد البر نے استیعاب میں اور ابن الجوزی نے کتاب الوفا میں نقل کیا ہے۔ (مشکوٰۃ باب فی المعجزات۔ فصل ثالث)

۱۸ مشکوٰۃ باب فی المعجزات بحوالہ شرح السنہ۔ خصائص کبریٰ۔ جز ثانی۔ ص ۱۱۱ میں ہے۔ کہ اس حدیث کو امام احمد و حافظ البرنعمی نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

۱۹ بقول ذہبی اس کا نام ایسان بن اوس سلمی تھا۔ جو حجرہ الوبہ میں یہودی چرا رہا تھا۔ ایسان مذکور صحابی ہیں جنہوں نے حضرت امیر معاویہ کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔

حائل ہو گیا۔ بھیڑ یا اپنی دم پکتے کی طرح بلیٹھ گیا۔ پھر چرواہے سے بولا۔ کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ میرے رزق کے درمیان جو اللہ نے میرے قابو میں کر دیا ہے حائل ہوتا ہے۔ چرواہے نے کہا تعجب ہے۔ کہ بھیڑ یا انسان کی طرح کلام کرتا ہے۔ بھیڑیے نے کہا۔ دیکھو! میں تجھے اس سے بھی عجیب بات بتاتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو حجرہ سنگلاخ زمینوں کے درمیان (مدینہ میں) لوگوں سے گذشتہ امتوں کے حال بیان فرما رہے ہیں۔ (اور وہ اس اُمّی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے) پس چرواہے نے بکریاں ہانک لیں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ میں آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بھیڑیے کا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سچ ہے۔ دیکھو درندوں کا انسان سے کلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ قسم ہے اس کی ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قیامت نہ اوائے گی یہاں تک کہ درندے انسان سے کلام کریں گے۔ اور انسان سے اس کے جوتے کا تسمہ اور اس کے کوزے کا سر کلام کرے گا۔ اور انسان کو اس کی ان خبر سے گی۔ جو اس کی پیروی نے اس کی غیر عارضی میں کیا۔ حضرت حمزہ بن اسید روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے جنازے میں نکلے۔ دیکھتے کیا ہیں۔ کہ ایک بھیڑ یا راستے میں پاؤں پھیلائے بیٹھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ تم سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے۔ اس کے لئے کچھ مقرر کرو۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہر اونٹ پر ہر سال ایک بکری۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ تو بہت ہے۔ آپ نے بھیڑیے کی طرف اشارہ فرمایا۔ کہ یہاں سے جلدی چل دو۔ بھیڑ یا یہ سن کہ چلا گیا۔

شیر کی طاعت | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہ کا بیان ہے کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار ہوا۔ وہ کشتی ٹوٹ گئی۔ پس میں اس کے ایک تختے پر چڑھ بیٹھا اور ایک بن میں بھاگلا۔ جس میں شیر تھے۔ ناگاہ ایک شیر آیا۔ جب میں نے اُسے دیکھا۔ تو میں نے

سہ حرمہ البورہ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام ہے۔ دیکھو: ذوالنوال للعلامة السہودی
سے مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی۔ باب اشراط الساعة

۱۳۷ اس حدیث کو حافظ الخیم اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔ خصائص کبرے۔ جزو ثانی۔ ص ۶۳

کہا۔ اے ابوالخاریث! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ غلام سفینہ بنوں۔ یہ سن کر شیر
وَم ہلاتا ہوا آیا۔ بیان تک کہ میرے پہلوں کھڑا ہو گیا پھر میرے ساتھ چلا۔ یہاں تک کہ مجھے
راستے پر ڈال دیا۔ پھر اُس نے کچھ دیر آواز نہی نکالی۔ میں سمجھا کہ یہ مجھے وواغ کرتا ہے۔

جب ہجرت کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوہ ثور کے غار میں تھے۔ تو اس غار
کے منہ پر کھڑی نے جالاننا ہوا تھا۔ اور کنارے پر کھڑی نے اندھے دے لکھے تھے۔ کفار
لقاب میں وہاں پہنچے۔ اس عجیب دریا کی ویا سمبانی کو دیکھ کر واپس ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ
اگر حضرت اس میں داخل ہوتے۔ تو کھڑی جالاننا تھی اور کھڑی اندھے نہ دیتی۔ ہشتک مذکورہ بالا کے
علاوہ بہرہ کا قصہ اور سو سمار کی حدیث مشہور ہے۔

نباتات کا کلام و طاعت | جس طرح حیوانات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کے میلہ تھے
اور سلام و شہادت | اسی طرح نباتات بھی آپ کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ درختوں کا آپ

کی خدمت نغمہ میں آنا۔ اور سلام کرنا۔ اور آپ کی رسالت پر شہادت دینا احادیث کثیرہ سے ثابت
ہے۔ جن میں سے صرف دو تین مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب
میری طرف وحی بھیجی گئی۔ تو جس پتھر اور درخت پر میرا گزرتا تھا۔ وہ کہتا تھا۔ السلام علیک
یا رسول اللہ۔

حضرت بن عمر کا بیان ہے۔ کہ ایک سفوس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے
ایک بادیشین عرب آپ کے سامنے آیا۔ جب وہ ننگا ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس سے فرمایا۔ کہ کیا تو خدا کی وحدانیت اور محمد کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟ اُس نے کہا۔ آپ
جو کچھ فرماتے ہیں اُس پر کون شہادت دیتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ درخت ہے
پس آپ نے اُسے بلایا۔ حالانکہ وہ وادی کے کنارے پر تھا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا سامنے آکر کھڑا ہوا۔
آپ نے تین بار اُس سے شہادت طلب کی۔ اور اُس نے تینوں بار شہادت دی۔ کہ واقع میں ایسا

۱۷ شہ کی کیفیت ہے۔ ۱۸ اس حدیث کو ابن سعد والبرقانی ویزید ابن مندہ وحاکم بیہقی والترمذی نے نقل کیا ہے
اور حاکم نے تصحیح کی ہے۔ اور لغوی وہ بن عساکر نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اسے جز ثانی ۱۷۵
۱۸ اس حدیث کو نیز اللہ والترمذی نے روایت کیا ہے (مواہب اللدینہ)۔

آپ نے تین بار اُس سے شہادت طلب کی۔ اور اس نے تینوں بار شہادت دی۔ کہ واقع میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ پھر درخت اپنی جگہ پر چلا گیا۔

حضرت ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ بنی عامر بن صعصعہ میں سے ایک بادشاہ نے عرب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آیا اور کہنے لگا میں کس چیز سے پہچانوں۔ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا بتا اگر میں اس درخت خرمہ کی شاخ کو بلالوں تو کیا تو میری رسالت کی گواہی دے گا؟ اس نے عرض کیا۔ ہاں۔ پس آپ نے اس شاخ کو بلایا۔ وہ درخت سے اترنے لگی۔ یہاں تک کہ زمین پر گری۔ اور پھدکنے لگی۔ حافظ ابو نعیم کی روایت میں ہے۔ کہ وہ آپ کی طرف آئی اور سجدہ کر رہی تھی۔ اور اپنا سر اٹھا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے پاس پہنچ گئی۔ اور آپ کے آگے کھڑی ہو گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اچھی جگہ پر واپس چلی جا۔ پس وہ اپنی جگہ واپس چلی گئی۔ پیدیکچہ کہ اس اعرابی نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور ایمان لے آیا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری یہاں تک کہ ہم ایک فراخ داوی میں اترے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپ نے کوئی چیز نہ دیکھی جس کے ساتھ پردہ کر لیں۔ ناگاہ آپ نے اُس داوی کے ایک کنارے سے درخت دیکھے۔ آپ نے اُن دو میں سے ایک کے پاس قدم بچھ فرمایا۔ اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں ارشاد فرمایا۔ اللہ کے اذن سے میری فرمانبرداری کر۔ اس درخت نے آپ کی فرمانبرداری کی۔ جیسا کہ نکیل والا اونٹ شتر بان کی فرمانبرداری کرتا ہے۔ یہاں تک کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے۔ اور اُس کی ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا۔ اللہ کے اذن سے تم دونوں مجھ پر مل جاؤ۔ پس وہ درخت باہم مل گئے۔ حضرت جابر کہتے ہیں، پس میں اپنے دل میں اس امر عجیب کی نسبت حیرت سے سوچنے لگا۔ میں نے جو نظر اٹھائی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ

سے مشکوٰۃ۔ باب فی المعجزات۔

سے اس حدیث کو امام احمد نے اور امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اور دارمی اور ترمذی اور حاکم و بیہقی و ابو نعیم و ابویعنی و ابن سعد نے روایت کیا ہے۔ اور ترمذی اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔ حضرت انس کبریٰ۔ جزو ثانی ص ۱۲۱
سے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے (مشکوٰۃ باب فی المعجزات۔ فصل اول)

صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف آرہے ہیں۔ اور وہ درخت جلا جلا ہو گئے ہیں۔ اور ہر ایک
صلی حالت میں اپنے تئیں پر قائم ہے۔

جمادات کی طاعت | جس طرح نباتات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر فرمان تھے اسی طرح
اور تسبیح و سلام | جمادات بھی آپ کے مطیع تھے۔ چنانچہ حجر و شجر کا آپ کو سلام کرنا۔ اور
آپ کی رسالت پر شہادت دینا اور آپ کا ہے سخت پتھروں کا آپ کے لئے نرم ہو جانا اور حضور
بیت المقدس کا خمیر کی مانند ہونا اس کتاب میں آگے آئے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا
ایک روز ہم اُس کے بعض نواح میں نکلے۔ جو پہاڑ یا درخت آپ کے سامنے آتا تھا۔ وہ
کہتا تھا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔

حضرت ابو ذر کا بیان ہے۔ کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت چلا۔ ناگاہ نبی صلی
اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ میں نہ تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا۔ اُس نے کہا۔ کہ حضرت
عائشہ کے گھروں میں ہیں۔ میں وہاں آپ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور کوئی آدمی
آپ کے پاس نہ تھا۔ مجھے اُس وقت گویا یگانا ہوتا تھا۔ کہ آپ وحی کی حالت میں ہیں۔ میں نے آپ
کو سلام کہا۔ آپ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ مجھے کیا چیز یہاں لائی؟ میں نے عرض کیا
اللہ اور رسول کی محبت پس آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ بیٹھ جا میں آپ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ نہ
میں آپ سے کچھ پوچھتا تھا۔ اور نہ آپ مجھ سے کچھ فرماتے تھے۔ میں تھوڑی دیر بٹھرا کہ اتنے میں حضرت
ابوبکر جلدی چلتے ہوئے آئے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا۔ آپ نے سلام کا
جواب دیا۔ پھر فرمایا۔ مجھے کیا چیز یہاں لالی؟ حضرت ابوبکر نے عرض کیا۔ اللہ اور رسول کی محبت۔
پس آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ کہ بیٹھ جا۔ وہ ایک بلند جگہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل بیٹھ
گئے پھر حضرت عمر آئے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ویسا
ہی فرمایا۔ حضرت عمر حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے پھر اسی طرح حضرت عثمان آئے اور حضرت عمر کے

۱۔ ترمذی شریف مطبوعہ احمدی۔ جلد ثانی ص ۲۳

۲۔ اس حدیث کو بخاری و ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (خصائص کبریٰ - خواجہ ابوبکر لدینی)

پہلو میں بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو یا اس کے قریب سنگریزے لئے۔ ان سنگریزوں لئے آپ کے ہاتھ مبارک میں تسبیح پڑھی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ میں ان میں شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی گئی (پھر آپ نے ان کو زمین پر رکھ دیا۔ پس وہ چپ ہو گئے) پھر آپ نے وہ سنگریزے مجھے چھوڑ کر حضرت ابو بکر کو دیئے۔ ان سنگریزوں نے حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی۔ (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ نے وہ سنگریزے حضرت ابو بکر سے لے کر زمین پر رکھ دیئے۔ پس وہ چپ ہو گئے۔ اور ویسے ہی سنگریزے بن گئے۔ پھر آپ نے حضرت عمرؓ کو دیئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں پڑھی تھی (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی مانند ان کی آواز سنی) پھر آپ نے زمین پر رکھ دیئے۔ پس وہ چپ ہو گئے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان کو دیئے۔ ان کے ہاتھ میں بھی انہوں نے تسبیح پڑھی جیسا کہ حضرت ابو بکر کے ہاتھ میں پڑھی تھی۔ (یہاں تک کہ میں نے شہد کی مکھی کی آواز سنی) پھر آپ نے لے کر ان کو زمین پر رکھ دیا۔ پس چھپ ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نبوت کی علامت ہے۔

حضرت امام محمد باقر فرماتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے۔ حضرت جبریلؑ ایک شواہن لائے جس میں دہشت سے) اتار اور انکو رکھتے۔ جب آپ نے تناول فرمانے کے لئے اٹل میں سے کچھ اٹھایا تو اس میں سے سبحان اللہ کی آواز آئی۔

یہ عارفی حادثہ تسبیح اللطعمہ بہت دفعہ آپ کے اصحاب کرام سے بھی ظہور میں آیا ہے۔

۱۷ ابن عباس کی روایت میں ہے کہ نبوت انیس برس حضرت عثمان غنی کے بعد یوں آئی ہے۔ لہٰذا صیہن فی ایدینا زین العابدینؑ نے نبوت خداوند منہن درضا نفس کبریٰ۔ جز زانی صاحب ترجمہ پھر حضور نے ان سنگریزوں کو ہم میں سے ایک ایک کے ہاتھ میں رکھا۔ پس ان میں سے کسی سنگریزہ کے تسبیح نہ پڑھی۔

۱۸ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضور اقدس نے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو حضرت ابو بکر کو باوجودیکہ وہ مجلس میں اور دنیا کی نسبت آپ سے قریب تھے سنگریزے نہ دیئے۔ بلکہ ان کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ کو عمرؓ و عثمانؓ کو دینے اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ حضرت ابو بکرؓ سے نہ تھے۔ حضرت علیؓ کو اللہ وہم الظاہر اس مرتبہ پر حاضر نہ تھے۔ لہٰذا یہ کچھ قضاے خاصہ عینان۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں: "ہم البتہ بے شک طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے۔ جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔"

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس بن عبد المطلب سے فرمایا۔ اے ابو الفضل اہل تم اور تمہارے بیٹے اپنے مکان سے نہ جائیں۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آؤں۔ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے۔ پس انہوں نے آپ کا انتظار کیا۔ یہاں تک کہ آپ چاشت کے بعد شریف لائے۔ آپ نے فرمایا۔ السلام علیکم انہوں نے جواب دیا۔ وعلیکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتہ آپ نے فرمایا۔ تم نے کیونکر صبح کی۔ انہوں نے عرض کی سجد اللہیم لے بخیریت صبح کی۔ پس آپ نے ان سے فرمایا۔ نزدیک ہو جاؤ۔ وہ ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ کے متصل ہو گئے۔ تو آپ نے اپنی چادر مبارک سے ان کو ڈھانپ لیا۔ اور یوں دعا فرمائی: "اے میرے پسرے اور گاریہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے۔ اور یہ میرے طبیعت ہیں۔ تو ان کو درخ کی آگ سے یوں چھپالینا جیسا میں ان کو اپنی چادر میں چھپالیا ہے۔" اس پر گھر کے آستانہ اور دیواروں نے تین بار آمین کہی۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوہ احد پر چڑھے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ وہ پہاڑ ہلا۔ آپ نے اسے اپنے پائے مبارک سے ٹھکرا کر فرمایا۔ تو ساکن رہ۔ کیونکہ تجھ پر نبی اور صدیق اور شہید ہیں۔

حضرت عثمان سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ تبیر پر تھے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر و عمر اور میں تھا۔ وہ پہاڑ ہلا۔ یہاں تک کہ اس کے پتھر نیچے دامن کوہ میں

۱۔ صحیح بخاری۔ باب علامات النبوة فی الاسلام۔

۲۔ اس حدیث کو بہیقی نے دلائل میں بالطوالت روایت کیا ہے۔ اور ابن ماجہ نے بار مختصار نقل کیا ہے

۳۔ مواہب لدنیہ حافظ ابونعیم نے بھی دلائل میں اسے روایت کیا ہے۔

۴۔ ان کے نام مبارک یہ ہیں۔ فضل۔ عبد اللہ۔ عبد اللہ۔ قاسم۔ معبد۔ عبد الرحمن رضی اللہ عنہم۔ یہ سب

لم الفضل کے لقب سے تھے۔

۵۔ اس حدیث کو امام بخاری و امام احمد نرندی و ابو حاتم نے روایت کیا ہے۔ مواہب لدنیہ۔

۶۔ یہ حدیث فی ذی ذی دارہ نقلی میں ہے۔ مواہب لدنیہ۔

گر بڑے۔ آپ نے اپنے پائے مبارک سے ٹھکرا کر فرمایا۔ اسے شبیر اساکن رہ۔ کیونکہ تجھ پر
بنی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی
و طلحہ و زبیر کوہ جرابہ تھے۔ وہ پہاڑ ہلا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے حرابہ اساکن رہ کیونکہ
تجھ پر نہیں۔ مگر بنی یا صدیق یا شہید۔ ایک رات میں سعد بن ابی وقاص کا ذکر ہے۔ اور حضرت
علی کا ذکر نہیں۔ اور ایک روایت میں سوائے ابو عبیدہ کے تمام عشرہ مبشرہ کا ذکر ہے۔ اور ایک
روایت میں ہے۔ کہ جب ہجرت کے وقت قریش نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش
میں اپنے آدمی بھیجے۔ تو کوہ شبیر نے کہا۔ یا رسول اللہ! اترے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے۔ کہ وہ
آپ کو میری پشت پر گھنٹی کر دیں۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ پس حرابہ نے کہا۔
یا رسول اللہ! میری طرف آئیے۔

حضرت جابر سے روایت ہے۔ کہ جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھا کرتے تھے
آپ مسجد کے ستونوں میں سے ایک درخت خرما کے خشک تنے سے پشت مبارک لگایا کرتے
تھے۔ جب آپ کے لئے منبر بنایا گیا۔ اور آپ اُس پر رونق افروز ہوئے۔ تو اُس تنے نے جس کے
پاس خطبہ پڑھا جابا کر تا تھا۔ فریاد کی۔ یہاں تک کہ قریب تھا۔ کہ دو پارہ ہو جائے۔ پس نبی
صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے اتر آئے۔ یہاں تک کہ اس نے آرام و قرار پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا۔ کہ یہ اس لئے رویا۔ کہ جو ذکر یہ سنا کرتا تھا۔ وہ اب اس سے جدا ہو گیا۔ اس ستون کو نالہ
کرنے کے سبب حنانہ بولتے ہیں۔ نالہ حنانہ کی حدیث متواتر ہے۔ اس لئے اس میں کسی طرح کے شک کی

لہ یعنی جو تجھ پر ہیں ان میں سے ہر ایک نہیں مگر بنی یا صدیق یا شہید۔ مطلب یہ کہ ان میں سے ہر ایک اوصاف
ثلاثہ سے خارج نہیں۔

۱۰ عشرہ مبشرہ جو دس صحابی ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہشت کی بشارت دی ان کے نام
مبارک یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد بن ابی وقاص و عبد الرحمن بن عوف و ابو عبیدہ
بن جراح و سعید بن زید رضی اللہ عنہم۔

۱۱ دیکھو مواہب لدنیہ اور مدارج النبوة۔

۱۲ اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔ (شکوٰۃ باب فی المعجزات)

گنجائش نہیں۔

فتح مکہ کے روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے۔ اور مہاجرین و انصار آپ کے آگے بیچھے اور دائیں بائیں تھے۔ آپ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا۔ پھر طواف کیا۔ اس وقت بیت اللہ شریف کے گہرا دروازہ پر تین سو ساٹھ بت تھے۔ جو راتگ کے ساتھ پتھروں میں نصب کئے ہوئے تھے۔ حضور کے دست مبارک میں ایک لکڑی تھی۔ اُس سے آپ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے اور یہ پڑھتے :-

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ وَإِنَّ الْبَاطِلَ
كَانَ زَهُوقًا۔ (بنی اسرائیل - ۸۱)

دالا ہے۔

وہ منہ کے بل گہرا ہوتا۔ اس طرح آپ نے بیت اللہ شریف کو بتوں سے پاک کر دیا۔ بدر کے دن جب لڑائی سخت ہو گئی۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور قریش کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ شہادت الوجوه (ان کے چہرے بد شکل ہو گئے) پھر ان کی طرف پھینک دی۔ کفار کو شکست ہوئی۔ اسی بار سے میں یہ آیت نازل ہوئی :-

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَجِجَ
اللَّهُ رَمِي

اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔

اسی طرح حنین کے دن جب حضور کے ساتھ صرف چند صحابہ رہ گئے۔ تو آپ نے اپنے چہرے سے اتر کر ایک مشت خاک لی۔ اور شہادت الوجوه کہہ کر کفار کی طرف پھینک دی۔ کوئی کاٹرا بسانہ تھا۔ کہ جس کی آنکھوں میں وہ مٹی پڑی ہو۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔

مغیبات پر مطلع ہونا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے آپ کا مغیبات پر مطلع ہونا اور غیب ماضیہ اور مستقبلہ کی خبر دینا بھی ہے۔ علم غیب بالذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے جو کچھ اس قبیل سے حضور کی زبان مبارک سے ظاہر ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی وحی و الہام سے ہوا۔ جیسا کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے :-

وَإِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِنْهُ لَنَنْزِلَنَّ إِلَيْكُمْ مِنْ سَمَوَاتِنَا آيَاتٌ فَاعْلَمُوا

اور اسی طرح ہم نے تم کو بترا متنبیایا تاکہ تم

سے صحیح مسلم غزوہ حنین

شَهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونُ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ

شَهِيدًا رِبْعَةٌ - (ع)

(۳) ذَالِكَ مِنْ أَنْبَاءِ النَّبِيِّ لَوْ حِيدَ إِلَيْكَ

رَأَى عَمْرَأَ - (ع)

(۳) وَإِنَّمَا كَانَ اللَّهُ بِخَلْقِكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَ

لَكِنَّ اللَّهَ يَخْتَصِي بِمَنْ يُرِيدُ مَنْ يَشَاءُ -

رَأَى عَمْرَأَ - (ع)

(۴) وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ

اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا - (نساء - ع)

(۵) يَلِكُ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا

إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَخْلَاهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ

مِنْ تَمَلُّهِ هَذَا - (هود - ع)

(۶) ذَالِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ لَوْ حِيدَ إِلَيْكَ

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذَا جَعُوا أَمْرَهُمْ وَ

هُدًى يَكُونُونَ (يس - ع)

(۷) فَأَوْحَى إِلَى عَبْدِهِ مَا أَوْحَى (نجم - ع)

(۸) مِلَّةَ الْغَيْبِ فَلَا يُظَاهِرُهَا غَيْبِيَّةَ

أَحَدًا إِلَّا الْأَمِينُ! (تفضی من رسول)

(جن - ع)

لوگوں پر گواہ ہو نہ رسول تم پر گواہ ہو۔

یہ غیب کی خبر دلا سے ہے۔ جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔

نہیں ہے اللہ کہ خبر دلا کرنے تم کو غیب پر لیکن اللہ پسند کرتا ہے اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہے

اور خدا نے اتاری تجھ پر کتاب اور حکمت۔ اور سکھایا تجھ کو۔ جو کچھ کہتے زبانتا تھا۔ اور اللہ کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔

یہ بعض خبریں میں غیب کی جن کریم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ ان کو جانتا نہ تھا تو اور نہ تیری قوم اس سے پہلے۔

یہ غیب کی خبروں سے ہے۔ جسے ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں۔ اور تو ان کے پاس نہ تھا جس وقت انہوں نے اپنا کام منفر کیا اور وہ مکر کرتے تھے۔

پس اللہ نے وحی پہنچائی اپنے بندے کی طرف پہنچائی۔ وہ غیب کا جاننے والا پس مطلع نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو مگر وہ پیغمبر جس کو اس نے پسند کر لیا۔

اس ضمنوں کی اور آیتیں بھی ہیں۔ ان سب کی تفسیر کے لئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے

یہاں صرف آیت (۱) کے حصہ اخیر کی نسبت کچھ ذکر کیا جاتا ہے۔ علامہ اسماعیل حقی قدس سرہ اپنی تفسیر روح البیان میں بعض ارباب حقیقت کا قول یوں نقل فرماتے ہیں۔

ومعنى شهادة المرسل عليهم طرأته
على رتبة كل متدين بدينه وحقيقته
التي هو عليها من دينه وحقابه الذي
هو به محبوب عن كمال دينه فهو يعرف
ذاتهم وحقيقه ايما لهم واتسانهم
وحسانهم ومياتهم وامراضهم
ونفاسهم وغير ذلك بدر الحق -

ان پبلہ رسول کے گواہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حضور مصلح
ہیں اپنے دین کے ہر متدین سے۔ نتیجہ پر۔ اور اس کے
ایمان کی حقیقت پر۔ اور اس حجاب پر۔ کہ جس کے سبب
سے وہ کمال دین سے محبوب ہے۔ پس حضور ان کے
گناہوں کو اور ان کے ایمان کی حقیقت کو اور ان کے
اعمال کو اور ان کی نیکیوں اور برائیوں کو اور ان کے
اخلاص و نفاق وغیرہ کو نور نبوت سے پہچانتے ہیں۔

اسی طرح مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ تفسیر غزالی میں تحریر فرماتے ہیں: وَيَكُونُ الرَّسُولُ
عَلَيْكُمْ شَهِيدًا - یعنی وہ باشند رسولی شمار شمار گواہ۔ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین
بدین خود کہ در کلام در جہان دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او صلیست۔ و حجاب کہ ہر ان
ترقی محبوب مانده است کدام است۔ پس او سے شمس گناہان شمار و در بات ایمان شمار و اعمال
نیک و بد شمار و اخلاص و نفاق شمار است۔

حالت خواب میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے حالات سے آگاہ رہا کرتے تھے
چنانچہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ ملاحسن کشمیری کو یوں
تحریر فرماتے ہیں۔ حدیث تمام عینای ولا ینام قلبی کہ تحریر یافتہ بود اشارت بدوام
آگاہی نیست۔ بلکہ اخبار است از عدم خفت از جریان حوال خویش و امت خویش۔
عالم پر رخ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے احوال سے آگاہ رہتے ہیں۔
چنانچہ علامہ قسطلانی آداب زیارت میں یوں تحریر فرماتے ہیں :-

ويذني ان يقف عن محاواة اربعة
اذنم ويلزم الارب والخشوع والتواضع
غاض البصراني مقام لهيبه كما كان
يفعل في حال حياته اذ لا فرق بين

جاہلے گزیرا بت کرنے والا نہ شریف سے چارہ لفظ پر
سلا منہ کوٹا ہر دے۔ اور ادب و خشوع و تواضع کو لازم
یکڑے۔ اور مقام ہیبت میں آنکھیں بند کرے جیسا کہ
حضور کی حیات شریف کی حالت میں کیا جاتا تھا کیونکہ

۱۰ مکتوبات احمدیہ - جلد اول - مکتوب ۹۹ -

موتہم وجباتہم فی مشاہدہ تہ لا امتدو
 معرفتہ باحوالہم ونیاتہم وعزائمہم
 وخواطرہم ذالک عندہ لا جلی لا خفا
 بہ۔ فان قلت ہذا لا الصفات فخصتہ
 باللہ تعالیٰ فالجواب ان من انتقل
 الی عالم البرزخ من المؤمنین یعلم
 احوال الاحیاء غالباً وقد وقع کثیر
 من ذالک کما ہو مسطور فی مظنۃ
 ذالک من الکتب وقد روی ابن المبارک
 عن سعید بن المسیب قال لیس من
 یوم الا و تعرض علی النبی صلی اللہ علیہ
 وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ
 فیعرضون بسیماہم واعمالہم فلذالک
 یشہد علیہم (مواہب لدنیہ)

اپنی امت کے مشاہدے اور ان کے احوال و نیات
 و عزائم و خواطر کی معرفت میں حضور کی موت و حیات
 یکساں ہے۔ اور یہ آپ کے نزدیک ظاہر ہے۔ اس
 میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ اگر اعتراض کیا جائے کہ یہ
 صفات تو اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں۔ تو اس کا جواب یہ
 ہے کہ (کامل) مومنوں میں سے جو شخص عالم برزخ میں
 بلا جاتا ہے۔ وہ زندوں کے حالات غالباً جانتا ہے۔
 ایسا بہت وقوع میں آیا ہے۔ جیسا کہ اس سے متعلق
 کتابوں میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مبارک
 نے بروایت سعید بن مسیب نقل کیا ہے کہ کوئی دن
 ایسا نہیں کہ صبح و شام امت کے اعمال آنحضرت صلی
 علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہوں۔ لہذا آپ ان کے
 اعمال کو اور خود ان کو ان کے چہرے سے پہچانتے
 ہیں اسی واسطے آپ ان پر گواہی دیں گے۔

مواہب لدنیہ کی طرح مدخل ابن حاج میں بھی زیارت سید الاولین و الآخرین میں یہی مضمون مذکور
 ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے :-

فاذا زارہ صلی اللہ علیہ وسلم فان قدما
 ان لا یحبس فہو بہ اولی فان عجز فہ
 ان یحبس باکادب و الاحترام والتعظیم
 وقد لا یحتاج الزائر فی طلب حوائجہ
 ومغفراۃ ذنوبہ ان ینکر کما بلسانہ
 بل یحضر ذالک فی قلبہ وهو حاضر
 بین ید یدہ صلی اللہ علیہ وسلم لانه

جس وقت زائر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت
 کرے۔ اگر وہ طاقت رکھتا ہو کہ نہ بیٹھے۔ تو اس کے
 لئے نہ بیٹھنا اولیٰ ہے۔ اگر وہ کھڑا رہنے سے عاجز ہو۔
 تو اسے ادب و احترام و تعظیم سے بیٹھنا جائز ہے۔ زائر
 کے لئے اپنی حاجتیں اور گناہوں کی معافی طلب
 کرنے میں یہ ضروری نہیں کہ ان کو اپنی زبان سے ذکر
 کرے۔ بلکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں

عليه الصلوة والسلام اعلم منه بجوانحه
 ومصالحه واحم به منه لنفسه و
 اشفق عليه من افاربه وقد قال عليه
 الصلوة والسلام (ما مثلي ومثلكم
 كمثل الفئاض تقعون في النار وانا
 اخذ الحجج كمن عنها) او كما قال وهذا
 في حقه صلى الله عليه وسلم في كل وقت واوان
 اعنى في التوسل به وطلب الجوارح بجاهه عند
 ربه عز وجل ومن لم يقدر له زيارة
 صلى الله عليه وسلم بحسبه فليدونها
 كل وقت بقلبه وليحضر قلبه له حاضر
 بين يديه متشفعا الى من عن به عليه
 (مدخل لابن الحاج - جزع اول - زيارت
 سيد الاولين والاخرين صلى الله عليه وسلم)
 علامہ سیوطی عالم برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشغال یوں تحریر فرماتے ہیں
 النظر في اعمال امته والاستغفار لهم
 من السيئات والدعاء بكشف البلاء
 عنهم والتروفي اقطار الارض لحول البركة
 فيها وحضور جنازة من مات من
 صالحى امته فان هذه الامور من جملة
 اشغاله في البرزخ كما وردت بذلك
 الاحاديث والآثار

دل میں حاضر کرنے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 کوڑا لڑکی حاجات و ضروریات کا علم خود رائے سے زیادہ
 ہے۔ اور حضور اُس پر خود اُس کی نسبت زیادہ رحم والے
 اور اُس کے اقارب سے زیادہ شفقت والے ہیں چنانچہ
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے: "میرا حال اور
 تمہارا حال پر دہائیوں کے حال کی طرح ہے کہ تم آگ میں گرتے
 ہو اور میں تم کو کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں۔" اور
 یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہر وقت اور ہر لحظہ
 میں ہے یعنی حضور سے تزلزل کرنے میں اور آپ کے جاہ کے
 وسیلہ سے حاجتیں مانگنے میں۔ اور جس شخص کے لئے
 بنات خرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مقدّمہ
 ہو اُسے چاہئے کہ ہر وقت اپنے دل میں زیارت کی نیت کرے
 اور یہ سمجھے کہ میں حضور کے سامنے حاضر ہوں اور حضور کو
 اللہ میں شفیع لادہ ہوں جس آپ پیچ کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے
 علامہ سیوطی عالم برزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشغال یوں تحریر فرماتے ہیں
 اپنی امت کے اعمال کو دیکھنا۔ اور ان کے گناہوں کی
 بخشش طلب کرنا۔ اور ان سے بلا دورہ کرنے کی دعا کرنا۔
 اور اقطار زمین میں علول برکت کے لئے تشریف لے جانا
 اور اپنی امت کے صالحین میں سے کسی کے جنازے
 میں حاضر ہونا۔ کیونکہ یہ امور برزخ میں حضور کے
 اشغال میں سے ہیں۔ جیسا کہ احادیث و آثار
 میں وارد ہے :-

لہ انتباه الاذکبار فی حیات الانبیاء مطبوعہ مطبع محمدی واقع لاہور۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کو علم ماکان و مایکون عطا فرمایا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں (و عطف کے لئے) کھڑے ہوئے۔ اس مقام میں آپ نے جو کچھ قیامت تک واقع ہونے کو ہے سب بیان فرمایا۔ اسے یاد رکھا جس نے یاد رکھا اور بھلا دیا جس نے بھلا دیا۔ اس واقعہ کا میرے ان یاروں کو علم ہے اور جو کچھ آپ نے خبر دی اس میں سے ایسی چیز واقع ہوتی ہے جس میں بھول گیا۔ پس اس کو دیکھتا ہوں۔ تو یاد کر لیتا ہوں جس طرح ایک شخص دوسرے شخص کا چہرہ (بطریق اجمال) یاد رکھتا ہے جب وہ اُس سے غیب ہو جاتا ہے۔ پھر جب اُس کو دیکھتا ہے۔ تو اُسے (بہ تفصیل) تشخیص پہچان لیتا ہے۔

حضرت ابو ذر فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز فجر پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے۔ پس آپ نے ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ تلہ ہو گئی۔ پس آپ منبر سے اتر آئے اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ عصر آگئی پھر آپ اتر آئے۔ اور نماز پڑھی۔ پھر منبر پر رونق افروز ہوئے۔ اور ہمیں وعظ فرمایا۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ پس آپ نے ہم کو جو کچھ واقع ہو چکا ہے اور جو ہونے والا ہے سب کی خبر دی۔ پس ہم میں سے جو زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔ وہ زیادہ عالم ہے۔

حضرت ثوبان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ لیا۔ پس میں نے اُس کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھ لیا۔ اور قریب ہے کہ میری امت کی سلطنت ان تمام مقامات پر پہنچے۔ اور مجھے دوزخ آنے سے محفوظ رکھنے کے لئے گئے۔ الحدیث۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دینہ کے قلعوں میں سے ایک پر کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم دیکھتے ہو جو میں دیکھتا ہوں صحابہ نے عرض کیا کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ فتنے تمہارے گھروں کے نیچے بارش کی طرح

۱۔ مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ فضل اول۔

۲۔ صحیح مسلم۔ بلد ثانی۔ کتاب الفتن۔

۳۔ صحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔

گورہے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کو نہایت اچھی صورت میں دیکھا۔ اُس نے پوچھا کہ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ تو زیادہ دانا ہے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ پس پروردگار نے اپنا ہاتھ میرے دو شانوں کے درمیان رکھا۔ میں نے اُس ہاتھ کی ٹھنڈک اپنے دو ہستانوں کے درمیان پائی۔ اور جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا۔ اور آنحضرت نے یہ آیت پڑھی:-

وَكَذَلِكَ نُبْرِي ابْنِ آدَمَ مَسَلَاتِ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ الْمُوقِنِينَ -

اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمان اور زمین کی اور تا اُس کو یقین آوے۔

اس حدیث کو دارمی نے بطریق ارسال روایت کیا ہے۔ اسی کی مانند ترمذی میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکلے۔ اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو۔ یہ دو کتابیں کیسی ہیں؟ ہم نے عرض کیا۔ نہیں یا رسول اللہ! اگر یہ کہ آپ ہمیں بتادیں پس جو آپ کے دائیں ہاتھ میں تھی۔ اُس کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے۔ اس میں بہشتیوں کے نام اور ان کے آباد و قبائل کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں ان کا مجموعہ دیا گیا ہے پس ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ پھر جو آپ کے بائیں ہاتھ میں تھی۔ اس کی نسبت فرمایا۔ کہ یہ رب العالمین کی طرف سے ایک کتاب ہے۔ اُس میں دوزخیوں کے نام ہیں۔ پھر اخیر میں مجموعہ دیا گیا ہے۔ پس ان میں کبھی نہ زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اس امر سے فراغت ہو چکی ہے تو پھر عمل کس واسطے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنے عملوں کو درست کرو۔ اور قرب الہی دُعوٰی کرو۔ کیونکہ جو بہشتی ہے۔ اس کا خاتمہ بہشتیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ اور جو دوزخی ہے اُس کا خاتمہ دوزخیوں کے عمل پر ہوگا خواہ وہ عمر بھر کیسا ہی عمل کرتا رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لے عبارت است از حصول تمام علوم جزوی و کلی واحی طہ آں۔ اشعۃ اللغات

عہ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ۔ باب المساجد۔

دونوں ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔ اور ان دو کتابوں کو پس پشت ڈال دیا۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے فارغ ہو گیا ہے۔ ایک گروہ بہشت میں اور ایک گروہ دوزخ میں اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

امام احمد و طبرانی نے بروایت ابو ذر نقل کیا ہے۔ کہ اُس نے کہا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آئے۔ اس حال میں کہ آسمان میں پرندہ جو اپنا بازو ہلاتا ہے۔ اُس کی بابت بھی اپنے علم کا آپ نے ہم سے کر دیا۔

طبرانی میں بروایت ابن عمر مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے واسطے دنیا کو اٹھایا۔ پس میں دنیا کی طرف اور اُس میں قیامت تک حوادث مستقبلہ کی طرف یوں دیکھتا تھا۔ کہ گویا اپنے اس کف دست کو دیکھ رہا ہوں۔

طبرانی ہی میں حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کل رات اس حجرہ کے پاس میری امت اول سے آخر تک مجھ پر پیش کی گئی۔ پس آپ سے عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! پیش کئے گئے آپ پر جو پیدا ہو چکے۔ پس کیونکر پیش کئے گئے جو پیدا نہیں ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے لئے آب و گل میں اُن کی صورتیں بنائی گئیں۔ یہاں تک کہ میں اُن میں سے ہر ایک کو اس سے بھی زیادہ پہچانتا ہوں۔ کہ تم اپنے ساتھی کو پہچانتے ہو۔

مسند فردوس میں ہے۔ کہ میرے لئے آب و گل میں میری امت کی شکل بنائی گئی۔ اور مجھے تمام اسماء کا علم حضرت آدم کی طرح دیا گیا۔

۱۔ مشکوٰۃ۔ کتاب الایمان۔ باب الایمان بالقدر۔ فصل ثانی

۲۔ مواہب لدنیہ۔ مقصد ثامن۔ فصل ثالث۔

۳۔ مواہب لدنیہ۔ مقصد ثامن۔ فصل ثالث

۴۔ خصائص کبریٰ للسیوطی۔ جزو ثانی ص ۱۹۷

۵۔ مواہب لدنیہ۔ کتاب فی المعجزات والخصائص۔ الفصل الثانی فیما خصہ اللہ تعالیٰ بہ من المعجزات۔ ایک

روایت میں میری امت کی بجائے دنیا کا لفظ ہے۔ دیکھو زرقانی۔

جب حضور کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے۔ تو انس و جن و ملک میں سے کس کو یارا ہے۔ کہ اس کا احاطہ کر سکے۔ لہذا یہاں جو کچھ بیان ہوتا ہے اسے سمند میں سے ایک قطرہ تصور کرنا چاہئے۔

صاحب قصیدہ بردہ شریف یوں فرماتے ہیں :-

فَاتَ مِنْ جُودِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا
وَمِنْ عُلُومِكَ عِلْمَ اللُّوحِ وَالْقَلَمِ

کیونکہ دنیا اور آخرت آپ کی بخشش سے ہے
اور لوح و قلم کا علم آپ کے علوم میں سے ہے

اس بیت کی شرح میں مولانا علی القاری علیہ رحمۃ الباری نے ہدیہ شرح بردہ میں یوں فرماتے ہیں :-

توضیحا ان المراد بجلد اللوح ما اثبت
فيه من النقوش القدسية والقصور
الغيبية وبعلم القلم ما اثبت فيه كما شاء
والإضافة لادنى ملايسة وكون علمها من
علومه صلى الله عليه وسلم ان علومه
تنوع الى الكليات والجزئيات وحقائق و
دقائق وعوارف ومعارف تتعلق
بالذات والصفات وعلمها انما يكون
سطراً من سطور علمه ونصاً من بحورها
علمه ثم مع هذا هو من بركة وجوده
صلى الله تعالى عليه وسلم

توضیح اس کی یہ ہے کہ لوح کے علم سے مراد نقوش قدسیہ
اور صورتیں ہیں جو اس میں منقوس ہیں اور قلم علم سے
مراد وہ ہے جو اللہ نے جس طرح چاہا اس میں دو بیت
رکھا۔ ان دونوں کی طرف علم کی اصناف اور نئے علاقہ
کے باعث ہے۔ اور ان دونوں کے علم کا آنحضرت صلی
علیہ وسلم کے علوم کا بعض ہونا اس لئے ہے کہ حضرت
کے علوم بہت اقسام کے ہیں علم کلیات علم جزئیات
علم حقائق اشیا و علم اسرارہ اور وہ علوم و معارف جو
ذات و صفات باری تعالیٰ کے متعلق ہیں یہ اور لوح و
قلم کے علوم تو علوم محمدیہ کی سطروں سے ایک سطر اور
ان کے دیباؤں سے ایک نہر ہیں۔ پھر باہر علم لوح و قلم
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی بרכת سے تو ہے اگر
حضور نہ ہوتے۔ تو نہ لوح و قلم ہوتے نہ ان کا علم

اس بیت کی شرح میں شیخ ابراہیم باجوری رحمہ اللہ تعالیٰ یوں لکھتے ہیں :-

استشكل جعل علم اللوح والقلم لبعض
علومه صلى الله عليه وسلم بان من جملة
علم اللوح والقلم الامور الخمسة

ناظم نے علم لوح و قلم کو حضرت کے علوم کا بعض قرار
دیا ہے اور یہ مشکل خیال کیا گیا ہے۔ کیونکہ امور خمسہ
جو آخر سورہ لقمان میں مذکور ہیں علم لوح و قلم میں سے

المذکورۃ فی آخر سورۃ لقمان مع ان
 النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یعلمها
 لان الله قد استناثر لعلہا فلا یتم
 التبعیض المذکور و اجیب بجم تسلیم
 ان هذه الامور الخمسة مما كتب القلم
 فی اللوح والا لا تعلم علیہ من شأنہ ان
 یطلع علی اللوح کبعض الملائکۃ المقربین
 و علی تسلیم انہا مما كتب القلم فی اللوح
 فالمراد ان بعض علومہ صلے اللہ علیہ وسلم
 علم اللوح والقلم الذی یطلع علیہ المخلوق
 فخرجت هذه الامور الخمسة علی
 انه صلے اللہ علیہ وسلم لم یخرج من الدنیا
 الا بعد ان اعلم اللہ تعالیٰ بهذه الامور
 فان قبل اذا کان علم اللوح والقلم
 بعض علومہ صلے اللہ علیہ وسلم فما
 البعض الآخر اجیب بان البعض
 الاخر مما اخبر اللہ عنہ من احوال
 الآخرة لان القلم انما كتب فی اللوح
 ما هو کائن الی یوم القیامۃ۔

ہیں حالانکہ حضرت ان کو نہیں جانتے کیونکہ ان کا علم
 اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے چن لیا ہے۔ انہذا بعضیت مذکور
 درست نہیں رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو ہم یہ
 تسلیم نہیں کرتے کہ امور خمسہ نہ کونہ قلم نے لوح محفوظ
 میں لکھے ہیں دوزخ (جیسا کہ بعض مقرب فرشتے)
 جن کی شان یہ ہے کہ وہ لوح پر مطلع ہوتے ہیں۔
 ان امور پر مطلع ہوتے۔ اگر تسلیم کر لیں کہ امور خمسہ
 کو قلم نے لوح میں لکھا ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ آنحضرت
 کے علوم کا بعض وہ علم لوح و قلم ہے جس پر مخلوق
 مطلع ہے۔ پس یہ امور خمسہ نکل گئے۔ علاوہ ازہ میں حضرت
 اس دنیا سے تشریف نہ لے گئے۔ مگر بعد اس کے کہ
 اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان امور کا علم دے دیا۔ اگر یہ
 کہا جائے کہ جب علم لوح و قلم حضرت کے علم کا بعض
 ٹھہرا۔ تو دوسرا بعض کونسا ہے؟ اس کا جواب
 یوں دیا گیا ہے۔ کہ دوسرا بعض وہ احوال آخرت
 ہیں۔ جن کی اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خبر دی ہے
 کیونکہ قلم نے تو لوح میں فقط وہ لکھا ہے۔ جو
 روز قیامت تک ہونے والا ہے۔

علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ معدون بہ شیخ زادہ جنہوں نے تفسیر رضیاء پر حاشیہ
 لکھا ہے۔ اسی بیت کی شرح میں لکھتے ہیں:-
 والعلم فی هذا البیت اما بمعناہ او
 بمعنی المعلوم ای معلوما تک المعلومات

اس بیت میں علم یا تو اپنے معنی میں ہے یا معلوم کے
 معنی میں ہے۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

الحاصلة منهما ولعل الله اطلعنا على
 جميع ما في اللوح وزادنا ايضا ان اللوح
 والقلم متناهيان فما بينهما متناه ولا يحوي
 احاطة المتناهي بالمتناهي هذا على قدر
 فهمك اما من التخلت عين بصيرته
 بالنور الالهي فيشاهد بالذوق ان علم
 اللوح والقلم جزء من علومه كما هي
 جزء من علم الله سبحانه لانه عليه السلام
 عند الاسلاخ عن البشر يبعث كما لا يبعث
 ولا يبصر ولا يبطل ولا ينطق الابد
 جلت قدساته وعمت نعمته اذ لا
 لا يعلم الا بعلمه الذي لا يحيطون بشيء
 منه الا بما شاء كما اشار اليه بقوله و
 علمك ما لم تكن تعلم

معلومات وہ معلومات ہیں جو دونوں سے حاصل ہوئے
 ہیں۔ اور شاید اللہ نے حضرت کو اس تمام پر مطلع کر
 دیا ہے۔ جو لوح میں ہے۔ اور اس سے زیادہ کا بھی علم
 دیا ہے۔ کیونکہ لوح و قلم متناہی ہیں۔ پس جو کچھ ان
 دونوں میں ہے وہ متناہی ہے۔ اور متناہی کا احاطہ متناہی
 سے جائز ہے۔ اس قدر بقدر تیسری سمجھ کے ہے لیکن
 وہ شخص جس کی بصیرت کی آنکھوں میں نور الہی کا سرمہ پڑا
 ہوا ہے۔ وہ ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے۔ کہ علوم لوح و قلم
 حضرت کے علوم کا جزو ہیں۔ جیسا کہ اللہ سبحانہ کے
 علم جزو ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بشریت کے
 اسلاخ کے وقت جیسا کہ نہیں سنتے نہیں دیکھتے
 نہیں پکڑتے اور نہیں بولتے۔ مگر ساتھ اللہ کے اسی
 طرح حضور نہیں جانتے مگر ساتھ اس علم خدا کے جس میں کسی
 چیز کو نہیں گھبراتے ملائکہ انبیاء وغیرہ کو جو وہ چاہے جیسا کہ اس نے
 اپنے ارشاد و مملکت مالہ تکون تعلم میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

بیان بالا سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی ہے
 کیونکہ دونوں میں بلحاظ کیفیت و کمیت بڑا فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا علم بغیر ذائق و وسائل ذاتی قدیم حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم عطائی حادث ہے۔ اسی طرح کمیت میں بھی فرق ہیں ہے۔ کیونکہ انبیائے
 کرام علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم اللہ تعالیٰ کے علم سے وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو
 قطرے کو سمندر سے ہوتی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری (تفسیر کوف) میں قصہ حضرت موسیٰ و
 حضرت خضر علیہما السلام میں ہے

قال وجاء عصفور فوقع على حرف
 السفينة فنقر في البحر نقرة فقال له

فرما یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایک چڑیا
 کشتی کے کنارے پر آکر بیٹھی۔ اس نے اپنی چونچ سمندر

الخضر ما عسى وعلك من علم الله الا
مثل ما نقض هذا العصفور من هذا
البيصر.

میں ڈبوئی۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ سے
فرمایا۔ کہ میرا علم اور آپ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے
میں ایسا بھی نہیں۔ جو اس چڑیہ نے سمندر میں سے
اپنی چونچ میں لے لیا۔

شیخ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں آیہ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِ
الْإِلَهِ مَا شَاءَ کے تحت میں یوں لکھتے ہیں :-

قال شيخنا العلامة انقال الله بالسلامة
في الرسالة الرحمانية في بيان الكلمة
الفرقانية علم الاولياء من علم الانبياء
بمنزلة قطرة من سبعة البحر وعلم
الانبياء من علم نبينا محمدا عليه الصلوة
والسلام لهذا المنزلة وعلم نبينا من
علم الحق سبحانه بهذه المنزلة

ہمارے استاد علامہ نے اللہ ان کو سلامت رکھے
الرسالۃ الرحمانیہ فی بیان الکلمۃ الفرقانیہ میں فرمایا کہ
اولیاء کا علم انبیاء کے علم سے بمنزلہ ایک قطرہ کے ہے
سات سمندروں میں سے۔ اور انبیاء کا علم ہمارے نبی محمد
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے یہی نسبت رکھتا ہے
اور ہمارے نبی کا علم حق سبحانہ کے علم سے یہی نسبت
رکھتا ہے۔

صاحب تفسیر برودہ شریف فرماتے ہیں :-

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُولِ اللَّهِ مُلْتَمِسٌ
وَدَاقِقُونَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَيْدِهِمْ
عَمَّا قَمِنَ الْبَحْرُ أَوْ رُشْفًا مِنَ التَّيْمِ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ أَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكْمِ

ترجمہ منظوم

ہیں رسول اللہ کے فیضان سے سیراب سب
وہ کسی کے حق میں خستہ کسی کے حق میں یکم

اس کی پیشانی میں کھڑے ہیں اپنی اپنی حدیپ
ہے کوئی تو نقطہ علم کوئی اعراب حکم

ان شعروں کی تشریح و مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا فرمایا محمد مصطفیٰ صلی اللہ

علیہ وسلم کی روح پاک کہ پیدا کیا۔ پھر اسے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ وہ روح پاک عالم ارواح

میں دیگر انبیاء سے علیہم السلام کی روحوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ ہر ایک روح نے حسب قابلیت

و استعداد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح سے استفادہ علم کیا کسی نے حضور کے علم

کے بحرِ ذخار سے بقدر ایک پلو کے لیا اور کسی نے حضور کے فیضان کی لگانا بارشوں سے بقدر ایک قطرہ یا گھونٹ کے لیا۔ علوم و معارف جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس سے حاصل کئے ان کی غایت و نہایت حضور کے علم کے دفتر کا فقط ایک نقطہ یا آپ کے معارف کے دفتر کا محض ایک اعراب ہے۔

جو شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا مطلقاً انکار کرتا ہے اُسے آیہ ذیل اور

اس کا شان نزول مطالعہ کرنا چاہئے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ
وَنُلْعَبُ قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ
كُنْتُمْ تَشْهَرُونَ هَلْ اتَّعْتُوا حَتَّى
كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ (توبہ - ۸)

اور البتہ اگر تو ان سے پوچھے۔ تو البتہ وہ کہیں گے
سوا اس کے نہیں۔ کہ ہم بول چال کرتے تھے اور کھیلتے
تھے تو یہ دیکھو۔ کیا تم اللہ سے اور اس کے کلام اور اس کے
رسول سے ٹھٹھا کرتے ہو۔ بہانے مت بناؤ تحقیق تم
اپنے ایمان کے بعد کافر ہو گئے۔

علامہ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور (جزء ثالث ص ۲۵۷) میں فرماتے ہیں کہ ابن ابی شیبہ

اور ابن المنذر اور ابن ابی حاتم و البراء بن رباح نقل کرتے ہیں۔ کہ امام مجاہد نے اللہ تعالیٰ کے قول وَ
سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنُلْعَبُ کا شان نزول یہ بیان کیا ہے۔

مناذقین میں سے ایک شخص نے کہا کہ محمد صلی اللہ
علیہ وسلم ہمیں بتاتے ہیں کہ فلاں شخص کی اونٹنی فلاں
دن فلاں دادی میں ہے۔ وہ غیب کیا جانیں۔

قال رجل من المنافقين يحدنا محمد
ان ناقة فلان بوادي كذا وكذا في
يوم كذا وكذا وما يدريه الغيب

مطلب یہ کہ ایک شخص کی اونٹنی گم ہو گئی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔

کہ وہ فلاں دادی میں ہے۔ ایک منافق بولا۔ وہ غیب کی خبر کیا جانیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرما دیا

کہ منافقین جو بطریق استہزاء کہتے ہیں۔ کہ حضرت غیب کی خبر کیا جانیں۔ اور اس کے لئے بہانے

بناتے ہیں۔ ان سے کہہ دیجئے۔ کہ اس استہزاء کے سبب تم کافر ہو گئے یہ قصہ غزوہ تبوک

میں پیش آیا تھا۔ جسے ہم بروایت ابن اسحاق و واقدی پہلے نقل کر آئے ہیں۔

اجبار۔ بالمغیبات کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو وہ جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ دوسرے وہ جو احادیث

میں وارد ہیں۔ ہشتم اول کا ذکر اعجاز القرآن میں ہو چکا۔ ہشتم ووم کی چند اور مثالیں یہ ہیں۔ کفار پر اپنی امت کے غلبہ کی خبر دینا۔ حضرت معاذ بن جبل کو زمین کی طرف روانہ کرتے وقت فرمادینا کہ اس سال کے بعد تو مجھے نہ پائے گا۔ حضرت عدی بن حاتم کو راستے کے امن کی خبر دینا۔ اور فرمادینا۔ کہ اگر تیری زندگی صاف نہ ہوئی۔ تو دیکھے گا۔ کہ ایک عورت حیرہ سے تنہا سفر کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرے گی۔ اور اُسے خُذ کے سوا کسی کا ڈرنہ ہوگا۔ صحیفہ قریش سے انہوں نے بحفاظت تمام خانہ کعبہ کی چھت میں رکھا ہوا تھا۔ اُس کی نسبت تین سال کے بعد بتا دینا۔ کہ اللہ کے نام کے سوا اس تمام کو دیکھا گیا ہے۔ حضرت فاطمہ الزہراء کی نسبت فرمانا۔ کہ اہلبیت ہیں سے میری وفات کے بعد وہ سب سے پہلے میرے پاس پہنچے گی۔ ام المومنین حضرت زینب کی نسبت یوں فرمانا۔ کہ میری وفات کے بعد میرے ازواج میں سے سب سے پہلے جو مجھے ملے گی وہ دراز دست دلچے ہاتھ والی ہے۔ ابی بن خلف کی نسبت خبر دینا کہ یہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ اصمہ نجاشی کی مریت کی خبر دینا جس دن اس نے حبشہ میں وفات پائی۔ شب معراج کی صبح کو قریش کے قافلوں کی خبر دینا جو تجارت کے لئے ملک شام کو گئے ہوئے تھے۔ غار لوط سے نکلنے کے بعد مدینہ کے راستے میں سراقہ بن مالک سے فرمانا۔ کہ تو کسی کے کٹن پہنا یا جائیگا۔ سلسلہ خلافت اور خلفائے ثلاثہ حضرت عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دینا۔ واقعہ جبل و صفین کی خبر دینا۔ دبا و عموا س کی خبر دینا۔ حضرت امام حسنؑ کے دو گروہ اسلام میں ذریعہ صلح ہونے کی خبر دینا۔ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر دینا۔ حضرت امیر معاویہ کی ولایت کی خبر دینا۔ حضرت عمار بن یاسر سے فرمادینا کہ تجھے گروہ باغی قتل کرے گا۔ خلفائے بنی اُمیہ و بنی عباس کے حالات کی خبر دینا۔ حجاج ظالم اور مختار کذاب کی خبر دینا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کی نسبت فرمانا۔ کہ یہ بیت اللہ شریف کو بچائے گا۔ یہاں تک کہ شہید ہو جائے گا۔ خواجہ ورافضہ و قدریہ و مرجیہ و زنادقہ کی خبر دینا۔ امت کے تہتر فرقے ہونے اور ان میں سے ایک کے ناجی ہونے کی خبر دینا۔ غزوہ احد میں خبر دینا۔ کہ حضرت حنظلہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ بدر کے دن میدان جنگ میں کفار قریش کے مرنے کی جگہوں کا الگ الگ ٹھگ نشان دینا۔ کہ یہاں فلاں کافر مرے گا۔ اور وہاں فلاں۔ جنگ بدر کے خاتمہ پر اپنے چچا عباس سے بتا دینا۔ کہ تم اپنی

بیوی ام الفضل کے پاس مکہ میں مال چھوڑ آئے ہو۔ حالانکہ عباس و ام الفضل کے سوا کسی اور کو
 اس مال کا علم نہ تھا۔ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب فرادینا۔ کہ
 یہ تیز ہوا ایک بڑے منافق (رفاعہ بن زید بن التبوٹ) کی موت کے لئے پھی ہے۔ حضرت اقرع
 بن شقی اعلیٰ سے حالت بیماری میں فرادینا۔ کہ تو اس بیماری میں نہیں مرے گا۔ بلکہ ملک شام میں
 ہجرت کرے گا۔ اور وہیں وفات پائے گا۔ اور مدینہ میں دفن ہوگا۔ فتح مکہ کی تیاریوں کے وقت
 حاطب بن ابی بلتعہ کے خط کی خبر دینا۔ جو اس نے اہل مکہ کو ان تیاریوں سے مطلع کرنے کے لئے
 لکھا تھا۔ اور حضرت علی وغیرہ سے بتا دینا۔ کہ اس حلیہ کی ایک عورت اس خط کو لے جا رہی ہے
 اور تم اسے فلاں جگہ جا پکڑو گے۔ وفد عبد القیس کے آنے کی خبر دینا۔ غزوہ موتہ جو مدینہ منورہ سے
 ایک مہینہ کی مسافت پر ملک شام میں ہو رہا تھا۔ اس کی نسبت خبر دینا۔ کہ حضرت زید و جعفر و
 ابن رواحہ یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ اور آخر حضرت خالد نے فتح پائی۔ مقام تبوک میں جو
 شام و مدینہ کے درمیان ہے۔ فرادینا۔ کہ آج مدینہ میں حضرت معاذ بن جبل نے انتقال فرمایا۔
 اور وہیں ان کی نماز پڑھنا۔ کسے و قیصر کے ہلاک ہونے اور فارس و روم کے فتح ہونے کی خبر
 دینا۔ لہید بن عصم یہودی کے جادو کی خبر دینا۔ مومنین و منافقین کے اسرار کی خبر دینا۔ حضرت
 ابی قرنی کی خبر دینا۔ بنائے بغداد و بصرہ و کوفہ کی خبر دینا۔ امام ابو حنیفہ و مالک و شافعی کی بشارت
 دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام امور اسی طرح وقوع میں آئے جس طرح حضور نے خبر دی تھی۔
 قیامت کی نشانیاں جو آپ نے بیان فرمائیں۔ وہ ان کے علاوہ ہیں۔ اور وہ تین قسم کی ہیں
 پہلی دو قسموں کو آثار صغیرے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور تیسری کو آثار کبریٰ کہتے ہیں:-
 اول۔ وہ آثار جو وقوع میں آچکے۔ مثلاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف۔
 تمام صحابہ کرام کا اس دنیا سے رحلت فرمانا۔ حضرت عثمان غنی کا شہید ہونا۔ تاتاریوں کا قتلہ۔ حجاز
 کی آگ۔ جھوٹے دجالوں کا دعویٰ رسالت کے ساتھ نکلنا۔ بیت المقدس اور دائن کا فتح ہو جانا
 سلطنت عرب کا زائل ہو جانا۔ تین خسوف کا وقوع (ایک مشرق میں ایک مغرب میں اور ایک جزیرہ
 عرب میں) قتل اور قتلوں اور زلزلوں کی کثرت۔ سح و قذوف۔ ریح احمہ۔ انقطاع طریق حج۔
 کعبۃ اللہ سے حجر اسود کا اٹھایا جانا۔ کثرت موت و غیرہ۔

دوم - وہ آثار جو ظہور میں آچکے اور نہ باوجود ہو رہے ہیں - حتیٰ کہ قسم سوم سے مل جائیں گے۔
 مثلاً عابدوں کا جاہل ہونا - قابیوں کا فاسق ہونا - چاندوں کا بڑا نظر آنا حتیٰ کہ کہا جائے کہ یہ
 دوسری رات کا چاند ہے - بارش کا زیادہ ہونا اور روئیدگی کا کم ہونا - قابیوں کی کثرت اور فقہاء
 کی قلت - امیروں کی کثرت اور امینوں کی قلت - فاسقوں کا سردار قبیلہ اور ناجیروں کا حاکم
 بانہ بننا - مومن کا اپنے قبیلہ میں نقد سے زیادہ ذلیل ہونا - تجارت کی کثرت - عورت کا اپنے
 شوہر کے ساتھ شریک تجارت ہونا - قطع رحم کرنا - کاتبوں کی کثرت اور علماء کی قلت - جھوٹی گواہی
 کا ظاہر ہونا - امانت کو غنیمت سمجھنا - زکوٰۃ کو تاوان خیال کرنا - علم دین کو دنیا کی خاطر سیکھنا -
 عقویق والیوں کی کثرت - بڑوں کی عزت نہ ہونا - چھوٹوں پر رحم نہ کیا جانا - اولاد دنیا کی کثرت
 اپنے محلوں پر فخر کرنا - مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنا - نماز پڑھانے کے لئے مسجدوں میں اماموں
 کا نہ ملنا - بغیر شروط ارکان نماز نہیں پڑھنا - حتیٰ کہ پچاس میں سے ایک بھی نماز کا قبول نہ ہونا -
 مسجدوں کی آرائش کرنا - مسجدوں کو راستے بنانا - قریبی لڑکی سے مفلسی کے سبب سے
 نکاح نہ کرنا - اور کسی دینتہ الاصل سے اُس کی دولت مندی کے سبب سے نکاح کر لینا - ناحق
 مال لینا - حلال درہم کا نہ پایا جانا - سائل کا محروم رہنا - اسلام کا غریب ہونا - لوگوں میں کینہ
 و بغض ہونا - عمر میں کم ہونا - درختوں کے پھلوں کا کم ہونا - جھوٹے گواہ اور سچے کو جھوٹا جاننا - مال
 حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی منافقانہ مدح کرنا - خطباء کا جھوٹ بولنا - حکام کا ظلم کرنا -
 نجومیوں کا سچا جاننا - قضا و قدر کو حق نہ جاننا - مرد کا عورت یا دوسرے مرد سے لواطت کرنا -
 جہاد نہ کرنا - مالداروں کی تعظیم کرنا - کیسہ گناہوں کو حلال جاننا - سود اور رشوت کھانا - قرآن
 کو مزہبیر بنانا - درندوں کے چمڑوں کے فرش بنانا - ریشم پہننا - جہالت و زنا و شراب نوشی
 کی کثرت - خائن کو امین اور امین کو خائن سمجھنا - گانے والی لونڈیوں کا رکھنا - آلات لہو کو
 حلال سمجھنا - حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا - عہد توڑنا - عورتوں کا مردوں سے اور

لے نقد بفتح نون ثانی - ایک قسم کی بد شکل بکری ہوتی ہے جس کے ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں -
 یہ ذلت میں ضرب المثل ہے - چنانچہ کہا جاتا ہے - اَذَلُّ مِنَ النَّقْرِ یعنی نقد سے زیادہ ذلیل - اس لفظ
 کا واحد نقدہ اور جمع نقاد ہے -

مردوں کا عورتوں سے مشابہت پیدا کرنا۔ اخیر امت کا اول امت کو ہر اکہنا۔ مردوں کا
 عمامے چھوڑ کر عجمیوں کی طرح تاج پہننا۔ قرآن کو تجارت بنانا۔ مال میں سے اللہ کا حق ادا
 نہ کرنا۔ جوا کھیلنا۔ باجے بجانا۔ کم تولنا۔ جاہلوں کا حاکم بنانا۔ مسجدیں بنانے پر فخر کرنا۔
 مردوں کی قلت اور عورتوں کی کثرت یہاں تک کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا مکتفل ہوگا۔
 وغیرہ وغیرہ۔

سورہ۔ آثار کبرے جن کے بعد ساتھ ہی قیامت آجائے گی۔ یہ آثار یکے بعد دیگرے
 پے در پے ظاہر ہوں گے جیسے سلک مروارید سے موتی گرتے ہیں۔ امام مہدی علیہ السلام
 کے ظہور سے شروع ہو کر نفعِ صورت پر ختم ہو جائیں گے۔ ان کا بیان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی حدیثوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کا خلاصہ حسبِ معلوماتِ خود نیچے درج کیا جاتا ہے۔
 جب آثارِ صغیرے سب ظاہر ہو چکیں گے۔ تو اس وقت نصارے کا غلبہ ہوگا۔ ایک
 مدت کے بعد خالد بن یزید بن ابی سفیان اموی کی اولاد سے ایک شخص سفیان نامِ جانب
 و مشتق سے ظاہر ہوگا جس کی ٹھپال قبیلہ کلب ہوگا۔ وہ اہل بیت کو بُری طرح قتل کرے گا
 شام و مصر کے اطراف میں اُس کا حکم جاری ہوگا۔ اسی اثنا میں شاہ روم کی عیسائیوں کے
 ایک فرقہ سے جنگ اور دوسرے سے صلح ہوگی۔ لڑنے والا فرقہ قسطنطنیہ پر قبضہ کرے گا۔
 شاہ روم ملک شام میں آجائے گا۔ اور دوسرے فرقہ کی مدد سے ایک خونریز لڑائی کے بعد
 فتح پائے گا۔ دشمن کی شکست کے بعد فرقہ موافق میں سے ایک شخص بول اٹھے گا۔ کہ یہ
 فتح صلیب کی برکت سے ہوئی ہے۔ اسلامی لشکر میں سے ایک شخص اسے مار پیٹ کرے گا
 اور کہے گا۔ کہ نہیں۔ بلکہ اسلام کی برکت سے ایسا ہوا ہے۔ الغرض دونوں اپنی اپنی قوم کو بڑے
 کے لئے پکاریں گے۔ اور خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ جس میں بادشاہ اسلام شہید ہو
 جائے گا۔ اور دونوں عیسائی فریق باہم صلح کر لیں گے۔ اس طرح شام میں عیسائی راج
 ہو جائے گا۔ بقیۃ السیف مسلمان مدینہ منورہ میں چلے آئیں گے۔ اور عیسائیوں کی حکومت
 مدینہ منورہ کے قریب خیبر تک پھیل جائے گی۔ اس وقت اہل اسلام کو امام مہدی
 علیہ السلام کی تلاش ہوگی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام

حضرت امام مدینہ سے مکہ میں نہ شریف نے آئیں گے۔ اہل مکہ کی ایک جماعت حجر اسود پر مقام ابراہیم کے درمیان آپ سے بیعت کرے گی۔ حالانکہ آپ اس منصب امامت پر راضی نہ ہوں گے۔ آپ کا اسم گرامی محمد باپ کا نام عبد اللہ اور ماں کا نام آمنہ ہوگا۔ اور حضرت فاطمہ الزہراء کی اولاد سے ہوں گے۔ آپ کی عمر مبارک اس وقت چالیس سال کی ہوگی۔

ان حالات میں مادر الزہراء النہر سے ایک شخص عارث حرث نام اہل اسلام کی مدد کے لئے ایک لشکر بھیجے گا۔ جس کا مقدمہ منصور کے زیر کمان ہوگا۔ یہ لشکر راستہ ہی میں بہت سے عیسائیوں اور بددینوں کا صفایا کرے گا۔ ظالم سفیانی جس کا اوپر ذکر ہوا اپنا کچھ لشکر امام مہدی کے مقابلہ کے لئے بھیجے گا۔ جو شکست کھائے گا۔ اس کے بعد خود سفیان لشکر کے ساتھ مقابلہ کے لئے آئے گا۔ اور مقام بیداء میں مکہ و مدینہ کے درمیان لشکر سمیت زمین میں دھنس جائے گا۔ صرف ایک شخص بچے گا۔ جو امام مہدی کو اس واقعہ کی خبر دے گا۔ حضرت امام کی اس کرامت کی خبر دور دور پہنچ جائے گی۔ شام کے ابدال اور عراق کے آپ کے دست مبارک پر بیعت کریں گے۔ فوج مدینہ کے علاوہ باقی عرب و بین کے لوگ بکثرت آپ کے لشکر میں داخل ہو جائیں گے۔

انواج اسلام کی خبر سن کر نصار سے بھی مالک روم وغیرہ سے لشکر حرا لے کر شام میں جمع ہو جائیں گے۔ لشکر کفار میں اتنی جھنڈے ہوں گے۔ اور ہر جھنڈے تلے بارہ ہزار سوار ہوں گے۔ امام مہدی مکہ سے بغرض زیارت مدینہ منورہ جائیں گے۔ اور وہاں سے ملک شام میں پہنچیں گے۔ حلب یا دمشق کے نواح میں لشکر کفار سے مقابلہ ہوگا۔ حضرت امام کے لشکر کا تہائی حصہ بھاگ جائے گا۔ جن کی موت کفر میں ہوگی۔ اور ایک تہائی شہادت سے مشرف ہوگا۔ اور باقی تہائی فتح پائے گا۔ دوسرے روز امام موصوف نصار سے کے مقابلہ کے لئے نکلیں گے مسلمانوں کی ایک جماعت عہد کرے گی کہ بغیر فتح پائے یا موت کے میدان سے واپس نہ آئیں گے۔ یہ سب کے سب شہید ہو جائیں گے۔ اگلے روز پھر ایک جماعت

یہی عہد کرے گی اور عام شہادت نوش کرے گی۔ اسی طرح تیسرے دن وقوع میں آئے گا۔ چوتھے روز بقیہ اہل اسلام کفار پر فتح پائیں گے۔ مگر اس سے کسی کو خوشی نہ ہوگی۔ کیونکہ اس لڑائی میں بہت سے خاندان ایسے ہوں گے جن میں فیصدی ایک بچا ہوگا۔ اس کے بعد امام موصوف نظم و نسق میں مشغول ہوں گے اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ پھر ایک سخت لڑائی کے بعد قسطنطنیہ فتح ہو جائے گا۔

دجال لعین

جب اہل اسلام غنائم قسطنطنیہ تقسیم کر رہے ہوں گے۔ تو شیطان آواز دے گا۔ کہ دجال تمہارے اہل و اولاد میں آ گیا ہے۔ یہ سن کر غنائم چھوڑ کر دجال کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور دس سو سو بطور طلیعہ نجر لانے کے لئے بھیجیں گے۔ جن کی نسبت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں اُن کے نام۔ اُن کے بالوں کے نام ان کے گھوڑوں کے رنگ پہچانتا ہوں۔ اور وہ اس وقت روئے زمین پر بہترین سواروں میں سے ہوں گے۔ یہ افواہ غلط ثابت ہوگی۔ لشکر اسلام جب قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے گا۔ تو جنگ عظیم سے ساتویں سال سال شام و عراق کے درمیان ایک راستے سے دجال ظاہر ہوگا۔ اس کے ظہور سے پہلے دو سال قحط رہا ہوگا۔ تیسرے سال دوران قحط ہی میں اس کا ظہور ہوگا۔

دجال کی ایک آنکھ اور ایک ابرو بالکل نہ ہوگی۔ بلکہ وہ جگہ ہموار ہوگی۔ مسح العین ہونے کے سبب اسے مسیح الدجال کہتے ہیں۔ وہ ایک بڑے گدھے پر سوار ہوگا۔ اور اس کی پیشانی کے درمیان ک ف ر د کافر لکھا ہوگا۔ جسے صرف اہل ایمان کا تب ذخیرہ کتاب پڑھیں گے وہ روئے زمین پر پھرے گا اور لوگوں کو اپنی الوہیت کی دعوت دے گا۔ علاوہ ازیں وہ اسی عرض کے لئے اپنے سر پر مختلف اطراف میں بھیجے گا۔ اس کے ساتھ ایک باغ ہوگا جسے وہ جنت کہے گا اور ایک آک ہوگی جسے دوزخ بنائے گا۔ موافقین کو وہ اپنے بہشت میں اور اپنے مخالفین کو اپنے دوزخ میں ڈالے گا۔ مگر حقیقت میں دو بہشت دوزخ کی خاصیت رکھتا ہوگا اور دو دوزخ باغ بہشت کی مانند ہوگا۔ اس کے پاس اشیاء خوردنی کا بڑا ذخیرہ ہوگا۔ جسے چاہے دے گا۔ لوگوں کی آزمائش کے لئے اس سے خارق عادت امور ظاہر ہوں گے۔ جو لوگ اُس پر ایمان

لائیں گے۔ ان کے لئے آسمان کو حکم دے گا۔ تو مینہ برسنے لگ جائے گا۔ زمین کو حکم دے گا۔ تو گھاس اور زراعت بکثرت اگائے گی۔ جو انکار کریں گے۔ ان سے مینہ اور زراعت و نباتات کو روک دے گا۔ ایک ویرانے میں پہنچے گا۔ تو زمین سے کہے گا کہ اپنے خزانے نکال دے۔ چنانچہ اُس ویرانے کے خزانے اُس کے پیچھے چلیں گے۔ بعض آدمیوں سے کہے گا کہ میں تمہارے مردہ ماں باپوں کو زندہ کر دیتا ہوں تاکہ تم میری خدائی پر ایمان لاؤ پس وہ شیطانوں کو حکم دے گا کہ زمین میں سے ان کے ماں باپوں کے ہمشکل ہو کر نکلو۔ چنانچہ وہ ایسا ہی کریں گے۔ اسی طرح اُس کے لشکری ایک مومن کو پیش کریں گے۔ وہ دیکھتے ہی کہہ دے گا کہ لوگو! یہ تو دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا ہے۔ یہ سن کر دجال حکم دے گا کہ اس کو لٹا کر اس کا سر توڑ دو۔ ایسا ہی کیا جائے گا۔ پھر دجال اس سے پوچھے گا۔ کیا تو مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ مومن جواب دے گا کہ تو جھوٹا مسیح ہے۔ پھر دجال کے حکم سے سر سے پاؤں تک اُس کے دو ٹکڑے کئے جائیں گے دجال دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا۔ اور کہے گا۔ اٹھ۔ وہ اٹھ بیٹھے گا۔ دجال کہے گا کیا تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ مومن جواب دے گا۔ کہ اب تو مجھے خوب یقین ہو گیا کہ تو جھوٹا دجال ہے۔ اور کہے گا۔ اے لوگو! میرے بعد وہ کسی اور سے ایسا نہ کر سکے گا۔ بعد ازاں دجال اُسے ذبح کرنا چاہے گا۔ مگر نہ کر سکے گا۔ اُسے اپنے دوزخ میں پھینک دے گا۔ مگر وہ اس مومن کے لئے جنت ہو گا۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ مومن اللہ کے نزدیک بڑا شہید ہو گا۔ الغرض دجال مختلف مقامات پر جائے گا۔ شام سے اصفہان میں پہنچے گا۔ وہاں ستر ہزار یہودی اُس کے پیرو بن جائیں گے۔ پھر تاجر تاجر مدین پہنچ جائے گا۔ وہاں سے مکہ معظمہ کا قصد کرے گا۔ مگر فرشتوں کی محافظت کے سبب سے اُس میں داخل نہ ہو سکے گا پھر مدینہ منورہ میں پہنچے گا۔ اُس وقت مدینہ طیبہ کے سات دروازے ہوں گے۔ ہر دروازے پر دو فرشتے محافظ ہوں گے۔ اس لئے شہر کے اندر داخل نہ ہو سکے گا۔ یہاں سے وہ لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہو گا۔

حضرت علیؑ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

قبل اس کے کہ دجال دمشق میں پہنچے۔ امام مہدی علیہ السلام وہاں پہنچ کر جنگ کی تیاری

کر چکے ہوں گے۔ یہی اثنائیں اچانک اللہ تعالیٰ حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کو آسمان سے بھیجے گا۔ آپ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے ہوئے زرد رنگ کا جوڑا ندیب تن کئے ہوئے نہایت نورانی شکل میں دمشق کے مشرقی جانب سفید منارہ پہنچائیں گے۔ اور اس امت کی لعظیم و نکریم کی بہت سے حضرت امام مہدی کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ پھر لشکر اسلام لشکر دجال پر حملہ کرے گا۔ گھسان کا معرکہ ہوگا۔ اس وقت دم عیسیٰ کی یہ خاصیت ہوگی کہ جہانتاک آپ کی نظر کی رسائی ہوگی۔ وہاں تک آپ کا سانس بھی پہنچے گا۔ اور جس کا فرنگ وہ پہنچے گا ہلاک ہو جائے گا۔ دجال بھاگ جائے گا۔ مگر حضرت مسیح علیہ السلام اس کو بیت المقدس کے قریب موضع لید کے دروازے میں جالیں گے۔ اور نیزہ سے اس کا کام تمام کر دیں گے۔ لشکر اسلام لشکر دجال کے قتل و غارت میں مشغول ہو جائے گا۔ لشکر دجال میں جو یہود ہوں گے ان کو کوئی چیز پناہ نہ دے گی یہاں تک کہ رات کے وقت اگر کوئی یہودی پتھر یا درخت کی آڑ میں چھپا ہوگا۔ تو وہ پتھر یا درخت بول اٹھے گا۔ کہ یہاں یہودی ہے۔ اس کو قتل کر دو۔

نہین پر دجال کا فتنہ پچالیس دن رہے گا۔ جن میں سے ایک دن ایک سال کی مثل اور ایک دن ایک مہینے کی مانند اور ایک دن ایک ہفتے کی مثل ہوگا۔ باقی دن معمولی دنوں کی مانند ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ جو دن ایک سال کے برابر ہوگا۔ کیا اس میں ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ ایک سال کی نمازیں اس دن میں تھینے سے ادا کرنی ہوں گی۔

دجال کے فتنہ کے رفع ہونے کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام اصلاحات میں مشغول ہوں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ نخنزیر کو قتل کر دیں گے۔ اور کفار سے جزئیہ قبول نہ کیا جائے گا۔ سوائے قبول اسلام اور قتل کے دوسرا حکم نہ ہوگا۔ سب کافر مسلمان ہو جائیں گے امام مہدی علیہ السلام کی خلافت ۷ یا ۸ یا ۹ سال ہوگی۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائیں گے۔

باجوج وما جوج

اس کے بعد لوگ امن و امان کی زندگی بسر کرتے ہوں گے۔ کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کی طرف وحی بھیجے گا۔ کہ میں ایسے بندے نکالنے لگا ہوں کہ کسی میں ان کے ساتھ لڑنے کی طاقت و قدرت نہیں ہے۔ تم میرے خالص بندوں کو کوہ طور کی طرف لے جاؤ۔ آپ قلعہ طور میں پناہ گزین ہو کر سامان حرب و رسد کے مہیا کرنے میں مشغول ہوں گے۔ کہ یا جوج و ماجوج نکل پڑیں گے۔ یہ لوگ یافت بن نوح کی اولاد سے ہیں۔ ان کا ملک قطب شمالی کی طرف ہفت اقلیم سے باہر بتایا جاتا ہے۔ اس کے جانب شمال سمندر ہے جو سال بھر منجمد رہتا ہے مشرق و مغرب میں دیواروں کی مثل دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان ایک گھاٹی تھی۔ جس سے نکل کر وہ اس طرف کے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ سکندر ذوالقربین نے ان کو ایک آہنی دیوار کے ذریعہ سے بند کر دیا ہے۔ جس کی بلندی ان دیواروں پہاڑوں کی چوٹی تک پہنچتی ہے اور موٹائی ساڑھے گز ہے۔ وہ دن بھر اس دیوار کے توڑنے میں لگے رہتے ہیں۔ مگر رات کو قدرت الہی سے وہ دیوار ویسی ہی ہو جاتی ہے۔ جب ان کے نکلنے کا وقت آئے گا۔ تو وہ دیوار ٹوٹ جائے گی۔ اور یہ لوگ ٹڈی دل کی طرح ہر طرف پھیل جائیں گے اور بیدریغ قتل و غارت کریں گے۔ ان کی کثرت کا یہ حال ہے۔ کہ جب ان کی پہلی جماعت بحیرہ طبریہ میں (جو دس میل طبعاً ہے) پہنچے گی۔ تو اس کا تمام پانی پی جائیگا اور دیکھ کر کہے گی کہ یہاں کبھی پانی نہ تھا۔ پھر وہ قتل و غارت کرتے ہوئے قدس کے پہاڑ خضر میں پہنچیں تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کا تو صفایا کر دیا۔ چلو آسمان والوں کو بھی مار ڈالیں۔ پس وہ آسمان کی طرف تیر پھینکیں گے۔ جن کو اللہ تعالیٰ خون آلودہ کر کے لوٹا دے گا۔ یہ دیکھ کر خوش ہوں گے کہ اب تو ہمارے سوا کوئی نہیں رہا۔ محصورین (حضرت عیسیٰ اور آپ کے اصحاب) میں قحط کا یہ عالم ہوگا۔ کہ گائے کا کلمہ سو سو دینار سے بھی بہتر ہوگا۔ پس محصورین دعا کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان میں مرض نذف بھیجے گا۔ یہ ایک دانہ ہوتا ہے۔ جو اونٹ اور بھیڑ بکری کی گردنوں میں نکلتا ہے اور طاعون کی طرح ہڈک کر دیتا ہے۔ اس مرض سے یا جوج و ماجوج یکبارگی ہلاک ہو جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب میدان کی طرف آئیں گے۔ اور زمین میں ایک بالشت بھر جگہ ایسی نہ پائیں گے جو ان کی چربی و گذرگی سے پر نہ ہو۔ پھر آپ مع اصحاب دست بدعا ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ایسے پرندے بھیجے گا۔ جن کی گردنیں شران بختی کی مانند لمبی ہوں گی۔ وہ پرندے ان کی لاشوں کو پھینک دیں گے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک

عالمگیر بارش بھیجے گا۔ جس سے زمین بالکل صاف ہو جائے گی۔ اس بارش کی برکت سے زمین کی پیداوار میں بڑی ترقی ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک انار ایک جماعت کے لئے کافی ہوگا۔ اور حیوانات کا دودھ اس کثرت سے ہوگا۔ کہ ایک اونٹنی کا دودھ ایک قبیلہ کے لئے کافی ہوگا۔ اور ایک بکری کا دودھ ایک کنبہ کے لئے کافی ہوگا۔ قوم باجوج ماجوج کی کمائیں ترکش اور تیر مومنون کے لئے سات سال ایندھن کا کام دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں پچالیس سال رہے گا۔ آپ کا نکاح ہوگا۔ اور اولاد پیدا ہوگی۔ پھر آپ انتقال فرمائیں گے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ میں دفن ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قبیلہ قحطان میں سے ایک شخص حجاج نام میں کے لئے ہونے والے آپ کے خلیفہ ہوں گے۔ اور امور خلافت کو عدل و انصاف کے ساتھ انجام دیں گے۔ حجاج کے بعد چند اور بادشاہ ہوں گے۔ جن کے عہد میں رسوم کفر و جہل شائع ہو جائیں گی اور علم کم ہو جائے گا۔ اسی اثنا میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مغرب میں زمین میں دھنس جائے گا۔ جن میں منکران تقدیر ہلاک ہو جائیں گے۔

دُخان (دھواں)

اس کے بعد ایک بڑا دھواں آسمان سے نمودار ہوگا۔ جو چالیس روز رہے گا۔ اس سے مسلمان زکام میں مبتلا ہو جائیں گے۔ کافروں اور منافقوں پر بے ہوشی طاری ہو جائے گی۔ بعضے ایک دن بعضے دو دن اور بعض تین دن کے بعد ہوش میں آئیں گے۔

آفتاب کا مغرب سے نکلنا

اس کے بعد ماہ ذی الحجہ میں یوم نحر کے بعد رات اس قدر لمبی ہو جائے گی۔ کہ نیچے چلا آئیں گے مسافر تنگدل اور مویشی چراگاہ کے لئے بیقرار ہوں گے۔ یہاں تک کہ لوگ بے چینی کی وجہ سے نالہ و زاری کریں گے۔ اور توبہ توبہ پکاریں گے۔ آخر تین چار رات کی مقدار درازہ ہونے کے بعد اضطراب کی حالت میں آفتاب مغرب سے چاند گرہن کی مانند تھوڑی سی روشنی کے ساتھ نکلے گا۔ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور اتنا بلند ہو کر غروب ہوگا۔ جتنا کہ چاشت کے وقت ہوتا ہے۔ پھر حسب معمول مشرق کی طرف سے نکلتا رہے گا۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ

دوسرے روز لوگ اسی چہرہ چاہیں ہوں گے۔ کہ کوہ صفا زلزلہ سے پھٹ جھٹے گا۔ اور ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا۔ جسے دَابَّةُ الْأَرْضِ کہتے ہیں۔ وہ چہرے میں آدمی سے، گردن میں اونٹ سے، دم میں بیل سے، سر میں ہرن سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے ہاتھوں میں بند ہے اور کانوں میں ہاتھی سے مشابہ ہوگا۔ پہلے یمن میں پھر نجد میں ظاہر ہو کر ظاہر ہو جائے گا۔ تیسری بار مکہ مشرفہ میں ظاہر ہوگا۔ اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ ؑ کا عصا اور دوسرے میں حضرت سلیمان کی انگوٹھی ہوگی۔ وہ ایسی تیزی سے شہروں کا دورہ کرے گا کہ کوئی بھاگنے والا اس سے نہ بچ سکے گا۔ وہ اہل ایمان کی پیشانی پر عصائے موسیٰ ؑ سے ایک نورانی خط کھینچ دے گا۔ جس سے تمام چہرہ نورانی ہو جائے گا اور کفار کی ناک یا گردن پر خاتم سلیمان سے ہر کر دے گا۔ جس سے ان کا چہرہ سیاہ بے رونق ہو جائے گا۔

خانہ کعبہ کا گریا جانا

اس کے بعد ایک ٹھنڈی ہوا چلے گی جس کے سبب سے ہر صاحب ایمان کی بغل میں درد پیدا ہوگا۔ افضل فاضل سے۔ فاضل ناقص سے۔ اور ناقص فاسق سے پہلے مرنے شروع ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئی اہل ایمان باقی نہ رہے گا۔ بعد ازاں کفار جلدیہ کا غلبہ ہوگا۔ اور ان کی سلطنت ہوگی۔ وہ خانہ کعبہ کو ڈھا دیں گے۔ حج موقوف ہو جائے گا۔ قرآن مجید دل نہ بانوں اور کاغذوں سے اٹھ جائے گا۔ خدا ترسی اور خوفِ آخرت دلوں سے اٹھ جائے گا۔ شرم جیبا نہ رہے گی۔ آدمی گدھوں اور کتوں کی مانند دوستوں میں جماع کریں گے۔ حکام کا ظلم اور رعایا کی ایک دوسرے پر دست درازی رفتہ رفتہ بڑھ جائے گی۔ جس سے احصار و قسبات ویران ہو جائیں گے۔ محظ و وبا کا ظہور ہوگا۔

ایک بڑی آگ

اُس وقت ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی۔ دیگر ممالک کے لوگ اہل و عیال سمیت شام کو روانہ ہوں گے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی آگ جنوب کی طرف سے نمودار ہوگی۔ وہ ان کا تعاقب کرے گی۔ یہاں تک کہ وہ شام میں پہنچ جائیں گے پھر وہ آگ غائب ہو جائیگی۔

نسخ صورت

اس کے بعد چار پانچ سال لوگ عیش و عشرت کے ساتھ غفلت میں زندگی بسر کریں گے۔ بت پرستی عام ہوگی۔ کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ ہوگا۔ کہ یکایک جمعہ کے روز جو یوم عاشورا بھی ہوگا صبح کے وقت اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صبح بھونکنے کا حکم دے گا۔ صور کی آواز کے صدور سے تمام جہان فنا ہو جائے گا۔ زمین و آسمان کے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ چاند سورج طورت تمام ستارے ٹوٹ کر گہڑوں میں گئے۔ دریا خشک ہو جائیں گے۔ آگ بجھ جائیگی۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے کوئی باقی نہ رہے گا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ مَنْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ (آج سلطنت کس کی ہے)۔ پھر خود ہی جواب دے گا۔ اللهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّاسُ (اس ایک اللہ کی جو قہار ہے)۔ ایک مدت کے بعد بار دیگر نئے آسمان اور نئی زمین پیدا ہوگی۔ پھر حضرت اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور بھونکیں گے۔ اس کی آواز سے سب مردوں کے جسم دوبارہ وہی بن جائیں گے اور زندہ ہو کر قبروں سے اٹھیں گے۔ اسی کو قیامت کہتے ہیں۔ قیامت کے واقعات جو قرآن مجید و احادیث شریفہ میں مذکور ہیں مثلاً مردوں کا ان ہی اجساد کے ساتھ زندہ ہو کر اٹھنا۔ آفتاب کا زمین کے قریب آجانا۔ حساب اعمال ہونا۔ ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء کا نیک و بد اعمال کی گواہی دینا۔ نیکیوں کو نامہ اعمال کا سامنے کی طرف سے دائیں ہاتھ میں ملنا۔ اور بدوں کو پشت کی طرف سے بائیں ہاتھ میں ملنا۔ اعمال کا ترانہ دینا۔ پل صراط پر سے گزرنا۔ مومنوں کا اپنے مرتبہ کے موافق کسی کا بجلی کی طرح کسی کا دورے گھوڑے کی طرح کسی کا اڑتے پھرنے کی طرح کسی کا معمولی پھال سے عبور کر جانا اور منافقین و کفار کا کٹ کٹ کر دوزخ میں گرنا۔ حوض کوثر کے لذیذ و سرد پانی کے پینے سے مومنوں کی سب کلفتوں کا دور ہو جانا اور جنت میں داخل ہونا وغیرہ ان سب کے لئے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ یہاں بطور نمونہ ذیل میں دو تین پیشگوئیوں کا ذکر درج کیا جاتا ہے۔

حجاز کی آگ

صحیحین میں بروایت سعید بن المسیب مذکور ہے۔ کہ حضرت ابو ہریرہ نے مجھے خبر دی

سنہ صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ کتاب الفتن۔ امام بخاری کی دلالت سنہ ۱۰۰ھ میں اور روایات سنہ ۱۰۰ھ میں۔ امام مسلم کی دلالت سنہ ۱۰۰ھ میں اور روایات سنہ ۱۰۰ھ میں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک آگ جہاز کی زمین سے نکلے گی۔ جو بصرے میں اونٹوں کی گردنیں روشن کرے گی۔

مذکورہ بالا پیشین گوئی کے مطابق وہ آگ سرزمین حجاز میں ظاہر ہوئی۔ اس کے ظہور سے پہلے کئی زلزلے آئے جو اُس کا پیش خیمہ تھے۔ چنانچہ ماہ جمادی الاولیٰ ۶۵۷ھ کی اخیر تاریخ کو مدینہ منورہ میں کئی دفعہ زلزلہ آیا۔ مگر چونکہ خفیف تھا۔ اس لئے بعض لوگوں کو معلوم نہ ہوا۔ سہ شنبہ کے روز سخت زلزلہ آیا اور عام و خاص سب نے محسوس کیا۔ شب چہار شنبہ ۳ جمادی الاخرے کو رات کے اخیر تہائی حصہ میں مدینہ میں ایسا سخت زلزلہ آیا۔ کہ لوگ ڈر گئے اور اس کی ہیبت سے دل کانپ اُگئے۔ زلزلے کا یہ سلسلہ جمعہ کے دن تک رہا۔ اور اس کی آواز بجلی سے بڑھ کر تھی۔ زمین کانپتی تھی۔ اور دیواریں اُبل رہی تھیں۔ یہاں تک کہ صرف دن کے وقت اٹھارہ دفعہ حرکت ہوئی۔ جمعہ کی پچاسنت کو زلزلہ بند ہو گیا۔ اور دوپہر کو مدینہ منورہ سے قریباً ایک منزل بجانب شرق یہ آگ نمودار ہوئی۔ اس کے محل ظہور سے آسمان کی طرف بکثرت دھواں اُٹھا۔ جس نے اُفق کو گھیر لیا۔ جب تاریکی چھا گئی۔ اور رات آگئی۔ تو آگ کی شعاع بلند ہوئی۔ یہ آگ ایک بڑے شہر کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ جس کے گرد ایک فصیل ہو۔ اور اس فصیل پر کنگرے اور برج اور مینار ہوں۔ غرض اس آگ کو دیکھ کر تمام اہل مدینہ ڈر گئے۔ چنانچہ قاضی سنان حبیبی کا بیان ہے۔ کہ میں امیر مدینہ عزالدین منیف بن شیمہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ عذاب نے ہم کو گھیر لیا ہے۔ اللہ کی طرف رجوع کر۔ یہ سن کر اُس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے۔ اور لوگوں کے مظالم اُن کو واپس کر دیئے۔ پھر وہ اپنے قلعے سے نکل کر حرم شریف میں آیا اُس نے اور تمام اہل مدینہ حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں نے جمعہ کی رات اور ہفتگی رات حرم شریف میں گزاری اور باغات میں کوئی نہ رہا۔ جو حرم شریف میں نہ آیا ہو۔ لوگ رات کو گریہ و زاری اور تضرع کرتے تھے۔ اور حجرہ شریف کے گرد نئے سرے اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے

۱۰ بصرے ملک شام میں ایک شہر کا نام ہے۔ یہ بصرہ نہیں جو عراق غرب میں ہے

۱۱ مفصل حالات کے لئے دیکھو: فاء الوفا۔ باخبار دار المصطفیٰ للعلماء: السمر ہودی المتوفی ۹۹۱ھ

جزء اول صفحہ ۹۹ تا ۱۰۶۔

گرد گڑا کر دعا مانگا رہے تھے۔ اور نبی الرحمة صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ مانگا رہے تھے۔
 قطب فسطاطی جو اُس وقت کہ معظمہ میں مقیم تھے۔ ان کا بیان ہے۔ کہ یہ آگ بڑھتی چلی آئی
 یہاں تک کہ حرہ اور وادی شنطات کے متصل پہنچی۔ اور وادی شنطات میں سے جس کی ایک
 طرف وادی حرہ رضی اللہ عنہ ہے گرد گڑا کر حرم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل ٹھہری گئی۔ اس آگ
 کے شعلے ایسے نیر تھے کہ شجر و حجر جو اُس کے راستے میں آتا۔ اُسے پارہ پارہ کر دیتی اور پگھلا
 دیتی۔ غرض اس رحمة للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت شریف کی برکت سے یہ آگ حرم شریف
 سے خارج ہی رہی۔ اور وہاں سے پیچھے ہٹ کر اپنا رخ جانب شمال کر لیا۔ اور ۵۲ دن
 تک روشن رہی۔

یہ آگ مکہ۔ نیبج اور نیباد سے دکھائی دیتی تھی۔ اور شہر بصرے کے حاضرین کو اس
 کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آ گئیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔ مورخین کا قول
 ہے۔ کہ یہ آگ چار فرسنگ لمبی اور چار میل چوڑی اور ڈیڑھ قامت عمیق وادی میں چلتی تھی۔ اس کی
 حرارت سے پتھر رانگ کی مانند پگھل جاتا تھا۔ اس طرح وادی کے اخیر میں حرہ کے منہ کے
 نزدیک پگھلے ہوئے پتھر جمع ہوتے گئے۔ اور آخر کار ان سے وادی شنطات کے وسط میں کوہ
 وعیہ کی طرف ایک سدا بن گئی۔ اس سدا کے آثار باقی ہیں۔ اور اہل مدینہ اُسے جلس کہتے ہیں۔
 مدینہ منورہ میں اس آگ کا ظہور ایسا مشہور ہے۔ کہ مورخین کے نزدیک حد تو اتر کر پہنچا ہوا ہے
 کذافی و فاء للہ جہودی۔

امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) جو اُس زمانے میں موجود تھے۔ اس آگ کی نسبت شریح
 صحیح مسلم مطبوعہ انصاری۔ جلد ثانی۔ کتاب الفتن (۳۹۳) میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

اور تحقیق ہمارے زمانے میں ۳۷۶ھ میں ایک آگ
 نکلی۔ اور نہایت بڑی آگ تھی جو مدینہ کے مشرق
 پہلو سے حرہ کے پیچھے نکلی۔ شام اور باقی شہروں کے
 تمام باشندوں کو بطریق تو اتر اس کا علم ہوا۔ اور مجھے
 اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے خبر دی۔ جس نے

وقد خرجت فی زماننا ربا لمدینة
 سنة اربع وخمسين وستماند وکانت
 ناراً عظيمة جس اخرجت من جنب المدينة
 الشرقي وراء الحرة تو اتر العلم بها عند
 جميع اهل الشام وسائر البلدان و

اخبرني من حضرها من اهل المدينة اس آگ کو دیکھا۔

علامہ تاج الدین سبکی (متوفی ۸۷۰ھ) طبقات الشافعیۃ الکبریٰ (جزء پنجم - ص ۱۱۱) میں لکھتے ہیں۔ کہ جب ماہ جمادی الاخریٰ ۲۵۶ھ کی پانچویں تاریخ ہوئی۔ تو مدینہ منورہ میں اس آگ کا ظہور ہوا۔ اور دو راتیں اس سے پہلے ایک بڑی آواز ظاہر ہوئی۔ پھر ایک بڑا زلزلہ آیا۔ پھر قریظہ کے قریب حرہ میں آگ ظاہر ہوئی۔ اہل مدینہ اپنے گھروں سے اسے دیکھتے تھے۔ اس آگ کی رو میں پانی کی طرح جاری ہوئی۔ اور پڑا آگ بن کر رواں ہوئے۔ یہ آگ صحابیوں کے راستہ عراقی کی طرف روانہ ہوئی۔ پھر ٹھہر گئی۔ اور زمین کو کھلنے لگی۔ رات کے اخیر حصہ سے چاشت کے وقت تک اس میں سے ایک بڑی آواز آتی تھی۔ لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی۔ اور گناہ ترک کر دیئے۔ یہ آگ ایک مہینہ سے زیادہ روشن رہی۔ اور یہ وہی آگ ہے جس کی خبر جناب مصطفیٰ صلوات اللہ علیہ نے دی تھی۔ کیونکہ آپ نے فرمایا تھا۔ کہ قیامت قائم نہ ہوگی۔ یہاں تک کہ سمرقند میں جحانہ سے ایک آگ نکلے گی۔ جس سے بصرے میں اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔ ایک شخص سے جو رات کے وقت بصرے میں تھا روایت ہے۔ کہ اس کو اس آگ کی روشنی میں اونٹوں کی گردنیں نظر آ گئیں۔

نانا ریول کا فتنہ اور حادثہ بغداد

حضرت ابو بکر صدیق سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میری امت کے لوگ ایک پست زمین میں جس کا نام بصرہ ہوگا۔ ایک دریا کے نزدیک اتریں گے جس کو دجلہ کہتے ہیں۔ اس دریا پر ایک پل ہوگا۔ بصرہ کے باشندے بکثرت ہوں گے۔ اور وہ شہر مسلمانوں کے بڑے شہروں میں سے ہوگا۔ جب آخر زمانہ آئے گا۔ تو قنطورار کے بیٹے آئیں گے جن کے چہرے فراخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی۔ یہاں تک کہ وہ اس دریا کے کنارے پر اتریں گے۔ پس بصرہ کے باشندے تین گروہ ہو جائیں گے۔ ایک گروہ سیلوں کی دُموں اور بیابان میں پناہ لے گا۔ اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی جانوں کے لئے طالب امان ہوگا۔ اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور ایک گروہ اپنی اولاد کو پس پشت ڈال دے گا۔ اور ان سے لڑے گا۔ اور

۱۰ یعنی اہل و عیال اور مال و اسباب کو پیروں پر لاد کر بنگل کو چلے جائیں گے۔

وہی حقیقی شہید ہوں گے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث میں قنطرہ راء سے مراد تاری لوگ یعنی ترک ہیں۔ کیونکہ قنطرہ راء حضرت برہان علیؑ بنیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک لونڈی کا نام ہے۔ جس کی نسل سے یہ لوگ ہیں۔ ان کے چہروں کے کشادہ اور آنکھوں کے چھوٹا ہونے میں کسی کو کلام نہیں۔ البتہ حدیث میں بصرہ کا لفظ ہے۔ مگر اس سے مراد شہر بغداد ہے کیونکہ دریائے دجلہ اور پل بغداد میں ہیں نہ کہ بصرہ میں۔ اور نیز ترک لڑائی کے لئے اس کیفیت سے جو حدیث میں مذکور ہے بصرہ میں نہیں آئے۔ بلکہ بغداد میں آئے ہیں۔ جیسا کہ مشہور و معروف ہے۔ پس حدیث میں بصرہ کا ذکر اس لئے ہے۔ کہ بغداد کی نسبت بصرہ قدیم شہر ہے جس کے مضافات میں سے وہ گاؤں اور موضع تھے۔ جن میں شہر بغداد بنا۔ علاوہ انہیں بغداد کے قریب ایک گاؤں کا نام بھی بصرہ ہے۔

یہ پیشین گوئی ماہ محرم ۶۵۶ھ میں پوری ہوئی۔ جبکہ چنگیز خان تاری کے پوتے ہلاکونے شہر بغداد پر لشکر کشی کی۔ اس کی مختصر کیفیت یہ ہے۔ کہ اُس وقت بغداد میں خاندان عباسی کا آخری خلیفہ مستعصم باللہ بحد خلافت پر متمکن تھا۔ اس کا وزیر یوسف بن محمد بن علی علقمی قال دادیب مگر رافضی تھا۔ اور اس کے دل میں اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے کینہ و بغض تھا۔ وزیر مذکورہ شہزادہ ابو بکر اور امیر کبیر رکن الدین دویدار کا بھی دشمن تھا۔ کیونکہ یہ دونوں اہل سنت تھے۔ اور انہوں نے یہ سن کر کہ کرخ کے رافضیوں نے اہل سنت سے تعرض کیا ہے۔ کرخ کو لوٹ لیا تھا۔ اور روافض کو سخت سزا دی تھیں۔ ابن علقمی چونکہ بظاہر ان کے خلاف کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس لئے اُس نے پوشیدہ طور پر بذریعہ کتابت تاریوں کو عراق پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ ہلاکونے کے دربار میں حکیم نصیر الدین طوسی رافضی تھا۔ جس نے ابن علقمی کی ترغیب کو اور سہارا دیا۔ اور آخر کار ہلاکونے کو بغداد پر آمادہ کر دیا۔ چنانچہ ہلاکونے بڑی تیاری کے ساتھ بغداد

۱۱ ابو داؤد کی ولادت ۲۰۲ھ میں اور وفات ۲۷۲ھ میں ہوئی۔

۱۲ مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ باب الملاحم۔ فصل ثانی۔

۱۳ اشعۃ اللمعات ترجمہ مشکوٰۃ۔ کتاب الفتن۔ باب الملاحم۔

۱۴ مفصل حالات کے لئے دیکھو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للناجی السبکی المتوفی ۸۴۰ھ۔ جزو ثامن ص ۱۱۹۔

۱۵ کرخ لفتح اول و ثانی دہائے جمعہ و جمعہ است قریب بغداد و قبل محلہ از بغداد۔ فیہا ث اللغات۔

بغداد پر پیر پڑھا آیا۔ لشکر بغداد بس کر دی رکن الدین دہرہ در مقابلہ کے لئے بڑھا۔ اور بغداد سے دو منزل کے فاصلہ پر ہلاکو کے مقدمہ لشکر سے جس کا سردار تاجو تھا۔ میٹھ بھٹیر ہوئی۔ بغدادیوں کو شکست ہوئی کچھ تہ تیغ ہوئے۔ کچھ پانی میں ڈوب گئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ تاجو آگے بڑھا۔ اور دریائے دجلہ کے مغربی کنارہ پر اتر آ۔ ہلاکو نے مشرق سے حملہ کیا۔ اور بغداد کو گھیر لیا۔ اس وقت ابن علقمی نے خلیفہ کو صلح کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ میں صلح کی شرائط ٹھہرانے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گیا اور واپس آ کر خلیفہ کو صلح سے کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین! ہلاکو کی ولی خواہش ہے۔ کہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے امیر ابو بکر سے کر دے۔ اور آپ کو منصب خلافت پر قائم رکھے۔ مگر وہ صرف آپ سے اتنا چاہتا ہے۔ کہ آپ اس کی اطاعت تسلیم کر لیں۔ پھر وہ اپنا لشکر لے کر واپس چلا جائے گا۔ لہذا آپ اس پر عمل کریں۔ کیونکہ اس طرح مسلمان خونریزی سے بچ جائیں گے۔ پسین کر خلیفہ مع ارکان و اعیان سلطنت طالب امن و امان ہو کر نکلا۔ دریاں پہنچ کر وہ ایک نیم میں اتر گیا۔ پھر دریا پر بند کوڑھریں آیا اور علماء و فقہاء سے کہا کہ آپ شہزادہ کے عقد میں شامل ہوں۔ چنانچہ وہ بغداد سے نکلے اور قتل کئے گئے۔ اسی طرح عقد کے بہانہ سے ایک کے بعد دوسرے مارے جلائے گئے اور قتل کیا گیا۔ پھر خلیفہ کے حاشیہ نشین طالب ہوئے اور قتل کئے گئے۔ پھر خلیفہ کی سب اولاد قتل ہوئی۔ خلیفہ کی نسبت کہا گیا ہے۔ کہ کافر ہلاکو نے اُسے رات کے وقت بلایا۔ اور کئی باتیں دریافت کیں۔ پھر اُس کے قتل کا حکم دیا۔ ہلاکو ظالم سے کہا گیا۔ کہ اگر خلیفہ کا خون گرایا جائے گا۔ تو دنیا ناریک ہو جائے گی۔ اور تیرا ملک تباہ ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ رسول اللہ کے چچا کی اولاد میں سے ہے۔ اور دنیا میں خلیفۃ اللہ ہے۔ اس پر وہ سنگدل حکیم نصیر الدین طوسی کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ وہ مار ڈالا جائے۔ اور اس کا خون نہ گرایا جائے۔ چنانچہ ۲۸ محرم ۶۵۶ھ کو اُس بیچارے کو ایک بوری میں بند کر کے ہتھوڑوں سے مار ڈالا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اُسے لائوں سے مار ڈالا گیا۔ اور اُس کے امیروں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا گیا۔ پھر شہر بغداد میں خونریزی شروع ہوئی۔ اکثر باشندے شہید ہوئے تیس دن سے کچھ اور قتل جاری رہا۔ کہا گیا ہے کہ مقتولین کی کل تعداد اٹھارہ لاکھ تھی۔ اس کے بعد امان دی گئی۔ پس جو لوگ چھپے ہوئے تھے۔ ان میں سے اکثر تو زمین کے نیچے ہی طرح طرح کی مصیبتوں سے مر گئے۔ جو زندہ نکل آئے۔ انہوں نے بڑی

وقتیں اٹھائیں۔ پھر گھروں کو کھو دو کر بے شمار دفائن نکالے گئے۔ پھر نصار اے بلائے گئے۔ تاکہ علانیہ شراب خوری کریں اور سور کا گوشت کھائیں۔ اور مسلمان بھی ان کے ساتھ شریک ہوں بستمگار ہلا کو سوار ہو کر قصرِ خلافت کے آستانہ تک آیا۔ اور حرم کی بے آبروئی کی گئی اور وہ محل ایک عیسائی کو دیا گیا۔ مسجدوں میں شراب بہا دی گئی۔ اور مسلمانوں کو علانیہ اذان دینے سے منع کیا گیا۔ لاجول ولا فوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ سب کچھ ایک بغداد میں ہوا۔ بغداد کے علاوہ اور جگہ بھی تاناتاریوں نے بہت کچھ کیا اسی واسطے کہا گیا ہے۔ کہ تاناتاریوں کے قتلہ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی قتلہ وقوع میں نہیں آیا ہے۔ خلیفہ مستعصم باللہ کے ساتھ خاندان عباسیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ یوں سمجھو کہ عرب کی سلطنت روئے زمین سے اٹھ گئی جو قربِ قیامت کے آثار میں سے ہے۔

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ (متوفی ۶۹۱ھ) نے جو حادثہ بغداد کے وقت زندہ تھے مستعصم کا ایک نہایت دردناک مرثیہ لکھا ہے جس میں سے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

آسماں پر واجب ہے کہ امیر المومنین مستعصم کی مہلت کی تباہی پر زمین پر خون برسائے۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ قیامت کو تیرت شریف سے نکلیں گے تو اپنی نکل کر خلفت میں یہ قیامت کچھ لیجئے۔

محل کے ناز پروردوں کا خون ڈبوڑھی سے بہ گیا اور ہمارے دل کا خون آستین سے ٹپک نکلا۔

زنانے کی گردش اور دنیا کے انقلاب سے پناہ مانگنی چاہئے۔ یہ بات کسی کے خیال میں نہ آتی تھی کہ یوں ہو جائے گا۔

اے مخاطب کہ تو نے بیت الحرام کی میشان شوکت بھی ہے جہاں دم کی قید خاک پر گر گرتے تھے اور پھر یہ خاقان میں پہنچتے تھے ذرا آنکھ

اٹھا کر دیکھو کہ حضرت مصطفیٰ کے بنی عم کا خون اُس خاک پر بہایا گیا ہے جہاں بڑے بڑے بادشاہ ہاتھ گر گرتے تھے۔

۱۔ آسماں نہ حق بود گر خون بہا و بر زمین

بر نہ وال ملک مستعصم امیر المومنین

۲۔ اے محمد گر قیامت را بر آری سر نہ خاک

سر سگر و این قیامت در میانِ خلق ہیں

۳۔ نازدینان حرم را خونِ حلقِ نازدین

ز آستان بگرہ شت و مارا خونِ ل از آستین

۴۔ زینہار از دور گیتی و انقلابِ روزگار

در خیال کس نہ گشتی کا پنچال گر و چین

۵۔ ویدہ بر بار ایکہ دیدی شوکت بیت الحرام

قیصرانِ روم سر نہ خاک و خاقانِ بزمیں

۶۔ خونِ فرزندانِ عمِ مصطفیٰ شدہ ریختہ

ہم ہماں خاک کے کہ سلطاناں نہاوندے جسیں

۷۔ وجہ نول نابہت نہیں پس گزندہ نشیب | دریائے وجہ کا پانی خالص خون ہو گیا ہے۔ اگر سچی کی طرف
خاکِ نخلستان بطحا را کند بانوں عجیب | بے گا۔ تو نخلستان بطحا کی خاک کو خون سے لگیں کر دے گا۔

کعبہ شریف کی مجاہدت

ہم پہلے فتح مکہ میں اس کے متعلق حضرت عثمان بن طلحہ کی روایت نقل کر آئے ہیں جس میں
تین پیشین گوئیاں ہیں۔ ایک یہ کہ ہجرت سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ
سے فرمایا تھا۔ کہ ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ سو اسی کے مطابق فتح مکہ کے روز وقوع
میں آیا۔ دوسری یہ کہ آپ نے قریش کی نسبت فرمایا تھا۔ کہ وہ اُس دن بجائے ہلاک و ذلیل ہونے
کے زندگی و عزت پائیں گے۔ سو اسی کے مطابق فتح مکہ کے دن واقع ہوا۔ کہ قریش نے اسلام میں داخل
ہو کر واریں میں حیاتِ طیبہ حاصل کی اور عزت پائی۔ واقع میں وہ اس سے پہلے ذلت کی زندگی بسر کر
رہے تھے۔ کہ اُن بتوں کے آگے سر جھکاتے تھے جنہیں خود انہیں کے ہاتھوں نے تراشا تھا۔
فتح کے دن وہ اس ذلت سے نکل گئے۔ اور اُن کو خدائے وحدہ لا شریک کی عبادت کا شرف
حاصل ہوا۔ تیسری یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان بن طلحہ کو کنجی دیتے وقت فرمایا۔
کہ یہ کنجی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی۔ ظالم کے سوا کوئی اسے تم سے نہ چھینے گا۔ سو آج تک کہ قریباً
ساتھ سے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ خانہ کعبہ کی کنجی حضرت عثمان بن طلحہ کے خاندان میں رہی۔
اب ابن سعود نجدی نے جو سلوک اس خاندان سے کیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ نجدی
مذکور حسب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظالم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ
علیہ وسلم کے طفیل سے اس فتنہ نجدیہ کا جلدی خاتمہ کر دے۔ آمین ثم آمین۔

محامن ظاہری و باطنی | حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیدہ و اخلاق جلیلہ نمبر دلا
ثبوت ہیں۔ آپ کی طلاق آپ کا حسن منظر اور آپ کا اعتدال صورت ایسا تھا۔ کہ اپنوں کا تو
کیا ذکر بیگانے بھی جب روئے مبارک کو دیکھتے۔ تو بے ساختہ پکار اُٹھتے۔ و جھ لیس بوجہ
کذا اب دیہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہے۔ ان مثال کے ساتھ آپ کے حسن اخلاق و آداب پر غور کریں
آپ اُنٹی تھے۔ آپ کی ولادت ایسے شہر میں ہوئی۔ جہاں کوئی ذریعہ تعلیم نہ تھا۔ اور نہ آپ نے
کبھی وطن کو چھوڑا کسی دوسرے شہر میں جا کر علم حاصل کیا۔ بلکہ امیوں ہی میں تہی کی حالت میں

نشور و نما پاپا پس علم و معارف سے قطع نظریہ مکارم اخلاق اور محاسن آداب آپ نے بجز وحی الہی کہاں سے سیکھے۔

الغرض جو شخص بنظر انصاف آپ کی صورت - آپ کی سیرت - آپ کے اقوال - آپ کے افعال - اور آپ کے احوال کا مطالعہ کرتا ہے - اُسے آپ کی نبوت کی صحت میں ذرا بھی شک نہیں رہتا۔ کیونکہ جو اوصاف آپ میں مجتمع تھے - وہ آپ سے پہلے یا آپ کے زمانہ میں کبھی کسی میں جمع نہ ہوئے - اور نہ قیامت تک ہوں گے۔

نصارے کا اعتراض

پوشیدہ نہ رہے - کہ معجزوں کا اکثر ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے - مگر کوئی آیت نظر نہیں آتی جس سے ثابت ہو - کہ حضرت محمد صاحب نے معجزے دکھائے بہت سی آیتیں ہیں جن میں معجزے نہ دکھلانے کا سبب مدح ہے - اور بعض یہی بھی ہیں جن میں وہ صاف ظاہر کرتا ہے - کہ میں معجزے دکھلانے کو نہیں بھیجا گیا - سورۃ عنکبوت میں یوم مرقوم ہے -

کہتے ہیں کہ اگر اس کے خدا کی طرف سے کوئی نشانی اُس پر نازل نہ ہوگی - تو ہم ایمان نہ لادیں گے - پس اے محمد! تو کہہ کہ نشانیاں خدا کے پاس ہیں - میں تو ایک نصیحت دینے والا ہوں۔

وَقَالُوا كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
رَبِّهِمْ قُلْ إِنَّمَا آيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ
وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ

پھر سورۃ بنی اسرائیل میں لکھا ہے :-

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ
إِلَّا أَنْ كَذَّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ

کوئی چیز ہمیں مانع نہیں ہوئی - کہ تجھے معجزے کے ساتھ بھیجیں - مگر یہ کہ اگلے پیغمبروں کو جو ہم نے معجزے دئے تھے بھیجا تھا - انہیں لوگوں نے جھوٹا جانا۔

مگر اس مضمون کا بہت طول بیان کرنا ضروری نہیں - قرآن کا ہر ایک بے تعصب پڑھنے والا اس قول کی تصدیق کا اقرار کرے گا - سچ ہے کہ اکثر محمدی مصنف معجزوں کا ذکر کر کے محمد صاب سے منسوب کرتے ہیں - مگر یہ گمان یہاں تک محمد صاحب کی باتوں کے خلاف ہے - کہ بالکل قابل اعتبار نہیں رخطوط بنام جو انان ہندو پنجاب رئیس بک سوہائی - لودھیانہ امریکن مشن

جواب

عیسائی لوگ مسلمانوں پر اکثر یہ اعتراض کرتے ہیں۔ مگر انہیں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں۔
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کی نسبت جو کچھ اناجیل اربعہ میں آیا ہے۔ اس کا خلاصہ
یہ ہے :-

۱۱) متی باب ۱۲ - آیہ ۳۸ - ۳۹ میں ہے۔ کہ بعض فقیہوں اور فریسیوں نے مسیح سے ایک
نشان طلب کیا۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا :-

• اس زمانے کے بد اور حماکار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔ پرنس نبی کے نشان کے سوا
کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائے گا کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہے
وہیسا ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہے گا۔

اسی طرح متی باب ۱۲ - آیہ ۱ - ۴ میں ہے کہ فریسیوں اور صدوقیوں نے آزمائش کے لئے
حضرت مسیح سے آسمانی نشان طلب کیا۔ مگر یہاں بھی آپ نے وہی جواب دیا۔ کہ یونس نبی کے
نشان کے سوا کوئی اور نشان انہیں نہ دکھایا جائے گا۔ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ جواب بھی قابل
اعتبار نہیں۔ کیونکہ سوال تو آسمانی نشان کا تھا۔ اور جواب میں زمینی نشان کا وعدہ ہوا۔ سوال
اذ آسمان جواب اذ زمین۔ باد جو اس کے اسی انجیل میں مسیح علیہ السلام سے بہت سے معجزے
منسوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پانچ روٹیوں سے چار ہزار آدمیوں کا پیٹ بھرا (باب ۱۴ - آیہ ۱۵-۱۶)
اور دریا پر اپنے پاؤں سے چلے (باب ۱۴ - آیہ ۲۵) پھر سات روٹیوں سے چار ہزار کو کھلایا۔ (باب
۱۵ - آیہ ۳۸) پھر دو اندھوں کو بینا کیا (باب ۲۰ - آیہ ۳۰-۳۱) پھر انجیر کے درخت کو کھلایا۔
(باب ۲۱ - آیہ ۱۹) وغیرہ۔ اسی طرح جب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے حضرت مسیح
علیہ السلام سے ان کے اختیار کی بابت پوچھا (باب ۲۱ - آیہ ۲۳-۲۴) تب بھی آپ نے
کچھ صاف جواب نہ دیا۔

۱۲) مرقس باب ۸ - آیہ ۱۱ - ۱۳ میں ہے کہ فریسیوں نے مسیح کے امتحان کے لئے آسمان سے
کوئی نشان پھانسا۔ اس نے اپنے دل سے آواز کھینچ کر کہا :-

اُس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے مسیح کتا ہوں۔ کہ اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان نہ دیا جائے گا۔

یہاں یونس نبی کے نشان کا کوئی ذکر نہیں۔ باایں ہمہ اس انجیل میں بھی اندھے کو چنگا کرنا۔ چار ہزار کوسات روٹیوں سے سیر کرنا۔ کوڑھی کو چنگا کرنا وغیرہ معجزات حضرت عیسیٰ کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔

(۳) لوقا باب ۱۱۔ آیہ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸ میں ہے۔ کہ مسیح نے ایک دیو کو نکالا۔ مگر دیکھنے والوں نے اس معجزے کو تسلیم نہ کیا۔ بلکہ آزمائش کے لئے ایک آسمانی نشان مانگا۔ آپ نے یونس نبی کے نشان کا وعدہ فرمایا۔ باایں ہمہ اس انجیل میں بھی بہت سے معجزات آپ سے منسوب کئے گئے ہیں۔ اسی طرح مسیح نے ہیرودیس کے آگے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ اگرچہ ہیرودیس کو آپ کی کوئی کرامات دیکھنے کی امید تھی۔ آپ سے اُس نے بہتیری باتیں پوچھیں۔ پر آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔

(۴) یوحنا باب ۶۔ آیہ ۳۰ میں ہے۔ کہ یہودیوں نے حضرت مسیح سے کہا۔ "پس تو کونسا نشان دکھاتا ہے۔ تاکہ ہم دیکھ کر تجھ پر ایمان لاویں تو کیا کرتا ہے۔" یہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ بلکہ یونس نبی کے نشان کا بھی وعدہ نہ فرمایا۔ باایں ہمہ اس انجیل میں بھی بہت سے معجزے حضرت مسیح سے منسوب ہیں۔

اب ہم اس اعتراض کے تحقیقی جواب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر معجزات دکھائے کہ کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں دکھا اور وہ ایسے متواتر و مشہور طریقوں سے ثابت ہیں۔ کہ دنیا کے کسی اور مذہب میں اس کی نظیر نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ اس کتاب کے ناظرین پرہوشن ہے۔ مگر کفار قریش کے دکابروہ کا یہ عالم تھا۔ کہ وہ معجزات ان کے نزدیک گویا معجزے ہی نہ تھے۔ اس لئے سرکشی و عناد کے صیب سے انہوں نے اور نشانیاں طلب کیں۔ جو عطا نہ کی گئیں جن دو آیتوں سے معترض نے استدلال کیا ہے۔ ان میں ایسی نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ مذکور ہے۔ جس کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

وَمَا مَنَعَنَا أَنْ نُرْسِلَ بِالْآيَاتِ الْآلَانَ
كُذِّبَ بِهَا الْأَوَّلُونَ طَوَّاتِنَا ثَمُودَ وَالْقَاتَةَ
مُبَصَّرَاتٍ فَظَلَمُوا بِهَا وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ
إِلَّا تَخْوِيفًا (نبی اسرائیل ص ۷)

ہم کو نہیں روکا نشانیاں بھیجنے سے کسی شے نے مگر یہ
کہ جھٹلایا ان کو اگلوں نے اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی
سو جانے کو پھر اُس کا حق نہ مانا۔ اور ہم نہیں بھیجتے
نشانیاں مگر ڈرانے کو۔

اس آیت کا خلاصہ تفسیر یہ ہے۔ کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ قریش جو باوجود معجزات کثیرہ
دیکھنے کے اور نشانیاں (مثلاً گورہ صفا کا سونا ہو جانا۔ مکہ کے پہاڑوں کا دور کیا جانا۔ تاکہ نہ ہیں
قابلِ زراعت ہو جائے۔ اور نہروں کا جاری ہونا۔ تاکہ باغات لگ جائیں) طلب کرتے ہیں
ان نشانوں کے دینے سے ہمیں اس امر نے روکا ہے کہ اس قسم کی نشانیاں ہم نے پہلی امتوں کو
طلب کرنے پر عطا کیں۔ مگر وہ ایمان نہ لائے اور ہلاک ہو گئے۔ چنانچہ قوم ثمود نے جن کی ہلاکت
کے آثار بوجہ قرب دیار یہ قریش آتے جاتے دیکھتے ہیں حضرت صالح علیہ السلام سے نشانی طلب
کی۔ اور ہم نے ان کی دعا پر ہمت سے اونٹنی نکالی۔ مگر اس قوم نے اس سے انکار ہی نہیں کیا۔ بلکہ
اُس کے پاؤں کاٹ ڈالے۔ اس لئے وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ کیونکہ ہماری عادت یوں جاری ہے۔
کہ ہم کسی قوم کے سوال پر ایسی آیات کو صرف عذاب استیصال سے ڈرانے کے لئے بطور پیش خیمہ
بھیجا کرتے ہیں۔ پس اگر وہ قوم ان آیات کے بعد ایمان نہ لائے۔ تو ہم ضرور ان پر عذاب استیصال
نازل کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کفار قریش کے سوال پر وہ نشانیاں ہمارے حبیب کی دعا سے عطا
کی جائیں۔ تو یہ بھی انہیں کی طرح تکذیب کریں گے۔ اور عذاب استیصال کے مستوجب ہوں گے
مگر ہم نے بمقتضائے حکمت اس امت کو عذاب استیصال سے محفوظ رکھا ہے۔ لہذا ہم نے
وہ نشانیاں ان کو عطا نہیں کیں۔

اور کہتے ہیں کیوں نہ اتریں اُس پر کچھ نشانیاں اُس کے
رب سے تو کہہ نشانیاں تو ہیں اختیار میں اللہ کی اور میں تو

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ
فَلَوْلَا آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ وَإِنَّا

نہیں مانا ان سے پہلے کسی سستی نے جس کو ہلاک کیا ہم نے
اب کوئی یہ بائیں گے۔

لَا مَا آمَنَتْ قَبْلَكُمْ مِنْ قَوْمٍ يَدْعُونَ لَكُمْ بِآيَاتِهِمْ
يَوْمَئِذٍ هُوَ (انبیاء ص ۷)

تو حکمت یہ کہ ان میں سے بعض ایمان لائیں گے۔ اور بعض کی نسل سے ہون پیدا ہوں گے۔ فافہم۔

نَزِيرٌ مُّبِينٌ ۚ اَوَلَمْ يَكْفُرُوا اَنَّا اَنْزَلْنَا
عَلَيْكَ الْكِتَابَ بَيِّنًا عَلَيْهِمْ اٰتَانِي تَالِكَ
لَوْحَةً وَّذِكْرًا لِّقَوْمٍ يَتُومِنُوْنَ ۝
(عنكبوت - ع)

سنادینے والا ہوں کہہ ل کر۔ کیا ان کو بس نہیں کہ
ہم نے تجھ پر اتاری کتاب کہ ان پر پڑھی جاتی ہے۔
بے شک اس میں بڑی رحمت ہے اور سمجھانا ان لوگوں کو
جو مانتے ہیں!

ان آیتوں کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کفار قریش باوجود حنظل
آیات کشری و عناد کے سبب سے ہمارے حبیب پاک کی نسبت کہتے ہیں۔ کہ ان پر ایسی نشانیاں
کیوں نہیں اتریں جیسا کہ ناقہ صالح اور عصا مویٰ اور ماندہ عیسے۔ اسے ہمارے حبیب
ان کفار سے کہہ دیجئے۔ کہ ایسی نشانیاں اللہ کی قدرت و حکم میں ہیں۔ وہ ان کو حسب مقتضای
حکمت نازل کرتا ہے۔ میرا کام تو یہ ہے۔ کہ ان آیات کے ساتھ جو مجھے ملی ہیں۔ کفار کو ڈراؤں
نہ یہ کہ وہ نشانیاں لاؤں جو وہ عناد و تعنت سے طلب کرتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ان
کفار کی تردید میں جو ایسی نشانیاں طلب کرتے ہیں یوں فرماتا ہے۔ کہ کیا ان کو ایک نشانی
کافی نہیں۔ جو تمام نشانیوں سے مستغنی کر دینے والی ہے۔ یعنی قرآن کریم جو ہم نے تجھ پر اتارا ہے
وہ ایک زندہ معجزہ ہے۔ ہر مکان و زمان میں ان پر پڑھا جاتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ان کے
ساتھ رہے گا۔ اس میں بڑی رحمت اور تذکرہ ہے ایمان والوں کے لئے نہ ان کے لئے جو
عناد رکھتے ہیں۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا۔ کہ آیات بلا سے معجزات کی نفی نہیں پائی جاتی۔ بلکہ ان میں
باوجود کثرت معجزات ان خاص نشانیوں کے نہ ملنے کی وجہ بیان ہوئی ہے۔ جو کفار نے محض
عناد سے طلب کیں۔ لہذا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ قرآن میں کوئی آیت نظر نہیں آتی جس سے
ثابت ہو۔ کہ آنحضرت نے معجزے دکھائے۔ صرف عناد پر مبنی ہے۔ وہ اپنے منہ سے بڑا بول
بولتے ہیں (یہوداہ - ۱۶)

کیا بڑی بات ہو کر نکلتی ہے ان کے منہ سے سب
جھوٹ ہے جو کہتے ہیں۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ
اِنَّ يَفْقَهُوْنَ اِلَّا كَذِبًا (کھف - ع)

آٹھواں باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائص کا بیان

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و کمالات کا احاطہ طاقت بشری سے خارج ہے۔ علمائے ظاہر و باطن سب یہاں عاجز ہیں چنانچہ حضرت خواجہ صالح بن مبارک بخاری خلیفہ مجاز حضرت خواجہ خواجگان سید بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ انیس الطالبین ص ۹ میں یوں لکھتے ہیں :-

صوفیہ کرام کلاس امر پر اتفاق ہے کہ نبوت کے سب سے نزدیک مقام و مرتبہ صدیقیت ہے! اور سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ کا قول ہے کہ صدیقیوں کے مقام کی نہایت پیروں کے مقام کی ابتداء ہے۔ اور ان کے کلمات قدسیہ میں سے ہے کہ عامر مومنین کے مقام کی غایت اولیاء کے مقام کی ابتدا ہے اور اولیاء کے مقام کی غایت شہیدوں کے مقام کی ابتدا ہے اور شہیدوں کے مقام کی غایت صدیقیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور صدیقیوں کے مقام کی غایت نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے اور نبیوں کے مقام کی غایت رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے اور رسولوں کے مقام کی غایت اولو العزم کے مقام کی ابتدا ہے اور اولو العزم کے مقام کی غایت حضرت مصطفیٰ کے مقام کی ابتدا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مصطفیٰ کے مقام کی غایت معلوم نہیں رسولائے حق جل و علا کے آپ کے مقام کی غایت کوئی نہیں جانتا روز انزل میں بیشاق کے دن رحمن کا مقام ان ہی مرتبہ

اجماع اہل تصوف است کہ صدیقیت نزدیک ترین مقامی و مرتبہ الیت بہ نبوت و سخن سلطان العارفین ابو یزید بسطامی است قدس سرہ کہ آخر نہایت صدیقان اول احوال انبیاء است و ان کلمات قدسیہ الشائست کہ نہایت مقام عام مومنان بدایت مقام اولیاء است و نہایت مقام اولیاء بدایت مقام شہیدان است و نہایت مقام شہیدان بدایت مقام صدیقان است نہایت مقام صدیقان بدایت مقام انبیاء است نہایت مقام انبیاء بدایت مقام رسول است نہایت مقام رسول بدایت مقام اولو العزم است نہایت مقام اولو العزم بدایت مقام مصطفیٰ است صلی اللہ علیہ وسلم و مقام مصطفیٰ نہایت پیدا نیست جز بحق جل و علا کے نہایت مقام و سے راند اندو در روز انزل مقام ارواح و بروزی شاق ہم پر میں مراتب بود کہ ذکر

کردہ شد و در روز قیامت ہم بریں مراتب
باشند۔

تھا جو مذکور ہوئے۔ اور قیامت کے دن
بھی ان ہی مراتب پر ہوگا۔

شیخ ابو الحسن خرقانی قدس سرہ (متوفی روز عاشورہ ۴۲۵ھ) یوں فرماتے ہیں:-

مجھے ان تین چیزوں کی غایت و حد معلوم نہ ہوئی۔
حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات
بکافس۔ معرفت۔

”سہ چیزیں غایت نہ اتم۔ غایت درجات مصطفیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم نہ اتم۔ وغایت کفیس نہ اتم
وغایت معرفت نہ اتم“ (نفحات الانس)

امام شرف الدین بوسیری رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۶۹۲ھ) اپنے قصیدہ بروہ شریف میں
فرماتے ہیں:-

پھوڑ کر دعویٰ وہ جس کے ہیں نصارے مدعی
چاہو جو مانو اسے زیبا ہے اللہ کی قسم
جو شرف چاہو کہ وہ منسوب اس کی ذات سے
کوئی عظمت کیوں نہ ہو ہے منزلت اس کی کم
حد نہیں رکھتی فضیلت کچھ رسول اللہ کی
اب کشائی کیا کریں اہل عرب اہل عجم

دَعِ مَا اَدْعَتْهُ النَّصَارَىٰ نِيَّصِمُ
وَاحْكُم بِمَا شِئْتُمْ مَدْحًا فَيَدِ وَالْحَكِيمُ
وَالنَّسَبُ اِلَىٰ ذَاتِهِ مَا شِئْتُمْ مِنْ شَرَفٍ
وَالنَّسَبُ اِلَىٰ قَدْرِهِ مَا شِئْتُمْ مِنْ عَظَمٍ
فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَيْسَ كَدِ
حَدٍّ فَيُعْرَبُ عَنْهُ فَاَطِقْ لِقَمِ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوت میں یوں فرماتے ہیں:-
ہر رتبہ کہ بود در اسکاں برومت ختم
ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ رقمطرازہ ہیں:-

اے صاحب جمال اے سید البشر
آپ کے روشن چہرہ سے پاندر روشن ہے
آپ کی ثنا کا حقہ ممکن نہیں
قصہ مختصر یہ کہ خدا کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ
مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيرِ لَقَدْ نَوَّرَ الْقَمَرِ
لَا يُكْبِنُ الدَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ
بَعْدَ اَنْ خَلَا بَرْزُكُ تُوْنِي قِصَّةً مُّخْتَصِرِ

جو معجزات و کمالات و فضائل دیگر انبیاء کے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین میں بعد اجداد موجود

تھے۔ ان سب کے نظائر یا ان سے بھی بڑھ کر حضور انور بانی ہودا قی کی ذات شریف میں مجتمع تھے۔

۵۔ خوبی شکل و شمائل حرکات و سکنات آنچہ خوبیاں ہمہ دارند تو تمہا داری بغرض توضیح صرف چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

۱۔ حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کے ناموں کا علم دیا آپ کو فرشتوں نے سجدہ کیا۔

سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ احمد صاحب نے اصلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان کے علاوہ سمیات کا بھی علم دیا جیسا کہ حدیث طبرانی و مسند فردوس کے حوالہ سے پہلے آچکا ہے۔ آپ پر اللہ اور اللہ کے فرشتے درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اور زمینیں بھی سلام درود بھیجتے ہیں۔ بیشتر اتم و اکمل ہے۔ کیونکہ سجدہ تو ایک دفعہ ہو کر منقطع ہو گیا۔ اور یہ درود سلام ہمیشہ کے لئے جاری ہے۔ اور اعم بھی ہے۔ کیونکہ سجدہ تو صرف فرشتوں کے ظہور میں آیا۔ اور درود میں اللہ اور فرشتے اور زمینیں شامل ہیں۔ علاوہ انہیں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اس لئے سجدے کا حکم دیا تھا کہ نور محمدی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں آسمانوں کے اوپر مقام قاب قوسین تک اٹھایا۔

آپ کے وجود کی برکت سے آپ کی امت عذاب تبصا ل سے محفوظ رہی۔ وَمَا كَانَ لِلَّهِ يَعْزِبُ بَصَرًا أَنْتَ فِيهِمْ اللہ تعالیٰ نے کشتی نوح کو بھی آپ ہی کے نور کی برکت سے غرق ہونے سے بچایا۔ کیونکہ اس وقت نور محمدی حضرت سائیم کی پیشانی میں تھا۔

۲۔ حضرت ادریس علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھایا۔

۳۔ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور آپ پر ایمان لانے والوں کو غرق ہونے سے نجات دی۔

۴۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دینے کا جس حال میں کہ آپ ان میں موجود ہیں۔

۵۔ دیکھو درقانی علی الراہب۔ جز، ثالث۔ ص ۵۴

انبیائے سابقین علیہم السلام	سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
۴۔ ہو علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہوا بھیجی۔	آپ نے فرمایا۔ کہ با وضو سے میری مدد کی گئی اور تو م عاذ مغربی ہوا سے ہلاک کی گئی
۵۔ حضرت صالح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے پتھر میں اونٹنی نکالی۔ آپ فصاحت میں بگائے روزگار تھے۔	اونٹ نے آپ کی اطاعت کی اور آپ سے کلام کیا۔ فصاحت میں کوئی آپ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔
۶۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔	آپ ہی کے لئے نور کی برکت سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ پر آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ آپ کی ولادت شریف پر فارس کی آگ جو ہزار برس سے نہ بجھی تھی گل ہو گئی۔ شب معراج میں کمرہ نار سے آپ کا گزر ہوا۔ اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ آپ کی امت میں بھی ایسے بزرگ گزرے ہیں۔ کہ آگ میں ڈالے گئے۔ اور سلامت رہے۔ چنانچہ ابو مسلم خولانی و ذریب بن کلیب۔
آپ کو مقام خلعت عطا ہوا۔ اسی واسطے آپ کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔	آپ کو درجہ خلعت عطا ہوا اور اس سے بڑھ کر درجہ محبت عطا ہوا اسی واسطے آپ کو خلیل اللہ کہتے ہیں۔
<p>۷۔ خصائص کبریٰ، بحوالہ صحیحین۔ جزو اول صفحہ ۲۳۰</p> <p>۸۔ جب غزوة تبوک کے بعد رمضان ۶ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ تو حضرت عباس نے آپ کی اجازت سے آپ کی مدح میں چند شعر کہے ہیں۔ ان میں سے ایک شعر یہ ہے۔</p> <p>وردت نار الخلیل مکتوما آپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی آگ میں پوشیدہ داخل ہوئے فی صلبہ انت کیف یحترق آپ ان کی پشت میں تھے وہ کیسے جل سکتے تھے۔</p> <p>طرائی وغیرہ نے اس قصہ کو روایت کیا ہے۔ دیکھو مواہب ذرقاتی۔ غزوة تبوک۔</p> <p>۹۔ خصائص کبریٰ۔ جزو ثانی۔ صفحہ ۱۹۳</p> <p>۱۰۔ ذرقاتی علی المواہب۔ جزو خامس۔ صفحہ ۱۹۳</p>	

انبیائے سابقین علیہم السلام	سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
آپ نے اپنی قوم کے بت خانے کے بت توڑے۔ آپ نے خانہ کعبہ بنایا	آپ نے خانہ کعبہ کے گرد اور اوپر چترتین سو ساڑھے بت نصب تھے غص ایک لکڑی کے اشارے سے بے بعد دیگرے گر دیئے۔ آپ نے بھی خانہ کعبہ بنایا۔ اور حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ تاکہ آپ کی امت کے لوگ طواف وہاں سے شروع کیا کریں۔
۷۔ حضرت اسماعیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو والد بزرگوار ذبح کرنے لگے۔ تو آپ نے صبر کیا۔	اس کی زینیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق صدر ہے۔ جو ذبح میں آیا۔ حالانکہ ذبح اسماعیل ذبح میں نہ آیا۔ بلکہ ان کی جگہ ذبح ذبح کیا گیا۔
۸۔ حضرت یعقوب علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو جب برادران یوسف نے خبر دی کہ یوسف کو بھیڑیا کھا گیا ہے۔ تو آپ نے بھیڑیے کو بلا کر پوچھا بھیڑیا بولا کہ میں نے یوسف کو نہیں کھا یا (خصائص کبریٰ ج ۱۲ ص ۱۸۶)	آپ سے بھی بھیڑیے نے کلام کیا۔ جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔
آپ فراق یوسف میں مبتلا ہوئے۔ اور صبر کیا۔ یہاں تک کہ غم کے مارے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور قریب نفاک محل یا ہلاک ہو جاتے۔	آپ اپنے صاحبزادے ابراہیم کی دائمی مفارقت میں مبتلا ہوئے۔ مگر آپ نے صبر کیا حالانکہ اُس وقت اور کوئی صاحبزادہ آپ کا نہ تھا۔
۹۔ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال عطا فرمایا۔	آپ کو ایسا حسن عطا ہوا۔ کہ کسی کو نہیں ہوا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو تو نصف حسن ملا تھا۔ مگر آپ کو تمام ملا۔

<p>سیدنا مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم</p>	<p>انبیائے سابقین علیہم السلام</p>
<p>آپ سے تعبیر و بار کی کثیر مثالیں احادیث میں مذکور ہیں۔</p>	<p>آپ خوابوں کی تعبیر کرتے تھے مگر</p>
<p>آپ نے اہل اور شہ داروں اور دوستوں اور وطن کو چھوڑ</p>	<p>قرآن مجید میں صرف تین خوابوں کی</p>
<p>کہ ہجرت کی۔</p>	<p>تعبیر آپ سے وارد ہے</p>
<p>صبر میں آپ کے احوال حد حصر سے خارج ہیں۔</p>	<p>آپ اپنے والہوں اور وطن کے</p>
<p>آپ کی پشت مبارک پر مہر نبوت تھی۔ علاوہ انہیں آپ سرایا</p>	<p>فراق میں مبتلا ہوئے۔</p>
<p>نور تھے۔ اگر آپ نے نقاب بشریت نہ اڑھا ہوتا۔ تو کوئی</p>	<p>۱۰۔ حضرت ابوبالیٰ نبینا علیہ</p>
<p>آپ کے جمال کی تاب نہ لاتا۔</p>	<p>الصلوٰۃ والسلام۔ آپ صابر تھے۔</p>
<p>آپ نے اپنی انگلیوں سے پنشنوں کی طرح پانی جاری کر دیا۔</p>	<p>۱۱۔ حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ</p>
<p>اور یہ اُس سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ پتھر سے پانی کانگنا متعارف</p>	<p>والسلام۔ آپ کو بید بیضا عطا</p>
<p>ہے۔ مگر خون و گوشت میں سے متعارف نہیں۔</p>	<p>ہوا۔</p>
<p>ستون حنانہ جو کھجور کا ایک خشک ٹنڈ تھا۔ آپ کے فراق میں</p>	<p>آپ نے عصا مار کر پتھر سے پانی</p>
<p>رویا۔ اور اُس سے پتھر کی سی آواز نکلی جو مال کے فراق میں رورہا ہو۔</p>	<p>جاری کر دیا۔</p>
<p>آپ نے عرش پر مقامِ نابِ قوسین میں اپنے رب سے کلام کیا۔</p>	<p>آپ کو عصا عطا ہوا جو اُردو</p>
<p>اور دیدار الہی سے بھی بہرہ ور ہوئے اور حالتِ تکلم میں لے ہے</p>	<p>بن جاتا تھا۔</p>
<p>سے موسیٰ زہروشِ رفت بہ یک پر تو صفات</p>	<p>آپ نے کوہ طور پر اپنے رب سے</p>
<p>تو علین ذات لے نگری در تبستی</p>	<p>کلام کیا۔</p>
<p>آپ نے انگشت شہادت سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔</p>	<p>آپ نے عصا سے بحیرہ قلم</p>
<p>معجزہ کلیم تو زمین پر تھا۔ اور یہ آسمان پر۔ وہاں عصا</p>	<p>کو دو پارہ کر دیا۔</p>
<p>کا سہارا تھا۔ اور یہاں صرف انگلی کا اشارہ تھا۔</p>	

سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	انبیائے سابقین علیہم السلام
آپ کے لئے بھی آفتاب غروب ہونے سے روکا گیا۔	۱۲۔ حضرت یوشع علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے لئے آفتاب ٹھہرایا گیا۔
آپ نے بدر کے دن جبارین سے جہاد کیا اور ان پر فتح پائی۔ آپ وفات شریف تک جہاد کرتے رہے۔ اور جہاد قیامت تک آپ کی امت میں جاری رہے گا۔	آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد جبارین سے جہاد کیا۔
آپ کے ہاتھ مبارک میں سنگریزوں نے تسبیح پڑھی۔ بلکہ آپ نے دوسروں کے ہاتھ میں بھی لنگروں سے تسبیح پڑھوا دی۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ آپ کے طعام میں تسبیح کی آواز آبا کر تھی۔ کیونکہ پہاڑ تو خشوع و خضوع سے منصف ہیں۔ مگر طعام سے تسبیح معبود نہیں۔	۱۳۔ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کے ساتھ پہاڑ تسبیح پڑھتے تھے۔
پرندوں کے علاوہ حیوانات (اونٹ بھیرے شیر وغیرہ) آپ کے مسخر و مطیع کر دیئے گئے۔	پرندہ سے آپ کے مسخر کر دیئے گئے۔
آپ کے لئے شبِ معراج میں صخرہ بیت المقدس خمیر کی مانند ہو گیا تھا۔ پس آپ نے اس سے اپنا براق باندھا (دلائل حافظ ابو نعیم اصفہانی)	آپ کے ہاتھ میں لوہا بوم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔
آپ بھی نہایت خوش آواز تھے۔ چنانچہ تہذیبی نے حدیث انس میں نقل کیا ہے۔ وکان نبیکم احسنہم وجملاً و احسنہم صوتاً۔	آپ نہایت خوش آواز تھے۔
آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا۔ کہ نبوت کے ساتھ ملک لیں یا عبودیت۔ آپ نے عبودیت کو پسند فرمایا۔ یا ایہ ہمہ اللہ تعالیٰ نے خزانہ الارض کی کنجیاں آپ کو عطا فرمائی ہیں۔	۱۴۔ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ کو ملک عظیم عطا ہوا۔

<p>سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم</p>	<p>انبیائے سابقین علیہم السلام</p>
<p>اور آپ کو اختیار دیا ہے۔ کہ جس کو چاہیں عطا کریں۔ آپ کو مشپ معراج میں براق عطا ہوا جو ہوا بلکہ بجلی سے بھی تیز رفتار تھا۔</p>	<p>آپ کے تخت کو جہاں چاہتے ہوا اڑا لے جاتی۔ صبح سے زوال تک ایک مہینہ کی مسافت اور زوال سے شام تک ایک مہینے کی مسافت طے کرتے تھے۔</p>
<p>جن بطوع و رغبت آپ پر ایمان لائے۔ آپ اونٹ بھیڑیے و ٹیرہ حیوانات کا کلام سمجھتے تھے، آپ پتھر نے کلام کیا۔ جسے آپ نے سمجھ لیا۔</p>	<p>جن بظہر و غلبہ آپ کے مطیع تھے۔ آپ پرندوں کی بولی سمجھتے تھے۔</p>
<p>آپ نے مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کورہ صیوں کو اچھا کیا۔ جب خیر فتح ہوا۔ تو وہاں کی ایک یہودی عورت نے آپ کو زہر آلودہ بکری کا گوشت بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ نے بکری کا پانہ لیا۔ اور اس میں سے کچھ کھایا۔ وہ پانہ ڈبولا۔ کہ مجھ میں زہر ڈھالا گیا ہے۔ یہ مردے کو زندہ کرنے سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ میت کے ایک جزو کا زندہ ہونا ہے۔ حالانکہ اس کا بقیہ جو اس سے منفصل تھا مردہ ہی تھا۔</p>	<p>۱۵۔ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔ آپ مردوں کو زندہ اور اندھوں کو بینا اور کورہ صیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔</p>
<p>غزوہ بدر میں حضرت عکاشہ بن محسن کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آپ نے ان کو ایک خشک لکڑی دے دی جب انہوں نے اپنے ہاتھ میں لے کر ہلائی تو وہ سفید مضبوط لمبی تلوار بن گئی۔ آپ نے ولادت شریف کے بعد کلام کیا۔</p>	<p>آپ نے مٹی سے پرندہ بنا دیا آپ نے گہوارہ میں لوگوں سے کلام کیا۔</p>
<p>آپ کا زہد سب سے زیادہ تھا۔</p>	<p>آپ بڑے زاہد تھے۔</p>

خصائص سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم

فضائل و معجزات مذکورہ بالا تو وہ ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے درمیان مشترک ہیں۔ ان کے علاوہ اور فضائل و معجزات وغیرہ ہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں۔ ان کو آپ کے خصائص کہتے ہیں یہ خصائص بھی بکثرت اور حد و حصر سے خارج ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بیس سال بڑی محنت سے احادیث و آثار و کتب تفسیر و شرح حدیث و فقہ و اصول و تصوف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کا تتبع کیا۔ اور خصائص کبرائے اور انوار اللیبیب فی خصائص الحبيب تصنیف فرمائی جن میں نہایت سے زائد خصائص کا ذکر ہے۔ جو اہل اللہ عن خیر الخیر اور قطب شہرانی نے کشف میں اپنے استاد علامہ سیوطی کے خط سے یہی خصائص نقل کئے ہیں۔

یہ خصائص چار قسم کے ہیں۔ اول وہ واجبات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منحصر ہیں مثلاً نماز نہجد۔ دوام وہ احکام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر حرام ہیں۔ دوسروں پر نہیں۔ مثلاً تحريم زکوٰۃ۔ سوم وہ مباحات جو حضور علیہ الصلوٰۃ سے منحصر ہیں۔ مثلاً نماز بعد عصر چھلک وہ فضائل و کمالات جو حضور انور بانی ہود اُمی سے مخصوص ہیں۔ اس منحصر میں صرف قسم چہارم میں سے بعض خصائص ذکر کئے جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

۱۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب نبیوں سے پہلے پیدا کیا۔ اور سب انجیر میں مبعوث فرمایا۔

۲۔ عالم ارواح ہی میں آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ اور اسی عالم میں دیگر انبیائے کرام علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں نے آپ کی روح انور سے استفاضہ کیا۔

۳۔ عالم ارواح میں دیگر انبیائے کرام علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحوں سے اللہ تعالیٰ نے عہد لیا کہ اگر وہ حضور انور کے زمانے کو پائیں۔ تو آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد کریں۔

۴۔ یوم الاستثابین سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بلی کہا تھا۔

۵۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور تمام مخلوقات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیدا کی گئی۔

۶۔ حضور کا اہم مبارک عرش کے پایہ پر اور ہر ایک آسمان پر اور بہشت کے درختوں اور محلات پر اور جوں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔

۷۔ کتب الہامیہ سابقہ تورات و انجیل و نبیہ میں آپ کی بشارت درج ہے۔

۸۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین قرون قرناً بعد قرن سے اور بہترین قبائل و خاندان سے

ہیں۔ یعنی برگزیدہ ترین برگزیدگان اور بہترین بہترین اور مہترین مہتران ہیں۔

۹۔ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر حضور کے والد ماجد تک اور

حضرت حواء سے لے کر حضور کی والدہ ماجدہ تک حضور کا نسب شریف مفاح (زمانہ) سے پاک و صاف رہا ہے۔

۱۰۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کے وقت بت اور ندھے گرہ پڑے۔ اور جنوں نے

اشعار پڑھے۔

۱۱۔ حضور نختہ کئے ہوئے۔ ناف بریدہ۔ اور آلودگی سے پاک و صاف پیدا ہوئے۔

۱۲۔ پیدائش کے وقت آپ حالت سجدہ میں تھے۔ اور ہر دو انگشت شہادت آسمان کی

طرف اٹھائے ہوئے تھے۔

۱۳۔ آپ کے ساتھ پیدائش کے وقت ایسا نور نکلا۔ کہ اُس میں آپ کی والدہ ماجدہ نے

ملک شام کے محل دیکھ لئے۔

۱۴۔ فرشتے حضور کے گہوارے کو ہلایا کرتے تھے۔ آپ نے گہوارے میں کلام کیا۔

چنانچہ آپ چاند سے باتیں کیا کرتے۔ جس وقت آپ اُس کی طرف انگشت مبارک سے

اشارہ فرماتے وہ آپ کی طرف جھک آتا۔

۱۵۔ بعثت سے پہلے گری کے وقت اکثر بادل آپ پر سایہ کرتا تھا۔ اور درخت کا سایہ

آپ کی طرف آجاتا تھا۔

۱۶۔ حضور کا سینہ مبارک چار دفعہ شق کیا گیا۔ یعنی حالت رخصت میں۔ دس برس کی

عمر شریف میں۔ غار حراء میں ابتدائے وحی کے وقت اور شب معراج میں جیسا کہ پہلے مذکور ہوا
 ۱۷۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر عضو کا ذکر کیا ہے جس
 سے حق جل و علا کی کمال محبت و عنایت پائی جاتی ہے۔

قلب مبارک] مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (نجم - ع)
 نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ (شعراء - ع)

زبان مبارک] وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ (نجم شروع)
 فَإِنَّمَا يَسْمُرُ نَاهٍ لِّبَسَائِكَ (دخان - ع)

چشم مبارک - مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ (نجم - ع)

چہرہ مبارک - قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ (بقرہ - ع)

ہاتھ مبارک اور
 گردن مبارک] وَلَا تَجْعَلْ يَدَيْكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ (بنی اسرائیل - ع)

سینہ مبارک اور

پشت مبارک] أَنْفَضَ ظَهْرَكَ (الشرح شروع)

۱۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک (محمد) اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (محمود)
 سے مشتق ہے۔

۱۹۔ حضور کے اسمائے مبارکہ میں سے قریباً ستر نام وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

۲۰۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اسم مبارک احمد ہے۔ آپ سے پہلے جب سے
 دنیا پیدا ہوئی کسی کا یہ نام نہ تھا۔ تاکہ کسی کو تمک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ کہ کتب سابقہ
 الہامیہ میں جو احمد کا ذکر ہے وہ آپ ہی ہیں۔

۲۱۔ آپ کو آپ کا پروردگار بہشت کے طعام و شراب سے کھلاتا پلاتا تھا۔

۲۲۔ حضور اپنے پیچھے سے ایسا دیکھتے جیسا کہ سامنے سے دیکھتے۔ اور رات کو اندھیرے
 میں ایسا دیکھتے جیسا کہ دن کے وقت اور روشنی میں دیکھتے۔

۲۳۔ حضور کے دہن مبارک کا لعاب آب شہور کو میٹھا بنا دیتا۔ اور شیر خوار بچوں کے لئے

دو دھ کا کام دیتا۔

۲۴۷۔ جب آپ کسی پتھر پہ چلتے تو اس پر آپ کے پاؤں مبارک نشان ہو جاتا۔ چنانچہ مقام ابراہیم میں ہے۔ اور سنگ مکہ میں آپ کی کہنیوں کا نشان مشہور ہے۔

۲۴۸۔ حضور کی بغل شریف پاک و صاف اور خوشبودار تھی۔ اس میں کسی قسم کی بوٹے یا خوشبو نہ تھی۔

۲۴۹۔ آپ کی آواز مبارک اتنی دوز تک پہنچتی کہ کسی دوسرے کی نہیں پہنچتی۔ چنانچہ جب آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔ تو نوجوان لڑکیاں اپنے گھروں میں سُن لیا کرتی تھیں۔

۲۵۰۔ آپ کی قوت سامعہ سب سے بڑھ کر تھی۔ یہاں تک کہ اکثر آواز و حام ملائک کے سب سے آسمان میں جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ آپ وہ بھی سُن لیتے تھے۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام ابھی سدرۃ المنتہیٰ میں ہوتے۔ کہ آپ اُن کے بازوؤں کی آواز سُن لیتے تھے۔ اور جب وہ وہاں سے آپ کی طرف وحی کے لئے اُترنے لگتے۔ تو آپ اُن کی خوشبو سونگھ لیتے۔ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کی آواز بھی آپ سُن لیا کرتے تھے۔

۲۵۱۔ خواب میں آپ کی آنکھ مبارک سو جاتی۔ مگر دل مبارک بیدار رہتا۔ بعضے کہتے ہیں کہ دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کا بھی یہی حال تھا۔

۲۵۲۔ آپ نے کبھی جمالی اور انگریزی نہیں لی۔ اور نہ کبھی آپ کو اختلام ہوا۔ دیگر انبیائے کرام بھی اس فضیلت میں مشترک ہیں۔

۲۵۳۔ حضور انور کا پسینہ مبارک کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

۲۵۴۔ حضور میاں نہ قد بائل بہ درازی تھے۔ مگر جب دوسروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے۔ تو سب سے بلند نظر آتے۔ تاکہ باطن کی طرح ظاہر و صورت میں بھی کوئی آپ سے بڑا معلوم نہ ہو۔

۲۵۵۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ کیونکہ آپ نور ہی نور تھے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

۲۵۶۔ آپ کے بدن شریف پر کبھی نہ بیٹھتی اور کپڑوں میں جوں نہ پڑتی۔

۲۵۷۔ جب آپ چلتے۔ تو فرشتے دیبوں حفاظت آپ کے پیچھے ہوتے۔ اسی واسطے

آپ نے اپنے اصحاب کرام سے فرمایا۔ کہ تم میرے آگے چلو اور میری پیٹھ فرشتوں کے واسطے چھوڑ دو۔

۳۵۔ حضور انور کا خون اور تمام فضلات پاک تھے۔ بلکہ آپ کے بول کا پینا شفاء تھا۔
 ۳۶۔ حضور کے ہر اذن کو زمین گل بجا با کرتی تھی۔ اور وہاں سے کشتوری کی خوشبو آیا کرتی تھی۔
 ۳۷۔ آپ جس گنجدے کے سر پر اپنا دست شفاء پھیرتے۔ اسی وقت بال اُگ آتے۔ اور جس درخت کو لگاتے وہ اسی سال پھل دیتا۔

۳۸۔ آپ جس سر پر اپنا دست مبارک رکھتے۔ آپ کی دست مبارک کی جگہ کے بال سیاہ ہی رہا کرتے۔ کبھی سفید نہ ہوتے۔

۳۹۔ آپ رات کے وقت دولت خانے میں تبسم فرماتے۔ تو گھر روشن ہو جاتا۔
 ۴۰۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے خوشبو آتی تھی جس راستے سے آپ گزرتے۔ اُس میں بوئے خوش رہتی۔ جس سے پتہ چلتا کہ آپ یہاں سے گزرے ہیں۔
 ۴۱۔ جس چوپائے پر آپ سوار ہوتے۔ وہ بول دہرا نہ کرتا۔ جب تک کہ آپ سوار رہتے۔
 ۴۲۔ آپ کی بعثت پر کاهنوں کی خبریں منقطع ہو گئیں۔ اور شہاب ثاقب کے ساتھ آسمانوں کی حفاظت کر دی گئی۔ اور شباطین تمام آسمانوں سے روک دئے گئے۔

۴۳۔ حضور کا قرین و سواکل (جن سے) اسلام لے آیا۔
 ۴۴۔ شب معراج میں حضور کے لئے براق مع زین دکھام آیا۔
 ۴۵۔ حضور انور شب معراج میں جسد مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں آسمانوں سے ادرپہ تشریف لے گئے۔

بلکہ جائے کہ جانو آجنا محرمے جز خود انو داہنا

اور آپ نے اپنے پروردگار جل شانہ کو آنکھوں سے دیکھا اور اُس کے ساتھ کلام کیا۔
 اسی رات آپ بیت المقدس میں نماز میں دیگر انبیائے کرام اور فرشتوں کے امام بنے۔
 ۴۶۔ بعض غزوات میں فرشتے آپ کے ساتھ ہو کر دشمنوں سے لڑے۔

۴۷۔ ہم چاہتے ہیں کہ حضور پر درود سلام بھیجیں۔ پہلی امتوں پر واجب نہ تھا کہ اپنے

پیغمبروں پر درود بھیجیں۔

۴۸۔ قرآن کریم اور دیگر کتب الہامیہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سوائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی پیغمبر پر درود وارد نہیں۔

۴۹۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے وہ کتاب عطا فرمائی۔ جو تحریف سے محفوظ اور بجا لفظ و معنی معجز ہے۔ حالانکہ آپ اُمتی تھے لیکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔ اور نہ عالموں کی صحبت میں رہے تھے۔

۵۰۔ حضور انور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں۔ چنانچہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔

انما انا قاسم واللہ یعطی (میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے) پس ان خزانوں میں سے جو کچھ کسی کو ملتا ہے۔ وہ آپ ہی کے دست مبارک سے ملتا ہے۔ کیونکہ آپ حضرت باری تعالیٰ کے خلیفہ مطلق و نائب کل ہیں۔ باذن الہی عطا فرماتے ہیں۔ جو کچھ چاہتے ہیں۔

۵۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کو جو اجماع کلم عطا فرمائے ہیں یعنی آپ کے کلام شریف ہیں

فصاحت و بلاغت اور غوامض معانی اور بدائع حکم اور محاسن عبارات بلفظ موجز لطیف سب پائے جاتے ہیں۔

۵۲۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر شے کا علم دیا۔ یہاں تک کہ روح اور ان امور خمسہ کا علم

بھی عنایت فرمایا جو سورہ لقمان کے اخیر میں مذکور ہیں۔

۵۳۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سارے جہاں دانس و جن و ملائک کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۵۴۔ حضور انور سارے جہاں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۵۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رعب کا یہ حال تھا۔ کہ دشمن خواہ ایک ماہ کی مدت

پہنچتا۔ آپ اُس پر رعب سے فتح پاتے اور وہ مغلوب ہو جاتا۔ یہ تخصیص نسبت دیگر انبیائے

گرام علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہے بسلاطین و جبارہ کا معاملہ خارج از بحث ہے۔

۵۶۔ آپ کے لئے ر اور آپ کی اُمت کے لئے، غنائم حلال کر دی گئیں۔ آپ سے پہلے

کسی پر حلال نہ تھیں۔

۵۷۔ آپ کے لئے (اور آپ کی امت کے لئے) تمام روئے زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنا دی گئی۔ پس جہاں نماز کا وقت آجائے اور پانی نہ ملے۔ چاہئے کہ تمہیں کر کے وہیں نماز پڑھ لی جائے۔ دوسری امتوں کے لئے پانی کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ طہارت نہ تھی اور نماز بھی معین جگہ کنیسہ وغیرہ کے سوا اور جگہ جائز نہ تھی۔

۵۸۔ چاند کا ٹکڑے ہونا۔ شجر و حجر کا سلام کرنا اور رسالت کی شہادت دینا۔ حنا نہ کارونا۔ اور انگلیوں سے چشمے کی طرح پانی کا جاری ہونا۔ یہ سب معجزات آپ کو عطا ہوئے۔

۵۹۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔
۶۰۔ حضور کی شریعت تمام انبیاء سابقین کی شریعتوں کی ناسخ ہے۔ اور قیامت تک رہے گی۔

۶۱۔ حضور کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب و یاد فرمایا۔ بخلاف دیگر انبیاء کے کہ انہیں ان کے نام سے خطاب و یاد کیا ہے۔ دیکھو آیات ذیل:-

۱۔ وَقُلْنَا يَا آدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ (پ۔ ع)

۲۔ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ (پ۔ ط۔ ع)

۳۔ قِيلَ يَا نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْنَا وَعَلَىٰ أُمَمٍ مِّمَّنْ مَعَكَ (پ۔ ہود۔ ع)

۴۔ وَنَادَىٰ نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ (پ۔ ہود۔ ع)

۵۔ يَا بُرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا (پ۔ ہود۔ ع)

۶۔ وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (پ۔ بقرہ۔ ع)

۷۔ قَالَ يٰمُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتَكَ بِرِسَالَتِي وَبِكَلَامِي فَخُذْ مَا آتَيْنَاكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ (پ۔ اعراف۔ ع)

۸۔ فَوَكَرَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ

مُبِينٌ (پ۔ قصص۔ ع)

۹۔ إِذْ قَالَ اللَّهُ لِعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ ادْكُرِي لِعِبَادِيَ عَلَيَّ وَالِدَتِكَ رَبِّ - مائده

(ع)۔

۱۰۔ قَالَ عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا

عَيْدًا إِلَّا قَوْلًا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ ۖ وَآرِزْنَا وَآنتَ خَيْرُ الرَّزُقِينَ رَبِّ - مائده۔ ع

۱۱۔ يٰدَاوُدُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَحَاكِمٌ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ

الْهَوَىٰ فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ (پ۔ ص۔ ع)

۱۲۔ وَوَهَبْنَا لِذَاوُدَ سُلَيْمَانَ ۖ نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ (پ۔ ص۔ ع)

۱۳۔ يٰزَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا

(پ۔ مریم۔ ع)

۱۴۔ كَلَّمَآ وَخَلَّ عَلَيْنَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ لَا وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (پ۔ آل عمران۔ ع)

۱۵۔ لِيَحْيِي خِزْيَ الْكِتَابِ لِقُوَّةٍ (پ۔ مریم۔ ع)

۱۶۔ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ لَا تُدْرِكُنِي فِرْدَاؤُا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (پ۔ انبیاء۔ ع)

مگر ہمارے آقائے نامدار بانی ہودامی کو اللہ تعالیٰ یوں خطاب فرماتا ہے۔

۱۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (پ۔ مائدہ۔ ع)

۲۔ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (پ۔ مائدہ۔ ع)

۳۔ يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ (پ۔ مزمل شروع)

۴۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ (پ۔ مدثر شروع)

جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور کے نام مبارک کی تصریح فرمائی ہے۔ وہاں ساتھ ہی رستا

یا کوئی اور وصف مذکور فرمایا ہے۔ دیکھو آیات ذیل :-

۱۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ (پ۔ آل عمران۔ ع)

۲۔ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (پ۔ فتح۔ ع)

۳۔ فَكَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَّسُولَ اللَّهِ رِخَالَمُ النَّبِيِّينَ
وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا (پہا۔ احزاب۔ ع)

۴۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَيْنَا مِنْ حَقِّ وَهُوَ الْحَقُّ
مِن رَّبِّهِمْ كَفَرْنَا عَنْهُمْ سُبْحَانَ اللَّهِ وَأَسْلَمْنَا بِآصْحَم (پہا۔ محمد۔ ع)

۵۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل و حبیب کا یکجا ذکر کیا ہے۔ وہاں اپنے خلیل کا نام لیا
ہے۔ اور اپنے حبیب کو نبوت کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ یوں ارشاد ہوا ہے۔ اِنَّ اَوْلٰى
النَّاسِ بِابْرٰهِيْمَ لِلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَاللّٰهُ وَرِئِيسُ
الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (پہا۔ آل عمران۔ ع)

۶۔ حضور کو نام مبارک کے ساتھ خطاب کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ حالانکہ دیگر
امتیں اپنے اپنے نبیوں کو نام کے ساتھ خطاب کیا کرتی تھیں۔ دیکھو آیات ذیل:-

۱۔ قَالُوْا اَيُّ مَوْسٰى جَعَلْنَا لِنَا اِلٰهًا كَمَا لِهٰٓؤُلٰٓئِكَ اِلٰهَةٌ ؕ (پہا۔ اعراف۔ ع)

۲۔ اِذْ قَالَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا
مَائِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ (پہا۔ مائدہ۔ ع)

۳۔ قَالُوْا اَبْصُوْا مَا جِئْنَا بِبَيِّنٰتٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْنَ آلِهَتِنَا مِّنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ
لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ (پہا۔ ہود۔ ع)

۴۔ قَالُوْا يٰضِحٰمٌ قَدْ كُنْتَ فِئْتًا مَّرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اَقْنَمْنَا اَنْ لَّنُبَدَّ مَا يَعْبُدُ
اَبَاؤُنَا وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرْتَبِدِيْنَ (پہا۔ ہود۔ ع)

مگر ہمارے آقائے نادر بانی ہوامی کی نسبت یوں ارشاد باری ہوتا ہے:-
لَا تَجْعَلُوْا دَعْوَةَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدَعْوٰٓءِ
بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ يٰظٰلِمُوْنَ (پہا۔ نور۔ ع)
بعض تمہارے کا ہے بعضوں کو۔

۳۔ حضور کا نام مبارک اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب پاک میں طاعت و محبت۔ فرائض و
احکام وعدہ و وعید اور انعام و اکرام کا ذکر کرتے وقت اپنے پاک نام کے ساتھ یاد فرمایا ہے دیکھو آیات ذیل:-

۱۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اطِيعُوْا اللّٰهَ واطِيعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِيْ الْاَمْرِ مِنْكُمْ (پہا۔

نساء - ع

۲ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنَّهُ وَاتَّبِعُوا مَن

رَبِّ - انفال - ع

۳ - وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ

يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ رَبِّ - توبه - ع

۴ - إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَى أَمْرٍ

جَامِعٍ لَمْ يَذْهَبُوا حَتَّى يَسْتَأْذِنُوا لَهُ رَبِّ - نور - ع

۵ - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ه

رَبِّ - انفال - ع

۶ - وَمَن يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

فِيهَا وَظَلِيلِ الْفَوْزِ الْعَظِيمِ ه وَمَن يُعِصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُرُومَهُ يُدْخِلْهُ
فِي الْأَخْلَافِ فِيهَا مَوْلَدٌ عَذَابٌ مُّهِينٌ رَبِّ - نساء - ع

۷ - إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَ

أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا رَبِّ - احزاب - ع

۸ - بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ رَبِّ

توبه - شروع

۹ - وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ

مِنَ الْمُشْرِكِينَ ه وَرَسُولُهُ رَبِّ - توبه - ع

۱۰ - أَمْ حَسِبْتُمْ أَن تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنكُمْ وَلَهُ

يُنْزِلُ السَّمَاءَ مَنَاطِدًا مِّن سَحَابٍ مِّن ثَمَرِهِ يُسْقِيهَا وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا

تَعْمَلُونَ ه رَبِّ - توبه - ع

۱۱ - أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ قَاتِلُوا الَّذِينَ كَفَرُوا وَلَمَّا

ذَٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ رَبِّ - توبہ - ع

۱۲۔ اِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأرجُلهم من خلافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ رَبِّ - مادہ - ع

۱۳۔ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ رَبِّ - توبہ - ع

۱۴۔ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ رَبِّ - انفال شروع

۱۵۔ وَمَنْ يَشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَأْتِ اللَّهَ شَرِيذًا الْعِقَابِ رَبِّ - انفال - ع

۱۶۔ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ

بِاللَّهِ فَإِنَّ يَوْمَ الْآخِرِ رَبِّ - نساء - ع

۱۷۔ ذُكِرُوا نَهْمًا رَضُوا مِمَّا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ سَيُؤْتِينَنَا

اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ رَبِّ - توبہ - ع

۱۸۔ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ رَبِّ - شروع

۱۹۔ وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ رَبِّ - توبہ - ع

۲۰۔ وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ

وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ رَبِّ - توبہ - ع

۲۱۔ وَإِذْ لَقِينَا الَّذِي أَلْعَمَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ

وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَعْلَمُ أَنَّ

تَخْشَاهُ رَبِّ - احزاب - ع

۶۴۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کا ذکر بلند کیا ہے پچنانچہ اذان اور خطبے اور شہد میں اللہ

۶۶۔ جل کے ساتھ آپ کا ذکر بھی ہے۔

۶۵۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آپ کی اُمت پیش کی گئی۔ اور جو کچھ آپ کی اُمت میں

قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب آپ پر پیش کیا گیا۔ بلکہ باقی امتیں بھی آپ پر پیش کی گئیں۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ہر چیز کا نام بتایا گیا۔

۶۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے جلیب ہیں۔ اور محبت و خلقت اور کلام و رویت کے جامع ہیں۔

۶۷۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبیوں کو اُن کے مانگنے کے بعد عطا فرمایا۔ وہ آپ کو بن مانگے عنایت فرمایا۔ دیکھو! مثلاً ذیل:-

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا۔

وَالْخَيْرِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ (شعراء - ۸۱) | اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن جی کر اٹھیں۔

حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے بارے میں خدا تعالیٰ یوں ارشاد

فرماتا ہے:-

يَوْمَ لَا يُخْرِي اللَّهُ وَاللَّيْتَةَ وَالَّذِينَ

أَمَنُوا مَعَهُ، اتحریم - ۸۱ | جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی کو اور جو ایمان لائے ہیں اُس کے ساتھ۔

پس یہاں سوال سے پہلے بشارت ہے۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:-

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ

| مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی عبادت سے رابراہیم - ۸۱ | بچا۔

حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بن مانگے خدا فرماتا ہے:-

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ

أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا -

| اللہ یہی چاہتا ہے۔ کہ دور کرے تم سے گندی باتیں اے گھر والو۔ اور مستحضر کرے تم کو مستحضر کرنا۔ | (احزاب - ۳۳)

یہ بلغ ہے اُس سے جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے حق میں ہوا۔ کیونکہ وہ نائے خلیل

تو فقط عبادت اصنام کی نفی کے لئے تھے تھی۔ اور یہ ہر گناہ و نقص کو عام ہے۔ وہ تو اپنے بیٹوں

کے حق میں خاص تھی۔ اور یہ عام ہے ہر ایک کو کہ شامل ہے۔ اُس کو بیت حضور نبی صلی اللہ

علیہ السلام کا یعنی آپ کے ازواج مطہرات اور اولاد وغیرہ۔
 (ج) حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:-
 وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ | مجھے جنت نعیم کے ورثوں سے کر۔
 (شعراء-ع)

حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بن مانگے خدا فرماتا ہے۔
 اِنَّا اعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ - (کوثر)
 ہم نے تجھ کو کوثر عطا کیا۔
 وَ لَسَوْتَ يَعْطِيَاكَ رَبُّكَ فَتَرْضَى (ضحیٰ)
 اور آگے دے گا تجھ کو تیرا رب۔ پھر تو رضی ہو جائے گا۔
 (د) حضرت خلیل اللہ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:-
 وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِيْنَ
 یعنی آئندہ امتوں میں قیامت تک میرا ذکر جلیل قائم
 (شعراء-ع) رکھ۔

حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے بن مانگے اس سے بڑھ کر عطا فرمایا
 چنانچہ سورۃ الم نشرح میں اراد ہے:-
 وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ | اور ہم نے تیرا نام بلند کیا۔

لہذا حضور از عرش تافرش مشہور ہیں۔ اور نماز و خطبہ و اذان میں اللہ کے نام مبارک
 کے ساتھ آپ کا نام مبارک مذکور ہے۔ اور عرش پر۔ قصور بہشت پر۔ حوروں کے سینوں پر
 درختان بہشت کے پتوں پر اور فرشتوں کے چشم و ابرو پر آپ کا اسم شریف لکھا ہوا ہے۔ اور
 آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گزرے ہیں۔ وہ سب آپ کے ثنا خواں رہے ہیں۔ اور قیامت
 کو ثنا خواں ہوں گے۔

(لا) حضرت موسیٰ علیہ السلام یوں دعا کرتے ہیں:-
 رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي دَطَه - (ع) | اے میرے پروردگار میرا سینہ میرے واسطے روشن کر دے
 حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بن مانگے یوں ارشاد ہوتا ہے:-
 اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَنَضَرْنَا لَكَ الشَّرْحَ (شروع) | کیا ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ روشن نہیں کیا۔
 (و) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے کتاب کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے

ان سے تیس راتوں کا وعدہ فرمایا۔ پھر دس راتیں اور زیادہ کی گئیں۔ بعد ازاں کتاب تورات عطا ہوئی۔

مگر حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر بغیر کسی وعدہ سابق کے نزول قرآن شروع ہوا۔ چنانچہ باری تعالیٰ یوں ارشاد فرماتا ہے۔

وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ يُلْقَىٰ إِلَيْكَ
الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا (قصص-ع)

اور توقع نہ رکھتا تھا تو۔ کہ اتاری جائے تجھ پر کتاب مگر
فضل ہو کہ تیرے رب کی طرف سے۔

۶۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی رسالت پر قسم کھائی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے۔
يَسْجُدَ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ
الْمُرْسَلِينَ ۝

۶۹۔ اللہ تعالیٰ نے حضور کی زندگی اور آپ کے شہر کی اور آپ کے زمانے کی قسم
کھائی ہے۔

وَلَا تَعْمُرُوا بَيْتَكُمْ لِيَفِي سَكُنَ لِقِصَمِ
يَعْمُرُونَ (حجر-ع)

یعنی تیری زندگی کی قسم اور (قوم لوط) البتہ اپنی ہستی
میں سرگردان ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے کسی اور پیغمبر کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔
رَبِّ الْاَنْسَامِ لِحِزِّ الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ
حِلُّ لِحِزِّ الْبَلَدِ (سورہ بلد)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی
ہے۔ جسے پہلے ہی شرف ذاتی حاصل تھا۔ مگر حضور انور کے نزول سے اس شرف حاصل
ہو گیا۔ مدارج النبوة میں یوں لکھا ہے "در مواہب لدنیہ میگوید کہ روایت کردہ شدہ است از
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ گفت مرا حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم۔ باپی انت ذاتی یا رسول اللہ
بتحقیق سیدہ است فضیلت تو نزد خدا بمرتبتہ کہ سوگند خورد خدا تعالیٰ بعبادت تو نہ بعبادت
سائر انبیاء علیہم السلام۔ ورسیدہ است بفضیلت تو نزد خدا تعالیٰ بحدیکہ سوگند خورد بخاک
پائے تو و گفت لا اقسیم لِحِزِّ الْبَلَدِ۔ یعنی سوگند خوردن بہ بلد کہ عبارت است از زمین

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی حالانکہ تو اترنے والا
اس شہر میں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی
ہے۔ جسے پہلے ہی شرف ذاتی حاصل تھا۔ مگر حضور انور کے نزول سے اس شرف حاصل
ہو گیا۔ مدارج النبوة میں یوں لکھا ہے "در مواہب لدنیہ میگوید کہ روایت کردہ شدہ است از
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ گفت مرا حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم۔ باپی انت ذاتی یا رسول اللہ
بتحقیق سیدہ است فضیلت تو نزد خدا بمرتبتہ کہ سوگند خورد خدا تعالیٰ بعبادت تو نہ بعبادت
سائر انبیاء علیہم السلام۔ ورسیدہ است بفضیلت تو نزد خدا تعالیٰ بحدیکہ سوگند خورد بخاک
پائے تو و گفت لا اقسیم لِحِزِّ الْبَلَدِ۔ یعنی سوگند خوردن بہ بلد کہ عبارت است از زمین

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی حالانکہ تو اترنے والا
اس شہر میں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی
ہے۔ جسے پہلے ہی شرف ذاتی حاصل تھا۔ مگر حضور انور کے نزول سے اس شرف حاصل
ہو گیا۔ مدارج النبوة میں یوں لکھا ہے "در مواہب لدنیہ میگوید کہ روایت کردہ شدہ است از
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ گفت مرا حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم۔ باپی انت ذاتی یا رسول اللہ
بتحقیق سیدہ است فضیلت تو نزد خدا بمرتبتہ کہ سوگند خورد خدا تعالیٰ بعبادت تو نہ بعبادت
سائر انبیاء علیہم السلام۔ ورسیدہ است بفضیلت تو نزد خدا تعالیٰ بحدیکہ سوگند خورد بخاک
پائے تو و گفت لا اقسیم لِحِزِّ الْبَلَدِ۔ یعنی سوگند خوردن بہ بلد کہ عبارت است از زمین

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی حالانکہ تو اترنے والا
اس شہر میں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر یعنی مکہ معظمہ کی قسم کھائی
ہے۔ جسے پہلے ہی شرف ذاتی حاصل تھا۔ مگر حضور انور کے نزول سے اس شرف حاصل
ہو گیا۔ مدارج النبوة میں یوں لکھا ہے "در مواہب لدنیہ میگوید کہ روایت کردہ شدہ است از
عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کہ گفت مرا حضرت را صلی اللہ علیہ وسلم۔ باپی انت ذاتی یا رسول اللہ
بتحقیق سیدہ است فضیلت تو نزد خدا بمرتبتہ کہ سوگند خورد خدا تعالیٰ بعبادت تو نہ بعبادت
سائر انبیاء علیہم السلام۔ ورسیدہ است بفضیلت تو نزد خدا تعالیٰ بحدیکہ سوگند خورد بخاک
پائے تو و گفت لا اقسیم لِحِزِّ الْبَلَدِ۔ یعنی سوگند خوردن بہ بلد کہ عبارت است از زمین

کہ بے سپر میکندا نزا پائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گندہ خاک پائے حضرت رسالت
است و نظر بحقیقت معنی صافنا و پاک است کہ غبار سے برال نمے نشیند۔

(ج: وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُفٍ خُسْرًا) قسم ہے زمانہ کی! تحقیق انسان ٹوٹے میں ہے۔

(سورہ عصا)

۴۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وحی کی تمام قسموں کے ساتھ کلام کیا گیا۔

۴۱۔ حضور کا رد یا وحی ہے۔ یہی حال تمام پیغمبروں کا ہے۔ علی نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۴۲۔ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت اسرافیل علیہ السلام نازل ہوئے۔ جو

آپ سے پہلے کسی اور نبی پر نازل نہیں ہوئے۔

۴۳۔ حضور بہترین اولاد آدمؑ نہیں۔

۴۴۔ آپ کے پچھلے اگلے گناہ (بالفرض و المتقدیر) معاف کئے گئے ہیں یعنی اگر آپ سے

کسی گناہ (ترک اولیٰ جیسے بلحاظ آپ کے منصب جلیل کے گناہ سے تعبیر کیا جائے) کا صدر و تصور

کیا جائے۔ تو اس کی معافی کی بشارت خدا نے دے دی ہے۔ حالانکہ ایسا تصور میں نہیں آسکتا

کیونکہ آپ سے کبھی کوئی گناہ (خواہ ترک اولیٰ ہی ہو) صادر نہیں ہوا کسی دوسرے پیغمبر کو خدا

تعالیٰ نے۔ بے حیات دنیوی میں ایسی مغفرت کی بشارت نہیں دی۔

۴۵۔ حضور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم المخلوق ہیں۔ اس لئے دیگر انبیاء و مرسلین اور

ملائک سے افضل ہیں۔

۴۶۔ اجرتنا و (بہ تقدیر تسلیم و تفرع) میں حضور سے خطا جائز نہیں۔

۴۷۔ قبر میں میت سے حضور کی نسبت سوال ہوتا ہے۔

۴۸۔ حضور کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح حرام کیا گیا۔

۴۹۔ حضور کی ازواج مطہرات کے اشخاص و اجسام کا اظہار خواہ چادروں میں پوشیدہ

ہوں دیباستثنائے ضرورت (جائز نہ تھا۔ اسی طرح ان پر شہادت وغیرہ کے لئے منہ ہاتھ کا

نڈکا کرنا حرام تھا۔

۵۰۔ حضور کی صاحبزادیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہے۔ چنانچہ حضرت امام حسن

اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے صاحبزادے کہلاتے ہیں۔

۸۱۔ حضور کی صاحبزادیوں پر تزوج حرام تھا۔ یعنی اگر آپ کی کوئی صاحبزادی کسی مرد کے

نکاح میں ہو۔ تو اُس مرد پر حرام تھا۔ کہ کسی دوسری عورت سے نکاح کرے۔

۸۲۔ جس مخراب کی طرف حضور نے نماز پڑھی۔ اُس میں کسی کو اجتناد و تخری سے دائیں

بائیں ہونا جائز نہیں۔ اور اگر کوئی شخص ایسا کرے اور اعتراف کرے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے زمانے میں اسی طرح تھی۔ تو وہ کافر ہو گیا۔ اور اگر یہ تاویل کرے۔ کہ یہ مخراب

جو آپ ہے۔ وہ نہیں جو حضور انور کے زمانے میں تھی۔ بلکہ اُس میں تغیر آ گیا ہے۔ تو

وہ کافر نہیں ہوتا۔

۸۳۔ جس نے حضور کو خواب میں دیکھا اُس نے بے شک آپ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ

شیطان آپ کی صورت شریف کی طرح نہیں بنا سکتا۔ اس بات پر تمام محدثین کا اتفاق ہے

کہ جس صورت سے کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اُس نے آپ ہی کو دیکھا۔ تفاوت آئینے

کے حال میں ہے۔ جس کا آئینہ خیال نہ باوجود صاف اور اسلام کے نور سے زیادہ منور ہے۔

اُس کا دیکھنا درست تر اور کامل تر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ شیطان کسی نبی کی صورت سے

متمثل نہیں ہو سکتا۔

۸۴۔ حضور کا اسم شریف محمد کر کے نام رکھنا مبارک اور دنیا اور آخرت میں نافع ہے۔

مگر الیوقاسم کنیت کرنے میں اختلاف ہے۔ بعضوں نے اسم و کنیت کے درمیان جمع کرنے

سے منع کیا ہے۔ اور افراد یعنی اسم و کنیت میں سے ایک کا رکھنا جائز بنا یا ہے۔ تفصیل

مطولات میں دیکھنی چاہئے۔

۸۵۔ کسی کے لئے جائز نہیں۔ کہ اپنی انگوٹھی پر محمد رسول اللہ نقش کرانے جیسا کہ

حضور کی انگوٹھی پر تھا۔

۸۶۔ حضور کی حدیث شریف کے پڑھنے کے لئے غسل و وضو کرنا اور خوشبو ملنا مستحب

ہے۔ اور یہ بھی مستحب ہے۔ کہ حدیث شریف کے پڑھنے میں آواز چھپی کی بجائے جلیبا کہ

حضور کی حدیث شریف میں جس وقت آپ کلام کرتے تھے اسی تھا۔ کہ آپ کی آواز پر اپنی آواز کو بلند

نہ کرے۔ آپ کے وصال شریف کے بعد آپ کا کلام مروی و ماثور عزت و رفعت میں مثل اس کلام کے ہے۔ جو آپ کی زبان مبارک سے سنا جاتا تھا۔ لہذا کلام ماثور کی قرأت کے وقت بھی وہی ادب ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اور یہ بھی سنجیدگی سے ہے کہ حدیث شریف اونچی جگہ پر پڑھی جائے۔ اور پڑھتے وقت کسی کی تعظیم کے لئے خواہ کیسا ہی ذو شان ہو رکھڑا نہ ہووے۔ کیونکہ یہ خلاف ادب ہے۔

۸۷۔ حضور کی حدیث شریف کے قاریوں کے چہرے تازہ و نشاط دماں رہیں گے۔

۸۸۔ جس شخص نے بحالت ایمان ایک لمحہ یا ایک نظر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔ اُسے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہو گیا۔ طول صحبت بشرط نہیں۔ بل تابعی ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ صحابی کی صحبت میں دیر تک رہا ہو۔

۸۹۔ حضور کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل ہیں۔ لہذا شہادت و روایت میں ان میں سے کسی کی عدالت سے بحث نہ کی جائے جیسا کہ دیگر راویوں میں کی جاتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام کی تعدیل ظواہر کتاب و سنت سے ثابت ہے۔

۹۰۔ نمازی شہد میں حضور سے یوں خطاب کرتا ہے۔ السلام علیک ایھا النبی ایتہ السلام اے نبی! اور آپ کے سوا کسی اور مخلوق کو اس طرح خطاب نہیں کرتا۔ شب معراج میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو انہیں الفاظ سے خطاب کیا تھا۔ فقہاء کرام لکھتے ہیں۔ کہ نمازی کو چاہئے کہ شہد میں شب معراج کے واقعہ کی حکایت و اخبار کا ارادہ نہ کرے بلکہ انشاء کا قصد کرے۔ کہ گویا وہ اپنی طرف سے اپنے نبی پر سلام بھیجتا ہے۔ اگر حکایت و اخبار کی نیت ہوگی۔ تو وہ سلام نمازی کا نہ ہوگا۔ اور شہد جو واجب ہے۔ ادا نہ ہوگا۔ لہذا نماز واجب الاعداد ہوگی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں فرماتے ہیں۔ کہ نمازی کو چاہئے۔ کہ اپنے قلب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جسم کریم کو حاضر کر کے کہے۔ السلام علیک ایھا النبی شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں۔ "نیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومنان و قرۃ العین عابدان است در جمیع احوال و اوقات۔ خصوصاً در حالت عبادت و آخر آں کہ وجود نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است۔ و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ این خطاب بجهت سر بیان حقیقت محمدیہ است در ذرات موجودات و افراد ممکنات۔ پس آنحضرت

در ذات مصلیبان موجود و حاضر است پس مصلیٰ باید کہ ازین معنی آگاہ باشد و ازین شہود غافل نہ بود
تا بہ انوار قرب و کسار معرفت متنور و فائز گردد۔

امام عبد الوہاب شمرانی بیزان کبریٰ (باب صفة الصلوة) میں لکھتے ہیں۔ کہ میں نے سیدی
علیٰ خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ کہ شایع علیہ السلام نے نمازی کو التہیات
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کا اس لئے امر کیا ہے۔ کہ فاقول کو آگاہ
کر دے۔ کہ تم جو اللہ عزوجل کے سامنے بیٹھے ہو۔ اُس دربار میں تمہارے نبی موجود ہیں۔ کیونکہ
آپ بارگاہ الہی سے کبھی جدا نہیں ہوتے۔ اس واسطے نمازی آپ کو سلام کے ساتھ درود
خطاب کرتے ہیں

۹۱۔ جس مومن کو حضور پکاریں۔ اُس پر آپ کو جواب دینا واجب ہے۔ خواہ وہ نماز میں
ہو۔ حضرت ابو سعید بن معلیٰ کا بیان ہے کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے پکارا۔ میں نہ آیا۔ نماز سے فاسخ ہو کر حاضر خدمت ہوا۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ
یا رسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا اللہ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا۔

إِن تَدْعُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ
لِمَا يُحْيِيكُمْ (انفال - ۷)

قبول کر خدا و رسول کا پکارنا۔ جب وہ پکارتے
تمہیں اُس چیز کے لئے۔ جو تم زندہ کرے۔

صحیح بخاری۔ تفسیر سورہ انفال

اگر کوئی مومن آپ کو جواب نہ دے۔ تو بالاتفاق گنہگار ہے۔ اُس کی نماز کے بارے
میں اختلاف ہے۔ کہ باطل ہو جاتی ہے۔ یا کہ نہیں۔

۹۲۔ حضور پر جھوٹ باندھنا ایسا نہیں جیسا کہ آپ کے غیر پر ہے۔ حدیث صحیحین
میں آیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا۔ وہ آگ سے
اپنا ٹھکانا بنا لے۔ ایسے شخص کی روایت خواہ وہ توبہ کرے ہرگز قبول نہ کی جائے گی بعضوں
کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمداً جھوٹ باندھنا کفر ہے۔ مگر حق یہ ہے۔ کہ
سخت گناہ عظیم و کبیرہ ہے۔

۹۳۔ حضور انور کی ازواج مطہرات کے حجروں کے باہر سے آپ کا پکارنا حرام ہے۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ
أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۗ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا
حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ ط
وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۗ (حجرات - ع)

البتہ وہ لوگ جو پکارتے ہیں تجھ کو حجروں سے باہر سے
ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔ اور اگر وہ صبر کرتے
یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا تو یہ البتہ ان کے
لئے بہتر ہوتا۔ اور البتہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۹۴۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بلند آواز سے کلام کرنا حرام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید

میں مذکور ہے۔

۹۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے عمدہ اور سہواً قبل نبوت

اور بعد نبوت۔ یہی مذہب مختار ہے۔

۹۶۔ حضور پر جنون جائز نہیں اور نہ لمبی بہ ہوشی جائز ہے۔ کیونکہ یہ منجملہ نقائص ہیں۔ علامہ

سبکی نے کہا۔ کہ پیغمبروں پر نابینائی جائز نہیں کیونکہ نقص ہے۔ کوئی پیغمبر نابینا نہیں ہوا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت جو کہا گیا۔ کہ وہ نابینا تھے۔ سو وہ ثابت نہیں (بر تقدیر)

نبوت وہ نابینائی مضر نہیں۔ کیونکہ وہ تحقیق نبوت کے بعد طاری ہوئی) رہے حضرت یعقوب

علیہ السلام۔ سو ان کی آنکھوں پر پردہ آگیا تھا۔ اور وہ دور ہو گیا۔ مشہور ہے کہ کوئی پیغمبر اصم

(برا نہ تھا۔

۹۷۔ حضور کی براءت و تنزیہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی بخلاف دیگر انبیائے کرام کے

کہ اپنے مکتبہ کی تردید وہ خود کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قوم نوح نے جب ان سے کہا۔

إِنَّا لَنَرَاكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

تحقیق ہم تجھے صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں۔

اس کی نفی خود حضرت نوح علیہ السلام نے جب ان سے کہا۔

اے میری قوم مجھ میں گمراہی نہیں ولیکن میں رب العالمین

کی طرف سے رسول ہوں۔

يَقُولُ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ ۚ وَ لَكِنِّي رَسُولٌ

مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ (پ۔ اعراف - ع)

قوم ہو نے ان سے کہا۔

تحقیق ہم تجھ کو بے ہوشی میں دیکھتے ہیں اور تجھے جھوٹوں سے

إِنَّا لَنَرَاكَ فِي سَفَاهَةٍ ۚ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ

مِنَ الْكَاذِبِينَ

گمان کرتے ہیں۔

اس پر ہود علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اے میری قوم مجھ میں بیوقوفی نہیں۔ لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔

يَقَوْمَ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ (پ - اعراف - ع)

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:-

تحقیق میں تجھے اے موسیٰ بجا دیکھا گیا گمان کرتا ہوں۔

وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَمُوسَىٰ مَسْحُورًا

اس پر حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

تحقیق میں تجھے اے فرعون البتہ ہلاک کیا گیا گمان کرتا ہوں۔

وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَفِرْعَوْنُ مَثْبُورًا

(پ - بنی اسرائیل - ع)

قوم شعیب نے ان سے کہا:-

تحقیق البتہ ہم تجھ کو اپنے درمیان کمزور دیکھتے ہیں۔ اگر تیری برادری نہ ہوتی۔ تو البتہ ہم تجھ کو سنگسار کر دیتے۔ اور تو ہم پر قدر والا نہیں۔

إِنَّا لَنَرَاكَ فِينَا ضَعِيفًا وَلَوْلَا ذَهَابُكَ لَرَخْنَاكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِحَزِيذٍ

(ہود - ع)

حضرت شعیب علیہ السلام اس کا جواب یوں دیتے ہیں:-

اے میری قوم! کیا میری برادری تم پر اللہ سے زیادہ عزیز ہے۔ اور تم نے اُس کو اپنی بیٹھ پیچھے ڈالا ہوا ہے۔ تحقیق میرا پروردگار گھیرنے والا ہے اُس چیز کو کہ تم کہتے ہو۔

يَقَوْمَ أَرَهَطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَانحَرْتُ تَمُودًا وَرَاعَكُمْ فَطَهْرِيًّا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

کفار نے ہمارے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو طعن و تنقیص کی۔ حق سبحانی نے بذات خود اُس کی تردید فرمادی جس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان محبوبیت عیال ہے۔ بغرض چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:-

باری تعالیٰ عزا اسمہ کا جواب

کفار کا اعتراض و طعن

(۱)

مَا أَنْتَ بِذِي قُوَّةٍ يَا مَعْشَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَالِهَتُمْ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا نَزَّلَ عَلَيْكَ الذِّكْرَ الْإِنشَارِيَّ

<p>بارتعالیٰ عز اسمہ کا جواب</p>	<p>کفار کا اعتراض و طعن</p>
<p>نہیں تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ</p>	<p>لَمَجْنُونٍ وَّحَمْرٍ - ع اسے وہ شخص کہ اتارا گیا اس پر شران تو البتہ دیوانہ ہے۔</p>
<p>بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ (صافات) بلکہ وہ لایا ہے حق اور سچا کیا ہے پیغمبروں کو وَمَا عَلَّمْنَا الشَّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ دَرِيْسٌ - ع اور ہم نے اس کو شعر نہیں سکھایا۔ اور اس کے لائق نہیں۔</p>	<p>(۲) أَيْنَالْتَارِكُونَ أَإِخْتِنَا لِيَشَارِعِرِ مَجْنُونٍ (صافات) کیا ہم چھوڑ دینے والے ہیں اپنے معبودوں کو ایک دیوانے شاعر کے واسطے۔</p>
<p>أَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا آلَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَمَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل) دیکھ کیونکر بیان کیں انہوں نے تیرے واسطے مثالیں پس وہ گمراہ ہو گئے۔ پس نہیں پاسکتے کوئی راہ (طعن کی)</p>	<p>(۳) إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مِّنْ حَوْسَاءَ (بنی اسرائیل - ع) نہیں پیروی کرتے تم مگر ایک مرد مسور (جادو مارا) کی۔</p>
<p>قُلْ لِّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَيَأْتِيَنَّهُمْ مِثْلَهُ وَلَوْ كَانُ لَبَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا (بنی اسرائیل ع) کہہ دے اگر جمع ہو دیں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن۔ نہ لاویں گے ایسا خواہ مدد کریں ایک کی ایک۔</p>	<p>(۴) لَوْ كُنَّا وَوَلَقَدْ لَعَلْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ (انفال - ع) اگر ہم چاہیں۔ تو کہہ لیں ایسا۔ یہ کچھ نہیں مگر قصے کہانیاں پہلوں کی۔</p>
<p>قُلْ قَاتِلُوا إِسْرَائِيلَ وَادْعُوا مِنَ اسْتَنْطَقْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (يونس)</p>	<p>(۵) أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ (يونس - ع)</p>

باری تعالیٰ عز اسمہ کا جواب	کفار کا اعتراض و طعن
<p>کہہ دے تم نے آؤ ایک سورت ایسی۔ اور پکارو جس کو پکار سکو اللہ کے سوا۔ اگر ہو نم سچے۔</p>	
<p>کَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ هٗوَ اَوَّلٰكٍ وَرَفَعْنٰهُ تَرْجِيْماً (مفرقان) اسی طرح اتارا ہم نے تاکہ ثابت رکھیں ہم اس کے ساتھ تیرے دل کو۔ اور اہستہ اہستہ پڑھا ہم نے اس کو آہستہ پڑھنا (یعنی ہر بات کے وقت پر اُس کا جواب اتار رہے۔ تو پیغمبر کا دل ثابت رہے۔ موضع)</p>	<p>(۶) لَوْلَا نُنَزِّلُ عَلَيِّهِ الْقُرْآنَ جُهَلَّةً وَاحِدَةً ۗ فَرَفِقَانَ - ع</p>
<p>قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنِكُمْ وَمَنْ عِنْدَ ۙ عِلْمِ الْكِتٰبِ (رعد) کہہ دے کافی ہے اللہ کو ابھی جیسے والا دو میان میرے اور دو میان تمہارے اور وہ شخص کہ اُس کے پاس ہے علم کتاب کا۔ بَيِّنٰتٍ ۗ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيْمِ ۗ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ - یٰس۔ مہم ہے قرآن حکم کی تحقیق تو البتہ رسولوں میں سے ہے</p>	<p>(۷) كُنْتَ مُرْسَلًا (رعد۔ اخیر آیت) تو رسول نہیں</p>
<p>قُلْ لَوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مُلْكَةٌ يَّمْسُوْنَ مَطْمِيْنِيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا (نہی اسرائیل) کہہ دے اگر ہوتے زمین میں فرشتے چلا کرتے تو ہم سے تو ابتر ہم اتار دیتے ان پر آسمان سے فرشتے کو پیغمبر بنا کر۔ مطلب یہ کہ تجانس موجب تو انس اور تکائف موجب تباین ہے۔ اس لئے فرشتوں کے لئے فرشتہ مبعوث</p>	<p>(۸) اَبَعَثَ اللّٰهُ بُشْرًا رَّسُوْلًا ۗ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ ع، کیا اللہ نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا</p>

باری تعالیٰ عزہ اسمہ کا جواب	کفار کا اعتراض و طعن
<p>ہونا چاہئے۔ اور اہل ارض کے لئے بشر رسول چاہئے۔</p> <p>وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْهَمُ لِيَاكُفُّوا الطَّعَامَ وَيَتَشُورُوا فِي الْأَسْوَاقِ (سورۃ فرقان - ع)</p> <p>اور نہیں بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر مگر تحقیق وہ البتہ کھاتے تھے کھانا اور چلتے تھے بازاروں میں۔</p>	<p>(۹)</p> <p>سَأَلِ هَذَا الرَّسُولَ يَا كُلُّ الطَّعَامِ وَلَيْشِي فِي الْأَسْوَاقِ (فرقان - ع)</p> <p>کیا ہے اس پیغمبر کو کہ کھانا ہے کھانا اور چلتا ہے بازاروں میں۔</p>
<p>أَهْمُ يُقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ أَنْهَمُ تَسْمَنًا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ سَخِرِيًّا وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ (زخرف)</p> <p>کیا وہ بانٹتے ہیں تیرے پروردگار کی رحمت کو۔ ہم نے بانٹی ہے ان کے درمیان ان کی زندگی دنیا میں۔ اور ہم نے بلند کیا ان میں سے بعض کو بعض کے اوپر درجوں میں تاکہ پڑیں بعض ان کے بعضوں کو محکوم۔ اور تیرے پروردگار کی رحمت بہتر ہے اُس چیز سے کہ وہ جمع کرتے ہیں۔</p>	<p>(۱۰)</p> <p>كَوْلَا نُزِّلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلَى رَجُلٍ مِّنَ الْقُرَيْشِيِّينَ عَظِيمٍ (ذخرف - ع)</p> <p>کیوں نہ اتارا گیا یہ قرآن ایک بڑے مرد پر ان دو بستیوں سے</p>
<p>أَفَتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ بَلِ الَّذِينَ كَافَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ (سبا - ع) کیا باندھ لیا ہے اُس نے اللہ پر جھوٹ یا اس کو جنون ہے۔ بلکہ وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور گمراہی کے دور میں ہیں۔</p>	<p>(۱۱)</p> <p>هَلْ نَدُّكُمْ عَلَى رَجُلٍ يُنْبِئُكُمْ إِذَا مَرِقْتُمْ كُلَّ مَرِقَةٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ (سبا - ع)</p> <p>کیا ہم راہ بتا دیں تم کو اُس شخص کی طرف جو خبر دیتا ہے تم کو کہ جب تم</p>

باری تعالیٰ عز اسمہ کا جواب	کفار کا اعتراض و طعن
<p>اق شَائِعَتِكَ هُوَ الْاَلْبَتْرُ (کوشش) تحقیق تیرا دشمن وہی ہے بے نسل۔ چنانچہ عاص مذکور کا نام نابود ہو گیا۔ مگر حضور انور بابی ہو و امی کا نام قیامت تک روشن ہے۔ اور آپ کی ذریت قیامت تک رہے گی۔</p>	<p>یہ بڑھ بڑھ ہو جائے نہایت بڑھ بڑھ ہو جانا۔ تحقیق تم البتہ نئی پیدائش میں ہو گے۔</p> <p>(۱۲)</p> <p>ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام سے نکل رہے تھے کہ باب بنی سہم میں عاص بن وائل مہمی آپ سے ملا اور کلام کیا۔ جب وہ مسجد میں داخل ہوا۔ تو اشقیائے قریش نے پوچھا کہ تم کس سے باتیں کر رہے تھے۔ عاص بولا۔ کہ اسی ابتزر بے نسل) سے۔ حضور کا صاحبزادہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بطن مبارک سے انتقال کر چکا تھا۔ اس لئے میں نے حضور کو یہ طعن دیا کہ زندگی تک ان کا نام ہے۔ پیچھے کون نام لے گا۔ (مدارج النبوة)</p>
<p>وَالضُّعَىٰ ۗ وَالْأَيْلِ ۗ إِذَا سَجَىٰ ۗ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ ۗ مَاقَلَىٰ ۗ قَسَمَ ۗ هِيَ ۗ دَن ۗ حُرَّ ۗ هِيَ ۗ دَن ۗ حُرَّ ۗ هِيَ ۗ دَن ۗ حُرَّ ۗ ہیں چھوڑ دیا تجھ کو تیرے رب نے اور نہ ناغوش رکھا۔ موضع القرآن میں ہے کہ پہلے قسم نرمانی دھوپ روشن کی</p>	<p>(۱۳)</p> <p>حضرت کو کسی دن وحی نہ آئی۔ دل بکد رہا۔ تہجد کو نہ اٹھے۔ کافروں نے کہا۔ اس کو چھوڑ دیا اس کے رب نے (موضع القرآن)</p>

باری تعالیٰ عزوجل کا جواب	کفار کا اعتراض و طعن
اور سات اندھیری کی۔ یعنی ظاہر میں بھی اللہ تعالیٰ کی رو قدیم ہیں باطن میں بھی کبھی چاندنا ہے کبھی اندھیرا۔ دونوں اللہ کے ہیں۔ اللہ سے دور کبھی نہیں بندہ۔	
<p>قُلْ اُذُنٌ خَيْرٌ مِّنْكُمْ يَوْمِنِ بِاللّٰهِ وَيَوْمِنِ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ذُوْبُهُمْ كَبِهْدَمِ اچھا سننے والا ہے تمہارے واسطے۔ ایمان لاتا ہے اللہ پر اور بادہ کرنے والا ہے مومنوں کی بات اور رحمت ہے۔ واسطے ان ر منافقوں کے جنہوں نے اظہار ایمان کیا تم میں سے۔</p>	<p>(۱۱۴) هُوَ اَذُنٌ - (توبہ - ع) وہ ہر کسی کی بات سن کر لگ جانے والا ہے۔</p>
<p>خود اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیقہؓ کی براءت آسمان سے نازل فرمائی۔ دیکھو سورہ نور - ع</p>	<p>(۱۱۵) منافقوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرم محترم عائشہ صدیقہؓ پر بہتان لگا یا تھا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔</p>
<p>۹۸۔ جو شخص حضور کو سب و دشتم کرے یا کسی وجہ سے صراحتاً یا کنایہً آپ کی تنقیص نشان کرے۔ اُس کا قتل کرنا بالاتفاق واجب ہے۔ مگر اس میں اختلاف ہے۔ کہ یہ قتل کرنا بظریق حد ہے۔ کہ بالفعل ما وُا لانا چاہئے اور توبہ نہ کرانی چاہئے۔ یا بطریق روت ہے۔ کہ اُس سے توبہ طلب کی جائے۔ اگر توبہ کرے تو بخش دینا چاہئے۔ اس مسئلے میں مختار قول اول ہے۔ یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ اہانت کرنے والا مسلمان ہو۔ اگر کافر ہو۔ اور اسلام لادے تو درگزر کرنا چاہئے۔</p> <p>۹۹۔ اگر حضور بذات شریف جہاد کے لئے نکلیں تو ہر مسلمان پر واجب تھا۔ کہ آپ کے ساتھ نکلے۔ اور اگر کوئی ظالم آپ کا قصد کرے۔ تو جو مسلمان حاضر ہو اُس پر واجب تھا۔ کہ آپ کی</p>	

حفاظت میں اپنی جان سے دریغ نہ کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

نہ پچا ہٹے مدینے والوں کو اور جو ان کے گرد اغراب
ہیں کہ رہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے۔ اور نہ
یہ کہ اپنی جان کو پچا ہیں زیادہ اُس کی جان سے۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ
مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِ رَسُولِ اللَّهِ
وَلَا يُرْغَبُوا إِلَّا أَنفُسِهِمْ عَنِ نَفْسِهِمْ ط

(توبہ - ۱۰)

۱۰۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس شخص کے لئے جس حکم کی تخصیص پچا ہتے کر دیتے۔
چنانچہ آپ نے حضرت خزیمہ انصاری کے لئے یہ تخصیص فرمائی۔ کہ اُس کی شہادت حکم دہشت
کا رکھتی ہے۔ اسی طرح آپ نے حضرت ام عطیہ انصاریہ کو نیاحت کی رخصت دی اور حضرت
الساء بنت عمیس کو رخصت دی۔ کہ وہ اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
کی شہادت پر صرف تین دن سوگوار ہی کرے۔ بعد ازاں جو چاہے کرے۔ اور حضرت ابوہریرہ
بن نیارہ کو اجازت دے دی۔ کہ تمہارے واسطے قربانی میں ایک سال سے کم کا بڑا مالہ کافی
ہے۔ اور آپ نے ایک فقیر سے ایک عورت کا نکاح کر دیا۔ اور اُس کا مہر یہ مقرر فرمایا۔ کہ فقیر
کو جتنا قرآن یاد تھا وہ اُس عورت کو پڑھا دے۔

۱۰۱۔ حضور کو تپ اس شدت سے چڑھتا تھا۔ جیسا کہ دو آدمیوں کو چڑھتا ہے۔ تاکہ

ثواب وہ چند ملے۔

۱۰۲۔ مرض موت میں حضور انور کی عیادت کے لئے حضرت جبرئیل علیہ السلام تین دن

حاضر خدمت ہوتے رہے۔

۱۰۳۔ جب ملک الموت حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اذن طلب کیا۔ آپ سے

پہلے اُس نے کسی نبی سے اذن طلب نہیں کیا۔

۱۰۴۔ حضور کے جنازے شریف کی نماز مسلمانوں نے گروہا گروہ الگ الگ بغیر امامت

کے پڑھی۔ آپ کے غلام شقران کے جسد مبارک کے نیچے لحد میں قطیفہ خیرانیہ بچھا دی جو آپ

اوپر مٹا کرتے تھے۔ نماز بے جماعت از قطیفہ کا پچانا آپ کے خصائص سے ہے۔

۱۰۵۔ آپ کے جسم مقدس کو مٹی نہیں کھاتی۔ تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے۔ علی نبینا

عليہم الصلوٰۃ والسلام -

۱۰۶۔ حضور نے بطور میراث کچھ نہیں چھوڑا جو کچھ آپ نے چھوڑا وہ صدقہ و وقف تھا اور اُس کا مصرف وہی تھا۔ جو آپ کی حیات شریف میں تھا۔ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔

۱۰۷۔ حضور اپنے مرقد شریف میں حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ امداد ان واقعات کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام۔

۱۰۸۔ حضور کا مرقد منور کعبہ مکرمہ اور عرش معلیٰ سے بھی افضل ہے۔

۱۰۹۔ آپ کے مرقد منور پر ایک فرشتہ ٹوکل ہے۔ جو آپ کی امت کے درود آپ کو پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ امام احمد و نسائی کی روایت میں ہے۔ جس وقت کوئی شخص آپ پر درود بھیجتا ہے وہ فرشتہ عرض کرتا ہے۔ کہ یا محمد! اس وقت فلاں بن فلاں آپ پر درود بھیجتا ہے۔ حاکم کی روایت میں ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اللہ کے فرشتے ہیں۔ جو زمین میں گشت کرتے ہیں۔ وہ میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

۱۱۰۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر روز صبح و شام آپ کی امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ نیک اعمال پر آپ اللہ کا شکر بجالاتے ہیں اور بُرے اعمال کے لئے بخشش طلب فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن مسیب سے روایت کی۔ کہ کوئی روز ایسا نہیں۔ مگر یہ کہ صبح و شام امت کے اعمال نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کئے جاتے ہیں۔ پس آپ اُن کو پیشانیوں سے اُرداؤں کے اعمال کو پہنچاتے ہیں۔

۱۱۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے قبر مبارک سے نکلیں گے۔ آپ کا حشر اس حالت میں ہوگا۔ کہ آپ براق پر سوار ہوں گے۔ اور ستر ہزار فرشتے ہمراہ ہوں گے۔ حضرت کعب احبار کی روایت میں ہے۔ کہ ہر روز صبح کو ستر ہزار فرشتے آسمان سے اتر کر حضور انور کی قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں۔ اور اپنے بازو ہلاتے ہیں۔ (اور آپ پر درود بھیجتے ہیں) اسی طرح شام کے وقت وہ آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور ستر ہزار اور حاضر ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب آپ قبر شریف سے نکلیں گے۔ تو ستر ہزار فرشتے آپ کے ساتھ ہوں گے۔ موقوف ہیں آپ کو بہشت کے حلوں کی نہایت نفیس خلعت عطا ہوگی۔

۱۱۲۔ آپ کے منبر منیف اور قبر مبارک کے مابین بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

۱۱۳۔ حضور کو قیامت کے دن مقام محمود عطا ہوگا۔ جس سے مراد بقول مشہور مقام شفاعت ہے۔

۱۱۴۔ قیامت کے دن اہل موقف طول وقوت کے سبب سے گھبرا جائیں گے۔ اور بغرض شفاعت دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس یکے بعد دیگرے جائیں گے۔ اور آخر کار حضور قائم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ کو اہل موقف پر فصل قضا کے لئے شفاعت عظمیٰ عطا ہوگی۔ اور ایک جماعت کے حق میں بغیر حساب جنت میں داخل کیا جانے کے لئے اور دوسری جماعت کے رفع درجات کے لئے شفاعت کی اجازت ہو جائے گی۔ اس طرح ستر ہزار بہشت میں بے حساب داخل ہوں گے اور ستر ہزار کے ساتھ اور بہت سے بے حساب بہشت میں جائیں گے۔ اس کے علاوہ آپ کی اپنی امت کے لئے اور کئی قسم کی شفاعت کی اجازت حاصل ہوگی۔

۱۱۵۔ قیامت کے دن حضور سے تبلیغ پر شاہد طلب نہ کیا جائے گا۔ حالانکہ باقی انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے طلب کیا جائے گا۔ اور آپ تمام انبیائے کرام کے لئے تبلیغ کی شہادت دیں گے۔

۱۱۶۔ حضور انور کو حوض کوثر عطا ہوگا۔

۱۱۷۔ حضور کا منبر منیف آپ کے حوض پر ہوگا۔

۱۱۸۔ قیامت کے دن حضور کی امت پہلے سب پیغمبروں کی اُمتوں سے زیادہ ہوگی۔

کل اہل بہشت کی دو تہائی آپ ہی کی اُمت ہوگی۔

۱۱۹۔ قیامت کے دن ہر ایک نسب و سبب منقطع ہوگا (یعنی سود مند نہ ہوگا) مگر حضور

کا نسب و سبب منقطع نہ ہوگا۔ اسی واسطے حضرت عمر فاروق نے ام کلثوم بنت فاطمہ زہراء سے نکاح کیا تھا۔

۱۲۰۔ قیامت کے دن لوہائے محمد حضور کے دست مبارک میں ہوگا۔ اور حضرت آدم علیہ

السلام اور ان کے سوا اور اس جھنڈے تلے ہوں گے۔

۱۲۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام (امت سمیت) سب سے پہلے ہی صراط سے گزریں گے۔
 ۱۲۲۔ حضور سے پہلے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ خازن جنت پوچھے گا۔ کہ کون ہیں۔ آپ فرمائیں گے۔ کہ میں محمد ہوں۔ وہ عرض کرے گا۔ کہ میں اٹھ کر کھینتا ہوں۔ میں آپ سے پہلے کسی کے لئے نہیں اٹھا اور نہ آپ کے بعد کسی کے لئے اٹھوں گا۔ پھر آپ سے پہلے بہشت میں داخل ہوں گے۔

۱۲۳۔ آپ کو وسیلہ عطا ہوگا۔ جو جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔

۱۲۴۔ جنت میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنیت ان کی تمام اولاد میں سے سوائے حضور کے کسی اور کے نام پر نہ ہوگی۔ چنانچہ ان کو ابو محمد کہا جائے گا۔
 ۱۲۵۔ جنت میں سوائے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب (قرآن کریم) کے کوئی اور کتاب نہ پڑھی جائے گی۔ اور نہ سوائے حضور کے زبان کسی اور زبان میں کوئی تکلم کرے گا۔

نوال باب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور اولاد کرام کا بیابان

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج مطہرات کی فضیلت قرآن کریم سے ثابت۔ چنانچہ سورہ احزاب میں بارہ بتیعالیٰ عز اسمہ ارشاد فرماتا ہے :-

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے۔ کہ اگر تم دنیا کی زندگانی اور اس کی زمینت چاہتی ہو۔ تو آؤ میں تمہیں کچھ فائدہ دیں اور خوش اسلوبی سے رخصت کر دوں۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ كُنْ لِزَوَّاجِكَ رَاحًا
 كُنْتُمْ تَرَوْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا
 فَتَقَالَيْنَ أُمَّتِكُنَّ وَأَسْرَسَاكُنَّ سَرَّحًا
 مَجْمِيلًا

(۲) وَإِنْ كُنْتُمْ تَرِيدُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَالدَّارَ الْآخِرَةَ تَمَایَاً اللَّهُ أَعَدَّ لَهُمْ حَسَنَاتٍ
مِنْكُمْ أَجْرًا عَظِيمًا

(۳) یُنِسَاءَ النَّبِیِّ مِنْ بَنَاتِ مَنْكُنَّ
بِفَاحِشَةٍ مُبَیِّنَةٍ یُضَعَفُ لَهُمَا الْعَذَابُ
ضِعْفَیْنِ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ یَسِیْرًا

(۴) وَمَنْ یَقْتُلْ مِنْكُمْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَأَعْمَلٌ صَالِحًا نُؤْتَاهَا أَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ
وَأَعْتَدْنَا لَهُمَا رِزْقًا كَرِیْمًا

(۵) یُنِسَاءَ النَّبِیِّ لَسْتُمْ كَأَحَدٍ مِنَ
النِّسَاءِ إِنْ ائْتَبْتُمْ فَلَا تَخْضِعْنَ
بِالْقَوْلِ فِی طَمَعِ الذَّیْ فِی قَلْبِهِ مَرَضٌ
وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا

(۶) وَتَرْنَ فِی بُیُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْأُولَىٰ وَأَقِمْنَ الصَّلَاةَ
وَآتِیْنَ الزَّكَاةَ وَاطِعْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
إِنَّمَا یُرِیدُ اللَّهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
أَهْلَ الْبَنَاتِ وَیُطَهِّرَ كُمْ تَطْهِیرًا
(۷) وَإِذْ كُنَّ مِنْ مَّآبِلِیْ فِی بُیُوتِكُنَّ مِنْ
آیَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ

اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور سرانے آخرت کو
پہا ہتی ہو۔ تو تم میں سے نیکو کاروں کے لئے خدا نے
بڑا ثواب تیار کر رکھا ہے۔

اسے نبی کی بیویوں! تم میں سے جو صریح بیحیالی کا کام کریں گی۔
اس کو دوہری سزا دی جائے گی۔ اور یہ خدا پر کسان
ہے۔

اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کے لئے فرمانبرداری
اور نیک عمل کرے گی۔ ہم اس کو دوہرا ثواب دیں گے اور
اس کے لئے ہم نعمت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

اسے نبی کی بیویوں! تم عام عورتوں کی مثل نہیں ہو۔ اگر تم
پر میزگاری رکھو۔ تو دبی زبان سے بات نہ کیا کرو جس
سے وہ جس کے دل میں بیماری ہے لالچ کرے اور
تم نیک بات کہا کرو۔

اور تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو۔ اور پہلی جاہلیت کے
سے بنا بے سنگار دکھاتی نہ پھرو۔ اور نماز پڑھو اور زکوٰۃ
دو۔ اور خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اسے
اہل بیت نبی! خدا تو یہی پہا ہتا ہے کہ تم سے پلیدی کو
دور کر دے اور تم کو خوب پاک کر دے۔

اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں اور داناتی کی
باتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ ان کو یاد کرو۔ بے شک

موضع القرآن میں ہے۔ کہ یہ جو فرمایا کہ جو نسکی پر ہیں۔ ان کو بڑا ثواب ہے۔ حضرت کی ان و اج سب نیک ہی رہیں
الطیبین للطیبین۔ مگر حق اقلے صاف خوشخبری کسی کو نہیں دیتا تا ندر نہ ہو جاوے۔ خاتمہ کا ذکر گائیے
مدارک و بیضاوی میں ہے کہ منکون میں من بیانہ ہے۔ کیونکہ ان و اج مطہرات سب محسنات تھیں۔

لَطِيفًا خَيْرًا

اللہ لطف کرنے والا خبر داتا ہے۔

آیات مذکورہ بالا سے متعلق امور ذیل قابل غور ہیں۔

آیہ (۱۱) و (۱۲) ہجرت کے نویں سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے ایلا کیا۔ جب ۱۱ دن گزرنے پر مہینہ پورا ہوا۔ تو حضرت جبریل ۳ یہ آیہ نخبیر لائے۔ اس وقت ازواج مطہرات نو تھیں۔ یعنی حضرات عائشہ و حفصہ و ام حبیب بنت ابی سفیان و سودہ بنت زمعہ و ام سلمہ بنت ابی امیہ و صفیہ بنت حی بن اخطب و میمونہ بنت حارث ہلالیہ و زینب بنت جحش اسدیہ و جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ ان سب نے زینت دنیا پر اللہ اور رسول کو اختیار کیا۔ پس ثابت ہوا کہ وہ نہ دنیا چاہتی تھیں اور دنیا کے دلوں میں دنیا کی زینت کی کچھ ہوس تھی۔ کیونکہ اگر ہوتا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے مفاد کر کے دے دلا کر رخصت فرما دیتے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا۔ پس معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات رضائے خدا و رسول کی طلبگار تھیں۔ اور حسن آخرت کی متمنی تھیں۔ اس عمل نیک پر اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو انہیں نو پر منظور کر دیا اور فرمایا:-

لَا يَحِلُّ لَكَ الْمَسَاءُ مِنْ بَعْدِ وَلَا أَنْ
تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ أَزْوَاجٍ وَوَأَعْجَبَكَ
حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ
اس کے بعد تیرے واسطے اور عورتیں حلال نہیں اور
نہ یہ کہ تو ان سے اور بیویاں بدل ڈالے اگرچہ ان کا
حسن تجھ کو اچھا لگے۔ مگر وہ جن کا مالک ہو گیا دایاں ہاتھ۔
یعنی چونکہ انہوں نے آپ کو اختیار کیا ہے۔ اس لئے آپ بھی ان پر دوسری عورتوں کو
اختیار نہ کریں۔

آیہ (۱۳) و (۱۴) اسی عمل نیک پر جزائے مذکورہ کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات کو یہ شرف بخشا۔ کہ خود ان سے خطاب کیا۔ اور ان کو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت دے کر فرمایا۔ اے نبی کی بیویو! تم میں سے اگر کوئی ناشائستہ حرکت کرے گی۔ تو دیگر عورتوں کی نسبت اُسے دُگنا عذاب ہوگا۔ اور اگر نیک عمل کرے گی۔ تو اُسے دوسری عورتوں سے دُگنا ثواب ملے گا۔ موضح القرآن میں ہے۔ یہ بڑے درجے کا ذمہ ہے۔ نیکی کا ثواب دونا۔
وخبیر کو بھی فرمایا:-

اِذَا لَذِقْتِكَ ضَعُفَ الْحَيَاتِ وَ | اُس وقت البتہ ہم تجھے چکھاتے دُگنا عذاب زندگی
ضَعُفَ الْمَمَاتِ (بنی اسرائیل - ع) | کا اور دُگنا عذاب موت کا۔ (انتہی)

اس سے ازواجِ مطہرات کا مقربات درگاہِ الہی ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے
حُتر کی حد رفیق کی حد سے دُگنی ہے۔ اور انبیائے کرام علیہم السلام کو ان امور پر عتاب ہوتا
ہے۔ جن پر دوسرے لوگوں کو نہیں ہوتا۔ یہاں سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ ازواجِ مطہرات
باقی تمام عورتوں سے بہتر تھیں۔ کیونکہ ان کا عذاب و ثواب باقی تمام عورتوں کے عذاب و
ثواب سے دُگنا ہے۔ یہاں ازواجِ مطہرات کے لئے یہ بھی بشارت ہے۔ کہ ان سے کوئی
کھلی ناشائستہ حرکت سرزد نہ ہوگی۔ کیونکہ آیہ (۱۳) اِنَّ قَبِيْلَ لَسِيْحٍ اَشْتَكْتْ لِيَحْبَطَ بِعَمَلِهَا
ہے۔ با اینہم جو لوگ ازواجِ مطہرات کے حق میں دریدہ دہنی کرتے ہیں۔ وہ اپنی عاقبت
خراب کر رہے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ پاک کی ازواج کو ناشائستہ حرکات
سے محفوظ رکھا ہے۔ اور اجر مضاعف کے علاوہ ان کے لئے آخرت میں رزقِ کریم تیار کر
رکھا ہے۔ اس سے ان کا ہشتی ہونا ظاہر ہے۔

آیہ (۵)۔ اس آیت میں خدا تعالیٰ نے ازواجِ مطہرات کے لئے تَضَعِيفَ ثَوَابٍ و
عذاب کی وجہ بیان فرمادی۔ کہ تم اور عورتوں جیسی نہیں ہو تم میں وہ وصف ہے جو اوروں
میں نہیں یعنی تم تحریمِ نکاح اور احترامِ تعظیم کے لحاظ سے مومنوں کی ماںیں ہو اور اَزْوَاجًا
اُمَمًا ہوں اور زوجاتِ سید المرسلین ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر تم حکمِ الہی اور رضائے رسول کی
مخالفت سے دُرتی ہو۔ تو پس پردہ سے مردوں کے ساتھ نرمی سے کلام نہ کرو۔ کیونکہ ایسا کرنا
اگرچہ فاجر سے فاجر مومن میں کسی شہوت و طمع کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مگر منافق میں ہو سکتا
ہے۔ اور تم ایسی نیک بات کیا کرو جو تمہارا اطماع سے پاک ہو یعنی سنجیدگی و خشونت سے
کلام کہا کرو اور تازہ و کرشمہ سے بات نہ کیا کرو۔

آیہ (۶) اور تم اپنے گھروں میں رہا کرو۔ کیونکہ تمہارا تبرہ یعنی باہر نکلنا کرشمہ آمیز کلام سے

لے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ یعنی اگر یہ سبیلِ فرض و تقدیر تو شرک کرے گا اگرچہ

یہ محال ہے۔ تیرا عمل باطل ہو جائے گا۔ (ذمر - ع)

بھی زیادہ طمع ولانے والا ہے۔ اور تم جاہلیتِ اولیٰ کی عورتوں کی طرح چلنے میں تبختر نہ کرو۔
 کیونکہ تبختر تو تبر نہ سے بھی اشد ہے۔ اور تم نماز و زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ اور تمام اوامر و نواہی میں خدا
 اور رسول کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اے اہل بیتِ نبی! اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے۔ کہ تم سے
 پلیدی کو دور کرے۔ اور پاک صاف بنائے جیسا کہ پاک صاف بنانے کا حق ہے۔
 آیہ (۷) اور تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں۔ تم ان کو یاد کرو۔ تاکہ
 خود عمل کرو اور دوسروں کو بھی بتاؤ۔

آیہ (۶) میں جسے آیہ تطہیر کہتے ہیں اس بات کا ثبوت ہے کہ ازواجِ مطہرات رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلیت ہیں۔ اسی واسطے ازواج کے ساتھ مطہرات استعمال کیا جاتا
 ہے۔ آیہ (۱) سے آیہ (۷) تک ان ہی سے خطاب اور ان ہی کا ذکر ہے۔ اور ان ہی کے لئے
 اوامر و نواہی بیان ہوئے ہیں۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ آیات سابقہ و لاحقہ کے احکام تو ازواج کے
 لئے ہیں۔ درمیان میں صرف آیہ (۶) میں ان سے خطاب نہیں۔ بلکہ فقط حضرات علی و فاطمہ و حسین
 رضی اللہ تعالیٰ عنہم مخاطب ہیں۔ ان کا یہ قول محض ہٹ و معرئی ہے۔ ان چاروں کا آیات میں
 ذکر تک نہیں۔ باعتبار مواد و آیات سابقہ و لاحقہ کسی اجنبی کے ساتھ فصل موجب فسادِ عبادت
 ہے۔ زوجہ کامر و کے اہلیت میں ہونا نص قرآن سے ثابت ہے۔ دیکھو آیات ذیل :-

قَالُوا لَا تَخَفْ إِذًا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ قَوْمِ لُوطٍ
 وَأَمْرًا تَدْعَا لَيْسَ فَمَضِيكَ فَتَسْرَٰنَهَا
 بِالسُّحُوقِ وَمِنْ وَرَاءِ السُّحُوقِ يَعْقُوبُ ه
 قَالَتْ يَوٰئِلَتِي ءَا لِدَاؤَنَا نَجَّوْنَا وَهَذَا
 بَعْلِي مَيْمَنًا ۚ إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۚ قَالُوا
 أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ ۗ رَحِمَتُ اللَّهُ وَبَرَكَتُهُ
 عَلَيْكُمْ ۚ أَهْلَ الْبَيْتِ ۗ إِنَّهُ حَسْبُكُمْ تَجِدُوهُ
 (هود - ع)

فرشتے راہِ ابراہیم سے بوٹے ڈرمت۔ ہم تو قوم لوط
 کا طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ان کی بیوی (سارہ) کھڑی
 تھی۔ وہ ہنس پڑی ہم نے اس کو اسحاق اور اسحاق
 کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔ وہ کہنے لگی۔ ہائے میری
 خرابی! کیا میرے اولاد ہوگی۔ حالانکہ میں بڑھیا ہوں اور یہ
 میرا شوہر بوڑھا ہے بے شک یہ عجیب بات ہے۔
 فرشتے بولے۔ کیا تو خدا کے امر سے تعجب کرتی ہے۔
 اے اہل بیتِ نبی! تم پر خدا کی رحمت اور اس کی برکتیں
 ہیں۔ وہ بے شک تعریف کیا گیا اور بزرگ ہے۔

ان آیتوں میں فرشتوں نے حضرت سارہ کو بیٹا اور پوتا پیدا ہونے کی بشارت دی ہے۔ حضرت سارہ اس پر تعجب کرتی ہیں۔ فرشتے حضرت سارہ کو لفظ اہلبیت سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ کہ یہ جائے تعجب نہیں تم پر خدا کی رحمت اور برکتیں ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی ہے مزید بحث کے لئے تحفہ شیعہ مؤلفہ خاکسار دیکھو۔

ازواج مطہرات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ گیارہ پر سب کا اتفاق ہے جن میں سے چھ (حضرات خدیجہ۔ عائشہ۔ حفصہ۔ ام حبیبہ۔ ام سلمہ۔ سوہ) قبیلہ قریش سے اور چار (حضرت زینب بنت جحش۔ میمونہ۔ زینب بنت خوزیمہ۔ جویریہ) عربیات غیر قریشی حلفائے قریش سے ہیں۔ اور ایک (حضرت صفیہ) غیر عربیہ بنی اسرائیل سے ہے۔ ذیل میں بہ ترتیب ترویج ان سب کا حال بطریق اختصار لکھا جاتا ہے۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد

ان کا سلسلہ نسب قصی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ملتا ہے۔ حضور کی بعثت سے پہلے طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان کی پہلی شادی ابو لہب بن زہراؤ تمیمی سے ہوئی جن سے وہ لڑکے ہند و ٹالہ نام پیدا ہوئے۔ یہ دونوں صحابی ہیں۔ حضرت ہند کی روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ شریف منقول ہے۔

ابو لہب کے انتقال کے بعد دوسری شادی عتیق بن عایذ مخزومی سے ہوئی۔ جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اُس کا نام بھی ہند تھا۔ یہ اسلام لائیں اور اپنے چچیرے بھائی صیفی بن امیہ بن عایذ مخزومی سے شادی کی۔ ان سے ایک لڑکا محمد بن صیفی پیدا ہوا۔ جس کی اولاد کو حضرت خدیجہ کے تعلق کے سبب سے بنو طاہرہ کہتے ہیں۔

عتیق کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے اسی نیک نژاد بیوی کے بطن مبارک سے تھی تفصیل آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت خدیجہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں۔ نکاح کے بعد چھ

لہ یہ حالات مگر زرتانی علی المواہب سے ماخوذ ہیں۔ زرتانی نے بحوالہ دیگر اہل کتاب انکو خیا جمع کر دیا ہے۔

بیس تک زندہ رہیں۔ ان کی زندگی میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری شادی نہیں کی۔ انہوں نے اپنے مال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدد دی۔ ایک روز حراء میں حضور اقدس کے لئے کھانا لارہی تھیں۔ حضرت جبرئیل نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ خدیجہ جب آئیں۔ تو آپ ان کو ان کے رب کی طرف سے اور میری طرف سے سلام پہنچادیں اور بہشت میں ایک موتیوں کے محل کی بشارت دیں۔

ازواج مطہرات میں حضرت خدیجہ و عائشہ باقی سب سے افضل تھیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ نے ہجرت سے تین سال پہلے ۶۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ اور کوہ حجون میں دفن ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبر میں اتارا۔ ان پر نماز نہ پڑھی گئی۔ کیونکہ اُس وقت تک نماز جنازہ فرض نہ ہوئی تھی۔

حضرت سوود بنت زمعہ

ان کا سلسلہ نسب لوئی بن کعب بن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ قدیم الاسلام تھیں۔ پہلے اپنے والد کے چچیرے بھائی سکران بن عمرو بن عبد شمس کے عقد نکاح میں تھیں۔ حضرات سکران بھی قدیم الاسلام تھے۔ دونوں نے جدشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ جب مکہ میں واپس آئے۔ تو حضرت سکران نے وفات پائی۔ اور ایک لڑکا یا دو گار چھوڑا جس کا نام عبد الرحمن تھا۔ حضرت عبد الرحمن نے جنگ بلولاء (آخر ۶۱۰ء) میں شہادت پائی۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کے انتقال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت پریشانی ہوئی۔ کیونکہ گھر بار بال بچوں کا انتظام ان ہی کے متعلق تھا۔ یہ دیکھ کر خولہ بنت حکیم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نکاح کر لیجئے۔ فرمایا کہ کس سے؟ خولہ نے حضرت عائشہ و سوودہ کا نام لیا۔ آپ نے دونوں سے خواستگاری کی اجازت دے دی۔ خولہ حضرت سوودہ کے پاس گئیں اور کہا کہ خولہ نے تم پر کیسی نیک و برکت نازل فرمائی ہے! سوودہ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ خولہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آپ کے پاس بغرض خواستگاری بھیجا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے منظور ہے۔ مگر میرے باپ سے بھی دریافت کر لو۔ چنانچہ ان کے والد کے پاس گئیں۔ اور جاہلیت کے طریق پر سلام کیا یعنی اَنْعِمُ صَبَاحًا کہا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟

خولہ نے اپنا نام بتایا۔ پھر نکاح کا پیغام سنایا۔ انہوں نے کہا کہ محمد شریف کفو ہیں۔ مگر سووہ سے بھی دریافت کر لو۔ خولہ نے کہا کہ وہ راضی ہیں۔ یہ سن کر سووہ نے کہا کہ نکاح کے لئے آجیسا اس طرح باپ نے نبوت کے دسویں سال سووہ کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کر دیا۔ سووہ کا بھائی عبد اللہ بن زمعہ آیا۔ تو یہ معلوم کر کے کہ بہن کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو چکا ہے۔ اس نے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ عبد اللہ کو رجب اسلام لائے۔ تو ان کو اپنے اس فعل پر افسوس آیا کرتا تھا۔ حضرت عائشہ کے نکاح کا قصہ آگے آتا ہے۔

حضرت سووہ طبیعت کی فیاض تھیں۔ ایک روز حضرت فاروق نے ایک درہم کی تھیلی آپ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیسا ہے؟ لانے والوں نے جواب دیا کہ درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ درہم کھجوروں کی طرح تھیلی میں بھجے جاتے ہیں۔ یہ کہہ کر اسی وقت تمام درہم تقسیم کر دئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں آپ امتیازی حیثیت رکھتی تھیں۔ چنانچہ امام احمد نے بروایت ابو ہریرہ نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا۔ کہ یہ حج اسلام ہے۔ جو گردن سے ساقط ہو گیا۔ اس کے بعد تم پوریا کو غنیمت سمجھنا یعنی گھر سے نہ نکلنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تمام ازواج مطہرات سوائے سووہ اور زینب بنت جحش کے حج کو جایا کرتی تھیں۔ اور وہ دونوں فرماتی تھیں۔ کہ خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے سننے کے بعد ہم چوپایہ پر سوار نہ ہوں گی۔

حضرت سووہ سے کتب متداولہ میں پانچ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے ایک صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عباس اور یحییٰ بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارہ نے ان سے روایت کی ہے۔ انہوں نے خلافت فاروقی کے آخری زمانہ میں انتقال فرمایا۔ بعضے سال وفات ۵۵ھ یا ۵۶ھ بتاتے ہیں۔ والد علم بالصواب

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق

ان کا نسب مرہ بن کعب میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ملتا ہے۔

کے چار برس بعد پیدا ہوئیں۔ اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیر کے تعلق سے اُمّ عبد اللہ کنیت کرتی تھیں۔

چھ برس کی تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد نکاح میں آئیں۔ پہلے حبیب بن مہم کے صاحبزادے سے منسوب تھیں۔ نولہ بنت حکیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایما سے اُمّ رومانہ عاتشہ صدیقہ کے پاس گئیں۔ اور نکاح کا پیغام سنایا۔ اُمّ رومانہ نے رضامندی ظاہر کی۔ حضرت ابو بکر گھر آئے۔ تو ان سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ عاتشہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کی بیٹی ہے۔ کیا یہ بھانجہ ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا بھیا۔ کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ یہ نکاح بھانجہ ہے۔ حضرت ابو بکر نے اُمّ رومانہ سے کہا۔ کہ مطعم بن عدی اپنے پوتے کے لئے خواستگاری کر چکا ہے۔ واللہ ابو بکر نے کبھی وعدہ کے خلاف نہیں کیا۔ اس لئے وہ مطعم کے پاس گئے۔ اور اُس سے تذکرہ کیا۔ مطعم نے اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ بیوی نے حضرت صدیق اکبر سے کہا۔ کہ اگر ہم نے اس لڑکے کا نکاح تمہارے ہاں کر دیا۔ تو شاید تم اس کو صابی بنا لو گے اور اپنے دین میں داخل کر لو گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر و ہاں سے اُٹھ آئے۔ اور خولہ کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا بھیا کہ نکاح کے لئے تشریف لے آئیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ اور حضرت ابو بکر نے دماہ شوال سنہ نبوت میں حضرت عاتشہ کا نکاح کر دیا۔ اور ہجرت کے پہلے سال ماہ شوال میں مدینہ منورہ میں نو سال کی عمر میں آپ کی رسم عروسی ادا کی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت حضرت عاتشہ کی عمر مبارک اٹھارہ سال کی تھی۔ انہوں نے چھیا سوٹھ برس کی عمر میں ۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اور حسب وصیت رات کے وقت جنت بقیع میں دفن ہوئیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے جو مروان بن الحکم کی طرف سے اس وقت حاکم مدینہ تھے نماز جنازہ پڑھائی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج مطہرات میں سے حضرت عاتشہ صدیقہ سے زیادہ محبت تھی۔ ان کو دوسری ازواج پر اور کئی باتوں میں فضیلت تھی۔ چنانچہ ان کے سوا کسی اور

زوجہ کے والدین مہاجر نہ تھے۔ ان کی برادر المد تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمائی حضرت
جبرئیلؑ ان کی صورت ایک لہستانی کپڑے میں لپیٹ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور
عرض کیا کہ ان سے شادی کر لیجئے۔ ان کے سوا کسی اور نے وجہ نے حضرت جبرئیلؑ کو نہیں دیکھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ایک بدن میں غسل فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مانہ پڑھا کرتے اور یہ سامنے لٹیٹی ہوتیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی اور آپ
اور یہ ایک لحاف میں ہوتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ان ہی کی گود میں اور
ان ہی کی نوبت میں ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان ہی کے حجرے میں دفن ہوئے۔
حضرت عائشہ صدیقہ عالمہ فصیحہ تھیں۔ حضرت امی بن طلحہ ذکر کرتے ہیں کہ میں نے
عائشہ سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں پایا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کا بیان ہے کہ کھیابہ کرام کو کوئی
ایسا مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا کہ جس کا حل انہوں نے حضرت عائشہ کے پاس نہ پایا ہو۔ محمود بن
لبید کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو بہت سی حدیثیں آجھلیں
مگر حضرت عائشہ و ام سلمہ ان میں ممتاز تھیں۔ حضرت عائشہ حضرت عمر و عثمان کے عہد میں فتویٰ
دیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ انتقال فرمائیں برحمہا اللہ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب میں سے اکابر عمر و عثمان حضور کے بعد حضرت صدیقہ کی خدمت میں کسی کو بھیج کر
حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔

آپ کثیرۃ الحدیث تھیں۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں آپ سے مروی ہیں جن میں سے
۴۷۰ حدیثیں کا اتفاق ہے۔ اور ۵۴۵ میں امام بخاری اور ۶۸۰ میں امام مسلم منفرد ہیں۔
آپ وقائع و اشعار عرب سے خوب واقف تھیں۔ حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے
حضرت عائشہ سے بڑھ کر کسی کو قرآن و فریضہ و حلال و حرام و نفقہ و شعر و طب و حدیث غریب
و نسب کا عالم نہیں پایا۔

آپ زاہدہ اور سخی تھیں۔ ام ذرہ روایت کرتی ہیں کہ ایک روز حضرت عائشہ روزہ دار
تھیں۔ ان کے پاس ایک لاکھ دو سو ہزار آئے۔ انہوں نے وہ سب تقسیم کر دئے۔ میں نے کہا
کیا آپ یوں نہ کر سکتی تھیں کہ ایک دو سو ہزار بچا لیتیں جس سے گوشت خرید کر روزہ افطار کرتیں۔

انہوں نے جواب دیا۔ کہ اگر تو مجھے یاد دلا دیتی تو میں ایسا ہی کر لیتی۔

حضرت حفصہ بنت عمر فاروق

بعثت سے پانچ برس پہلے جب قریش خانہ کعبہ تعمیر کر رہے تھے پیدا ہوئیں۔ پہلے خنیس بن حذیفہ سہمی کے نکاح میں تھیں۔ اُن ہی کے ساتھ مدینہ کو ہجرت کی۔ حضرت خنیس نے غزوہ بدر میں کئی زخم کھائے۔ اور غزوہ کے بعد ان ہی زخموں کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔ حضرت خنیس کی شہادت کے بعد حضرت عمر فاروق کو اپنی بیٹی کے نکاح کی فکر ہوئی۔ فتح بدر کے دن حضرت رقیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے حضرت فاروق نے حضرت عثمان غنی سے کہا۔ کہ اگر تم چاہو۔ تو میں حفصہ کا نکاح تم سے کر دیتا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں اس معاملہ میں غور کروں گا۔ پھر چند روز کے بعد کہہ دیا کہ میرا ارادہ ان ایام میں نکاح کرنے کا نہیں ہے۔ بعد ازاں حضرت فاروق نے حضرت ابوبکر صدیق سے ذکر کیا۔ مگر وہ چُپ ہو رہے اور کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر حضرت عمر کو سبج ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواستگاری کی اور شعبان ۳؎ میں نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد حضرت صدیق اکبر نے حضرت فاروق اعظم سے کہا۔ کہ میری بے التفاتی کی وجہ صرف یہ تھی۔ کہ مجھے معلوم تھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر کیا تھا۔ میں حضور کا راز افشاء کرنا نہ چاہتا تھا۔ اگر حضور حفصہ سے نکاح نہ کرتے۔ تو میں قبول کر لیتا۔

حضرت حفصہ سے ساٹھ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے صرف پانچ بخاری میں ہیں۔ انہوں نے شعبان ۳؎ میں حضرت معاویہ کی خلافت میں انتقال فرمایا۔ مروان بن الحکم نے جو مدینہ کا گورنر تھا جنازہ پڑھائی۔ اور بنو حزم کے گھر سے مغیرہ کے گھر تک جنازہ کو کھینچا دیا۔ اور مغیرہ کے گھر سے قبر تک حضرت ابوہریرہ نے یہ شرف حاصل کیا۔

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ

ہند نام۔ ام سلمہ کنیت تھی۔ باپ کا نام حذیفہ اور بقول بعض سہیل تھا۔ ماں کا نام عاتکہ بنت عامر کنانیہ تھا۔ پہلے اپنے چچا زاد بھائی ابوسلمہ (عبداللہ) بن عبدالاسد بن مغیرہ کے نکاح میں

لے طبقات ابن سعد۔ جز ثانی۔ قسم ثانی۔ ص ۱۲۶

تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ ام سلمہ و ابولہد دونوں قدیم الاسلام تھے۔ دونوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ چنانچہ ان کے بیٹے سلمہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر مکہ میں آئے اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ام سلمہ پہلی عورت ہیں جو ہجرت کر کے مدینہ میں آئیں۔ مدینہ ہی میں ان کے لال عمر اور درہ و زینب پیدا ہوئیں۔

حضرت ابوسلمہ بدر و احد میں شریک ہوئے۔ احد میں زخمی ہو گئے۔ ایک ماہ کے بعد زخم چنکا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک سر تیہ میں بھیج دیا۔ ایک ماہ کے بعد واپس آئے۔ تو زخم پھر پھوٹ آیا۔ اور ۸ جمادی الاخریٰ ۳ھ میں وفات پائی۔ وفات کے وقت حضرت ام سلمہ حاملہ تھیں۔ وضع حمل کے بعد حضرت ابوبکر و عمر نے خواستگاری کی۔ تو ام سلمہ نے انکار کر دیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ تو مر جبا کہہ کر یہ عذرہ پیش کئے۔

(۱) میں سخت غیور عورت ہوں۔

(۲) صاحب عیال ہوں۔

(۳) میرے اولیاء میں سے کوئی یہاں نہیں کہ میرا نکاح کر دے۔ ایک روایت میں ہے

کہ میری عمر زیادہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عذروں کا تسلی بخش جواب دیا اور نکاح ہو گیا۔ جب حدیبیہ میں صلح نامہ لکھا جا چکا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ اب اٹھو۔ قربانیاں دو اور سر منڈواؤ۔ چونکہ صحابہ کہ ام کو بے نیل و مرام واپسی سے رنج و ملال تھا۔ انہوں نے تعمیل ارشاد میں تامل کیا۔ حضور خفا ہو کر حضرت ام سلمہ کے خیمہ میں تشریف لے آئے۔ اور انتہال امر میں توقف کی شکایت کی۔ ام سلمہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ ان کو معذور رکھیں۔ ان پر ایک امر عظیم گزرا ہے۔ ان کا خیال توجیح کرنا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ وہ مکہ میں عمرہ بجالائیں گے۔ باوجود نقد ان مطلوب آپ نے قریش سے صلح کر لی۔ اور ان کی نہ سنی۔ اگر خاطر اشرف اس پر ہے کہ وہ نحر حلق کریں۔ تو آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ اور خود نحر حلق فرمائیں۔ یہ دیکھ کر ان کو بجز اتباع چارہ نہ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اور

حضرت ام سلمہ کی تدبیر سے وہ مشکل حل ہو گئی۔ اور یہ ان کی دانشمندی اور صواب رائے کی واضح دلیل ہے۔

حضرت ام سلمہ سے کتب متداولہ میں ۳۷۸ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے تیرہ پر بخاری و مسلمہ کا اتفاق ہے۔ اور تین کے ساتھ امام بخاری اور تیرہ کے ساتھ امام مسلم منقول ہیں۔ باقی دیگر کتب میں ہیں۔

ازواج مطہرات میں سب کے بعد حضرت ام سلمہ نے ۸۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ ان کے سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے۔ واقدی کا قول ہے کہ شوال ۵۹ھ میں انتقال فرمایا۔ اور حضرت ابوہریرہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں ۵۹ھ لکھتے ہیں۔ بقول ابن حبان امام حسین کی شہادت کی خبر آنے کے بعد آخر ۶۳ھ میں وفات پائی۔ ابوہریرہ نے ۶۲ھ بتاتے ہیں۔ مگر صحیح مسلم میں ہے۔ کہ عمارت بن عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے اس شکر کی بابت پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا۔ یہ سوال اُس وقت کیا گیا۔ جب یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو لشکر شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اور واقعہ حرہ پیش آیا تھا۔ جو ۶۳ھ میں تھا۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ حضرت ام سلمہ واقعہ حرہ تک زندہ تھیں۔

حضرت ام حبیبہ

اصلی نام رطلہ اور کنیت ام حبیبہ تھی۔ آپ حضرت عثمان غنی کی دختر بلند اختر اور حضرت معاویہ کی بہن تھیں۔ پہلے عبید اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں۔ دونوں نے اسلام لاکر مدینہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی۔ وہیں ان کی لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی۔ عبید اللہ علیہ السلام نے مدینہ ہی میں مرگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام حبیبہ کی حالت و غربت کو مد نظر رکھتے ہوئے نجاشی کی معرفت نکاح کا پیغام دیا۔ جسے انہوں نے نہایت خوشی سے قبول کیا۔ چنانچہ نجاشی نے ۶ھ میں ان کا نکاح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کر دیا جیسا کہ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ جب نکاح کے تمام رسومات ادا ہو گئے۔ تو نجاشی نے ان کو شرییل بن حسنہ کے ساتھ حضور کی خدمت اقدس میں روانہ کر دیا۔

حضرت ام جلیبہ کی روایت سے کتب متداولہ میں ۶۵ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے دو پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔ اور ایک کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں۔ باقی دیگر کتب میں ہیں۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ۳۷ھ میں ہوا اور وہیں دفن ہوئیں۔

حضرت زینب بنت جحش السدیہ

ان کی پہلی شادی حضرت زید بن حارثہ سے تھی۔ حضرت زید قبیلہ تیمانہ میں سے تھے لہٰذا کہیں میں گرفتار ہو کر مکہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ کے ہاتھ بطور غلام فروخت ہوئے۔ حضرت خدیجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دئے۔ حضور نے نبوت سے پہلے ان کو آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا۔ اس لئے لوگ ان کو زید بن محمد کہا کرتے تھے۔ حضرت زید بن نقین الی الاسلام میں سے تھے۔ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ تھی۔ آپ اہم امور میں ان سے کام لیتے۔ اور لشکر کی قیادت تک ان کے سپرد کر دیتے۔ اسی وجہ سے حضور نے ان کا نکاح اپنی پھوپھی امیہ بنت عبد المطلب کی صاحبزادی زینت بنت جحش سے کر دینا چاہا۔ مگر زینب اور ان کا بھائی راضی نہ ہوئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔

کسی مسلمان مرد یا عورت کو لائق نہیں جس وقت خدا اور اس کا رسول کوئی کام مقرر کرے۔ کہ ان کو اپنے کام میں اختیار ہو۔ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے۔ وہ صریح گمراہ ہو گیا۔

وَمَا كَانَ لِلرَّسُولِ أَنْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ إِلَّا أَمَرَ بِمَا كَانَ لِلرَّسُولِ أَنْ يَأْمُرَ بِهِ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِينًا

(احزاب)

پس حضرت زینب نکاح پر راضی ہو گئیں اور نکاح ہو گیا۔ حضرت زید اگرچہ عربی الاصل تھے۔ مگر قریشی نہ تھے۔ قریش کی لڑکیوں خصوصاً اولاد عبد المطلب کے لئے اشراف قریش میں کفو تلاش کئے جایا کرتے تھے۔ اس لئے کچھ عرصہ کے بعد طبعی طور پر حضرت زید حضرت زینب کی حرکات عادیہ کو کبر و تعظم پر محمول کرنے لگے۔ اور حضرت زینب بھی ان سے متکدر رہنے لگیں۔ چنانچہ حضرت زید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی شکایت کی۔ حضور نے فرمایا۔ کہ اس طرح کی باتوں پر طلاق نہیں دیا کرتے۔ اسی امر کی طرف آیہ ذیل میں

اشارہ ہے :-

وَرَاذُ تَقْوَلُ لِلَّذِي أَلْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ
أَلْعَمَتْ عَلَيْهِ أَمْسِكَ عَلَيْكَ رَوْحَكَ
وَأَتَى اللَّهُ وَتَحْفَى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ
مُبْدِيهِ وَتَحْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ
أَنْ تَحْشَاهُ ط

اور جس وقت تو کہہ رہا تھا اس شخص سے جس پر اللہ نے
اور تو نے انعام کیا ہے کہ اپنی بیوی کو اپنے لئے تمام
رکھ اور خدا سے ڈر۔ اور تو اپنے جی میں چھپاتا تھا اس
چیز کو جسے اللہ ظاہر کرنے والا ہے اور تو لوگوں سے
ڈرتا تھا۔ اور اللہ نہ یادہ لاحق ہے اس کا تو اس سے ڈرتے

با اینہم اگر زید ان کو طلاق دیتے۔ تو ایسی سیدہ شریفہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا
کفو اور کون ہو سکتا تھا؟۔ اس لئے حضور انور کے خاطر اشرف میں آتا تھا۔ کہ بصورت طلاق
زینب کی تطہیب خاطر اور اس کے حقوق کی رعایت کے لئے ان سے نکاح کر لینا ضروری ہوگا۔
مگر آپ اسے ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ کیونکہ جاہلیت میں متبنی کو بمنزلہ ولد حقیقی سمجھتے تھے اور یہ
عقیدہ رکھتے تھے کہ متبنی کی مطلقہ کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔

آخر کار حضرت زید نے طلاق دے دی۔ عدت گزرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
زید ہی کو نکاح کا پیغام دینے کے لئے زینب کے پاس بھیجا۔ حضرت زینب نے جواب دیا کہ
میں استخارہ کر لوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :-

فَلَمَّا قَضَى زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا
لَكِي لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ
فِي الْأَزْوَاجِ أَدْعَبَا لَهُمْ إِذَا قَضُوا مِنْهُنَّ
وَطَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ه

پس جب زید نے اس سے حاجت پوری کر لی ہم نے
اس کو تجھ سے بیاہ دیا تاکہ مومنوں پر ان کے لئے پاکوں
کی بیویوں میں تنگی نہ ہو جب وہ ان سے حاجت پوری
کر لیں اور امر الہی ہو کر رہتا ہے۔

احزاب

اس طرح حضرت زینب کا نکاح ۳۳ یا ۳۵ برس کی عمر میں ہو گیا۔ حضرت
زینب فخر کیا کرتی تھیں۔ کہ دیگر ازواج مطہرات کا نکاح تو ان کے باپ یا بھائی یا اہل نے کر دیا
مگر میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے آسمان سے کر دیا۔ اس نکاح میں یہ حکمت بھی تھی کہ پسر خواندہ
کی مطلقہ کا حکم معلوم ہو گیا۔

جب یہ نکاح ہو گیا۔ تو مخالفوں نے کہا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیٹوں کی بیویوں سے نکاح حرام کر دیا۔ مگر خود اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا۔ اس پر یہ آیتیں اُتریں :-

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ لیکن تمہارے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ط

(احزاب)

اور تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا یہ تمہارے موبوں کی بات ہے۔

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ط
ذَلِكَ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ط (احزاب)

پس حضرت زید جو زید بن محمد کہلاتے تھے اس کے بعد زید بن عاصی کہلانے لگے۔ حضرت زینب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی زاد بہن ہونے کے علاوہ جمال میں بھی ممتاز تھیں۔ اس لئے ازواج مطہرات میں سے وہ حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ ہمسری کا دم بھرتی تھیں۔ چنانچہ خود حضرت صدیقہ فرماتی ہیں۔

كَانَتْ تَسَامِيئِي | وَهِيَ الرَّقَابَةُ كَرَّتِي تَحِي

آپ نہایت راستگو اور پارہ سادہ تھیں۔ جب حضرت عائشہ پر بہتان لگایا گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے حضرت عائشہ کی نسبت پوچھا۔ آپ نے صاف کہہ دیا۔

وَاللَّهِ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا | وَاللَّهُ مَا عَلِمْتُ إِلَّا خَيْرًا

اسی راستی سے متاثر ہو کر حضرت عائشہ نے فرمایا۔ کہ میں نے کوئی عورت نہ زینب سے دین میں بہتر۔ خدا سے زیادہ ڈرنے والی۔ زیادہ سچ بولنے والی اور زیادہ صلہ رحم اور خیرات کرنے والی نہیں دیکھی۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مال مہاجرین میں تقسیم فرما رہے تھے۔ حضرت زینب اس معاملہ میں کچھ بول اُٹھیں۔ حضرت عمر فاروق نے ان کو جھڑک دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ عمر! ان کو جانے دو۔ یہ آواہ یعنی ناشع متضرع ہیں۔

حضرت زینب زاہدہ اور طبیعت کی فیاض تھیں۔ اپنے ہاتھ سے معاش پیدا کرتیں اور خدا کی راہ میں لٹا دیتیں۔ حضرت عمر فاروق نے ان کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار درہم مقرر کیا تھا۔

جو انہوں نے صرف ایک سال لیا۔ اور اپنے حاجتمندہ شدہ داروں میں تقسیم کر کے دہماناگی۔
کہ خدا یا ایہ عظیمہ مجھے آئندہ سال نہ ملے۔ حضرت فاروق کو یہ خبر لگی۔ تو انہوں نے حضرت
زینب کے لئے ایک ہزار اور بھیجا۔ مگر حضرت نے اسے بھی تقسیم کر دیا۔ آپ کی دعا قبول
ہو گئی۔ اور آئندہ سال میں وفات پائی۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا:-
اَسْرَعُكُمْ لِحَاقَابِيْ اَطْوَلُكُمْ يَدًا تم میں سے مجھ سے جلدی ملنے والی وہ ہے جس کا ہاتھ لمبا
ازواج مطہرات اس ارشاد کو حقیقت پر محمول کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ
فرماتی ہیں۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال شریف کے بعد جب ہم کسی ایک کے حجرت میں
جمع ہوتیں۔ تو ہم دیوار پر اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں۔ ہمارا یہ خیال رہا یہاں تک کہ حضرت
زینب نے جو کوتاہ قد تھیں ہم سب سے پہلے انتقال فرمایا۔ اُس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ ارشاد اللہ
میں ہاتھ کا لمبا ہونا فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔

جب حضرت زینب کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن کر
رکھا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ بھی ایک کفن بھیجیں گے۔ دونوں میں سے ایک کو خیرات کر دینا
چنانچہ اس وصیت پر عمل کیا گیا۔ حضرت زینب نے مدینہ منورہ میں منۃ میں پچاس یا تیرہ
برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت فاروقؓ کی یہ آرزو
تھی کہ خود حضرت زینب کو قبر میں انار میں اس لئے ازواج مطہرات سے دریافت کیا کہ ان کو قبر
میں کون انار سے جواب آیا کہ جو حیات میں ان کے گھر میں داخل ہوا کرتا تھا۔

حضرت زینب سے گیارہ بیٹیاں مروی ہیں۔ جن میں سے دو پھر غاری و سلم کا انفاق ہے۔

حضرت زینب بنت خزيمةؓ ہلالیہ

آپ مساکین کو کثرت سے کھانا کھایا کرتی تھیں۔ اس لئے ام المساکین کی کنیت سے مشہور
تھیں۔ پہلے حضرت عبدالعزیز بن حبش کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہ نے جنگ احد میں
میں وفات پائی۔ اسی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ اور صرف دو تین ہی
حضور کی خدمت میں رہنے پائی تھیں۔ کہ تیس سال کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور جنت بقیع

میں دفن ہوئیں۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد ہی ایک بی بی تھیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریف میں انتقال فرمایا۔

حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ

ان کی بہن ام الفضل لبابہ کبریٰ حضرت عباس بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں حضرت میمونہ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی کے نکاح میں تھیں مسعود نے طلاق دے دی۔ تو ابوہریرہ بن عبد العزیز نے ان سے شادی کر لی۔ ابوہریرہ کے انتقال کے بعد حضرت عباس نے ان کا نکاح مقام ہرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا ہرہ ہی میں اللہ نے ان کا انتقال ہوا۔ حضرت ابن عباس نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور قبر میں اتارا جب جنازہ اٹھانے لگے تو حضرت ابن عباس نے کہا۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ ان کے جنازے کو زیادہ حرکت نہ دو۔ آہستہ لے چلو۔ ان کی روایت سے ۷۶ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں سے سات پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے۔

حضرت جویریہ بنت حارث بن ابی صرار ثقیفہ

حضرت جویریہ کا والد حارث بن ابی صرار تھا۔ جو قبیلہ بنی مصطلق کا سردار تھا۔ یہ پہلے بنو صفوان مصطلقی کے نکاح میں تھیں۔ جو غزوہ بدر میں قتل ہوا۔ اس غزوہ میں بہت سے لوٹدی غلام مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ چنانچہ حضرت جویریہ حضرت شامہ بنت زید بن شمس انصاری کے حصہ میں آئیں۔ مگر انہوں نے حضرت شامہ سے نواذقیہ ہونے پر کٹا ہت کر لیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر یوں عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میں حارث کی بیٹی جویریہ ہوں۔ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میں ثابت بن قیس بن شمس کے حصہ میں آئی ہوں۔ میں نے ان سے نواذقیہ ہونے پر کٹا ہت کر لیا ہے۔ یہ تم میرے ساتھ سے زائد ہے۔ مگر میں نے آپ کی فیاضی کی امید پر منظور کر لی ہے۔ اور آپ کی دعاؤں کے سننے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "کیا تم اس سے بہتر چیز نہیں چاہتی ہو؟ انہوں نے پوچھا کہ وہ چیز کیا ہے؟ حضور کا یہ فیصلہ و السلام سے فرمایا کہ میں تمہارا ذر کٹا ہت ادا کر دیتا ہوں اور تم سے نکاح کر لیتا ہوں۔ حضرت جویریہ نے عرض کیا کہ مجھے

منظور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت کو بلایا۔ وہ بھی راضی ہو گئے۔ چنانچہ حضور انور نے نواوقیہ سونا ادا کر دیا۔ اور حضرت جویریہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب لوگوں کو اس نکاح کی خبر لگی۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ مصاہرت کی رعایت سے بنی مصطلق کے باقی تمام لونڈی غلاموں کو آزاد کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ کا ارشاد ہے۔ کہ ہم نے کوئی عورت ایسی نہیں دیکھی۔ جو اپنی قوم کے لئے جویریہ سے بڑھ کر باعث برکت ہو۔ کیونکہ ان کے سبب سے بنی مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہو گئے۔

جب حضرت جویریہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔ تو ان کی عمر بیس سال کی تھی۔ ان کا نام برہ تھا۔ حضور انور نے بدل کر جویریہ رکھا۔ ربیع الاول ۳ھ میں انتقال فرمائیں اور مدینہ منورہ میں بقیع میں دفن ہوئیں۔ ان کی روایت سے سات حدیثیں منقول ہیں۔ جن میں سے دو بخاری میں اور دو مسلم میں اور باقی دیگر کتب میں ہیں۔

حضرت صفیہ السراہلیہ

باپ کا نام حمی بن اخطب تھا۔ جو بنو نضیر کا سردار تھا۔ ماں کا نام ضرہ تھا جو بنو قریظہ کے سردار مموال کی بیٹی تھی۔ حضرت صفیہ کی پہلی شادی سلام بن شکم قریظی سے ہوئی۔ طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق کے نکاح میں آئیں۔ جب غزوہ خیبر رشتہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو ابی الحقیق کا قلعہ قمر ص فتح کیا۔ تو کنانہ قتل ہوا۔ حضرت صفیہ کا باپ اور بھائی کام آئے اور خود بھی گرفتار ہوئیں۔ جب خیبر کے تمام قیدی جمع کئے گئے۔ تو وحیہ کلبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ حضور انور نے فرمایا۔ کہ بھاؤ ایک لونڈی لے لو۔

چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ کو لے لیا۔ ایک صحابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی ”یار رسول اللہ! آپ نے صفیہ جو ریشہ قریظہ و نضیر تھے وحیہ کو عطا فرمادی۔ وہ تو آپ ہی کے نائق ہے“ اس پر حضور نے وحیہ کو دوسری لونڈی عطا فرمادی۔ اور خود صفیہ کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ جب خیبر سے روانہ ہو کر صہبائے میں پہنچے۔ تو رسم عرس ادا کی گئی۔ اور لوگوں سے حاضر جمع کر کے دعوتِ ولیمہ دی گئی۔

حضرت صفیہ نے قریباً ساٹھ سال کی عمر میں ۳۳ھ میں انتقال فرمایا اور بقیع میں دفن

ہوئیں۔ ان کی روایت سے دس حدیثیں منقول ہیں۔ جن میں سے صرف ایک متفق علیہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ کرام

پہلے آچکا ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام اولاد سوائے ابراہیم کے جو حضرت ماریہ قبطیہ کے لطن مبارک سے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے تھی۔ صاحبزادیاں بالاتفاق چار تھیں۔ چاروں نے زمانہ اسلام پایا اور شرف ہجرت حاصل کیا۔ مگر صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ قاسم و ابراہیم پر اتفاق ہے۔ بقول زبیر بن بکار (متوفی ۲۵۶ھ) صاحبزادے تین تھے۔ قاسم۔ عبدالرحمن بن کو طیب و طاہر بھی کہتے تھے۔ ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعین اکثر اہل نسب کی یہی رائے ہے۔

حضرت قاسم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولادِ کرام میں حضرت قاسم بعثت سے پہلے پیدا ہوئے اور قبل بعثت ہی سب سے پہلے انتقال فرما گئے۔ ابن سعد نے بروایت محمد بن جبیر بن مطعم نقل کیا ہے کہ دو سال زندہ رہے۔ بقول مجاہد سات دن اور بقول مفضل بن غسان غلابی تیرہ مہینے زندہ رہے ابن فارس کہتے ہیں کہ سن تیز کو پہنچ گئے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔

حضرت زینب

صاحبزادیوں میں سے سب سے بڑی تھیں۔ بعثت سے دس سال پہلے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس سال کی تھی پیدا ہوئیں۔ ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالوہاب بقیط بن ربیع سے ہوئی۔ ابوالعاص حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہامہ کے لطن سے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے کہنے سے ان کا نکاح بعثت سے پہلے حضرت زینب سے کر دیا تھا۔ جب حضور انور کو منصب رسالت عطا ہوا۔ تو حضرت خدیجہ اور آپ کی صاحبزادیاں آپ پر ایمان لائیں۔ مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہا۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی صاحبزادیاں آپ پر ایمان لائیں۔ مگر ابوالعاص شرک پر قائم رہا۔ اسی طرح حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے اپنی صاحبزادی رقیہ کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے اور ام کلثوم کا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا تھا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا کام شروع کیا۔ تو قریش نے آپس میں کہا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیاں چھوڑ دو۔ اور ان کو اس طرح تکلیف پہنچاؤ چنانچہ وہ ابوالعاص سے کہنے لگے کہ تو زینب کو طلاق دے دے۔ ہم تیرا نکاح قریش کی جس لڑکی سے تو چاہے کر دیتے ہیں۔ ابوالعاص نے انکار کیا۔ مگر ابولہب کے بیٹوں نے حضرت رقیہ و ام کلثوم کو ہم بستری سے پیشتر طلاق دے دی۔

اگرچہ اسلام نے حضرت زینب و ابوالعاص میں تفریق کر دی تھی۔ مگر مسلمانوں کے ضعف کے سبب سے عمل در آمد نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ ہجرت وقوع میں آئی۔ جب قریش یمنگ بدر کے لئے آئے۔ تو ابوالعاص بھی ان کے ساتھ آئے اور گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب نے ان کے بھائی عمر کے ہاتھ مکہ سے ان کا فدیہ بھیجا۔ جس میں وہ مار بھی تھا۔ جو حضرت خدیجہ الکبریٰ نے حضرت زینب کو پہنا کر پہلے پہل ابوالعاص کے ہاں بھیجا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پل کو دیکھا۔ تو آپ پر نہایت رقت طاری ہوئی۔ اور حضرت خدیجہ الکبریٰ کا زمانہ یاد آ گیا جنوبہ کے ارشاد سے صحابہ کرام نے فدیہ واپس کر دیا۔ اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالعاص سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر حضرت زینب کو مدینہ میں بھیج دیں گے۔

جب ابوالعاص مکہ کو روانہ ہوئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ایک انصاری کو بھیجا کہ حضرت زینب کو بطن بائج سے مدینہ لے آئیں۔ ابوالعاص نے مکہ میں پہنچ کر ایفائے وعدہ کیا۔ اور حضرت زینب سے کہہ دیا۔ کہ تم اپنے والد کے ہاں چلی جاؤ۔ حضرت زینب نے چپکے چپکے سفر کی تیاری کر لی۔ ابوالعاص کے بھائی کنانہ نے ان کو اونٹ پر سوار کر لیا۔ اور تیسرے مکان لے کر دن کے وقت روانہ ہوا۔ قریش کے چند آدمیوں نے تعاقب کیا۔ اور دو طوایف میں جا گھیرا۔ مبارک بن اسود جو بعد میں ایمان لایا آگے بڑھا۔ اس نے حضرت زینب کو نیزہ سے ڈر کر اونٹ پر سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ حمل ساقط ہو گیا۔ یہ دیکھ کر کنانہ نے ترکش میں سے تیر نکال کر

لے سنن ابی داؤد۔

زینب پر رکھ لئے۔ اور کہنے لگا۔ "جو شخص میرے نزدیک آئے گا۔ وہ تیرے ہیچ کرنے جائے گا۔" یہ سن کر لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ ابوسفیان نے کہا "ٹھہرو۔ ہماری بات سن لو" اس پر کنانہ رُک گیا۔ ابوسفیان بولا "ہمیں محمد کے ہاتھ سے بڑھتی ہیں، ہمیں معلوم ہیں۔ اب اگر تم دن و ہاڑے ان کی لڑکی کو لے جاؤ گے۔ تو لوگ اسے ہماری کمزوری پر محمول کریں گے۔ ہمیں زینب کے روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب شور مہنگا مہ کم ہو جائے گا۔ تو رات کو اسے پوری چھپے لے جانا" کنانہ نے اس رائے کو تسلیم کیا۔ اور چند روز کے بعد ایک رات حضرت زینب کو اونٹ پر سوار کر کے لے آیا۔ اور زید اور انصاری کے حوالہ کر دی۔ وہ دونوں ان کو مدینہ میں لے آئے۔

جمادی الاولیٰ ۳۳ھ میں ابوالعاص ایک قافلہ قریش کے ساتھ بغرض تجارت مکہ شام کو گئے۔ ان کے پاس قریش کا بہت سا مال تھا۔ مقام عیص کے نواح میں ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سریہ ملا۔ جو حضور نے بسر کر دی حضرت زید بن ہارثہ بھیجا تھا۔ اس سریہ نے ابوالعاص کا تمام مال لے لیا۔ ابوالعاص ہمراہیوں سمیت گرفتار ہو گئے۔ حضرت زینب نے ابوالعاص کو پناہ دی۔ صبح کو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے فارغ ہوئے۔ تو حضرت زینب نے چلا کر کہا۔ کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ شخص پناہ دے سکتا ہے۔ اس لئے ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔ اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر ابوالعاص کا تمام مال واپس کر دیا گیا۔ ابوالعاص نے مکہ میں پہنچ کر وہ مال قریش کے حوالہ کر دیا۔ پھر کہا۔ اے گردہ قریش! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ باقی ہے؟ سب بولے کہ نہیں۔ خدا تجھے جزائے نیر دے۔ بعد ازاں ابوالعاص نے کلمہ شہادت پڑھ کر کہا "اللہ کی قسم! حضرت کے پاس اسلام لانے سے مجھے یہی امر مانع ہوا۔ کہ تم گمان کرتے کہ میں نے صرف تمہارے مال ہضم کر جانے کے لئے ایک جید کیا ہے، اس کے بعد ابوالعاص نے محرم ۳۳ھ میں مدینہ میں آکر اظہار اسلام کیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب نکاح اول (یا نکاح جدید) کے ساتھ ان کے حوالہ کر دی۔

حضرت زینب نے ۳۳ھ میں انتقال فرمایا۔ ام ایمن۔ سو وہ بنت زینب اور ام سلمہ نے

غسل دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالعاص نے قبر میں اتارا۔

حضرت زینب کی اولاد ایک لڑکا علی نام اور ایک لڑکی امامہ تھی۔ حضرت علی نے اپنی والدہ ماجدہ کی زندگی میں چھوٹی عمر میں قریب بلوغ کے وفات پائی۔ ابن عساکر کہتے ہیں۔ کہ بعض اہل نسب نے ذکر کیا ہے۔ کہ وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامہ سے بڑی محبت تھی۔ نماز میں بھی ان کو اپنے کندھے پر رکھ لیتے۔ جب رکوع کرتے۔ تو اتار دیتے۔ اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے۔ تو پھر سوار کر لیتے۔ ایک دفعہ نجاشی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں ایک حلقہ بھیجا۔ جس میں ایک سونے کی انگوٹھی تھی۔ انگوٹھی کانگینہ حبشی تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ انگوٹھی امامہ کو عطا فرمائی۔ حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک روز کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا جس میں ایک زین ہار تھا۔ ازواج مطہرات سب ایک مکان میں جمع تھیں۔ امامہ مکان کے ایک گوشہ میں مٹی سے کھیل رہی تھیں حضور نے ہم سب سے پوچھا کہ یہ ہار کیسا ہے؟ ہم نے عرض کیا۔ کہ اس سے خوبصورت و عجیب ہار ہمارے دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اسے اپنے محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ ازواج مطہرات سمجھیں کہ عائشہ کو ملے گا۔ مگر حضور نے امامہ کو بلایا۔ اور اپنے دست مبارک سے وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔

حضرت ابوالعاص حضرت زبیر بن العوام سے امامہ کے نکاح کر دینے کی وصیت کر گئے تھے حضرت فاطمہ زہراء نے مرتے وقت حضرت علی مرتضیٰ سے وصیت کی۔ کہ میرے بعد امامہ سے نکاح کر لینا۔ اس لئے حضرت زہراء کے بعد حضرت زبیر نے امامہ کا نکاح حضرت علی سے کر دیا۔ حضرت علی نے حضرت مغیرہ بن نوفل سے وصیت کی کہ میرے بعد تم امامہ سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ حضرت مغیرہ نے حضرت علی کی شہادت کے بعد امامہ سے نکاح کر لیا۔ اور ان سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام سحیہ ام تھا۔ بعضے کہتے ہیں کہ امامہ کی کوئی اولاد نہیں۔ حضرت امامہ نے حضرت مغیرہ کے ہاں وفات پائی۔

حضرت رقیہ

حضرت رقیہ اور ام کلثوم دونوں کی شادی ابولہب کے بیٹوں سے ہوئی تھی جیسا کہ اوپر

مذکور ہوا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کا کام شروع کیا۔ تو ابو لہب لعین نے اپنے بیٹوں سے کہا: "اگر تم محمدؐ کی بیٹیوں سے علیحدگی اختیار نہیں کرنے۔ تو تمہارے ساتھ میری نشست برخواست حرام ہے۔" عقبہ اور عتیبہ دونوں نے باپ کے حکم کی تعمیل کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی سے کر دیا۔

نکاح کے بعد حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ ان کے ہاں وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام عبداللہ تھا۔ عبداللہ نے اپنی ماں کے بعد مکہ میں چھ برس کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عثمان حبشہ سے مکہ میں آئے۔ اور مکہ سے دونوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ ایام بدر میں حضرت رقیہ بیمار تھیں۔ اس لئے حضرت عثمان ان کی تیمارداری کے لئے غزوہ بدر میں شامل نہ ہوئے جس روز حضرت زید بن حارثہ فتح کی بشارت لے کر مدینہ میں آئے۔ اسی روز حضرت رقیہ نے بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے سبب جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت اُمّ کلثوم

کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں۔ پہلے عتیبہ بن ابی لہب کے نکاح میں تھیں۔ جب عتیبہ نے ان کو اپنے باپ کے کہنے سے طلاق دی۔ تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گستاخی سے پیش آیا اور اُس نے حضور کی قمیص بچھاڑ دی حضور کی زبان مبارک سے نکلا: "یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اس پر سٹا کر دے۔" کچھ مدت کے بعد ابو لہب اور عتیبہ بغرض تجارت ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک راہب کے صومعہ کے پاس اترے۔ راہب نے کہا کہ یہاں درندے بہت ہیں۔ ابو لہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ تمہیں میری عمر اور میرا حق معلوم ہے؟ وہ بولے کہ ہاں۔ ابو لہب نے کہا کہ محمدؐ نے میرے بیٹے پر بددعا کی ہے۔ تم اپنی متاع صومعہ پر جمع کر دو۔ اور عتیبہ کے لئے اُس کے اوپر بستہ کر دو۔ اور خود اُس کے گرد اگر دو سوجھاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ رات کو ایک شیر آیا۔ اُس نے سب کو سونگھا۔ چوہ متاع پر کود کر عتیبہ کا سر کاٹ دیا۔ اہل قافلہ نے ہر چند شیر کو تلاش کیا۔ مگر نہ ملا۔

حضرت رقیہ کے بعد ربیع الاول ۳۳ھ میں ام کلثوم کا نکاح حضرت عثمان غنی سے ہوا۔ اور شعبان ۳۳ھ میں انتقال ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت فاطمہ زہراء

فاطمہ نام اور زہراء اور بتول لقب ہیں۔ جمال کمال کے سبب زہراء کہلاتی تھیں اور اسوا سے انتفاع کی وجہ سے بتول تھیں۔ بعثت کے پہلے سال یا بعثت سے ایک سال پہلے یا پانچ سال پہلے بنا بر اختلاف روایات پیدا ہوئیں۔

ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت علی مرتضیٰ سے کر دیا۔ آپ نے حضرت علی سے پوچھا کہ ادائے جہر کے واسطے تمہارے پاس کچھ ہے؟ حضرت علی نے جواب دیا کہ ایک گھوڑا اور نندہ ہے۔ فرمایا کہ گھوڑا جہاد کے لئے ضروری ہے زرہ کو فروخت کر ڈالو۔ چنانچہ وہ زرہ حضرت عثمان غنی نے ۴۸۰ درہم کو خریدی۔ حضرت علی نے قیمت لاکر حضور کے آگے ڈال دی۔ حضور نے اس میں سے کچھ حضرت بلال کو دیا کہ خوشبو خرید لائے اور باقی جہینرو وغیرہ کے لئے ام سلیم کے حوالہ کیا۔ اس طرح عقد ہو گیا۔ جہیز میں یہ چیزیں تھیں، ایک لحاف، ایک چمڑے کا ٹیکہ جس میں درخت خربا کی چوپال بھری ہوئی تھی۔ دو چکیاں۔ ایک مشک۔ دو گھڑے۔ اسی سال ماہ ذی الحجہ میں رسم غزوی ادا کی گئی۔ حضرت علی مرتضیٰ نے اداسے رسم کے لئے مکان کر ایہ پر لیا۔ پھر حضرت عمارہ بن عثمان نے دسے دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اہل میں فاطمہ سے پیاری تھیں۔ جب سفر کو جایا کرتے۔ تو اخیر میں فاطمہ سے مل کر جاتے۔ جب واپس آتے تو سب سے پہلے فاطمہ سے ملتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ "فاطمہ میرا پارہ گوشت ہے جس نے فاطمہ کو ناراض کیا۔ اس نے مجھے ناراض کیا۔" فاطمہ ہی کی نسبت حضور کا ارشاد ہے۔ سفیر نساء ہذا الامۃ۔ سیرۃ نساء العالمین۔ سیرۃ نساء اہل الجنۃ۔ سیرۃ نساء المؤمنین۔ افضل نساء الجنۃ۔ ساجز اولوں میں صرف حضرت فاطمہ زہراء سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلسلہ نسل جاری ہے اور قیامت تک رہے گا۔

۱۰ طبقات ابن سعد۔ جز ثامن۔ ترجمہ زہراء

۱۱ دن والفوائد للمہمودی۔

حضرت فاطمہ کو گھر کا تمام کام کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز خبر لگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لونڈی غلام آئے ہیں۔ اس لئے وہ ایک خادمہ کی درخواست کرنے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت نماز میں آئیں۔ آخر کار بارگاہِ رسالت سے، جواب ملا۔ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے، انارہ کی ضرورت نہیں۔

خانگی معاملات میں بعض دفعہ حضرت علی و فاطمہ میں زہد میں ہیرا پیرا کیا کرتی تھی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان معاملات میں مصالحت کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روز کا ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ زہراء کے وقت نماز میں تشریف لے گئے۔ حضرت علیؑ نے کہاں نہ پایا۔ آپؑ نے حضرت زہراء سے (مخاورہ خرب کے مرانہ) پوچھا کہ تیرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں کچھ آن بن ہو گئی ہے۔ وہ ناراض ہو کر نکل گئے اور میرے ہاں قبول نہیں فرمایا۔ حضور نے ایک شخص سے فرمایا کہ دیکھو تو کہاں ہیں؟ اس نے آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ حضور مسجور میں تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے ہیں۔ چادر پہلو سے گری ہوئی ہے۔ اور خاک آلودہ ہو رہے ہیں۔ حضور خاک جھاڑ لگے۔ اور فرمایا۔ اے ابو تراب! اٹھ بیٹھ۔ اس حدیث کے راوی حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ کو اس نام سے پیارا کہنی نام نہ تھا۔ (صحیحین)

فتح مکہ کے بعد حضرت علیؑ نے ابوہل کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا۔ حضرت زہراء نے سنا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کہنے لگیں۔ "آپ کی قوم کہتی ہے کہ آپ اپنی صاحبزادیوں کے لئے ناراض نہیں ہوتے۔ یہ دیکھئے کہ علیؑ ابوہل کی لڑکی سے نکاح کرنے لگے ہیں۔" یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ "ابا بعد میں نے ابو العاص سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔ اُس نے مجھ سے بات کہی اور بیچ کر دکھائی۔ مجھ سے وعدہ کیا اور پورا کر دیا۔ فاطمہ میرا گوشت پارہ ہے۔ میں پسند نہیں کرتا کہ اُسے تکلیف پہنچے۔ اللہ کی قسم! رسول خدا کی لڑکی اور رسول خدا کی لڑکی ایک شخص کے ہاں جمع نہ ہوں گی۔" یہ سن کر حضرت علیؑ نے خواستگاری چھوڑ دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد حضرت فاطمہؑ کبھی سنتی نہ دیکھی گئیں اور وصال شریف کے چھ ماہ بعد سرد رمضان ۱۱ھ میں انتقال فرما گئیں۔ حضرت عباس نے

نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرات علی و عباس و فضل نے قبر میں اتارا۔

حضرت زہرا کی اولاد تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ امام حسن و امام حسین جو اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ محسن درقیہ جو بچپن میں انتقال کر گئے۔ ام کلثوم جن کی شادی حضرت عمر فاروق سے ہوئی۔ زینب جن کا نکاح عبدالمدین جعفر سے ہوا۔ ان میں سے سوائے حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کسی سے نسل نہیں رہی۔

حضرت عبداللہ

حضرت خدیجہ اکبر سے کی اولاد میں یہ سب سے چھوٹے ہیں۔ بعثت کے بعد پیدا ہوئے اور بچپن میں انتقال فرما گئے۔ طیب و طاہران ہی کے لقب ہیں۔

حضرت ابراہیم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ ذی الحجہ ۳۰ھ میں مقام عالیہ میں بہا ان کی والدہ حضرت ماریہ قبطیہ رہا کرتی تھیں پیدا ہوئے۔ اسی سبب سے عالیہ کو مشربہ ابراہیم بھی کہنے لگے تھے۔ ابو رافع کی بیوی سلمیٰ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی پھوپھی صفیہ کی لونڈی تھیں واپس گری کی خدمت انجام دی۔ جب ابو رافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی ولادت کی بشارت دی۔ تو حضور نے ابو رافع کو ایک غلام عطا فرمایا۔ ساتویں دن عقینہ دیا اور سر کے بالوں کے بالوں برابر چاندی خیرات کی اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نام پر ابراہیم نام رکھا۔

دود پلانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کو ام سیف کے حوالہ کیا۔ ام سیف کا شوہر ابو سیف لوہار تھا۔ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابراہیم کے دیکھنے کے لئے عوالی مدینہ میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ہم آپ کے ساتھ ہوا کرتے حضور ابراہیم کو گود میں لے کر چوہا کرتے اور گھر دھوئیں سے پُرسوا کرتا۔ بعض دفعہ میں پیشتر پہنچ کر ابو سیف کو اطلاع کر دیتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لارہے ہیں۔ دعوای نہ کرو۔ یہ سن کر ابو سیف اپنا کام بند کر دیتے۔

حضرت ابراہیم نے ام سیف ہی کے ہاں انتقال فرمایا۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی کہ ابراہیم حالت نزع میں ہے۔ اس وقت عبدالرحمن بن عوف آپ کے پاس تھے۔ حضور ان کو سامنے لے کر وہاں پہنچے۔ دیکھا کہ نزع کی حالت ہے گو دین اٹھالیا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عبدالرحمن نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپ ایسا کرتے ہیں! فرمایا۔ ابن عوف! یہ رحمت و شفقت رحمت پر ہے۔ پھر فرمایا۔ ابراہیم! ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں۔ آنکھیں اشکبار ہیں۔ دل غمگین ہے۔ ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔

پھوٹی سی چار پائی پر جنازہ اٹھایا گیا۔ بقیع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے متصل دفن ہوئے۔ فضل و اسامہ نے قبر میں اتارا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے کھڑے تھے۔ آپ کے ارشاد سے ایک انصاری پانی کی مشک لایا۔ اور قبر پر چھڑک دیا۔ اور شناخت کے لئے ایک نشان قائم کیا گیا۔ جیسا کہ حضرت عثمان کی قبر پر کیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم کی عمر حسب روایت صحاح ۷ ایاہ ۱ ماہ تھی۔ عرب جاہلیت کا اعتقاد تھا۔ کہ جب کوئی بڑا شخص مر جاتا یا کوئی عاوثہ عظیم وقوع میں آتا ہے۔ تو سورج یا چاند میں گہن لگ جاتا ہے۔ اتفاق سے حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج میں گہن لگ گیا تھا۔ اس لئے لوگ کہنے لگے کہ یہ ابراہیم کی موت کے سبب سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ سورج چاند خدا تعالیٰ کے دو نشان ہیں۔ کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگتا۔

اعتراض

یہود و نصاریٰ اور ان کے کاسہ لیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت ازواج پر طعن

کرتے ہیں۔ اور آپ کی شان میں دریدہ دہنی کرتے ہیں۔

جواب

اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں یوں دیا ہے :

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

اور البتہ بے شک ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر بھیجے۔ اور

حَبِّبَ إِلَىَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءَ وَالطَّيِّبَ
وَجَعَلَ قُرَّةَ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ -

نسائی باب - حب النساء

دنیا سے میرے نزدیک عورتیں اور خوشبو محبوب
بنائی گئی اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں
بنائی گئی۔

اس حدیث کے معنی میں دو قول بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ حب ازواج میں زیادہ
ابتداء و تکلیف ہے۔ تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حب نساء کے سبب سے اوائے رسالت
سے غافل نہ ہو جائیں۔ پس حب نساء میں حضور کے لئے مشقت زیادہ اور اجر عظیم ہے۔ دوسرے
یہ کہ حب نساء اس واسطے ہوئی۔ کہ حضور کے خلوات اپنی ازواج کے ساتھ ہوں۔ تاکہ مشرکین
جو آپ کو ساحر و شاعر ہونے کی تہمت لگاتے تھے وہ جاتی رہے۔ پس عورتوں کا محبوب بنایا جانا
آپ کے حق میں لطف ربانی ہے۔ غرض بہر دو صورت یہ حب آپ کے لئے فضیلت ہے!

اس حدیث کے اخیر حصہ میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ وہ محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ
کو اپنے پروردگار کے ساتھ کمال مناجات سے مانع نہیں۔ بلکہ حضور باوجود اس محبت کے اللہ تعالیٰ
کی طرف ایسے منقطع ہیں کہ اس کی مناجات میں آپ کی آنکھیں ٹھنڈی رہتی ہیں۔ اور یا سو ایں
آپ کے لئے ٹھنڈک نہیں پس حضور کی محبت حقیقت میں صرف اپنے خالق تبارک و تعالیٰ
کے لئے ہے۔ اور حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ حب نساء جب حقوق عبودیت کے ادا
میں خل نہ ہو۔ بلکہ انقطاع الی اللہ کے لئے ہو۔ تو وہ از قبیل کمال ہے۔ ورنہ از قبیل نقصان ہے
شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ ازواج
کی اجازت دی گئی۔ اس میں بھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ بوطن شریعت و ظواہر شریعت
اور وہ امور جن کے ذکر سے حیا آتی ہے اور وہ جن کے ذکر سے شرم نہیں آتی یہ سب بطریق نقل امت
تک پہنچ جائیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ شرمیلے تھے۔ اس لئے
اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے عورتیں کر دیں۔ جو شرع میں سے نہ مل کر ہیں حضرت کے انسال
آنکھیں دیکھے اور اقوال کانوں سے سنئے جن کو حضور مردوں کے سامنے بیان کرنے سے حیا
کرتے تھے۔ تاکہ اس طرح نقل شریعت کمال ہو جائے۔ حضور کی ازواج کی تعداد کثیر ہو گئی۔ تاکہ
اس طرح کے اقوال و افعال کے نقل کرتے والے زیادہ ہو جائیں۔ انہ واج مطہرات ہی سے غسل

وحیض و عذت وغیرہ کے مسائل معلوم ہوئے۔ یہ کثرت ازواج حضور کی طرف سے موانع اللہ شہوت کی غرض سے نہ تھی۔ اور نہ آپ وطی کو العیاذ باللہ لذت بشریہ کے لئے پسند فرماتے تھے عورتیں آپ کے لئے صرف اس واسطے محبوب بنائی گئیں کہ وہ آپ سے ایسے مسائل نقل کریں جن کے زبان پر لانے سے حضور شرم و حیا کرتے تھے۔ پس آپ بدیں وجہ ازواج سے محبت رکھتے تھے۔ کہ اس میں شریعت کے ایسے مسائل کے نقل کرنے پر اعانت تھی۔ ازواج مطہرات نے وہ مسائل نقل کئے جو کسی اور نے نہیں کئے۔ چنانچہ انہوں نے حضور کے منام اور حالت خلوت میں جو نبوت کی آیات بینات دیکھیں اور عبادت میں آپ کا جو اجتہاد دیکھا اور وہ امور دیکھے کہ ہر ایک عاقل شہادت دیتا ہے کہ وہ صرف پیغمبر میں ہوتے ہیں اور ازواج مطہرات کے سوا کوئی اور ان کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ سب ازواج مطہرات سے مروی ہیں۔ اس طرح حضور کی کثرت ازواج سے نفع عظیم حاصل ہوا۔

دسواں باب

اُمت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کا بیان
 (۱) ایمان و اتباع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لانا فرض ہے۔ آپ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اُس کی تصدیق فرض ہے۔ ایمان بالرسول کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا
 آغْتَنَّا فَاكْفُرِينَ شَيْعِرًا مَّقْتَدِرِينَ
 اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لایا۔ پس تحقیق ہم نے کافروں کے لئے آگ تیار کی ہے۔

اس آیت میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ جو شخص ایمان باللہ اور ایمان بالرسول کا جامع نہ ہو۔ وہ کافر ہے۔

۱۔ نہ ہر الہی لسیوطی و ہاشمیہ سندی برنسائی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت واجب ہے۔ آپ کے اوامر کا امتثال اور آپ کے نواہی سے اجتناب لازم ہے۔

اور جو کچھ رسول تم کو دے تم اسے لے لو۔ اور جس سے تم کو منع فرمائے تم باز رہو۔ اور اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (سورہ عشر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و سنت کا اقتدار و اتباع واجب ہے۔

کہہ دیجئے اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو۔ تو میری پیروی کرو۔ اللہ تم کو دوست رکھے۔ اور تم کو تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ (آل عمران - ع)

بے شک تمہارے واسطے رسول اللہ میں اچھی پیروی تھی اس شخص کے لئے جو ثواب خدا اور دنیا آخر کی توقع رکھتا تھا۔ اور جس نے اللہ کو بہت یاد کیا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا (احزاب - ع)

بنی مومنوں کے لئے ان کی جانوں سے سزاوارتر ہیں اور ازواجِ بینہ ان کی مائیں ہیں۔

الَّذِينَ أُؤْتُوا مِنْكُمْ مِنْ نِسَائِهِمْ وَأُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأُولَٰئِكَ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ (احزاب - ع)

اس آیت سے ظاہر ہے کہ دین و دنیا کے ہر امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو

اپنی جانوں سے زیادہ پیارے ہیں۔ اگر حضور کسی امر کی طرف بلائیں اور ان کے نفوس کسی دوسرے

امر کی طرف بلائیں۔ تو حضور کی فرمانبرداری لازم ہے۔ کیونکہ حضور جس امر کی طرف بلاتے ہیں

اس میں ان کی نجات ہے۔ اور ان کے نفوس جس امر کی طرف بلاتے ہیں۔ اس میں ان کی

تباہی ہے۔ اس لئے واجب ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مومنوں کو اپنی جانوں سے

زیادہ محبوب ہوں۔ وہ اپنی جانیں حضور پر فدا کر دیں۔ اور جس چیز کی طرف آپ بلائیں اس کا

اتباع کریں۔

حضرت سہل بن عبداللہ نستری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت میں تحریر

فرماتے ہیں

”جو شخص یہ نہ سمجھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی میری جان کے مالک ہیں۔ اور یہ نہ سمجھا کہ تمام حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت (حکم و تصرف) نافذ ہے اُس نے کسی حال میں آپ کی سنت کی حلاوت نہیں چکھی۔ کیونکہ آپ اولیٰ بالمؤمنین ہیں“ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے اندازہ لگ سکتا ہے۔ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور سرورِ انام صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیسے بے چون و چرا کیا کرتے تھے۔

(۱) حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے چند گھنٹے پیشتر اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے۔ حضور کی وفات شریف کس دن ہوئی۔ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آرزو تھی۔ کہ کفن و یوم وفات میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت نصیب ہو۔ جہات میں تو حضور ابوہریرہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تھا ہی۔ وہ حالت میں بھی آپ ہی کا اتباع چاہتے تھے۔ اللہ اللہ یہ شوق اتباع! کیوں نہ ہو۔ صدیق اکبر تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۲) حضرت صدیق اکبر فرماتے ہیں۔ کہ جس امر پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے میں اُسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا۔ اگر میں آپ کے حال سے کسی امر کو چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ میں سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔

(۳) زید کے باپ اہم سے روایت ہے۔ کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب کو دیکھا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیا۔ اور (اُس کی طرف نگاہ کر کے) فرمایا۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دینے نہ دیکھا ہوتا۔ تو میں تجھ کو بوسہ نہ دیتا (بخاری۔ کتاب المناسک)۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ نے اس کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے۔ کہ آگ کی انگاری اپنے ہاتھ میں ڈالے“؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا۔ کہ تو اپنی انگوٹھی کو اٹھالے۔ اور بیچ کر

۱۰ صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب موت یوم الاثنين۔

۱۱ نسیم الریاض بحوالہ ابوداؤد بخاری۔

اس سے فائدہ اٹھا۔ اُس نے جواب دیا۔ نہیں۔ اللہ کی قسم! میں اُسے کبھی نہ لوں گا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے پھینک دیا ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح مسلم۔ باب الخاتم)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزرا ایک جماعت پر ہوا جن کے سامنے بھینی ہوئی بکری رکھی تھی۔ انہوں نے آپ کو بلایا۔ آپ نے کھانے سے انکار کیا۔ اور فرمایا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے۔ اور جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی (مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری۔ باب فضل الفقراء)

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آٹے کی بھوسی کبھی صاف نہ کی جاتی تھی۔ (بخاری کتاب الاطعمہ) ابن سعد نے بروایت ابواسحاق روایت کیا ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بن چھوئے آٹے کی روٹی کھاتے دیکھا ہے۔ اس لئے میرے واسطے آنا نہ پھینا جاتا ہے۔ (طبقات ابن سعد۔ جزء اول۔ قسم ثانی۔ ص ۱۵۸)

(۷) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا۔ کہ اپنی اونٹنی ایک مکان کے گرد پھیرا رہے ہیں۔ اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا۔ کہ میں نہیں جانتا۔ مگر اتنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ اس لئے میں نے بھی کیا۔ (امام احمد و ترمذی اس سے متواتر ہوتا ہے۔ کہ اکابر صحابہ امور عادیہ میں بھی حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدار کیا کرتے تھے۔)

(۸) مسجد نبوی سے ملحق حضرت عباس بن عبد المطلب کا مکان تھا جس کا پرنا لہ بارش میں آئے جاتے والے نالیوں کے سرور پر گر کر تاتھا۔ حضرت عمر بن رووق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے انکار دیا۔ حضرت عباس آپ کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ اللہ کی قسم اس پر نالے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق نے ہوا سے فرمایا کہ آپ میری گردن پر سوار ہو کر اس کو پھراسی جگہ لگا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

۱۳) محدثتہ عشق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

طہ و ناز الوفا جزیر اول۔ ص ۳۷۸

فَلَنْ يَكُنَ ابْنًا وَكَمْ وَ
 إِخْوَانَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَ
 مَوَالٍ نِاقَتَرَفْتُمْوهَا وَتِجَارَةً تَخْتَوْنَ
 كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ
 مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهًا ذِي سَبِيلٍ
 فَتَرْتَصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ -

(توبہ - ۸۴)

کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے
 بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا قبیلہ و گنبد اور مال
 جو تم نے کمائے ہیں۔ اور تجارت جس کا مندا ہونے سے تم
 ڈرتے ہو۔ اور گھر جو تم پسند رکھتے ہو تمہارے نزدیک
 اللہ اور اس کے رسول اور اس کے راہ میں جہاد سے
 زیادہ پیار سے ہیں۔ تو تم اتنا کر دو۔ یہاں تک کہ اللہ
 اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں
 دیتا۔

اس آیت سے ثابت ہے کہ ہر مسلمان پر اللہ اور رسول کی محبت واجب ہے۔ کیونکہ اس میں
 بتا دیا گیا ہے۔ کہ تم کو اللہ اور رسول کی محبت کا دعویٰ ہے۔ اس لئے کہ تم ایمان لائے ہو۔ پس
 اگر تم غیر کی محبت کو اللہ اور رسول کی محبت پر ترجیح دیتے ہو تو تم اپنے دعوے میں صادق نہیں ہو۔
 اگر تم اس طرح محبت غیر سے اپنے دعوے کی تکذیب کرتے رہو گے۔ تو خدا کے قہر سے ڈرو۔ آیت
 کے اخیر حصے سے ظاہر ہے۔ کہ جس کو اللہ و رسول کی محبت نہیں وہ فاسق ہے۔

حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ
 تم میں سے کوئی مومن (کامل) نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اُس کے باپ اور
 اس کی اولاد اور تمام لوگوں کی نسبت زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (بخاری۔ کتاب الایمان)
 ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ جن سے ظاہر ہے۔ کہ صحابہ کرام اور سلف صالحین کو
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسی محبت تھی۔

(۱) ایک روز حضرت عمر فاروق نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ بے شک
 آپ سوائے میری جان کے جو میرے دو پہلوؤں میں ہے۔ میرے نزدیک ہر شے سے زیادہ محبوب
 ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”تم میں سے کوئی ہرگز مومن (کامل) نہیں بن سکتا۔
 جب تک کہ میں اُس کے نزدیک اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ یہ سن کر حضرت
 عمر نے جواب میں عرض کیا۔ کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی بے شک

آپ میرے نزدیک میری جان سے جو میرے دونوں پہلوؤں میں ہے، زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضور نے اُن سے فرمایا۔ الآن یا عس یعنی اے عمر! اب تمہارا ایمان کامل ہو گیا۔ (صحیح بخاری)

(۲) حضرت عمرو بن العاص کی وفات کا وقت آیا۔ تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کیں۔ دوسری حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

”کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آپ سے زیادہ جلال و ہیبت والا نہ تھا۔ میں آپ کی ہیبت کے سبب آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا“

(صحیح مسلم)

(۳) جب نفع لکھ کے دن حضرت ابو بکر صدیق کے والد ابو قحافہ ایمان لائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے۔ اس پر حضرت صدیق نے عرض کیا:-

”قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے، میں (ابو قحافہ) کے اسلام کی نسبت (آپ کے چچا) ابوطالب کا اسلام (اگر وہ اسلام لاتے) میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈا کرنے والا ہوتا۔ اس واسطے کہ ابوطالب کا اسلام آپ کی آنکھ کو (بہت سے امور کی نسبت) زیادہ ٹھنڈا کرنے والا تھا۔“

(۴) حضرت ثمامہ بن اثال یمامی جو اہل یمامہ کے سردار تھے ایمان لا کر کہنے لگے:-

”اے محمد! خدا کی قسم میرے نزدیک وہ نے میں پر کوئی چہرہ آپ کے چہرے سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ آج وہی چہرہ مجھے سب چہروں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی دین میرے نزدیک سب دینوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ کی قسم میرے نزدیک کوئی شہر آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض نہ تھا۔ اب وہی شہر میرے نزدیک سب شہروں سے زیادہ محبوب ہے۔“

(صحیح بخاری باب دندنی حلیفہ)

(۵) حضرت ہند بنت عتبہ (زوجة ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ کا کلبہ چبا گئی تھیں ایمان لا کر کہنے لگیں:-

لہ نسیم الریحین بحوالہ احمد و ابن اسحاق - اصابت ترجمہ ابوطالب -

یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مغفوض نہ
تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب
نہیں رہے۔ (صحیح بخاری - باب ذکر ہند بنت عتبہ)

(۶) حضرت صفوان بن امیہ کا بیان ہے - کہ حنین کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھے مال عطا فرمایا۔ بالآخر آپ میری نظر میں مغفوض ترین خلق تھے۔ آپ مجھے عطا فرمائے رہے
یہاں تک کہ آپ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے (جامع ترمذی - باب اجراء فی اعطاء المؤمنین
تلقوہم)

(۷) فتح مکہ میں حضرت عباس ابوسفیان بن حرب کو جواب تک ایمان نہ لائے تھے۔ اپنے
بیچھے خچر پر سوار کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض
کیا اگر اجازت ہو تو اس دشمن خدا کی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ
میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ حضرت عمر فاروق نے اصرار کیا۔ تو حضرت عباس نے کہا۔
اے ابن خطاب اگر ابوسفیان قبیلہ بنو عدی میں سے ہوتے۔ تو آپ ایسا نہ کہتے۔ اس پر حضرت
عمر فاروق نے کہا۔ اے عباس! جس دن آپ اسلام لائے۔ آپ کا اسلام میرے نزدیک خطاب
کے اسلام سے راگروہ اسلام لاتا، زیادہ محبوب تھا۔ کیونکہ آپ کا اسلام رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے نزدیک زیادہ محبوب تھا۔

(۸) جنگ احد میں ایک عقیقہ کے باپ بھائی اور شوہر شہید ہو گئے۔ اُسے یہ خبر لگی تو کچھ
پرہانہ کی۔ اور پوچھا۔ کہ یہ تو بتاؤ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ جب اُسے بتا دیا گیا
مضرہ بھلا اللہ بخیر ہیں۔ تو بولی کہ مجھے دکھا دو۔ حضور کو دیکھ کر کہنے لگی :-

لَکِی صَیْبَةٌ بَعْدَکَ مَحَلٌّ | تیرے ہوتے ہر ایک مصیبت بھج ہے ریسرت ابن ہشام
سے بڑھ کر اُس نے نسخ اقدس کو جو دیکھا تو کہا | کہ سلامت ہے تو پھر مہج میں صبح و سلم
میں آئی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی خدا | اے شوہر دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں
(۹) حضرت عبد الرحمن بن سعد کا بیان ہے۔ کہ حضرت ابن عمر کا پاؤں سن ہو گیا۔ اُن سے یہ سن کہ

لے بہتی دوزارہ۔ اصابتہ نزعہ ابوالطالب بحوالہ ابن اسحاق۔

ایک شخص نے کہا۔ کہ آپ کے نزدیک جو سب لوگوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اسے یا دیکھیے
یہ سن کر آپ نے کہا۔ یا محمدؐ اور آپ کا پاؤں اچھا ہو گیا۔

۱۰) حضرت بلال بن رباح کی وفات کا وقت آیا۔ تو ان کی بیوی نے کہا۔ وا حزفا
رہائے غم،۔ یہ سن کر حضرت بلال نے کہا۔۔

واطر باہ غداً القی الاحبہ محمدًا وحزبہؐ | وائے خوشی! میں کل دوستوں یعنی محمدؐ اور آپ کے
اصحاب سے ملوں گا۔

۱۱) جب ستم میں قبیلہ اشعریین میں سے حضرت ابو موسیٰ وغیرہ مدینہ شریف کو آئے تو
توزیارت سے مشرف ہونے سے پہلے پچار پچار کہ یوں کہنے لگے۔۔

غداً نلتی الاحبہ محمدًا وحزبہؐ ہم کل دوستوں یعنی محمدؐ اور آپ کے دوستوں سے ہیں

۱۲) جنگ اُحد کے بعد قبیلہ عضل وقارہ کے چند اشخاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہنے لگے۔ کہ آپ اپنے چند اصحاب کو ہمارے ساتھ روزہ کریں

تاکہ وہ ہم کو اسلام کی تعلیم دیا کریں۔ آپ نے مرثد بن ابی مرثد۔ خالد بن بکیر۔ عاصم بن ثابت

خبیب بن عدی۔ زید بن دثنہ اور عبدالمدین طارق کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ جب وہ آب ریح

پہنچے۔ تو انہوں نے بیوفائی کی۔ اور قبیلہ ہذیل کو بلا لیا۔ ہذیل سے مسلح ہو کر ان اصحاب کو گھیر

لیا۔ اور کہا کہ خدا کی قسم ہم تم کو قتل کرنا نہیں چاہتے۔ ہم تمہارے غرض میں اہل مکہ سے کچھ لینا چاہتے

ہیں۔ حضرت مرثد و خالد و عاصم نے اپنے تئیں دشمنوں کے حوالے نہ کیا۔ اور مقابلہ کرتے ہوئے شہید

ہو گئے۔ باقی تینوں کے ہاتھ انہوں نے جکڑ لئے۔ جب ظہران میں پہنچے۔ تو عبدالمدین طارق نے اپنا ہاتھ

نکال لیا۔ اور لکوار ہاتھ میں لی۔ دشمن سچھے پٹ گئے اور دور سے پتھر پھینکتے رہے۔ یہاں تک

کہ حضرت عبداللہ شہید ہو گئے۔ باقی دو کو انہوں نے قریش کے ہاتھ بھیج دیا۔ چنانچہ حضرت

زید کو صفوان بن امیہ نے خریدا۔ تاکہ ان کو اپنے باپ امیہ بن خلف کے بدلے قتل کرے۔ صفوان

نے حضرت زید کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ تیغ میں بھیج دیا۔ جب حضرت زید کو قتل کرنے

سے ادب مفرد البخاری۔ باب ما یقول الرجل اذا حضرت رجلاً

شد شفا شریف۔
سے نہ رہتانی تلی الودا سبب بحوالہ امام احمد وغیرہ

کے لئے حد حرم سے باہر لے گئے۔ تو ابو سفیان نے جواب تک اسلام نہ لائے تھے، ان کے یوں کہا:-

”اے زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم یہ بات پسند کرتے ہو۔ کہ اس وقت ہمارے پاس بجائے تمہارے محمد ہوں جن کو تم قتل کر دینا اور تم آرام سے اپنے اہل میں بیٹھو؟“
حضرت زید نے جواب دیا:-

”اللہ کی قسم! میں پسند نہیں کرتا۔ کہ محمد اس وقت جس مکان میں تشریف رکھتے ہیں۔ ان کو ایک کانٹا لگنے کی تکلیف بھی ہو اور میں آرام سے اپنے اہل میں بیٹھا ہوں۔“
یہ سن کر ابو سفیان نے کہا:-

”میں نے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔ کہ دوسرے سے ایسی محبت رکھتا ہو جیسا کہ محمد کے اصحاب محمد سے رکھتے ہیں۔“

اس کے نسطام نے حضرت زید کو شہید کر دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (سیرت ابن ہشام

بروایت ابن اسحاق)

علامات حُب صادق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محب صادق میں علامات ذیل پائی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص حُب احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرے۔ اور اس میں یہ علامات نہ پائی جائیں۔ تو وہ حُب میں صادق و کامل نہیں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال و آثار کا اقتداء۔ آپ کی سنت پر عمل۔ آپ کے اوامر کا امتثال۔ اور آپ کی نواہی سے اجتناب اور آپ کے آداب سے آراستہ ہونا۔
(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کرنا۔ مثلاً درود شریف کثرت سے پڑھنا۔ حدیث شریف پڑھنا۔ مولود شریف کا پڑھنا۔ یا مجالس میلاد مبارک میں شامل ہونا۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونے کا نہایت اشتیاق۔ جیسا کہ حضرت بلال و ابو موسیٰ وغیرہ کو تھا۔

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کرنا (تفصیل آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن سے محبت رکھتے تھے (اہل بیت عظام و صحابہ کرام مہاجرین و انصار) ان سے محبت رکھنا۔ اور جو شخص ان بڑے گواروں سے عداوت رکھے۔ اُس سے عداوت رکھنا۔ اور جو ان کو سب و شتم کرے۔ اُس کو برا جاننا۔
صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبت تھی۔ کہ مباحات میں بھی جو اشیاء حضور کو محبوب و پسندیدہ تھیں وہی صحابہ کرام کو بھی محبوب تھیں۔ جیسا کہ واقعات ذیل سے ظاہر ہے:-

حضرت بلید بن جریح سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عمر سے کہا۔ میں نے دیکھا کہ تم بیل کے دباغت کئے ہوئے چمڑے کا بے بال جوتا پہنتے ہو۔ حضرت فاروق نے فرمایا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ ایسا جوتا پہنا کرتے تھے جس میں بال نہ ہوں۔ اور اسی میں وضو کیا کرتے تھے۔ اس لئے میں دوست رکھتا ہوں کہ ایسا جوتا پہنوں (شمال ترمذی)
حضرت انس سے روایت ہے۔ کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لئے بلایا۔ جو اُس نے تیار کیا تھا۔ میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ گیا۔ بخوکی روٹی اور شوربا حضور کے آگے لایا گیا۔ جس میں کدو اور خشک کیا ہوا ٹکین گوشت تھا۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ پیالے کے اطراف سے کدو کی قاشیں تلاش کرتے تھے۔ اس لئے میں اس دن کے بعد کدو کو ہمیشہ پسند کرتا رہا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ کتاب الاطعمہ) امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے سامنے اس روایت کا ذکر آیا۔ کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کدو کو پسند فرماتے تھے۔ ایک شخص نے کہا۔ انا ما احببہ (میں اس کو پسند نہیں کرتا)۔ یہ سن کر امام موصوف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا:-

جدد الایمان والاقتلتک | تجدید ایمان کرورنہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا (مرقاۃ جزء ثانی ص ۱۰۰)

ایک روز حضرت حسن بن علی اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب حضرت سلمیٰ (خادمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہمارے واسطے وہ کھانا تیار کرو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمایا کرتے اور خوش ہو کر کھایا کرتے تھے۔ اُس نے (امام حسن سے) کہا۔ بیٹا! آج تم اُسے پسند نہ کرو گے۔ حضرت امام نے کہا۔ کہ تم ہمارے واسطے

وہی تیار کر دو پس حضرت سلمیٰ نے کچھ جو کا آٹا ایک ہندیا میں چڑھا دیا۔ اوپر سے روغن زیتون اور کالی مرچیں اور زیرہ ڈال دیا۔ پک گیا۔ تو ان کے آگے رکھ کر کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کھانے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ اور خوش ہو کر کھایا کرتے تھے۔ (شمالی ترمذی)

(۶) جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و دشمنی رکھیں ان کو اپنا دشمن سمجھنا اور مخالف سنت و مبتدع سے دور رہنا۔ اور مخالف شریعت سے نفرت کرنا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ وَأَبْنَاؤَهُمْ أَوْ
إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ (مجادلہ - ع)

تو نہ پائے گا کسی قوم کو جو اللہ اور روزہ آخر پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی کریں ایسوں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ ان کے باپ یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے گھرانے کے ہوں۔

اس آیت پر سب سے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا پورا پورا عمل وقتاً۔ انہوں نے حضور عبد اللہ و السلام کی اعانت میں اپنی آبرو اور جان و مال سے دریغ نہ کیا۔ کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے اذیتیں برداشت کیں۔ خدا و رسول کے لئے اپنا وطن چھوڑا۔ خویش و اقارب سے رشتہ الفت توڑا۔ اعلا کلمۃ اللہ کے لئے جہاد کیا۔ اور خدا و رسول کی خوشنودی کے لئے اعداء اسلام کو خواہ اقارب ہی ہوں قتل کیا یا کرنا چاہا۔ چنانچہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے یوم بدر میں اپنے والد کو قتل کر دیا۔ عبد اللہ بن ابی جراح اس المنا فقین تھا۔ اس کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ اجازت ہو تو میں ابن ابی کو قتل کر دوں۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی۔ حضرت عمر فاروق نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ مخزومی کو قتل کر دیا۔ بدر کے دن حضرت

۱۰ اصحابہ جو الہ طبرانی -

۱۱ اصحابہ۔ ترجمہ عبد اللہ بن عبد اللہ بن ابی

۱۲ سیرت ابن ہشام

ابو بکر صدیق کے لڑکے عبد الرحمن نے جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے مبارز طلب کیا۔
 تو خود حضرت صدیق اکبر تلوار کھینچ کر کھڑے ہو گئے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت
 نہ دی۔ جنگ اُحد میں حضرت مصعب بن عمیر نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا۔ حضرت علی و حمزہ و
 عبیدہ بن حارث نے جنگ بدر میں عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عقبہ کو جو ان کے
 گھرانے کے تھے قتل کر ڈالا۔ جنگ بدر کے فائدہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے
 بارے میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ حضرت صدیق اکبر نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ
 دیا۔ لیکن حضرت فاروق نے عرض کیا۔ کہ آپ ان کو ہمارے حوالے کر دیں تاکہ ہم ان کو قتل کر دیں۔
 مثلاً عقیل کو حضرت علی کے حوالے کر دیں۔ اور میرے فلاں رشتہ دار کو میرے سپرد کر دیں۔ مگر
 حضور رحمتہ للعالمین نے حضرت صدیق اکبر کی رائے پر عمل کیا۔

(۷) قرآن کریم سے محبت رکھنا۔ جس کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلق بنایا ہوا
 تھا۔ قرآن کریم سے محبت رکھنے کی نشانی یہ ہے۔ کہ ہمیشہ اس کی تلاوت کرے۔ اور اس کے
 معانی سمجھے۔ اور اس کے احکام پر عمل کرے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں:-
 ”خدا کی محبت کی نشانی قرآن سے محبت رکھنا ہے۔ اور قرآن سے محبت رکھنے کی علامت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
 رکھنے کی علامت آپ کی سنت سے محبت رکھنا ہے۔ اور سنت سے محبت رکھنے کی نشانی
 آخرت سے محبت رکھنا ہے۔ اور آخرت سے محبت رکھنے کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے۔
 اور بغض دنیا کی علامت یہ ہے۔ کہ اس سے بجز کفاف و قنوت لایموت کے ذخیرہ نہ کرے۔
 جیسا کہ مسافر اپنے ساتھ اسی قدر توشہ لے جاتا ہے کہ جس سے منزل مقصود پر پہنچ جائے۔“

(۸) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت رکھنا اور ان کی خیر خواہی کرنا۔ جیسا کہ
 خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے۔

(۹) دنیا میں رغبت نہ کرنا۔ اور فقر کو غنا پر ترجیح دینا۔ حضرت عبد اللہ بن مغفل کا بیان ہے

۱۔ استیعاب۔ ترجمہ عبد الرحمن بن ابی بکر۔

۲۔ نسیم الریاض وغیرہ۔

۳۔ صحیح مسلم۔ باب الامداد باننا کہ فی غزوہ بدر۔

کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خدا کی قسم میں بے شک آپ سے محبت رکھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ دیکھ تو کیا کہتا ہے۔ اس نے تین مرتبہ یہی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ تو فقر و فاقے کے لئے بگستاخانہ تیار کر لے۔ کیونکہ فقر و فاقہ میرے محب کی طرف اس سے بھی جلدی پہنچتا ہے۔ کہ پانی کی روانہ منہ کی طرف پہنچتی ہے۔

اس حدیث میں بگستاخانہ کنایہ صبر سے ہے جس طرح لڑائی میں بگستاخانہ گھوڑے کو اذیت سے بچاتی ہے۔ اسی طرح صبر عاشق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر و فاقے کی اذیت سے بچاتا ہے۔ کیونکہ صبر کے بغیر نفوس فقر کی تکلیف کو برداشت نہیں کر سکتے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے اور آپ کی اطاعت کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کی نسبت جو ایسی قوم سے محبت رکھتا ہے۔ جن سے اُس کو ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ المرء مع من أحب۔ یعنی ان کی قیامت کے دن ان لوگوں کے زمرہ میں اُٹھے گا۔ جن سے وہ محبت رکھتا تھا۔

حضرت انس کا بیان ہے۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ کہ قیامت کب ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تجھ پر افسوس! تو نے اُس دن کے لئے کیا تیار کیا ہے اُس نے جواب دیا۔ کہ میں نے کچھ تیار نہیں کیا۔ بل خدا اور رسول سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو اُس کے ساتھ ہوگا۔ کہ جس سے محبت رکھتا ہے۔ اس حدیث کے تحت میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی یوں تحریر فرماتے ہیں:-

”ہوں خدا را دوستی داری۔ در جوار رحمت و عزت دے خواہی بود۔ و چون رسول خدا را دوست داری نیز از مقام قربت و عنایت دے بہرہ در باشی۔ اگر چه مقام او بلندتر و عزیزتر است کہ کسے با خاندان رسد۔ اما نور محبت و تبعیت سے بر محبان و تابعان دے خواہد تاخت

۱۔ ترمذی۔ ابواب الزہد۔ ۲۔ مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ باب الحب فی اللہ من اللہ۔

۳۔ در عشق بحوالہ طبرانی وابن مردویہ والبنوعیم فی الحلیہ والفضیاء المقدسی فی صفة الجنة۔

وبعیتِ قربت دے مشرف خواہد ساخت۔

حضرت عائشہ صدیقہ بیان فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ بے شک میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں۔ مگر جس وقت آپ یاد آجاتے ہیں۔ تو جب تک آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ نہ لوں صبر نہیں آتا۔ جب میں اپنی موت اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں۔ تو میں یقین کرتا ہوں۔ کہ جنت میں داخل ہو کر آپ انبیائے کرام کے ساتھ بلند مرتبہ میں اٹھائے جائیں گے۔ اور میں جب جنت میں داخل ہوں گا۔ تو داد نئے درجہ میں ہونے کے سبب مجھے ڈر ہے کہ آپ کو نہ دیکھ سکوں گا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ جواب نہ دیا۔ یہاں تک حضرت جبرئیل یہ آیت لے کر نازل ہوئے:-

اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے۔ پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی پیغمبروں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ اور یہ اچھے رفیق ہیں۔

وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأُولَٰئِكَ
مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ
النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا
(نساء - ع)

رس تعظیم و توقیر

ذیل میں وہ آیات پیش کی جاتی ہیں۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و

توقیر کا ذکر ہے:-

ہم نے تجھے احوال بنانے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ تاکہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو۔ اور خدا کو صبح و شام پاکی کے ساتھ یاد کرو۔

۱۔ اِنَّا ارْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
وَنَذِيرًا لِّتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَ
تُحْزِنُوا وَاُولَٰئِكَ تَوْفِيقُ اللَّهِ وَتَسْبِيحُ حَمْدِهِ
بِكُرَّةٍ وَّ اَصِيلًا (فتح - ع)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کے واجب ہونے

لہ رسك در مشور سكاو الہ طبرانی وابن مرددہ و ابن نعیم فی الحلیہ والسنیاء القدسی فی صفۃ الجنۃ

ہونے کی تعلیم دی ہے۔

ب۔ (۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا
بَيْنَ يَدَيْ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ

(۱۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا
أصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا
لَهُ، فَالْقَوْلُ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ
أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ
(۱۳) إِنَّ الَّذِينَ يُخَضِّعُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ
رَسُولِ اللَّهِ وَكَذَلِكَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ
قَبْلِهِمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ
أَجْرٌ عَظِيمٌ

(۱۴) إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ
الْحَجَرَاتِ أَكْثَرٌ مِمَّنْ لَا يَفْقَهُونَ
شَيْئًا وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ
إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَحِيمٌ (۱۵) حجرات شروع

اسے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے
نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ سننے والا جاننے
والا ہے۔

اسے ایمان والو! تم اپنی آواز نہ نبی کی آواز سے اونچی نہ کرو
اور اس سے بات اونچی نہ کہو جیسا کہ تم
ایک دوسرے سے کہتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال
اکارت بجا دیں۔ اور تمہیں خبر نہ ہو۔

تحقیق جو لوگ رسول اللہ کے پاس اپنی آوازیں پست
کرتے ہیں۔ وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری
کے لئے جانچا ہے۔ ان کے لئے مغفرت اور بڑا
ثواب ہے۔

تحقیق وہ لوگ جو تجھے حجروں کے باہر سے پکارتے
ہیں۔ ان میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔
اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ تو ان کی طرف نکلتا۔
تو ان کے واسطے بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان
ہے۔

سورہ حجرات کی ان پانچ آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو آدابِ تعلیم فرمائے ہیں۔
آیہ ۱۱ میں بتایا گیا ہے۔ کہ تم کسی قول یا فعل یا حکم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشدستی
نہ کرو۔ مثلاً جب حضور کی مجلس میں کوئی سوال کرے۔ تو تم حضور سے پہلے اس کا جواب
نہ دو۔ جب کھانا حاضر ہو تو تم حضور سے پہلے کھانا شروع نہ کرو۔ جب حضور کسی جگہ کو شریف
سے جائیں۔ تو تم بغیر کسی مصلحت کے حضور کے آگے نہ چلو۔ امام سہل بن عبد اللہ تشریح اس آیت
کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ ادب سکھایا۔ کہ آنحضرت

نہیں بلکہ وہ بہشتیوں میں سے ہے۔ اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں بلند آواز سے بولنا اتنا بھاری گناہ تھا کہ اس سے اعمال اکارت و برباد ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات شیخین و امثالہما رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریق ادب پسند آیا۔ کہ ان کی مدح میں آیہ (۳) نازل فرمائی۔ اور ان کو منتقی ہونے کی سند عطا فرمائی۔ اور قیامت کے دن ان کو مغفرت و اجر عظیم کی بشارت دی۔

ایک دفعہ بعض لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حجروں کے باہر سے یا محمد یا محمد کہہ کر پکارا۔ اس پر آیہ (۴) نازل ہوئی۔ جس میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ اس طرح پکارنا سوء ادب ہے ایسی جرأت وہ لوگ کرتے ہیں جن کو عقل نہیں۔ حسن ادب اور تعظیم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تو اس میں تھی۔ کہ وہ لوگ حضور کے در دولت پر بیٹھ جاتے۔ اور انتظار کرتے۔ یہاں تک کہ حضور خود باہر تشریف لاتے۔ اس طرح کا حسن ادب ان کے لئے مرجب ثواب تھا جیسا کہ آیہ (۵) میں ہے۔

ج۔ لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ
 كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور - ع)

تم اپنے درمیان رسول کا پکارنا ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔

اس آیت میں بتا دیا گیا ہے۔ کہ تم رسول اللہ کو نام لے کر دیا محمد یا محمد نہ پکارا کرو جیسا کہ ایک دوسرے کو نام لے کر پکارتے ہو۔ بلکہ حضور کو ادب سے یوں پکارا کرو یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ۔ یا خیر خلق اللہ۔ اس کا مزید بیان پہلے آچکا ہے۔

۵۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا رَاعِنَا
 وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا وَلِلْكَافِرِينَ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ (بقرہ - ع)

اے ایمان والو! تم را عنا نہ کہو اور انظرنا کہو اور بغور سنو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے تو مسلمان عرض کیا کرتے۔ را عنا۔ (ہماری طرف متوجہ ہو جسے یعنی ذرا ٹھہریے کہ ہم سمجھ لیں) عبرانی زبان میں اس لفظ کے معنی شریہ کے ہیں۔ یہود اس لفظ کو بطریق استہزاء استعمال کرتے تھے۔ اور تعریض و اشارہ اسی معنی کی طرف کیا کرتے تھے۔ چونکہ را عنا کا التباس عبرانی لفظ سے ہوتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے

۱۷ صحیح مسلم۔ باب مخافات المؤمن ان یسبط عمدہ۔

مومنوں کو تعلیم دی۔ کہ تم بجائے راعنا کے انظرنا ہمارا انتظار کیجئے، استعمال کیا کہ وہ جس کے معنی وہی ہیں جو راعنا کے ہیں۔ اور اس میں کسی قسم کی تلبیس کا احتمال نہیں۔ اور تم بغور سنا کر د تاکہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے۔ یہود جو اس طرح تعریفیں و ستائش کرتے ہیں۔ ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت شریف سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں ایسے الفاظ محتمل استعمال نہ کرنے چاہئیں۔ کہ جن میں تعریف ہو۔ اور تہقیر

شان کا وہم ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور ادب کے طریقے

ذیل میں چند ایسی مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ جن سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کس کس طرح اپنے آقائے نادر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر بجا لاتے۔ اور آپ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔

(۱) ماہ ذی قعدہ ۶ھ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تھے۔ تو بدیل بن ورقاء خزاعی کے بعد عروہ بن مسعود جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لئے حاضر خدمت اقدم ہوئے۔ وہ واپس جا کر قریش سے یوں کہنے لگے:

يا قوم والله لقد وفدت على الملوك
ووفدت على قيصر وكسرى والنجاشي
والله ان رأيت ملكا قط يعظم اصحابه
ما يعظم اصحاب محمد محمداً والله ان
تختم غمامة الا وقعت في كف رجل
منهم فذلك بها وجهه وجلده و
اذا امره ابدوا امره واذا
توضا كانوا يقتتلون على وضوءه
واذا نكتم خفضوا اصواتهم عنده
وما يجحدون عليه النظر تعظيماً

اے میری قوم! اللہ کی قسم میں البتہ بادشاہوں کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں۔ اوقیصر وکسریٰ ونباشی کے پاس گیا ہوں۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا کہ جس کے اصحاب اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم اس محمد نے جب کبھی کھنکھار پھینکا ہے۔ تو وہ اصحاب میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ میں گرا ہے۔ جیسے انہوں نے اپنے منہ اور جسم پر مل لیا ہے جب وہ اپنے اصحاب کو حکم دیتے ہیں۔ تو وہ اس کی تعمیل کے لئے دوڑتے ہیں۔ اور جب منور کرتے ہیں۔ تو ان کے دھوکے

لَهُ وَإِنَّ قَدْرَ عَرْضِ عَلَيْكُمْ حَطَّةٍ | پانی کے لئے باہم جھگڑنے کی نوبت پہنچنے لگتی ہے۔ اور
رَشْرِيهَا قَبْلُوهَا | جب یہ کلام کہتے ہیں۔ تو اصحاب ان کے سامنے

اپنی آوازیں دھبی کر دیتے ہیں۔ اور انہ روئے تعظیم ان کی طرف تیز نگاہ نہیں کرتے۔ انہوں نے
تم پر ایک نیک امر پیش کیا ہے۔ پس تم اسے قبول کر لو۔

(۲) حضرت طلحہ بن عبید اللہ ثقفی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اصحاب نے ایک جاہل اعرابی سے کہا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو۔
کہ قرآن میں جو سورہ احزاب میں آیا ہے :-

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا
اللَّهَ عَلَيْهِمْ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ ۗ لَا
(احزاب)

بعض مسلمانوں میں سے مرد ہیں۔ کہ سچ کیا انہوں نے
وہ عہد جو اللہ سے باندھا تھا۔ پس بعض ان میں
وہ ہے۔ جو پورا کر چکا کام اپنا۔

اس آیت میں قضیٰ نحبہ کون ہے۔ اصحاب کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
سوال کرنے کی جرأت نہ کیا کرتے تھے۔ وہ آپ کی توقیر کیا کرتے تھے۔ اور آپ سے ہیبت کھاتے
تھے۔ اس اعرابی نے آپ سے سوال کیا۔ تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ دو بارہ پوچھا تو بھی آپ نے
اس سے منہ پھیر لیا۔ پھر میں مسجد کے دروازے سے بستر کپڑوں میں نمودا ہوا جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھے دیکھا۔ تو فرمایا۔ کہ وہ سائل کہاں ہے۔ اعرابی نے کہا یا رسول اللہ سائل میں
ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف اشارہ کر کے، فرمایا۔ یہ ان میں سے ہے جس نے
اپنا عہد پورا کیا۔

(۳) حضرت انس روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب مہاجرین
انصار میں تشریف لاتے اور وہ بیٹھے ہوتے۔ ان کے درمیان حضرت ابو بکر و عمر بھی ہوتے۔ ان
میں سے سوائے ابو بکر و عمر کے کوئی حضور کی طرف نظر نہ اٹھاتا۔ وہ دونوں حضور کی طرف نظر اٹھا کر
دیکھتے اور حضور ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے۔ وہ دونوں حضور کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے اور

اے صحیح بخاری کتاب الشروط۔

۱۰ ترمذی۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورہ احزاب۔

حضور ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے ہیں

(۴) حضرت علی مرتضیٰ حاضرین مجلس کے ساتھ حضور کی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جب وقت آپ کلام شروع کرتے۔ تو آپ کے ہم نشین اس طرح ہر جھکا لیتے۔ کہ گویا ان کے سروں پر پیرندے ہیں۔ جس وقت آپ خاموش ہو جاتے۔ تو وہ کلام کرتے۔ اور کلام میں آپ کے سامنے تنازع نہ کرتے۔ اور جو آپ کے سامنے کلام کرتا۔ اُسے خاموش ہو کر سنتے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے کلام سے فارغ ہو جاتا۔"

اس حدیث کا خلاصہ مطلب یہ ہے۔ کہ حضور کی مجلس میں سب سے پہلے خود حضور ارشاد فرماتے تھے۔ حاضرین مجلس سب سکون کی حالت میں باادب بیٹھے نہ کرتے تھے۔ آپ کے بعد صحابہ کرام عرض کرتے۔ مگر وہ کلام میں تنازع نہ فرماتے تھے۔ مجلس میں ایک وقت میں شخص کلام نہ کرتے۔ اور نہ کوئی دوسرے کے کلام کو قطع کرتا تھا۔ بلکہ تسلیم کے کلام کو سنتے رہتے یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جاتا۔

(۵) حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام و پیاس ادب رسول اللہ ﷺ کے دروازوں کو ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔

(۶) رسول اللہ ﷺ ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ کے ارادے سے نہدانہ ہوئے۔ سب مدینہ میں پہنچے۔ تو قریش ڈر گئے۔ اس لئے آپ نے حضرت عثمان غنی کو مکہ میں بھیجا۔ اور ان سے فرمایا۔ کہ تم قریش کو اطلاع دے دو کہ ہم عمرہ کے لئے آئے ہیں۔ اور ان کے لئے نہیں آئے۔ اور یہ بھی فرمایا۔ کہ ان کو دعوت اسلام دو۔ اور مسلمان مردوں اور عورتوں کو جو مکہ میں ہیں۔ فتح کی بشارت دو۔ راستے میں حضرت ابان بن سعید اموی جو اب تک ایمان نہ لائے تھے۔ حضرت عثمان سے ملے۔ انہوں نے حضرت عثمان کو جواردی۔ اور اپنے پیچھے گھوڑے پر سوار کر کے مکہ میں لے آئے۔ حضرت عثمان نے رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا یا

۱۔ ترمذی۔ ابواب المنافق۔

۲۔ شامل ترمذی۔ باب ما جازنی خلق رسول اللہ ﷺ

۳۔ ادب مفرد بخاری۔ باب قرع الباب۔ اس روایت سے پایا جاتا ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے مدینہ سے مکہ کے دروازوں میں حلقے نہ تھے۔ صحابہ کرام پیاس ادب بجائے دستک دینے کے ناخنوں سے کھٹکھٹایا کرتے تھے۔

حدیبیہ میں مسلمان کہنے لگے۔ کہ عثمان خوش نصیب ہے۔ کہ جس نے بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ کہ میرا گمان ہے۔ کہ عثمان ہمارے بغیر طواف کعبہ نہ کریں گے۔ اسی اثنا میں یہ غلط خبر اڑی۔ کہ حضرت عثمان مکہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے بیعت رضواں لی۔ حضرت عثمان چونکہ مکہ میں تھے۔ اس لئے حضور انور نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر مار کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ قرار پایا۔ بیعت رضواں کے بعد جب حضرت عثمان واپس تشریف لائے۔ تو مسلمانوں نے ان سے کہا۔ کہ آپ خوش نصیب ہیں۔ کہ بیت اللہ کا طواف کر لیا۔ اس پر حضرت عثمان نے جواب دیا۔ کہ تم نے میری نسبت گمان بد کیا۔ اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میں وہاں ایک سال ٹھہرا رہتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قیوش نے مجھ سے کہا تھا کہ طواف کر لو۔ مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔

حضرت عثمان غنی کا یہ ادب قابل غور ہے۔ کہ کفار مکہ آپ سے کہہ رہے ہیں۔ کہ تم بیت اللہ کا طواف کر لو۔ مگر آپ جواب دیتے ہیں۔ کہ مجھ سے یہ بہ گز نہیں ہو سکتا۔ کہ اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایسا طواف کروں۔ ادھر جب مسلمانوں نے کہا۔ کہ خوشحال عثمان کا کہ ان کو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر فرماتے ہیں۔ کہ عثمان بغیر ہمارے ایسا نہیں کر سکتا۔ آقا ہو تو ایسا۔ خادم ہو تو ایسا۔ امام ہو صبری رحمتہ اللہ علیہ نے قصبہ دہنزیہ میں کیا خوب فرمایا ہے۔

اور حضرت عثمان نے بیت اللہ کے طواف سے انکار کر دیا۔ اس لئے کہ بیعت اللہ کی کوئی طرف رسول اللہ کے قریب تھی پس ان کو رسول اللہ کے دیدیضار نے بیعت رضواں میں اس عمل نیک کا بدلہ دیا۔ یہ (تنہا طواف نہ کیا) عثمان میں ایک بڑا ادب تھا۔ جس کے سبب ان کو طواف سے گناہ تو اب ظاہر۔ اصحاب محد کیا خوب ادیب تھے۔

والی بطون بالبیبت اذ لم
بدن منه الی النبی فناء
فجزتہ عنہا بیعة رضوا
ن ید من نبیہ بیضاء
ادب عندہ فضاہف الشمال
بالترك عنین الادباء

لے زاد المعاد لابن تیم۔ قصہ حدیبیہ۔ اور درنقور للسیوطی تفسیر سورہ فتح۔

اس میں شک نہیں کہ صحابہ کرام سب کے سب باادب تھے۔ مگر حضرت عثمان میں یہ خوبی خصوصیت سے تھی۔ کیونکہ ان میں وصف جبار جو نشا ادب ہے سب سے زیادہ تھا۔ آپ نے جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معیت کی۔ اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ پر نہ رکھا۔ (۷) حضرت عمرو بن عاص کی موت کا وقت آیا۔ تو آپ نے اپنے صاحبزادے سے اپنی تین حالتیں بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ پہلی حالت یہ تھی۔ کہ میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا۔ اگر میں اس حالت میں مر جاتا تو دوزخ میں تھا۔ دوسری حالت اسلام کی تھی۔ کہ کوئی شخص میرے نزدیک رسول اللہ سے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں میں آگ سے زیادہ جلاوت و ہیبت والا نہ تھا۔ اور میں آپ کی ہیبت کے سبب سے آپ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس واسطے اگر مجھ سے حضور کا حلیہ شریف دریافت کیا جائے۔ تو میں بیان نہیں کر سکتا۔ اگر میں اس حال میں مر جاؤں تو امید ہے۔ کہ اہل جنت میں سے ہوں گا۔ تیسری حالت حکمرانی کی تھی۔ کہ جس میں میں اپنا حال نہیں جانتا۔

(۸) حضرت اسلم بن شریک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ کا کجاوہ کسا کرتا تھا۔ موسم سرما میں ایک رات مجھے غسل کی حاجت ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کا ارادہ کیا۔ میں نے حالت جنابت میں کجاوہ کسنا پسند نہ کیا۔ اور میں ڈرا کہ اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کروں۔ تو مر جاؤں گا یا بیمار ہو جاؤں گا۔ اس لئے میں نے انصار میں سے ایک شخص سے کجاوہ کسوا یا۔ پھر میں نے پانی گرم کر کے غسل کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ اے اسلم آج کجاوہ اپنی جگہ سے کیوں ہل گیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے نہیں کسا۔ ایک انصاری نے کسا ہے۔ آپ نے سبب دریافت فرمایا میں نے عرض کیا مجھے غسل کی حاجت ہو گئی تھی۔ اور ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے مجھے اپنی جان خوف تھا۔ اس لئے میں نے اس سے کسوا یا تھا۔ اور پھر پانی گرم کر کے میں نے غسل کیا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیہ تمییز یعنی **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ أَلَا يَأْتِي** (نور - ۵۳) نازل فرمائی ہے

۱۔ صحیح مسلم۔ باب کون الاسلام بہدم ما قبلہ وکذا الحج والعمرة
۲۔ اصحاب بخاری و طبرانی۔ ترجمہ صحیح البخاری۔ تفسیر و نشور بحوالہ طحاوی و دار قطنی و طبرانی و بیہقی وغیرہ

(۹) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہ سے ملے۔ ان کو غسل کی حاجت تھی۔ ان کا بیان ہے۔ کہ میں پیچھے ہٹ گیا۔ پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ تم کہاں گئے تھے۔ میں نے عرض کی کہ مجھے غسل کی حاجت تھی۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مومن پلید نہیں ہوتا۔

(۱۰) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بن الیمان سے ملے۔ آپ حضرت حذیفہ سے مصافحہ کرنے لگے۔ حضرت حذیفہ پیچھے ہٹ گئے اور یہ عذر کیا۔ کہ مجھ کو غسل کی حاجت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے۔ تو اس کے گناہ یوں دور ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ جب وہ دونوں ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ان میں سو رحمت نازل فرماتا ہے۔ جن میں ننانوے اس کے لئے ہیں۔ جو ان دونوں میں سے زیادہ پشاش و کشادہ اور نیکو کار اور اپنے بھائی کی حاجت روائی میں اہسن ٹھہرے۔

(۱۱) حضرت عثمان بن عفان نے حضرت قباث بن اشیم سے پوچھا۔ کہ تم بڑے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بڑے ہیں۔ میں پیدائش میں حضورؐ سے پہلے ہوں۔

(۱۲) حضرت سعید بن یزید قرظی مخزومی کا نام صرم تھا۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ کہ ہم میں سے کون بڑا ہے۔ میں یا تو بہا انہوں نے جواب دیا۔ کہ آپ مجھ سے بڑے ہیں اور نیک ہیں۔ میں عمر میں آپ سے زیادہ ہوں۔ یہ سن کر آپ نے ان کا نام بدل دیا۔ اور فرمایا کہ تم سعید ہو۔

۱۔ ترمذی۔ کتاب الطہارت۔ باب ما جاء فی مصافحۃ الجنب

۲۔ کشف الغمہ للشعرانی۔ جزو ثانی۔ ص ۱۸۷

۳۔ جامع ترمذی۔ باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

۴۔ اصحابہ ترجمہ سعید بن یزید۔

(۱۳۳) حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے۔ کہ میں نے حدیث و کلام میں حضرت فاطمہ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب وہ حضور کی خدمت میں آتیں تو آپ اُن کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ اور مرجبا کہہ کر اُن کو چومتے اور اپنی جگہ میں بٹھاتے اور جب حضور اُن کے ہاں تشریف لے جاتے۔ تو وہ آپ کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور آپ کا دست مبارک پکڑ کر مرجبا کہتیں اور چومتیں اور اپنی جگہ میں بٹھاتیں۔ جب مرض موت میں وہ حضور کی خدمت اقدس میں آئیں۔ تو حضور نے مرجبا کہہ کر اُن کو چوما۔

(۱۳۷) دو یہودی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے ٹوٹا ہر نشانیاں دریافت کیں۔ آپ نے بیان فرمادیں۔ تو انہوں نے آپ کے دونوں ہاتھ مبارک اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دیا۔ اور کہا۔ کہ ہم کو اہی دیتے ہیں۔ کہ آپ پینمبر ہیں۔ (۱۵۱) صفوان بن عسال روایت کرتے ہیں۔ کہ یہودیوں کی ایک قوم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو بوسہ دیا۔

(۱۴۱) حضرت ابن عمر کا بیان ہے۔ کہ ہم کسی غزوہ میں تھے۔ لوگ سپا ہو گئے ہم نے کہا کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح ملیں گے۔ حالانکہ ہم شکر سے بھاگ آئے ہیں۔ اور خدا کا غضب لے پھرے ہیں۔ پس ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نماز فجر سے پہلے حاضر ہوئے۔ حضور نماز سے فارغ ہو کر نکلے اور فرمایا۔ کہ یہ لوگ کون ہیں؟ ہم نے عرض کیا۔ کہ ہم قرادی ہیں۔ آپ نے فرمایا:-

لا بیل انتم العکادون | نہیں بلکہ تم عکاری رہت کہ حمد کرنے والے ہو
یہ سن کر ہم نے حضور کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں تمہارا گروہ ہوں
میں مسلمانوں کا گروہ ہوں پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:-

اَلَا تَتَذَكَّرُ فَاَلَيْسَ اِلَىٰ ذٰلِكَ
مگر سہنے والا اللہ الٰہی کے لئے یا پناہ ڈھونڈنے والا

۱۔ ادب مفرد لبخاری۔ باب الرجل یقبل ابنتہ

۲۔ جامع ترمذی۔ ابواب الاستیذان والادب۔ باب ماجاء فی قبلۃ الیوم والرجل

۳۔ ابن ماجہ۔ باب الرجل یقبل ابنتہ

دانفال - ع

ایک گروہ کی طرف

(۱۷) ام ابان بنت وازع بن زارع اپنے دادا زارع سے جو وفد عبد القیس میں تھے روایت کرتی ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے۔ تو ہم اپنے کجاووں سے جلدی بملدی اتر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے مبارک کو چومنے لگے۔ منذر اشج (رئیس وفد) کچھ دیر کے بعد لباس تبدیل کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ تم میں دو خصلتیں ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے۔ علم و قار۔ منذر نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ خصلتیں مجھ میں کسی ہیں یا جہلی حضور نے فرمایا جہلی ہیں یہ سن کر منذر نے کہا۔ سب تائش خدا کو ہے۔ جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا کیا ہے جن کو اللہ اور اللہ کا رسول دوست رکھتے ہیں۔ روایت یہ بھی ہے۔ کہ منذر نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضور کے دست مبارک کو پکڑ کر بوسہ دیا۔

(۱۸) حضرت بربدہ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! میں اسلام لایا ہوں مجھے کوئی ایسی چیز دکھائیے جس سے میرا یقین زیادہ ہو جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اُس نے عرض کیا۔ کہ آپ اس درخت کو اپنے پاس بلا لیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو جا کر اُسے بلا لا۔ وہ اُس کے پاس گیا اور کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بلاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ ایک طرف کو جھکا اور اُس کی جڑ میں اکھڑیں پھر دوسری طرف کو جھکا اور جڑ میں اکھڑیں۔ اسی طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ یہ دیکھ کر اعرابی نے کہا۔ کہ مجھے کافی ہے۔ مجھے کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر چلا جا چنانچہ وہ چلا گیا اور اپنی جڑوں پر قائم ہو گیا۔ اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے سر مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو بوسہ دوں حضور نے اجازت دے دی اور اس نے سر مبارک اور ہر دو پائے مبارک کو چوما پھر اُس نے عرض کیا۔ کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو

۱۔ ادب مفرد البخاری۔ باب تقبیل الید۔ تفسیر در مشور بحوالہ۔ ابو داؤد و ترمذی و ابن ماجہ وغیرہ
۲۔ ابو داؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی تھلہ۔ بحسب۔ ادب مفرد البخاری۔ باب تقبیل الید۔
۳۔ زرقانی علی الملواسب۔ وفد عبد القیس۔ ادب مفرد البخاری۔ باب التروء فی الامور۔

سجدہ کروں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک شخص دوسرے کو سجدہ نہ کرے۔ اگر میں ایسے سجدے کی اجازت دیتا۔ تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ شوہر کا اس پر بڑا حق ہے۔

(۱۹) حضرت ابو بزمہ کئی مخرومی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے آقا عبد اللہ بن سائب کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اٹھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیا (اصحابہ - ترجمہ ابو بزمہ کئی)

(۲۰) حضرت مسور بن محرزہ ذکر کرتے ہیں۔ کہ میرے والد مخرمہ نے مجھ سے کہا۔ بیٹا! مجھے خبر ملی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبائیں آئی ہیں۔ جنہیں تم تقسیم فرما دیتے ہیں۔ ہمیں ان کے پاس لے چلے۔ چنانچہ ہم وہاں حاضر ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے درگاہ میں تھے۔ والد نے مجھ سے کہا۔ بیٹا! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے واسطے بلا دو۔ مجھ پر یہ امر ناگوار گذرا۔ میں نے کہا۔ کیا میں تمہارے واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز دوں؟ میرے والد نے کہا۔ بیٹا! وہ جبار نہیں ہیں۔ تمہیں نے آپ کو آواز دی۔ آپ نکلے۔ اور آپ کے پاس ایک دریا کی قبائلی جس کے تگے مرنے کے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے مخرمہ! یہ تم نے تمہارے واسطے پھپھار رکھی ہے۔ اور مخرمہ کو عطا فرمادی۔

(۲۱) حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاری ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غریب خانہ پر تشریف لائے۔ اور دروازے میں فرمایا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ میرے باپ نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ میں نے کہا۔ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز آنے کی اجازت نہیں دیتے؟ انہوں نے کہا۔ اسی طرح رہنے دیجئے تاکہ حضور ہم پر زیادہ سلام بھیجیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری بار اسی طرح سلام کہا۔ حضرت سعد نے دھیمی آواز سے جواب دیا۔ حضور تیسری بار سلام کہہ کر واپس ہو گئے۔ حضرت سعد آپ کے پیچھے نکلے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں آپ کا سلام سنتا رہا اور دھیمی آواز سے جواب دیتا رہا۔ تاکہ آپ ہم پر زیادہ سلام بھیجیں۔ بس کہ حضور حضرت سعد کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ آپ نے حضرت سعد کی درخواست

تسے دلائل حافظ ابی نعیم۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔ جلد ۱۰ ص ۳۸

۳۸ صحیح بخاری۔ کتاب الیاس۔ باب المزود بالذہب۔

پہر غسل فرمایا۔ حضرت سعد نے زعفران سے رنگی ہوئی چادر پیش کی جو آپ نے اوڑھ لی۔ اور پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ اللھم اجعل صلواتک ورحمتک علی آل سعد بن عبادۃ۔ بعد ازاں آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ جب آپ واپس ہونے لگے۔ تو میرے والد نے سواری کے لئے ایک دراز گوش پیش کیا۔ جس پر لحاف پڑا ہوا تھا اور مجھ سے کہا۔ کہ ساتھ ہو لو۔ میں حضور کے ساتھ ہولیا۔ حضور نے مجھ سے فرمایا کہ میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ میں نے انکار لیا۔ آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جاؤ ورنہ واپس ہو جاؤ۔ اس لئے میں واپس چلا آیا۔ (ابوداؤد کتاب اللہ ۲۲) حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری کے والد بزرگوار بہت ساقض چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا۔ تو حضرت جابر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یوں عرض کیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میرے والد جنگ احد کے دن شہید ہو گئے۔ اور اپنے اوپر بہت ساقض چھوڑ گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ قرصخواہ آپ کی زیارت کریں۔

حضرت جابر نے یوں نہ کہا کہ آپ قرصخواہوں کے پاس چلئے۔ بلکہ بیس ادب عرض کیا کہ قرصخواہ آپ کی زیارت کریں۔ (بخاری باب قضاء الوسی دیون المیت بغیر حضر من الوثۃ) (۲۳) ایک روز قبیلہ سلم کے چند صحابہ کرام تیر اندازی میں باہم مقابلہ کر رہے تھے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرواں ہوا۔ جب حضرت مجن بن اورع ایک اسلمی سے مقابلہ کر رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بنی اسماعیل! تم تیر اندازی کرو کیونکہ تمہارا باپ تیر انداز تھا تم تیر پھینکتے جاؤ۔ میں ابن اورع کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر حضرت نضد بن عبید اسلمی نے اپنے ہاتھ سے کمان پھینک دی۔ اور عرض کیا۔

جس حال میں حضور ابن اورع کے ساتھ ہیں۔ میں اس کے ساتھ تیر نہیں پھینکتا۔ کیونکہ جس کے ساتھ آپ ہیں وہ مغلوب نہیں ہو سکتا۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا۔ کہ تم تیر اندازی کرو۔ میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

(۲۴) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔ تو

لہ اصابہ بحوالہ ابن اسحاق۔ ترجمہ مجن بن اورع اسلمی۔ نیز مشکوٰۃ بحوالہ بخاری۔ باب امواد آتہ الجہاد۔

آپ نے حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان میں قیام فرمایا۔ آپ مکان کے نیچے کے حصے میں ٹھہرے۔ اور ابو ایوب مع عیال اوپر کے حصے میں رہے۔ ایک رات ابو ایوب بیدار ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے اوپر چلتے پھرتے ہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اس جگہ سے ہٹ کر ایک جانب میں رات بسر کی۔ پھر صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ نیچے کے حصے میں ہمارے واسطے آسانی ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ میں اس پھت پر نہیں چڑھتا۔ جس کے نیچے آپ ہوں پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوپر کے حصے میں تشریف لے گئے۔ اور ابو ایوب نیچے کے حصے میں چلے آئے۔ ابو ایوب حضور کے لئے کھانا بھیجا کرتے۔ جو کچھ کرتا۔ خادم سے دریافت کرتے کہ طعام میں حضور اقدس کی انگلیاں کس جگہ تھیں۔ پھر اُسی جگہ سے کھاتے۔ ایک روز کھانا تیار کیا گیا۔ جس میں لہسن تھا۔ جب کھانا واپس آیا۔ تو حضرت ابو ایوب نے حسب معمول خادم سے حضور انور کی انگلیوں کی جگہ دریافت کی۔ جواب ملا۔ کہ حضور نے کھایا ہی نہیں۔ یہ سن کر ابو ایوب ڈر گئے۔ اور اوپر جا کر عرض کیا۔ کہ کیا یہ (لہسن) حرام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حرام تو نہیں لیکن میں اسے پسند نہیں کرتا۔ یہ سن کر انہوں نے عرض کیا کہ میں بھی اُس چیز کو ناپسند کرتا ہوں جسے آپ ناپسند کرتے ہیں (حضور کی کراہت کی وجہ یہ کہ، آپ کے پال فرشتے اور وحی آیا کرتی تھی)۔

(۲۴) حضرت قبیلہ بنت مخزومہ عنبریہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں دیکھا۔ آپ اکڑوں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ جب میں نے آپ کو نہایت خشوع سے اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو (ہمیت و جلال کے سبب) میں خوف سے کانپنے لگی (شماکل تندی۔ باب ماجاء فی جلستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲۵) حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ پوچھنا چاہتا۔ تو اُسے (آپ کی ہمیت کی وجہ سے) دو سال (یا سالوں) تاخیر میں ڈال دیتا

۱۰ صحیح مسلم۔ باب اباحتہ اکل الثوم
۱۱ شفا شریف۔ علی القاری شرح میں لکھتے ہیں کہ اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(۲۶) حضرت خدیفہ فرماتے ہیں۔ کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک طعام ہوتے۔ تو ہم طعام میں ہاتھ نہ ڈالتے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شروع فرماتے اور اپنا دست مبارک اُس میں ڈالتے (صحیح مسلم۔ باب آداب الطعام والشراب احکامہا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر جس طرح آپ کی حیات دنیوی میں واجب تھی۔ اسی طرح وفات شریف کے بعد بھی واجب ہے سلف و خلف کا یہی طریقہ رہے۔ ذیل میں چند مثالیں بغرض توضیح درج کی جاتی ہیں:-

(۱) حضرت اسحاق تجیبی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ذیقعدہ ۳۵۲ھ) فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد جب آپ کا ذکر آتا تو صحابہ کرام حضور و انکسار ظاہر کیا کرتے۔ اُن کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ اور وہ حضور کے فراق اور اشتیاق زیارت میں روپا کرتے۔ یہی حال بہت سے تابعین کا تھا (شفا شریف)

(۲) حضرت سائب بن یزید کا بیان ہے۔ کہ میں مسجد نبوی میں لیٹا ہوا تھا۔ ایک شخص نے مجھ پر کنکر ماری۔ میں نے سر اٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ان دو شخصوں کو بلا لاؤ۔ میں بلا لایا۔ آپ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو یا کہاں سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے۔ تو میں درے لگاتا۔ کیا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو؟ (صحیح بخاری۔ باب رفع الصوت فی المسجد)

(۳) حضرت مافع روایت کرتے ہیں۔ کہ عشاء کے وقت حضرت عمر فاروق مسجد نبوی میں ناگاہ ایک شخص کے ہنسنے کی آواز کان میں آئی۔ آپ نے اُسے بلا کر پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا کہ قبیلہ ثقیف سے ہوں۔ پھر دریافت کیا۔ تم اس شہر کے رہنے والے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ طائف کا رہنے والا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے اسے دھمکایا اور فرمایا کہ اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے۔ تو میں تمہیں سزا دیتا۔ اس مسجد میں آوازیں بلند نہیں کی جاتیں (دفا۔ الوفا۔ جزو ثانی، ۳۵۲ھ)

(۴) خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں امام مالک سے

مناظرہ کیا۔ اور اثنائے مناظرہ میں آواز بلند کی۔ حضرت امام نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند مت کیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کو یوں ادب سکھایا لا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔ الایہ۔ اور ایک قوم جو آداب بجالائی اُن کی یوں تعریف کی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یَعْتُزُّونَ بِاصْوَاتِهِمْ۔ الایہ اور ایک قوم کی یوں نذمت کی۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ۔ الایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام وفات شریف کے بعد ویسا ہی ہے جیسا کہ حالت حیات میں تھا۔ یہ سن کر ابو جعفر دھیما پڑ گیا۔ کہنے لگا۔ اے عبد اللہ (امام مالک) کیا میں قبلہ نہ ہو کر دعائوں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منہ کر دوں یا انہی کی طرف منہ کر دوں۔ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا منہ کیوں پھیرتے ہو حالانکہ وہ قیامت کے دن تمہارے وسیلہ اور تمہارے باپ آدم کے وسیلہ ہیں۔ بلکہ تم حضور ہی کی طرف منہ کرو اور آپ ہی کے وسیلہ سے دعائیں قبول کرے گا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَلَوْ اَنَّ لَهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاہُ وَاك
فَاَسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُوْلُ لَوْجَبْنَ وَاللّٰهُ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۔
(نساء - ع)

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور پیغمبران کے لئے بخشش مانگتا۔ تو وہ اللہ کو معاف کرنے والا مہربان پاتے۔ (شفا شریف)

(۵) شیخ الاسلام نور الدین علی بن احمد مہودی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں۔ کہ ہمارے زمانے میں منکرات سے ایک امر جس میں متصدیان صیغہ تعمیر تساہل کرتے ہیں یہ ہے۔ کہ مسجد نبوی میں آ رہ کش اور بڑھی اور سنگتراش کام کرنے کے لئے لائے جاتے ہیں۔ اشیاء کے توڑنے پھونکنے اور پیرنے وغیرہ سے سخت شور و شغب برپا ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ سب کام مسجد سے باہر کیا ہو سکتا ہے۔ اسی طرح عمارت کا مصالح خچروں اور گدھوں پر مسجد میں لایا جاتا ہے۔ حالانکہ اُسے آدمی مسجد کے دروازے میں سے اندر لاسکتے ہیں ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ اگر مسجد نبوی کے گرد کسی مکان میں میخ کے ٹھونکنے کی آواز سنتیں تو کہلاتی جھتیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت نہ دو۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے

لہ وفاء الوفاء بحوالہ ابن زبائہ ج ۱ اول - ص ۳۹۸

گھر کے دونوں کو اڑمناصع میں تیار کروائے۔ کہ مباد انیاری میں لکڑی کی آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچے۔ انتہی (دفاع الوفا۔ جز اول۔ ص ۶۷)

(۷) امام مالک فرماتے ہیں۔ کہ میں ایوب سختیانی۔ محمد بن منکدر تمیمی۔ امام جعفر صادق۔ عبد اللہ بن قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق۔ عامر بن عبد اللہ بن زبیر۔ صفوان بن سلیم اور امام محمد بن مسلم زہری سے ملا کرتا تھا۔ میں نے ان کا یہ حال دیکھا۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا۔ تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا۔ وہ شوق زیارت میں رویا کرتے۔ بلکہ بعضے تو بخود ہو جایا کرتے (شفاف شریف)

(۸) امام مالک نے اپنی تمام عمر مدینہ منورہ میں بسر کی۔ بیاس ادب کبھی مدینہ شریف کے حرم کی حد میں بول و براز نہیں کیا (شفاف شریف)

(۹) امام شافعی کا بیان ہے۔ کہ میں نے امام مالک کے دروازہ سے پرمی خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے۔ کہ جن سے بہتر میں نے نہیں دیکھے۔ میں نے امام مالک سے کہا۔ کہ یہ کیسے اچھے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہ سب مبری طرف سے آپ کے لئے ہدیہ ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ اپنی سواری کے لئے ان میں سے رکھ لیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ مجھے خدا سے شرم آتی ہے۔ کہ اُس زمین کو جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اپنے گھوڑے کے ٹھوں پر پامال کروں۔ (دفاع الوفا۔ جز ثانی۔ ص ۶۵)

(۱۰) ایک شخص نے کہا۔ کہ مدینہ طیبہ کی مٹی خراب ہے۔ امام مالک نے فتوے دیا۔ کہ اسے تیس درے ماسے جائیں اور قید کیا جائے۔ اور فرمایا کہ ایسا شخص تو اس لائق ہے کہ اس کی گردن ماری جائے۔ وہ زمین جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔ اس کی نسبت وہ گمان کرتا ہے کہ خراب ہے۔ (شفاف شریف)

(۱۱) حضرت احمد بن فضلویہ بڑے غازی اور تیر انداز تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمان کو اپنے دست مبارک میں لیا ہے۔ تو اس روز سے بیاس ادب کبھی کمان کو بے وضو نہیں چھوا (شفاف شریف)

۱۔ مناصع مدینہ منورہ سے باہر ایک جگہ کا نام ہے۔ جہاں عورتیں زمانہ جاہلیت میں رات کے وقت بول و براز کے لئے جایا کرتی تھیں۔ کذافی معجم البلدان للیقوت۔

(۱۱) حضرت عثمان غنی کے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عصا تھا۔ حضرت جہاد غفادی نے یوم دار سے پہلے ان کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور اپنے گھٹنے پر رکھ کر اسے توڑنا چاہا (یا توڑ دیا)۔ اس جرأت پر حاضرین چلا اٹھے۔ ان کے گھٹنے میں مرض اکلہ پیدا ہو گیا انہوں نے بدیں خیال کہ مبادا مرض بدن میں سرایت کر جائے گھٹنے کو کاٹ دیا۔ مگر ایک سال تک عام نہ ہونے پایا کہ وفات پائی۔

(۱۲) حضرت ابو الفضل جوہری اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے زیارت کے لئے مدینہ منورہ کا قصد کیا جب اُس کے مکانات کے قریب پہنچے۔ تو سواری سے اتر پڑے اور یہ اشعار پڑھتے ہوئے پیدل چلے۔

جب ہم نے اُس ذات شریف کے آثار دیکھے جس نے آثار شریفہ کی پہچان کے لئے ہمارے واسطے نہ دل چھوڑا نہ عقل بھرا ہم بالانویں سے اتر پڑے اور اُس ذات شریفہ کی تعظیم کے لئے پیدل چلنے لگے جس کی زیارت سواری کی حالت میں بعیدانہ ادب ہے۔

وَلَمَّا رَأَيْنَا رَسْمَ مَنْ لَمَّ يَدُغُ لَنَا
فَوَادَّ الْحِرْفَانِ الرُّسُومَ وَلَا لُبًّا
نَزَلْنَا هُنَا الْكُوَا رِنْمِثِي كَرَامَةً
لِيَمِّنَ بَانَ عِنْدَهُ أَنْ نَلِمَ بِهِ رَكْبًا
(شفا شریف)

بعض مشائخ کرام پیدل حج کو گئے۔ ان سے سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا کہ غلام مفروز اپنے مولا کے دروازے پر سوار ہو کر نہیں آتا۔ اگر مجھ میں طاقت ہوتی تو میں سر کے بل آتا (شفا شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر میں سے یہ امر بھی ہے کہ آپ کی آل اطہار اور ذریعہ طیبہ اور ازواج مطہرات کی تعظیم و تکریم اور ان کے حقوق کی رعایت کی جائے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم و تکریم ہے صحابہ کرام کے درمیان جو اختلافات و مشاجرات وقوع میں آئے۔ ان کی تاویل نیک کرنی چاہئے۔ وہ مجتہد تھے۔ جو کچھ انہوں نے کیا۔ از روئے اجتهاد و خلوص کیا۔ وہ کسی طرح مورطین نہیں ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین تفصیل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

۵۔ ترسم آل قوم کہ برورد کشاں سے خندند و در سہر کار خرابات کنند ایماں را

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا شریفین میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ تمام چیزیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہے ان کی تعظیم و تکریم کرنا۔ اور حریم شریفین میں آپ کے مشاہد و مسکن کی تعظیم کرنا۔ اور آپ کے منازل اور وہ چیزیں جن کو آپ کے دست مبارک یا کسی اور عضو نے چھوا یا آپ کے نام سے پکاری جاتی ہوں ان سب کا اکرام کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی تعظیم و تکریم میں داخل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف کا ادب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم میں سے ایک امر یہ ہے۔ کہ آپ کی حدیث شریف کی تعظیم کی جائے۔ حدیث شریف کے پڑھنے یا سننے کے لئے غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے۔ جب حدیث شریف پڑھی جائے۔ تو اپنی آواز کو بلند نہ کرنا چاہئے بلکہ وہی کر دینی چاہئے جیسا کہ حیات شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تکلم کے وقت ہوا کرتا تھا۔ اور مستحب ہے کہ حدیث شریف اونچی جگہ پڑھی جائے۔ حدیث شریف پڑھتے پڑھاتے وقت کسی کی تعظیم کے لئے اٹھنا مکروہ ہے۔

جب لوگ امام مالک کے پاس طلب علم کے لئے آتے۔ تو خادمہ دو تختانہ سے نکل کر ان سے دریافت کیا کرتی۔ کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہو یا مسائل فقہیہ کے لئے۔ اگر وہ کہتے کہ مسائل کے لئے آئے ہیں۔ تو امام موصوف فوراً نکل آتے۔ اور اگر وہ کہتے کہ ہم حدیث کے لئے آئے ہیں تو حضرت امام غسل کر کے خوشبو لگاتے۔ پھر تبدیل لباس کر کے نکلتے۔ آپ کے لئے ایک تخت بچھایا جاتا۔ جس پر بیٹھ کر آپ روایت حدیث کرتے۔ اٹھائے۔ روایت میں مجلس میں عود بھلایا جاتا۔ یہ تخت صرف روایت حدیث کے لئے رکھا ہوا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کا سبب پوچھا گیا۔ تو فرمایا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کروں۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک بیان کرتے ہیں۔ کہ میں امام مالک کے ساتھ عقیقہ کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں میں نے ان سے ایک حدیث کی بابت پوچھا۔ انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا۔ کہ مجھے تم سے توقع نہ تھی کہ راستہ چلتے ہوئے مجھ سے حدیث شریف کی بابت سوال کرو گے۔

قاضی جریر بن عبد الحمید نے امام مالک سے حالت قیام میں ایک حدیث کی بابت پوچھا۔

امام موصوف نے ان کے لئے قید کا حکم دیا۔ جب حضرت امام سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا کہ قاضی تاویب کا زیادہ سزاوار ہے۔

ہشام بن عمار نے امام مالک سے جو کھڑے تھے ایک حدیث پوچھی۔ آپ نے اُس کے پاس کوڑے مارے۔ پھر تیس کھا کر بیس حدیثیں روایت کیں۔ یہ دیکھ کر ہشام نے کہا۔ کاش وہ اور کوڑے مارتے اور زیادہ حدیثیں روایت کرتے۔

حضرت ابن سیرین تابعی بعض وقت ہنس پڑتے۔ مگر جب ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا ذکر آتا۔ تو ان پر خشوع طاری ہو جاتا۔ حضرت قتادہ کی نسبت مروی ہے کہ جب وہ حدیث سنتے۔ تو ان کو گریہ و اضطراب لاحق ہو جاتا۔

عافظ عبد الرحمن بن ہمدانی (متوفی ۱۹۸ھ) جب حدیث پڑھتے۔ تو حاضرین مجلس کو چپ رہنے کا حکم دیتے۔ اور فرماتے کہ لَفْعُوا لِي لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ حَدِيثٌ شَرِيفٌ كِي قِرَاءَتِ كِي وَقْتِ سَكُوتِ وَاجِبٌ هِي۔ بيا كه حيا ت شريفنا ميں حضور عليه الصلوة والسلام كے قول مبارك كے سننے كے وقت واجب تھا۔

امام مالک کا قول ہے۔ کہ ایک شخص حضرت ابن مسیب کے پاس آیا۔ آپ اُس وقت لیٹے ہوئے تھے۔ اُس نے آپ سے ایک حدیث دریافت کی۔ آپ اٹھ بیٹھے اور حدیث بیان کی۔ اُس نے کہا کہ میں چاہتا تھا۔ کہ آپ اٹھنے کی تکلیف نہ فرماتے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں پسند نہیں کرتا کہ لیٹے ہوئے حدیث شریف بیان کروں۔

حضرت عبدالمدین مبارک روایت کرتے ہیں۔ کہ میں امام مالک کی خدمت میں حاضر تھا آپ ہم سے حدیثیں بیان کر رہے تھے۔ اتنا اُسے قراءت میں آپ کو ایک بچھونے سولہ مرتبہ ڈنگ مارا۔ آپ کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ مگر آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو قطع نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوئے اور سامعین چلے گئے۔ تو میں نے عرض کیا۔ کہ میں نے آج آپ سے ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی عظیم و احترام کے لئے صبر کیا۔ (ماخوذ از مواہب و شفا شریف)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ کی تعظیم

(۱) حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت عبیدہ سے کہا۔ کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال مبارک ہیں۔ جو ہمیں حضرت انس یا اہل انس سے ملے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عبیدہ نے کہا۔ کہ میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیا و ما فیہا سے محبوب تر ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک کے بال منڈواتے۔ تو حضرت ابو طلحہ سب سے پہلے آپ کے موئے مبارک لیتے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الوضوء۔ باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان)۔

(۲) حضرت انس بن مالک کا بیان ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جی م آپ کے سر مبارک کو مونڈ رہا تھا۔ صحابہ کرام آپ کے گرد حلقہ باندھے ہوئے تھے۔ وہ یہی چاہتے تھے۔ کہ حضور کا جو بال مبارک گزرے۔ وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو اور صحیح مسلم۔ باب قرۃ صلی اللہ علیہ وسلم من الناس وتبرکیم بہا

(۳) حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (مزدلفہ سے) منیٰ میں آئے۔ اور جمرہ عقبہ میں کنکریاں پھینک کر اپنے مکان پر تشریف لائے پھر آپ نے حجام کو بلایا۔ اور سر مبارک کے دہنی طرف کے بال منڈوائے۔ اور ابو طلحہ انصاری کو بلا کر عطا فرمائے۔ بعد ازاں حضور نے بائیں طرف کے بال منڈوا کر ابو طلحہ انصاری کو عنایت کئے اور ان سے فرمایا کہ یہ تمام بال لوگوں میں تقسیم کر دو۔ (مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین۔ کتاب المناسک۔ باب الخلق)۔

مر ازرف تو موے بسند است فضولی میکنم بوے بسند است

(۴) حضرت ام المؤمنین ام سلمہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ سرخ رنگ بال تھے۔ جو ایک ڈبہ بشکل جلیجل میں رکھے ہوئے تھے۔ لوگ ان بالوں سے نظر بد اور دیگر بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے۔ کبھی تو ان کو پانی کے پیالہ میں رکھتے۔ پھر پانی کو پی لیتے اور کبھی جلیجل کو پانی کے مٹکے میں رکھ دیتے۔ پھر اس پانی میں بیٹھ جاتے۔ یہ حاصل حدیث بخاری ہے۔ (صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب ما یذکر فی الثیب)

(۵) امام بخاری نے تاریخ میں بروایت ابوسلمہ نقل کیا ہے۔ کہ محمد بن عبدالعزیز نے اپنے منہ سے بیان کیا کہ میرا باپ (عبداللہ بن زید رائی الاذان) منہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضور نے صحابہ یا تقسیم فرمائے۔ اور اس کو اپنے بالوں میں سے دیا (اصحابہ) طیفقات ابن سعد میں اس روایت میں اتنا اور ہے کہ محمد بن زید فرماتے ہیں کہ وہ بال ہندی اور ویکہ سے رنگا ہوا ہمارے پاس موجود ہے۔

(۶) حضرت ابو سعید خدری (مؤذن اہل مکہ) کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا۔ جب وہ زمین پر بیٹھتے اور اس کو کھول دیتے تو بال زمین سے لگ جاتے کسی نے ان سے کہا کہ ان بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں ان کو منڈوانا نہیں سکتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک ان کو لگا ہوا ہے۔ (شفائے شریف)

(۷) حضرت خالد بن ولید قرظی مخزومی کی ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہو گئی۔ انہوں نے کہا کہ تلاش کرو۔ تلاش کرتے کرتے آخر کار مل گئی۔ لوگوں نے ان سے سبب پوچھا۔ تو فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ بجالائے۔ جب آپ نے سر مبارک منڈوا یا۔ تو لوگ آپ کے موٹے مبارک لینے کے لئے دوڑے۔ میں نے آپ کی پیشانی مبارک کے بال لے کر اس ٹوپی میں رکھ لئے۔ جس لڑائی میں یہ ٹوپی میرے پاس رہی مجھے فتح نصیب ہوئی یہاں ہے۔ (اصحابہ)۔ محمد حیر

شفائے شریف میں اس طرح ہے کہ حضرت خالد بن ولید کی ٹوپی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال تھے۔ وہ ٹوپی کسی غزوہ میں گر گئی۔ حضرت خالد نے اس کے لئے مڑ کر سخت محنت کیا جس میں بہت سے مسلمان کام آئے۔ صحابہ کرام نے ان پر اعتراض کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لئے نہیں کیا بلکہ موٹے مبارک کے لئے تھا جو اس ٹوپی میں تھے۔ کہ مبارک ان کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ کافروں کے ہاتھ لگ جائے۔

(۸) حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ (والدۃ النبی) کے ہاں چہرے کے فرش پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ اٹھتے۔ تو وہ آپ کے پسینہ مبارک کو ایک شیشی میں جمع کر لیتیں۔ اور

طیفقات ابن سعد۔ جز ثلث۔ قسم ثانی۔ ص ۸۷

نشانہ کرتے وقت جو بال گرتے ان کو اور پسینہ مبارک کو سکتے میں ملا دیتیں۔ حضرت ثمامہ کا قول ہے۔ کہ جب حضرت انس بن مالک کی وفات کا وقت آیا۔ تو مجھے وصیت کی کہ اس سکتے میں سے کچھ میری صنوط میں ڈالی دیا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب من زاد قوماً فقال عندہم)۔

(۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیم کے گھر میں آکر اس کے بستر پر قیلولہ فرمایا کرتے اور وہ گھر میں نہ ہوا کرتیں۔ ایک روز حسب معمول حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے بستر پر سوئے ہوئے تھے جب ان کو خبر لگی۔ تو آکر دیکھا کہ حضور کا پسینہ بستر پر ایک چمڑے کے ٹکڑے پر پڑا ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے ڈبے میں سے ایک فیشی نکالی۔ اور پسینہ مبارک کو اس میں نچوڑنے لگیں۔ حضور کی آنکھ کھلی۔ تو پوچھا کہ ام سلیم! تم کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم نے عرض کیا کہ ہم اپنے بچوں کے لئے آپ کے پسینے کی برکت کے امیدوار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا (صحیح مسلم۔ باب طیب عرقہ صلی اللہ علیہ وسلم والتبرک بہ)۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو بچوں کے چہرے اور بدن پر مل دیا کرتے تھے۔ اور وہ تمام بلاؤں سے محفوظ رہا کرتے تھے۔

(۱۰) حضرت ثابت بنانی کا بیان ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک نے مجھ سے کہا۔ کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں سے ایک بال ہے۔ جب مر جائوں۔ تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ چنانچہ میں نے حسب وصیت ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا۔ اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے (اصابہ۔ ترجمہ انس بن مالک)۔

(۱۱) جب حضرت عمر بن عبد العزیز کی وفات کا وقت آیا۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال اور ناخن منگوائے اور وصیت کی۔ کہ یہ میرے کفن میں رکھ دئے جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد۔ جزء خامس۔ ص ۳۱)۔

(۱۲) حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تو دینہ کے خدام اپنے برتن (جن میں پانی ہوتا) لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے۔

۱۔ ایک قسم کی خوشبو ہے جو مرکب ہوتی ہے۔
۲۔ کانور و صندل وغیرہ جو مردے کے کفن و جسم پر مل دیا جاتا ہے۔

آپ ہر ایک برتن میں اپنا دست مبارک ڈبو دیتے۔ بعض وقت سر دی ہوتی۔ تو بھی اسی طرح کہتے۔
صحیح مسلم باب قربہ صلی اللہ علیہ وسلم من الناس قبر کہم بہ وقتہم (مناہم)

(۱۳) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے۔ تو وضو کے پانی کے لئے حاضرین میں

لڑائی تک کی نوبت پہنچنے لگتی صحیح بخاری۔ کتاب الوضوء باب استعمال فضل وضوء الناس

(۱۴) حضرت ابو جحیفہ (وہب بن عبد اللہ سوائی) کا بیان ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چرمی سرخ قبر میں تھے۔ میں نے حضرت بلال کو دیکھا

کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور لوگ اس پانی کو لینے کے لئے

دوڑ رہے تھے۔ جس کو اس میں سے کچھ ملتا۔ وہ اسے اپنے ہاتھوں پر ملتا۔ اور جس کو کچھ نہ ملتا۔ وہ

دوسرے کے ہاتھ کی ترمی لے کر لے لیتا۔ صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب القبة الحمر اہم نام

(۱۵) حضرت طلح بن علی یامی کا بیان ہے کہ ہم اپنے وطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف نکلے۔ حاضر خدمت ہو کر ہم نے آپ سے بیعت کی۔ اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور عرض کیا

کہ ہمارے وطن میں ہمارا ایک گرجا ہے۔ پھر ہم نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے وضو کا بچا ہوا

پانی عنایت فرمائیں۔ آپ نے پانی طلب فرمایا۔ اور وضو کر کے بقیہ آب کی ایک کالی ہمارے

واسطے چھاگل میں ڈال دی۔ اور دانگی کی اجازت دے کر فرمایا۔ کہ جب تم اپنے وطن میں پہنچ

جیاؤ۔ تو اپنے گرجا کو توڑ ڈالو۔ اور اس کی جگہ پر اس پانی کو چھڑک دو۔ اور گرجا کی جگہ پر مسجد بنا لو

ہم نے عرض کیا کہ ہمارا شہر مدینہ منورہ سے دور ہے۔ گرمی سخت ہے۔ یہ پانی خشک ہو جائے گا۔

آپ نے فرمایا۔ کہ اس میں اور پانی ڈال لینا۔ برکت زیادہ ہو جائے گی۔ مشکوٰۃ شریف بحوالہ نسائی

باب المساجد وموضع الصلوٰۃ۔

(۱۶) ایک روز حضرت خدش بن ابی خدش مکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک پیالہ

میں کھانا کھاتے دیکھا۔ اس نے آپ سے وہ پیالہ بطور تبرک لے لیا۔ حضرت عمر فاروق جب

حضرت خدش کے ہاں تشریف لے جاتے۔ تو ان سے وہی پیالہ طلب فرماتے۔ اسے آب زمزم

سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر چھینٹے مارتے (اصابہ ترجمہ خدش)

(۱۷) حضرت اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں۔ کہ ہم نے بعض ازواج مطہرات کو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ہالی بطور عروہ میں بھیجا۔ جب ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ تو آپ نے ایک بڑا پیالہ دودھ کا نکالا۔ اور اس میں سے پی کر اپنی بیوی کو دیا۔ وہ بولیں کہ مجھے اشتہا نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تو بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کر۔ پھر مجھے عنایت فرمایا۔ میں اس پیالہ کو اپنے ہونٹوں پر پھر لے لگی حالانکہ میں پیتی نہ تھی۔ محض بدیں موزن پھرتی تھی۔ کہ میرے ہونٹ اس جگہ سے لگے جائیں۔ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ مبارک لگے تھے۔ بعد ازاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کو چھوڑ آئے۔ (مجموع صغیر طبرانی۔ اسم عبد الحمید)

(۱۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت انس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیالہ دیکھا۔ جو عریض و عمدہ اور خوب نضار و درخت گز یا شمشاد کا بنا ہوا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا تھا۔ حضرت انس نے اسے چاندی کے تار سے جوڑا ہوا تھا۔ حضرت انس کا بیان ہے کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار پانی پلایا ہے۔ بقول ابن سیرین اس میں لوہے کا ایک حلقہ تھا۔ حضرت انس نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنائے۔ مگر ابو طلحہ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنا یا سو۔ اُسے تبدیل نہ کرنا چاہئے۔ یہ سن کر ویسا ہی رہنے دیا۔ صحیح بخاری۔ کتاب الاشراب۔ باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم وائنتہما

یہ پیالہ حضرت نضر بن انس کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم کی خرید گیا۔ اور ایام بخاری سے روایت ہے کہ میں نے اس پیالہ کو بصرہ میں دیکھا۔ اور اس میں پانی پیا ہے (شرح شامل للبخاری)۔ (کوالہ شرح منادوی)

(۱۹) ایک روزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل اب ستیف بنی ساعدہ میں رونق افزہ تھی۔ حضور نے حضرت سہل بن سعد نے فرمایا کہ ہمیں پانی پلاؤ۔ چنانچہ حضرت سہل نے ایک پیالہ میں حضور کو اور آپ کے اہل اب کو پانی پلایا۔ حضرت ابو ہازم کا بیان ہے کہ حضرت سہل نے وہی پیالہ بنا لیا۔ واسطے نکالنا اور ہم نے پانی پیا۔ اس پیالہ کو خدیفہ عمر بن عبد العزیز نے حضرت سہل سے مانگ کر لیا۔ (مجموع صغیر طبرانی۔ باب ابابہ البلیذی الذی لم یشتد ولم یصر مسکراً)

(۲۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد العزیز بن ابی سفیان کو عنہ میں خالد بن (سفیان بن)

بیچ ہدلی کے قتل کرنے کیلئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ نے اسے قتل کر دیا۔ اور اس کا سرے کر
ایک غار میں داخل ہوئے۔ اس غار پر بکری نے جالاتن دیا۔ دشمن جو تعاقب میں آئے۔ انہوں
نے وہاں کچھ نہ پایا اور نا امید واپس ہو گئے۔ حضرت عبداللہ غار سے نکل کر اٹھارہ دن کے
بعد خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور خالد کے سر کو سامنے رکھ کر قصہ بیان کیا حضور علیہ
والسلام کے دست مبارک میں عصا تھا۔ آپ نے حضرت عبداللہ کو خطا فرمایا اور یوں ارشاد فرمایا
تخصیر لہذا فی الجنة | اہشت میں اس پر ٹیک لگانا۔

وہ عصا حضرت عبداللہ کے پاس رہا۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا۔ تو وصیت کی
کہ اس عصا کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ دفن کر دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔
(۲۱) امام ابن مامون کا بیان ہے۔ کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ
میں سے ایک پیالہ تھا۔ ہم اس میں بغرض شفا بیماریوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ شفا شریف
(۲۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ جبہ کسروانی تھا جس کی جیب اور دونوں ہاتھوں
پر دیبا کی سجاوٹ تھی۔ یہ جبہ پہلے حضرت عائشہ صدیقہ کے پاس تھا۔ ان کے بعد حضرت اسماء
بنت ابی بکر نے لے لیا۔ وہ فرماتی ہیں۔ کہ اس جبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنا کرتے تھے
ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماریوں کو پلاتے ہیں۔

(۲۳) حضرت محمد بن جابر کے دادا سیار بن ہلوق یامی وفد بنی حنیقہ میں رسول اللہ صلی اللہ
وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے اپنی
قمیص کا ایک ٹکڑا عنایت فرمائیے۔ میں اس کے ساتھ اپنا دل بیلایا کروں گا۔ حضور نے ان کی
درخواست منظور فرما کر اپنی قمیص کا ایک ٹکڑا عنایت فرمایا۔ محمد بن جابر کا بیان ہے کہ میرے پاس
نے مجھ سے بیان کیا۔ کہ وہ ٹکڑا ہمارے پاس تھا۔ ہم اسے دھو کر بغرض شفا بیماریوں کو پلایا
کرتے تھے۔ (اصابہ - ترجمہ سیار بن ہلوق)

(۲۴) جب حضرت ولید بن ولید بن مغیرہ قرشی مخزومی مکہ میں قید سے بھاگ کر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو عرض کیا۔ کہ میں سر اجاتا ہوں۔ آپ سے کچھ اپنے

۱۔ احیاء الجنان للذمیری - تحت عنکبوت - لہذا فی الجنة علی المراد بالیوم یا۔ بخیر الصلوات والصلوات والصلوات
۲۔ صحیح مسلم - باب تحریم انوار الذہب والفضیۃ علی النساء والرجال

کسی زائد کپڑے میں جو آپ کے جسد اطہر پر رہا ہو کفنانا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص میں کفنایا (اصابہ ترجمہ ولید بن ولید بن مغیرہ)

(۲۵) حضرت عبداللہ بن خازم کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا جسے وہ جمعہ اور عیدین میں پہنا کرتے تھے۔ لڑائی میں جب فتح پاتے تو بطور تبرک۔ اس عمامہ کو پہنتے اور فرماتے کہ یہ عمامہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنایا تھا (اصابہ)

(۲۶) یوب بن نجار بروایت ابو عبداللہ نقل کرتے ہیں۔ کہ اُس کے دادا کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاف تھا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنائے گئے۔ تو انہوں نے دادا امروصوف کو کہلا بھیجا۔ چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اس سے اپنے چہرے کو ملنے لگے (تاریخ صغیر بلخاری ص ۱۱)

(۲۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض وقت شفاء بنت عبداللہ قرشیہ مدویہ کے ہاں تشریف لے جاتے۔ اور ان کے گھر میں قبیلہ فرماتے۔ حضرت شفاء نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک بچھونا اور ایک چادر بنوائی ہوئی تھی۔ جس میں آپ سوجایا کرتے۔ وہ بچھونا اور چادر حضرت شفاء کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ مروان بن الحکم نے لے لی (استیعاب و اصابہ)۔

(۲۸) جب حضرت کعب بن نہیر نے ایمان لاکر اپنا قصیدہ بانٹ سعاد پڑھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی چادر اڑھائی۔ حافظ ابن حجر نے اصابہ میں بروایت سعید بن مسیب نقل کیا ہے۔ کہ یہ وہی چادر ہے۔ جسے خلفاء عیدین میں پہنتے ہیں (انتہی)

ابو بکر بن ابیاری (منوفی۔ اذی الحجہ ۳۲۸ھ) کی روایت میں ہے۔ کہ جب حضرت کعب اس شعر پڑھنے پہنچے :-

إِنَّ الْمَسْئُولَ لِنُورٍ لِيَسْتَضَاءَ بِهِ مَهْنًا مِنْ سَيُوفِ اللَّهِ مَسْئُولٍ

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اپنی چادر مبارک پھینک دی۔ حضرت معاویہ نے اس چادر کے لئے دس ہزار درہم خرچ کئے۔ مگر حضرت کعب نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے لئے میں کسی کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دیتا۔ حضرت کعب کی وفات کے

بعد حضرت معاویہ نے ان کے ورثہ سے وہ چادر بیس ہزار درہم کو لے لی۔ ابن ابی باری کا قول ہے کہ وہی چادر آج تک سلاطین کے پاس ہے۔ شرح قصیدہ بانہ معاویہ ابن ہشام المتوفی ۱۷۷ھ (۲۹) حضرت سہل بن سعد روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک عورت ایک چادر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بنی ہے میں آپ کے پہننے کے لئے لائی ہوں۔ آپ کو ضرورت تھی! اس لئے آپ نے قبول فرمائی۔ پھر آپ بطور تہ بند باندھ کر ہماری طرف نکلے صحابہ میں سے ایک نے دیکھا عرض کیا اچھی چادر ہے۔ یہ مجھے پہنا دیجئے آپ نے فرمایا۔ ہاں کچھ دیر کے بعد آپ مجلس سے اٹھ گئے۔ پھر واپس آئے۔ اور وہ چادر لپیٹ کر اس سائل صحابی کے پاس بھیج دی۔ صحابہ کرام نے اس سے کہا۔ کہ تو نے اچھا نہ کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چادر کا سوال کیا حالانکہ تجھے معلوم ہے۔ کہ آپ کسی کا سوال رو نہیں فرماتے۔ اس صحابی نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے صرف اس سائل سے سوال کیا کہ میرے مرنے پر یہ چادر میرا کفن بنے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔ (صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب البرود والحجرۃ والشملة)۔

(۳۰) حضرت ابو بکر وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے ہمیں ایک کملی جو پیوندوں کی کثرت سے عمدہ کی مثل تھی اور ایک موٹانہ بند نکال کر دکھایا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں میں بصال فرمایا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب اللباس۔ باب الاکسیتہ والنخاض)۔

(۳۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم شریف جس میں تین سطریں یوں تھیں (اللہ رسول محمد) حضرت ابو بکر صدیق کے پاس تھی۔ پھر حضرت عمر فاروق کے پاس رہی۔ بعد ازاں حضرت عثمان غنی کو ملی۔ جب ان کی خلافت کو چھ برس ہو گئے۔ تو ایک روز وہ چاہ ایس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ہاتھ میں سے کوئیں میں گر پڑی۔ تین دن تلاش کرتے رہے۔ کوئیں کا تمام پانی نکال گیا۔ مگر نہ ملی۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاتم گم ہو گئی تھی۔ تو ان کی بادشاہت جانی رہی تھی۔ یہی راز حضور خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتم گم ہونے میں تھا۔ چنانچہ اس کے بعد اس فتنہ کا آغاز ہوا جس کا انجام حضرت عثمان غنی کی شہادت پر ہوا۔ (وفاء الوفاء۔ جزء ثانی۔ ص ۱۲۱)

(۳۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ذوالفقار حضرت امام زین العابدین کے پاس تھی جب وہ حضرت امام حسین کی شہادت کے بعد یزید کے ہاں سے مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ تو

حضرت مسور بن مخرمہ نے حضرت امام سے وہی تلوار مانگی تھی اور عرض کیا تھا کہ "آپ سے لے لیں گے جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی مجھ سے نہ لے سکے گا" صحیح بخاری کتاب الجہاد۔ باب ما ذکر من ورع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وعصاه و سیفہ الخ)

امام صحیحی (متوفی ۱۳۱ھ) ذکر کرتے ہیں کہ ایک روز میں خلیفہ ہارون رشید کے ہاں گیا۔ انہوں نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ذوالفقار دکھائی۔ جس سے بہتر میں نے کوئی تلوار نہیں دیکھی (زرقاتی۔ جز ثلث ص ۳۷)

(۳۳) حضرت عیسیٰ بن طہمان کا بیان ہے۔ کہ حضرت انس بن مالک نے ہمیں دو پرانے نعلین نکال کر دکھائے جن میں سے ہر ایک میں بندش کے دو دو تسمے تھے۔ اس کے بعد حضرت ثابت بنانی نے بروایت انس مجھ سے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریفین ہیں۔ (صحیح بخاری۔ باب ما ذکر من ورع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ)

(۳۴) جنگ بدر میں حضرت زبیر نے برحیعی عبیدہ بن سعید بن مہص کی آنکھ میں ماری تھی۔ وہ یادگار رہی بدیں طور کہ حضرت زبیر سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مستغابری۔ پھر آپ کے چاروں خلیفوں کے پاس بطور تبرک منتقل ہوتی رہی۔ بعد ازاں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس رہی یہاں تک کہ حجاج نے ان کو ۳۷ھ میں شہید کر دیا۔ (صحیح بخاری۔ باب شہود الملائکۃ بیدر)

(۳۵) جنگ احد میں حضرت عبداللہ بن حبش کی تلوار ٹوٹ گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی۔ وہ ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ اس تلوار کو عربوں کہتے تھے۔ یہ بطور تبرک ان کے خاندان میں رہی یہاں تک کہ بغاوت کی کے ہاتھ جو منقسم باللہ ابراہیم بن ہارون رشید کے امیروں میں سے تھا بغداد میں دو سو دینار کو فروخت ہوئی۔ (زرقاتی علی الموارث۔ جز ثانی۔ ص ۴۳)

(۳۶) حضرت عقبان بن مالک انصاری خزرجی کا بیان ہے۔ کہ میری بصارت بھاتی پھرتی تھی میں نے ایک شخص کو بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ قدم رنجہ فرمائیں اور میرے مکان میں نماز پڑھیں۔ تاکہ میں آپ کی بجائے نماز کو مسجد مقرر

کریوں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اصحاب تشریف لائے اور آپ نے میرے مکان میں نماز پڑھی۔ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان)۔

(۳۷) ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو مریم جہنی کی عبادت کو تشریف لے گئے۔ اور وہیں میدان میں نماز پڑھ کر واپس ہو گئے۔ قبیلہ جہینہ کے چند اشخاص نے ابو مریم سے کہا۔ کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کریں کہ حضور بذات تشریف ہمارے واسطے ایک مسجد کی حد بندی کر دیں۔ چنانچہ ابو مریم راستے ہی میں حضور سے جا ملے۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ میری قوم کے لئے ایک مسجد کی حد بندی کر دیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس ہو کر بنو جہینہ میں ایک مسجد کی حد بندی کر دی۔ (اصحابہ۔ ترجمہ ابو مریم جہنی)۔

(۳۸) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر تشریف کے تین درجے تھے۔ حضور سب سے اوپر کے درجہ پر بیٹھتے اور درمیانی درجہ پر اپنے پاؤں مبارک رکھتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اپنے عہد خلافت میں بیاس ادب درمیانی درجہ پر کھڑے ہوتے۔ اور جب بیٹھتے۔ تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے۔ حضرت عمر فاروق اپنی خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے۔ اور جب بیٹھتے۔ تو پاؤں زمین پر رکھتے۔ حضرت عثمان غنی اپنی خلافت کے پہلے چھ سال حضرت عمر فاروق کی طرح کرتے رہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوں کی جگہ پر چڑھے (وفاء الوفاء جزء اول۔ ص ۲۸)

کشف الغمہ للشعرانی (جزء اول ص ۱۲) میں ہے۔ کہ جب حضرت عثمان غنی کا عہد آیا۔ تو انہوں نے منبر تشریف کے درجات زیاد کر دیے۔ وہ اوپر کے تینوں درجوں کو چھوڑ کر زیادت کے پہلے درجہ پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔

(۳۹) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا گیا کہ منبر منیف میں جو عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھنے کی تھی اسے ہاتھ سے مس کیا۔ پھر اس ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیر لیا (شفاء شریف۔ و طبقات ابن سعد)

(۴۰) یحییٰ بن سعید جو امام مالک کے اتنا دتھے۔ جب عراق کو جلتے۔ تو منبر تشریف کے پاس آ کر اسے مس کرتے اور دعا مانگتے (وفاء الوفاء۔ جزء ثانی ص ۲۲)

(۷۱) مسجد نبوی میں پہلی آتش زدگی یکم رمضان ۶۵۷ء میں ہوئی۔ اُس میں منبر نبوی کا بقایا بھی جل گیا۔ چنانچہ ابوالہیثم بن عساکر جو آتش زدگی کے وقت زندہ تھے تحفۃ الزائرین میں یوں لکھتے ہیں:-

منبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بقایا جل گیا۔ اس منبر کے زمانہ کو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھنے کے وقت اپنا دست مقدم رکھا کرتے تھے۔ زائرین اس کو کیا کرتے تھے۔ اور دو خطبوں کے درمیان اور بیشتر حضور انور منبر کی جس جگہ پر بیٹھا کرتے تھے اُس جگہ کو اور منبر پر رونق افزونہ ہونے کے وقت جس جگہ پر حضور کے ہر دو قدم مبارک ہوا کرتے تھے اس جگہ کو بھی زائرین اس کو کیا کرتے تھے۔ اب آتش زدگی سے وہ اس برکت عامہ و نفع عامہ سے محروم ہو گئے۔ (ذفاء البواء - جزء اول - ص ۲۸۵)

(۷۲) حضرت سعد بن زرارہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک چار پائی بطور ہدیہ پیش کی تھی۔ جس کے پائے ساگوں کی لکڑی کے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سویا کرتے تھے۔ جب دفات شریف ہوئی۔ تو حضور کو اسی پر رکھا گیا۔ حضور کے بعد حضرت صدیق اکبر کو بھی دفات پانے پر اسی پر رکھا گیا۔ بعد ازاں عمر فاروق کو بھی اسی پر رکھا گیا۔ پھر لوگ بطور تبرک اپنے مردوں کو اسی پر رکھا کرتے تھے۔ یہ چار پائی بنو امیہ کے عہد میں میراث لشکر میں فروخت ہوئی۔ عبد اللہ بن اسحاق نے اس کے ٹکٹوں کو چارپنہار درہم میں خرید لیا۔ ذرقانی علی المواہب سکو الران عماد - جزء ثالث - ص ۳۸۲۔

(۷۳) روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں سے بعض چیزیں حضرت عمر بن عبد العزیز کے پاس تھیں۔ وہ ایک کمرے میں محفوظ رکھیں۔ ابن عبد العزیز ہر دو دن ایک بار ان کی زیارت کیا کرتے تھے۔ انصاف میں سے اگر کوئی ان سے ملنے آتا۔ تو اس کو بھی ان کی زیارت کرایا کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُس کمرے میں ایک چار پائی۔ چمڑے کا تکیہ جس میں خربا کی چھال بھری ہوئی تھی۔ ایک جوڑہ موزہ۔ قوطیفہ (لحاف) چکی اور ایک ترکش تھی جس میں چند تیر تھے۔ لحاف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کی میل کا اثر تھا۔ ایک شخص کو سخت بیماری لاحق تھی جس سے شفا نہ ہوتی تھی۔ ابن عبد العزیز کی اجازت سے اُس میل میں سے کچھ دھو کر

بیماری ناک میں ٹپکا دیا گیا۔ وہ چنگا ہو گیا۔ (مدارج النبوة - جز ثانی - ص ۲۰۸)

(۷۷۷) دلائل ابی نعیم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سخت پتھر ایسے نرم ہو گئے۔ کہ غار بن گئے۔ چنانچہ اُحد کے دن حضور نے اپنا سر مبارک پہاڑ کی طرف مائل کیا۔ تاکہ مشرکین سے اپنا جسم مبارک چھپائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے پتھر کو ایسا نرم کیا کہ آپ نے اپنا سر مبارک اُس میں داخل کر دیا۔ وہ پتھر اب تک باقی ہے۔ اور لوگ اُس کی زیارت کرتے ہیں۔ اسی طرح مکہ مشرفہ کے ایک درہ میں حضور نے نماز میں ایک سخت پتھر سے فرار پکڑا۔ وہ ایسا نرم ہو گیا کہ آپ کے ہر دو بازو مبارک نے اُس میں اثر کیا۔ وہ پتھر مشہور ہے۔ جو لوگ حج کو جاتے ہیں۔ اُس کی زیارت کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شبِ معراج میں صخرہ بیت المقدس خمیر کی مانند ہو گیا۔ آپ نے اُس سے اپنا براق باندھا۔ لوگ آج تک اُسے اپنے ہاتھ سے چھوتے ہیں (دلائل النبوة للحافظ ابی نعیم الاصبہانی المتوفی ۳۳۰ھ - ص ۳۱۵)

(۷۵) عبد الرحمن بن زید عراقی کا بیان ہے۔ کہ ہم زبدرہ میں حضرت سلمہ بن اکوع کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ ہماری طرف بڑھایا جو ایسا ضخیم تھا کہ گویا اونٹ کا ٹم تھا۔ اور فرمایا کہ میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی ہے۔ پس ہم نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بوسہ دیا۔ (طبقات ابن سعد - جزہ رابع - قسم ثانی - ص ۳۹)

(۷۶) اسماعیل بن یعقوب تمیمی روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن منکدر (متوفی ۲۰۵ھ) مسجد نبوی کے صحن میں ایک خاص جگہ پر لوٹے اور لیٹے۔ اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ میں نے اس جگہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ رومی کا قول ہے کہ میری گمان ہے کہ ابن منکدر نے کہا کہ خواب میں دیکھا ہے (وفاء الوفاء - جزہ ثانی - صفحہ ۲۲۵ -)

امثلہ مذکورہ بالا کے مطالعہ کے بعد کسی مسلمان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ سے تبرک کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اولیاء و علماء جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کے وارث اور اپرات برکات کے وارث ہیں ان کے آثار شریفہ میں بھی برکت ہوتی ہے۔ اس سے انکار کرنا حرام و بدیہی کی علامت ہے۔ زیادہ تفصیل کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

شیخ الاسلام حافظ ابو الفتح تفتی الدین بن دقیق العید (متوفی ۳۲۷ھ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یوں فرماتے ہیں :-

<p>یاسائرًا نحو الحجاز مشتمراً اجهد فدیتک فی المسیر و فی السیر و اذا سهرت اللیل فی طلب العلا فخرار ثم حذار من حذع الکرام فالقصد حیث النور یشرق ساطعاً والطرف حیث تری الثری متعظماً قف بالمنازل والمناهل من لادن وادی قباء الی حمی ام القرای ولوح اثار التبع قضع بها متشرفاً خدیك فی عفر الثری و اذا ما بیت مهابط الوحی الستی نشرت علی الافاق نور النور فاعلم بانک ما رأیت شبیہما مذکنت فی ماضی الزمان ولا تری</p>	<p>اسے حجاز کی طرف تیزی سے چلنے والے ! میں تجھ پر خدا! تو رات دن چلنے میں کوشش کرنا اور جب تو بزرگیوں کی طلب میں رات کو جاگے تو اونگھ کے فریب سے بچنا پھر بچنا۔ تو اس جگہ کا قصد کرنا جہاں نور خوب چمک رہا ہے۔ اور جہاں خاک خوشبودار نظر آتی ہے تو ان منازل اور چشموں پر ٹھہر جانا جو وادی قباء کے قریب سے ام القریٰ (مکہ معظمہ) کے سبزہ زار تک ہیں۔ اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آثار کا قصد کرنا اور ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہوئے وہاں اپنے ہر درخشاں کو روئے خاک پر رکھ دینا۔ اور جب توحی کے اترنے کی جگہوں کو دیکھے جنہوں نے تمام دنیا پر نور انور پھیلا دیا ہے۔ تو جان لینا کہ تیرے اپنی گذشتہ عمر میں ان کی مثل نہیں دیکھی اور نہ آئندہ دیکھے گا۔</p>
---	---

(نورات الوفیات - ترجمہ ابن دقیق العید)

(۴۷) درود شریف و زیارت قبر شریف

مومنوں پر واجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

تحقیق اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر درود بھیجتے
رہتے ہیں۔ اسے ایمان والوں تم ان پر درود بھیجو اور
خوب سلام بھیجو۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا
سَلِيمًا (احزاب)

اس آیت میں تاکید کے لئے جملہ اسمیہ لایا گیا ہے جس کے شروع میں بغرض تاکید مزید حرف تاکید مذکور ہے۔ اس جملہ کی خبر فعل مضارع ہے۔ جو افادہ استمرار تجدیدی کرتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں اور میرے تمام فرشتے رحمن کی گنتی مجھے ہی معلوم ہے۔ پیغمبر پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ اسے مومنوں، تم بھی اس وظیفہ میں میرا اور فرشتوں کا اقتدار کرو۔

واضح رہے کہ خدا کے درود بھیجنے سے مراد رحمت کا نازل کرنا اور فرشتوں اور مومنوں کے درود سے مراد ان کا بارگاہ رب العزت میں تضرع و دعا کرنا ہے کہ وہ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت و برکت نازل فرمائے۔

مومنوں کی طرف سے درود بھیجنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔ اور بھیجنے والوں کا بھی فائدہ ہے۔ چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے۔ مسلمانوں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شان محبوبیت اور عظمت جہاد کو دیکھئے۔ کہ امت کا ایک بندہ حقیر ذلیل حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے۔ تو اس کا بدلہ خود رب جلیل جل شانہ دیتا ہے اور ایک کے مقابلہ میں دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضیل سے یہ شرف صرف اسی امت کو عطا ہوا ہے۔ کیونکہ اس امت کے سوا کسی اور امت کو اپنے پیغمبر پر درود سلام بھیجنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

درود شریف کے فوائد میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ درود شریف اجابت دعا کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ دلائل الخیرات شریف میں ہے۔ کہ حضرت ابوسلیمان عبد الرحمن بن عطیہ دارانی (متوفی ۱۵۱ھ) نے فرمایا۔ کہ جب تم خدا تعالیٰ سے کچھ مانگو۔ تو دعا سے پہلے اور پیچھے درود شریف پڑھ لیا کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دونوں طرف کے درود شریف کو تو اپنے کرم سے قبول کر ہی لیتا ہے۔ اور یہ اس کے کرم سے بعید ہے کہ درمیان کی چیز کو رد کر دے۔ علامہ فاسی شرح دلائل الخیرات میں لکھتے ہیں کہ بعض کے نزدیک الہم دارانی کے قول مذکورہ کا تمہیلوں ہے۔ اور ہر ایک عمل مقبول ہوتا ہے یا مرد و سوائے درود شریف کے کہ وہ مقبول ہی ہوتا ہے۔ مرد و نہیں ہوتا۔ امام باجی نے بروایت ابن عباس نقل کیا ہے۔ کہ

جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو۔ تو اپنی دعائیں درود شریف شامل کرو۔ کیونکہ درود شریف مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ بعض کو قبول کرے اور بعض کو رد کرے۔ شیخ ابوطالب کئی نے یہ حدیث نقل کی ہے۔ کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگو۔ تو پہلے درود شریف پڑھو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ اُس سے دو حاجتیں مانگی جائیں۔ جن میں سے ایک کو پورا کر دے اور دوسری کو رد کرے۔ اس روایت کو امام غزالی نے احیاء العلوم میں نقل کیا ہے۔ امام عراقی نے کہا کہ میں نے اس روایت کو مرفوع نہیں پایا۔ وہ ابوالدرداء پر موقوف ہے۔ شفا شریف میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ درود شریف کے درمیان کی دعائے رد نہیں کی جاتی۔ ابو محمد جبر نے اس روایت کو کتاب شرف المصطفیٰ سے منسوب کیا ہے۔ کذا فی مطالع المسرات۔

علامہ شامی نے سلف کے قول کہ درود شریف کبھی رد نہیں ہوتا۔ کی تاویل و تصحیح یوں کی ہے۔ کہ درود شریف (اللہم صل علی محمد) دعاء ہے۔ اور دعائے کبھی مقبول ہوتی ہے اور کبھی مردود۔ مگر درود شریف عموم دعائے مستثنیٰ ہے۔ کیونکہ نص قرآنی سے ثابت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ اُس نے اپنے مومن بندوں پر احسان کیا ہے۔ کہ ان کو بھی درود بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ ان کو زیادہ فضل و شرف حاصل ہو جائے۔ ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اپنے پروردگار کا درود ہی کافی ہے۔ پس مومن کو اپنے رب سے طلب درود کرنا قطعاً مقبول ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود خبر دے رہا ہے۔ کہ میں اپنے رسول پر درود بھیجتا رہتا ہوں۔ باقی تمام دعائیں اور عبادتیں اس کے برعکس ہیں۔ لہذا درود شریف کے مقبول ہی ہونے کی سند نص قرآنی ہے۔ رہا اس پر ثواب کا ملنا۔ سو وہ عدم عوارض سے مشروط ہے۔ اور وہ عوارض یہ ہیں۔ قلب غافل سے پڑھنا۔ یا سمعہ کے لئے پڑھنا۔ کسی حرام چیز پر استعمال کرنا وغیرہ۔ کذا فی رد المحتار۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کی زیارت بالاجماع سنت اور فضیلت عظیمہ ہے۔ اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں۔ جن میں سے چند وفاء الوفاء سے یہاں پیش کی جاتی ہیں:-

جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ اُس کے لئے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔ (دردِ قطنی و بیہقی وغیرہ)

جس نے میری قبر کی زیارت کی۔ اُس کے واسطے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔ (بزار)

جو میری زیارت کو اُس طرح آیا کہ میری زیارت کے سوا کوئی اور چیز اُس کو نہ لائی تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اُس کا شفیع ہوں گا (کبیر و اد وسط طرانی۔ انالی داقطنی وغیرہ)

جس نے حج کیا۔ اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ مثل اُس کے ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی (دراقطنی و طرانی وغیرہ) جس نے بیت المد کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی۔ اُس نے (مجھ پر ستم کیا۔ (کامل ابن عدی)

جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی۔ میں اُس کے لئے گواہ اور شفیع ہوں گا۔ (سنن داقطنی)

جس نے میری قبر کی زیارت کی دیا فرمایا جس نے میری زیارت کی۔ میں اُس کے لئے شفیع یا گواہ ہوں گا۔ اور جو شخص حرمین میں سے ایک میں مر گیا۔ اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن امن دانوں میں اٹھائے گا۔ (ابوداؤد۔ بیہقی)

جس نے بالقصد میری زیارت کی۔ وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا (ابوجعفر غفیری)

جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی۔ اُس نے گوہ میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مر گیا۔ وہ قیامت کے دن امن دانوں کے زمرہ میں اٹھایا

(۱) من زار قبری وجبت له شفاعتی

(۲) من زار قبری حلت له شفاعتی۔

(۳) من جاء فی زائرٍ لا تحمله حاجة الا زیارتی کان حقاً علی ان اکون له شفیعاً یوم القیامة

(۴) من حج فزار قبری بعد وفاتی کان کمن زارنی فی حیاتی۔

(۵) من حج البیت ولیم یزینی نقد جفانی

(۶) من زارنی الی المدینة کنت له شهیداً و شفیعاً۔

(۷) من زار قبری او من زارنی کنت له شفیعاً و شهیداً و من مات فی احد الحرمین بعثہ اللہ عزوجل فی الامنین یوم القیامة۔

(۸) من زارنی متعمدا کان فی جوارئ یوم القیامة۔

(۹) من زارنی بعد مہاتی فکانما زارنی فی حیاتی و من مات باحد الحرمین بعث من الامنین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

حیاتی خیر تکم تحارون واحداث
لکم ووفاتی خیر تکم تعرض علی اعمالکم
فما رأیت من خیر حدثت اللہ علیہ و
ما رأیت من شر استغفرت اللہ لکم۔

میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے تم مجھ سے (حلال و حرام) پوچھتے ہو میں تمہیں (بذریعہ وحی) احکام سناتا ہوں۔ اور میری وفات بھی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ تمہارے اعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے۔ میں اچھے عملوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر کروں گا اور برے عملوں کو دیکھ کر تمہارے واسطے مغفرت کی دعا کروں گا۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات شریف ہی میں عاصیانِ امت کو بشارت دے دی کہ میں وفات شریف کے بعد بھی ان کے لئے استغفار کیا کروں گا۔ اور حضور کے کمالِ حجت سے معلوم ہے۔ کہ جو شخص اپنے رب سے طلب مغفرت کرتا ہوا حضور کی بارگاہِ عالی میں حاضر ہوتا ہے۔ آپ اس کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔ اسی واسطے علمائے کرام نے تصریح فرما دی ہے کہ حضور کا یہ رتبہ آپ کی وفات شریف سے منقطع نہیں ہوا۔

جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس آیت کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات شریف ہی مقصور ہے وہ غلطی پر ہے۔ کیونکہ یہ قاعدہ اصول ہے۔ کہ عموم الفاظ کا اعتبار ہوتا ہے نہ کہ موردِ خاص کا۔ صحابہ کرام اور تابعین عموم الفاظ قرآنی سے حجت پکڑتے رہے باوجودیکہ وہ آیتیں خاص خاص موقعوں پر نازل ہوئیں (اتقان للبیوطی)۔ اسی طرح آیت زیر بحث اگرچہ ایک خاص قوم کے حق میں حالت حیات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نازل ہوئی۔ لیکن جہاں یہ وصف (عاصیانِ امت کا حضور سیدالابرار کی بارگاہ میں گناہوں کی معافی کے لئے حاضر ہونا) پایا جائے گا عموم حالت کے موافق اس کا حکم بھی عام اور ہر دو حالت حیات و بعد انوفات کو شامل ہوگا۔ چنانچہ علمائے کرام نے عموم ہر دو حالت ہی سمجھا ہے۔ اور جو شخص قبر شریف پر حاضر ہو اس کے واسطے مستحب خیال کیا ہے۔ کہ وہ اس آیت کو پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے۔ امام غزالی (امام شافعی کے اتاد) کی حکایت اس باب میں مشہور ہے۔ اور مذاہب اربعہ کے علماء نے اسے اپنے مناسب میں نقل کیا ہے۔ اور اُسے مستحسن سمجھ کر آداب زیارت میں شامل کیا ہے۔ ہم

لے دیکھو وفاء الوفاء للسروری اور شفاء المقام للسیکی۔

اس حکایت کو انشاء اللہ تعالیٰ بحث توسل میں لائیں گے۔

صحابہ کرام کے زمانے سے آج تک اہل اسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رضی اللہ عنہ شریف کی زیارت اور حضور سے توصل و استغاثہ کرتے رہے ہیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت المقدس سے صلح کی۔ تو کعبہ جبار آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ حضرت فاروق اعظم ان سے خوش ہوئے اور فرمایا۔ کیا تم پچاہتے ہو کہ میرے ساتھ مدینہ منورہ میں چلو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت سے فائدہ اٹھاؤ۔ حضرت کعبہ جبار نے جواب دیا کہ ہاں۔ (ذوقانی علی المرآب)۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن موسیٰ بن نعمان اپنی کتاب مصباح الظلام میں لکھتے ہیں۔ کہ حافظ ابو سعید معالی نے بروایت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن شریف کے تین دن بعد ایک اعرابی ہمارے پاس آیا۔ اس نے اپنے تئیں قبر شریف پر گرا دیا اور قبر شریف کی کچھ مٹی اپنے سر پر ڈالی۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ نے جو کچھ فرمایا وہ ہم نے سُن لیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر قرآن نازل کیا جس میں ارشاد فرمایا۔ **وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمُ الْآيَةَ**۔ میں نے ظلم کیا۔ میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ تاکہ آپ میرے حق میں طلب مغفرت فرمائیں۔ قبر شریف سے آواز آئی کہ مجھے بخش دیا گیا۔ مسند امام ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بروایت امام منقول ہے۔ کہ حضرت ایوب سختیانی تابعی آئے۔ جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے نزدیک پہنچے۔ تو اپنی پیٹھ تہلکی طرف اور منہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کی طرف کر لیا اور گھوٹے۔ تو صل کی دیگر مثالیں عنقریب مذکور ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ ذیل میں چند آداب زیارت بیان کئے جاتے ہیں۔ زائرین کو چاہئے کہ ان کو ملحوظ رکھیں۔

۱۔ زائرین کے لئے مناسب ہے کہ نہ زیارت نہ وضو نہ شریف کے ساتھ مسجد نبوی کی زیارت اور اس میں نماز پڑھنے کی بھی نیت کریں۔ اگر مجبوراً زیارت کی نیت کریں۔ تو اولے ہے۔ دوسری بار اگر موقع ملے۔ تو ہر دو کی نیت کریں۔

۱۔ ذوقانی - جز ثانی - ص ۲۱۱

۲۔ ذوقانی - جز ثانی - ص ۲۱۱

(۲) مدینہ منورہ کے راستے میں درود و سلام کی کثرت رکھیں۔

(۳) راستے میں مساجد اور آثار شریفہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہیں۔ ان کی

زیارت کریں۔ اور ان میں نماز پڑھیں۔

(۴) جب مدینہ منورہ کے مکانات نظر آجائیں۔ تو پیاس ادب پیدل ہو جائیں اور درود

سلام بھیجیں۔ اور شہر میں داخل ہونے سے پہلے یاد داخل ہو کر غسل کریں اور تبدیل لباس کے

خوشبو لگائیں۔

(۵) پہلے مسجد نبوی میں داخل ہو کر دو رکعت تحیہ مسجد پھر دو گانہ شکر ادا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ

نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچا دیا۔

(۶) دو گانہ شکر کے بعد روضہ شریف پر حاضر ہوں۔ زیارت کے وقت اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف

اور منہ حضور کے چہرہ مبارک کی طرف کریں۔ اور جالی مبارک کے قریب کھڑے ہو کر نہایت ادب

خشوع سے سلام عرض کریں۔ اور اگر کسی دوست وغیرہ نے حضرت نبوی میں سلام بھیجا ہو۔ تو

اس کی طرف سے سلام پہنچائیں۔

(۷) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام سے فارغ ہو کر ایک ہاتھ اپنی دائیں طرف کو

ہٹ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔ پھر ایک ہاتھ اوپر

دائیں طرف کو ہٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں سلام عرض کریں۔

(۸) بعد ازاں اپنی پہلی جگہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے سامنے کھڑے

ہو کر درود و سلام عرض کریں۔ پھر گناہوں سے توبہ کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ

سے دعا مانگیں۔

(۹) ایام قیام مدینہ منورہ میں نماز فرض ہو یا نفل مسجد نبوی میں پڑھا کریں۔

(۱۰) مسجد قبلہ میں جا کر نماز پڑھیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار شریفہ و دیگر

مزارات کی زیارت کریں۔

حدیث انشد الرجال کی بحث

بعض لوگ انبیاء کرام اور اولیاء شہداء و عظام کے مشاہد و مقابروں کی طرف سفر کرنے کو

ناجائز قرار دیتے ہیں اور حدیث کائنات الروحانی کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔ وہابیہ کا مورث اعلیٰ ابن تیمیہ نے تو کھلے الفاظ میں فتوے دے دیا کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ شریف کی زیارت کے قصد سے سفر کرنا سفر معصیت ہے جس میں نماز قصر نہ کرنی چاہئے۔ بنا بریں زائرین کے علاوہ فرشتے بھی جو ہر روز صبح و شام آسمان سے اتر کر روزہ شریف پر حاضر ہوتے اور درود شریف پڑھتے ہیں اسی معصیت میں مبتلا ہیں۔ یہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کمال درجے کی گستاخی ہے۔

ابن تیمیہ کے اس فتوے سے شام و مصر میں بڑا فتنہ برپا ہوا۔ شامیوں نے ابن تیمیہ کے بارے میں استفتاء کیا۔ علامہ برہان بن الفرج کفراری نے قریباً چالیس سطریں لکھ کر اسے کافر بتایا۔ علامہ شہاب بن جبیل نے اس سے اتفاق کیا۔ مصر میں یہی فتوے مذاہب اربعہ کے چار مل قضاة پر پیش کیا گیا۔ بدر بن جماعہ شافعی نے لکھ دیا کہ مفتی یعنی ابن تیمیہ کو ایسے فتوے باطلہ سے بزجر و توبیح منع کیا جائے۔ اگر باز نہ آئے تو قید کیا جائے۔ محمد بن الجریری الضاری حنفی نے لکھا کہ اسی وقت بلا کسی شرط کے قید کیا جائے۔ محمد بن ابی بکر مالکی نے کہا کہ اسے اس قسم کی زجر و توبیح کی جائے کہ ایسے مفاسد سے باز آجاوے۔ احمد بن عمر مقدسی حنبلی نے بھی ایسا ہی لکھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابن تیمیہ شعبان ۷۲۶ھ میں دمشق میں قلعہ میں قید کیا گیا۔ اور قید ہی میں ۲۰ ذیقعدۃ الحرام ۷۲۸ھ کو اس دنیا سے رخصت ہوا۔ مراخذہ اخروی ابھی باقی ہے۔

حدیث زیر بحث صحیح بخاری کے باب فضل الصلوٰۃ فی مسجد مکہ والمدینۃ میں بروایت ابو ہریرہ وارد ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

کجاوے نہ باندھے جائیں گرتین مسجدوں یعنی	کائنات الروحانی الا الی ثلاثہ مساجد
مسجد حرام و مسجد رسول و مسجد اقصیٰ کی طرف۔	المسجد الحرام و مسجد الرسول و مسجد الاقصیٰ

اور باب مسجد بیت المقدس میں بروایت ابو سعید خدری بدیں الفاظ مذکور ہے۔ کائنات الروحانی الا الی ثلاثہ مساجد مسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی۔ اسی طرح امام سلم نے حدیث ابو ہریرہ کو باب فضل المساجد ثلاثہ میں اور حدیث ابو سعید خدری کو باب سفر المرأة مع محرم الی الحج

لے السیف الصقیل فی الرد علی ابن زخیل تکلمہ علامہ کوثری۔ ص ۱۵۱

دیگرہ میں ذکر کیا ہے۔ حدیث ابو سعید خدری مشکوٰۃ شریف میں باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ میں مذکور ہے۔

مختلف ابواب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث زیر بحث میں بہ نسبت دیگر مساجد کے مساجد ثلاثہ میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے کیونکہ یہ تینوں مساجد ان فضائل سے مختص ہیں جو دوسری مسجدوں میں نہیں پائے جاتے۔ لہذا اس حدیث کو مشاہدہ و مقابہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس مدعا کے اثبات کے لئے ہم وجوہ ذیل پیش کرتے ہیں:-

وجہ اول۔ حدیث زیر بحث میں استثناء مفرغ ہے۔ پس اس کے لئے ایسے عام مستثنیٰ منہ کی تقدیر کی ضرورت ہے جو مستثنیٰ اور غیر کو شامل ہو۔ اور مستثنیٰ سے مناسبت قریبہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ نوع فرد سے اور جنس قریب نوع سے۔ اسی واسطے ملجاء فی الا نزدیک میں شے یا جسم یا حیوان کو مقدر نہیں کرتے۔ بلکہ رطل یا احد کو مقدر کرتے ہیں۔ اور ما کسوتہ الاجتہدہ میں کسوت کو اور ما صلبت الانی المسجد میں فی مکان یا فی موضع کو مقدر کیا جاتا ہے (مطلوب و حوائش)۔ پس صورت زیر بحث میں مستثنیٰ منہ ایسا پچھلے جو مساجد ثلاثہ اور دیگر مساجد کو شامل اور مساجد کے ساتھ نسبت قریبہ رکھتا ہو اور وہ سوائے لفظ مسجد کے اور کوئی نہیں۔

وجہ دوم۔ حدیث زیر بحث کی ترجمہ باب بخاری سے مطابقت اور اسی باب کی دوسری حدیث سے مناسبت ہے۔ یہ مناسبت و مطابقت صاف بتا رہی ہے۔ کہ مستثنیٰ منہ مسجد ہے کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے یہ باب مسجد کہہ دینے میں نماز کی فضیلت کے بارے میں بانڈھا ہے۔ اس باب کی پہلی حدیث (لا تشد الرحال) میں مقصود مساجد ثلاثہ میں نماز کی فضیلت بہ نسبت دیگر مساجد کے ہے تاکہ ترجمہ باب کے مطابق ہو۔ یہ نہ کہا جائے کہ پہلی حدیث میں لفظ صلوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ مساجد ثلاثہ کی طرف رحلت سے مراد ان میں نماز کا قصد ہے۔ اسی باب کی دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صلوٰۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوٰۃ فی ما سواہ الا المسجد الحرام (میری اس مسجد میں نماز بہتر ہے ہزار نماز سے دوسری مسجدوں میں سوائے مسجد حرام کے) ترجمہ باب کے مطابق ہے اور پہلی حدیث کے معنی کو ظاہر کرتی ہے اور نص ہے اس امر پر کہ ادائے نماز سے دوسری مسجدوں

میں سوائے مسجد حرام کے (تہجمہ باب کے مطابق ہے اور پہلی حدیث کے معنی کو ظاہر کرتی ہے اور نص ہے اس امر پر کہ ادائے نماز پر تضا عفت ثواب میں مساجد ثلاثہ کو دیگر تمام مساجد پر فضیلت ہے کیونکہ الا المسجد الحرام کا مستثنیٰ منہ مساجد ہے جو بعض روایات میں صراحتاً مذکور ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔ عن سعید بن المسیب عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلواۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلواۃ فی غیرہ من المساجد الا المسجد الحرام۔ اور مسلم ہی میں حدیث ثیمونہ میں ہے۔ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول صلواۃ فیہ افضل من الف صلواۃ فیما سواہ من المساجد الا مسجد الکعبۃ۔ پس ظاہر ہوا کہ حدیث لاشد الرحال میں مستثنیٰ منہ مسجد ہے۔ لہذا مساجد ثلاثہ کے سوا دنیا کی کسی مسجد کی طرف بقصد نماز سفر کرنا ممنوع ہے۔ اور جو کسی اور ضرورت کے لئے ہو وہ ممنوع نہیں۔

وجہ سوم۔ حدیث زیر بحث کے بعض طرق پر مراد و مقصود کی تصریح اور مستثنیٰ منہ کا ذکر موجود ہے۔ اور وہ مسند امام احمد میں یوں مذکور ہے۔ ثنا ہاشم عبد الحمید حدیثی شہی سمعت ابا سعید الخدری و ذکر عندہ صلواۃ فی الطور فقال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا ینبغی للمطی ان تشد الرحال الی مسجد یتبغی فیہ الصلواۃ غیر المسجد الحرام و المسجد الاقصیٰ و مسجدی ہذا (فصلان و عمدۃ القاری)۔ ترجمہ (بخلاف اسو) شہر دہن حوشب) کا بیان ہے۔ کہ میں نے سنا ابا سعید خدری کو اور ان کے پاس طور میں نماز کا ذکر آیا۔ پس کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شتران سوار کی کے کجاوے کسی مسجد کی طرف بقصد نماز نہ باندھے جانے چاہئیں سوائے مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ اور میری اس مسجد کے۔ انتہی۔ پس حدیث زیر بحث کی تفسیر حدیث ہی سے ہو گئی اور یہ بہترین تفسیر ہے وجہ چہارم۔ حدیث زیر بحث کی شرح میں جمہور محدثین و شراح اور اکابر فقہائے حنفیہ و شافعیہ کے اقوال ہیں۔ جو ہمارے مدعا کے مؤید ہیں۔ نظر بوجہ اختصار ہم ان کو یہاں نقل نہیں کرتے۔ جسے شوق ہو وہ فتح الباری۔ عمدۃ القاری۔ ارشاد الساری۔ لوفی علی سلم۔ احیاء العلوم للغزالی اور جذب القلوب للشیخ عبدالملکی وغیرہ میں دیکھ لے۔

خلاصہ مضمون یہ ہوا۔ کہ حدیث لائشدر الرجال مساجد کے بارے میں ہے۔ اس کی رو سے مساجد ثلاثہ کی طرف بدیں غرض سفر کرنا کہ ان میں نماز ادا کرنے سے تضاعف ثواب حاصل ہو جائز ہے۔ دنیا کی کسی اور مسجد کی طرف اس غرض کے لئے سفر کرنا نہ چاہئے۔ کیونکہ وہ درجہ میں متساوی ہیں۔ کسی کو کسی پر من حیث کثرت ثواب فضیلت نہیں۔ وہاں کسی اور مطلب کے لئے دوسری مساجد کی طرف بھی سفر کرنا جائز ہے۔ مثلاً کسی مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں ان کی زیارت یا ان سے استفادہ کے لئے اس مسجد کی طرف سفر کرنا جائز ہے۔ اسی طرح کسی مسجد کے صنائع غریبہ کو دیکھنے کے لئے سفر کرنا بھی ممنوع نہیں ہے۔ مقابر و مشاہد انبیاء کرام و اولیائے عظام کی زیارت کے لئے سفر کرنا حدیث زیر بحث کی اپنی کے تحت میں داخل نہیں۔ بلکہ جائز و مشروع و مستحب اور موجب خیر و برکت ہے۔ جب حوائج دنیا کے لئے سفر کرنا بالاتفاق جائز ہے۔ تو حوائج آخرت بالخصوص ان میں سے جو آگہ ہے۔ یعنی حضور سیدالانام والآخرین امام المرسلین خاتم النبیین سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا بطریق اولیٰ جائز و مستحسن ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عہد مبارک سے اس وقت تک مسلمانوں کا اسی پر عمل رہا ہے۔ اس کا انکار حرمان و شقاوت کی علامت ہے۔

خاتمہ در بحث استغاثہ و توسل

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارگاہ الہی میں دعا کرنا مستحسن ہے۔ اس کو مختلف الفاظ توسل و استغاثہ و تشفع و توجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ بعض وقت توسل بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم یوں ہوتا ہے کہ آپ سے کوئی چیز طلب کی جائے بدیں معنی کہ آپ اس میں تائب پر قادر ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کریں یا شفاعت فرمائیں۔ اس کا مطلب بھی حضور سے طلب دعا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل و استغاثہ فعل انبیاء و مرسلین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اور سیرت سلف صالحین ہے۔ اور یہ توسل حضور اقدس صلے اللہ علیہ

اسلم کی ولادت شریف سے پہلے - ولادت شریف کے بعد - عالم بزم خ میں اور عرصت قیامت میں ثابت ہے - جس کی توفیق ذیل میں کی جاتی ہے -

۱۔ ولادت شریف سے پہلے نوسل

جب حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لغزش سرزد ہوئی - تو انہوں نے آخر کار یوں دعا کی :-

یا رب اسألك بحق محمد لما
اسیرے پروردگار! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں
غفرت لی | کہ میری خطا معاف کر دے -

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا - کہ اے آدم! تو نے محمد کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے ان کو پیدا نہیں کیا - حضرت آدم نے عرض کیا - اے میرے پروردگار! جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی - تو میں نے سر اٹھایا اور عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - پس میں جان گیا - کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ہی نود کر کیا ہے - جو تیرے نزدیک محبوب ترین مخلوق ہے - اللہ تعالیٰ نے فرمایا - اے آدم! تو نے سچ کہا - وہ میرے نزدیک احب المخلوق ہیں - چونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے - میں نے تم کو معاف کر دیا - اگر محمد نہ ہوتے - میں تم کو پیدا نہ کرتا - (حاکم و طبرانی) -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود اپنے دشمنوں پر فتح پانے کے لئے دعائیں حضور انور صی کا وسیلہ بکرا کرتے تھے - چنانچہ قرآن کریم میں وارد ہے -

وَكَانُوا مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى
الَّذِينَ كَفَرُوا - (بقرہ - ع)

حافظ ابو نعیم نے دلائل میں عطاء و ضحاک کے طریق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے - کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یہود بنی قریظہ و نضیر کافروں پر فتح کی دعا مانگا کرتے تھے - اور دعائیں یوں کہا کرتے تھے :-

اللهم انا نستنصرك بحق النبي
فدايا! ہم تجھ سے بحق نبی ای دعا مانگتے ہیں کہ تو ہم کو ان پر

الامی اَنْ تنصرنا علیہم - (تفسیر در منثور ص ۱۵۱) فتح دے -
اور فتح پایا کرتے تھے - (تفسیر در منثور ص ۱۵۱) -

۲۔ حیات شریفہ میں توسل

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریفہ میں دیگر حاجات کی طرح آپ سے طلب و دعا۔ طلب شفاعت بروز قیامت یا طلب دعا مغفرت بھی کیا کرتے تھے۔ صرف چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔ اگر زیادہ درکاروں کو شفاء و استقامت کا مطالعہ کیجئے :-

(۱) عن النبی رضی اللہ عنہ قال سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یشفع لی یوم القیامۃ فقال انا فاعل فقلت یا رسول اللہ فاین اطلبک قال اطلبنی اول ما تطلبنی علی الصراط قلت فان لم یلقک علی الصراط قال فاطلبنی عند المیزان قلت فان لم یلقک عند المیزان قال فاطلبنی عند الخوض فانی لا اخطی ہذا الثلث المراد (مشکوٰۃ شریفہ بحوالہ ترمذی، باب الخوض والشفاعۃ)

حضرت النبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ آپ قیامت کے دن میری شفاعت فرمادیجئے۔ فرمایا میں کہ دوں گا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں آپ کو کہاں ڈھونڈوں فرمایا پہلے مجھے صراط پر ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کیا۔ اگر میں آپ کو وہاں نہ پاؤں۔ فرمایا کہ پھر میزان کے پاس ڈھونڈنا۔ میں نے عرض کیا۔ اگر میزان کے پاس آپ کو نہ پاؤں۔ فرمایا تو پھر خوض کے پاس مجھے ڈھونڈنا۔ کیونکہ میں ان تین جگہوں کو نہ چھوڑوں گا۔

(۲) حضرت سواد بن قارب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایمان لائے ہوئے عرض کرتے ہیں :-

وکن لی شفیعاً یوم لا ذی وشفاعۃ
بمغن فخیلاً عن سواد بن قارب
(استیعاب لامن عبد اللہ)

اور آپ میرے شفیع بنیں جس دن سواد بن قارب کو کوئی شفاعت کرنے والا ذرہ بھی فائدہ نہ پہنچا سکے گا۔

(۳) حضرت عبد الرحمن بن عوف حسب عادت تجارت کے لئے یمن گئے ہوئے تھے۔ آپ کی غیر حاضری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ عسکلان بن عواکن حیری نے سن کر اپنے ایمان کا اظہار اشعار میں کیا۔ اور وہ اشعار حضرت عبد الرحمن کی وساطت سے

خدمت اقدس میں ارسال کئے۔ ان میں سے دو شعر یہ ہیں:-

میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں جو میرے کاربے
کہ آپ وادی مکہ میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں
پس آپ میرے شفیع بنیں اس بادشاہ کی نظر
جو خلائق کو نیکی کی طرف بلاتا ہے۔

اشھد باللہ رب موسیٰ
انک امراسلت بالمبطاح
فکن شفیعاً لی ملیک
یدعو الیہ الی اصلاح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سن کر فرمایا:-

آگاہ رہو۔ بے شک تو مجھ کا بھائی خواہ مومنین سے
ہے۔ اور بعض مجھ پر ایمان لانے والا ہے۔ حالانکہ اس نے
مجھے نہیں دیکھا۔ اور میری نصیحت کرنے والا ہے
حالانکہ وہ میرے پاس حاضر نہیں ہوا۔ وہ حقیقت
میں میرے بھائی ہیں۔

اما ان اخا حیر من خواص المومنین وخاب
مومن بنی وللمیرنی وصدق بی وما شہدنی
اولئک اخوانی حقاً اصابہ ترجمہ نسکلان۔
نیز کنز العمال۔ ص ۱۰۱۔ (۱۰۱)

(۴) حضرت مازن بن عمرو بن غنم نے طائی خطامی عمان کی ایک بستی میں ایک بت کی خدمت کیا کرتے
تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خبر سن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور
اسلام لائے۔ آپ نے بارگاہ رسالت میں اپنی بدعتدالیوں کا ذکر کیا اور طالب دعا ہوئے۔
چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ زوال مبدل بہ فضائل ہو گئے
اس بارے میں آپ نے یہ اشعار کہے ہیں:-

بارسول اللہ ایس نے اپنی اونٹنی آپ کی طرف دوڑائی جو
عمان سے عراج تک بیابانوں کو طے کرتی تھی۔ تاکہ
آپ میری شفاعت فرمائیں اے بہترین اس کے جس نے
سنگریزوں کو پامال کیا۔ پس میرا رب میرے گناہ بخش دے
اور میں کامیاب ہو کر اس گروہ کی طرف جاؤں جن کے دین سے
میں اللہ کے واسطے کفارہ کش ہو گیا۔ پس ان کی رائے
میری رائے نہیں اور نہ ان کا طریق میرا طریق ہے۔

ایک رسول اللہ حسد شنت عظیمتی
تجرب الغیابی من عمان الی الحرج
لتشفع لی یاخیر من وطی الحصا
فیغفر لی ذنبی وارجع بانفاج
الی معشر جانبت فی اللہ دینہم
فلانما یجمرالی ولا شرجم شرچی
اصابہ بحوالہ طبرانی دیہقی وغیرہ۔ نیز تنبیہ اب عبد البر

(۵) حضرت عثمان بن حنیف صحابی کا بیان ہے۔ کہ ایک نابینا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس نے عرض کیا۔ کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے عافیت بخشے حضور نے فرمایا۔ کہ اگر تو چاہے میں دعا کر دیتا ہوں۔ اور اگر چاہے تو صبر کر۔ صبر تیرے واسطے اچھا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ خدا سے دعا فرمائیے۔ آپ نے اس سے ارشاد فرمایا۔ کہ اچھی طرح وضو کر کے یوں دعا کرنا۔

یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں۔ اور تیرے نبی بنی الرحمۃ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔ یا محمد! میں نے اپنے پیر و درگاہ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ پیش کیا ہے۔ اپنی اس ضرورت میں تاکہ وہ پوری ہو۔ یا اللہ! تو میرے حق میں حضور کی شفاعت قبول فرما۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتُوجِّهُ رَأْسِي
بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ
إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي فِي حَاجَتِي
هَذِهِ لِتُقْضَى لِي اللَّهُمَّ نَشْفِعْهُ
فَتَى -

اس حدیث کو ترمذی و نسائی نے روایت کیا ہے۔ ترمذی نے کہا۔ ہذا حدیث حسن صحیح غریب۔ امام بیہقی و بطرانی نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ مگر امام بیہقی نے اتنا اور کہا کہ اس نابینا نے ایسا ہی کیا اور بینا ہو گیا۔

(۶) حضرت ربیعہ بن کعب سلمی کا بیان ہے کہ میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہا کرتا تھا۔ آپ کے وضو کے لئے پانی لا دیا کرتا تھا۔ اور دیگر خدمت (بھامہ و مسواک و شانہ وغیرہ) بھی بجالایا کرتا تھا۔ ایک روز آپ نے مجھ سے فرمایا۔ سَلِّ (مانگ) میں نے عرض کیا۔

اسْأَلُكَ مَرِافَقَتِكَ فِي الْجَنَّةِ || میں آپ سے بہشت میں آپ کا ساتھ مانگتا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ یہ مرتبہ بہت بڑا ہے۔ کچھ اور مانگ۔ حضرت ربیعہ نے عرض کیا کہ میرا مقصود تو یہی ہے جو عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ (اس مقصد کے حصول میں) تو میری مدد کر۔ بدیں طور کہ نماز بہت پڑھا کر اور سجدوں میں دعا کیا کر (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب السجود و فضلہ) مطلب یہ کہ میں کوشش کروں گا۔ تو بھی کچھ کیا کر۔ اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے تحت میں ہے۔ و ازہ اطلاق سوالی کہ فرمود سل و بخواہ) و تخصیص نہ کر و مطلوب بے خاص معلوم مے شود کہ کار بہت بدست

ہمت و کرامت اوست صلے اللہ علیہ وسلم۔ بہرچہ خواہد ہرگز خواہد باذن پروردگار خود بدد۔

۳۔ وفات شریف کے بعد توسل

وفات شریف کے بعد بھی آپ کے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مصائب و حروب و حاجت میں آپ کو پکارا کرتے اور آپ سے استغاثہ کیا کرتے تھے۔ دیکھو امثلہ ذیل :-

(۱) صاحب مواہب لدنیہ بحوالہ ابن منیر لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ تو اس صدمہ سے آپ کے اصحاب کرام کا عجب حال ہو رہا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر یوں عرض کرنے لگے :-

ولو ان موتک کان اختیارا لجدنا لموتک
بالنفوس۔ اذکرونا یا محمد عند ربک و
لنکن من بالک۔

اگر آپ کی موت میں ہمیں اختیار دیا جاتا۔ تو ہم آپ کی موت کے لئے اپنی جانیں قربان کر دیتے۔ یا محمد اپنے پروردگار کے پاس ہمیں یاد کرنا اور ضرور ہمارا خیال

(۲) وفات شریف کے تین دن بعد اعرابی کی قبر شریف پر حاضر ہونا اور آپ سے توسل کرنا۔ بروایت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ پہلے آچکا ہے :-

(۳) مالک الدار راوی ہیں کہ حضرت عمر فاروق کے زمانے میں قحط پڑا۔ ایک شخص (بلال بن حارث صحابی) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر یوں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اپنی امت کے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔ وہ ہلاک ہو رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں اس شخص سے فرمایا۔ کہ حضرت عمر فاروق کے پاس جا کر میرا سلام کہو اور بشارت دو۔ کہ بارش ہوگی۔ اور یہ بھی کہہ دو کہ نرمی اختیار کرے۔ اس شخص نے حاضر ہو کر خبر کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر روئے پھر کیا۔ اے رب میں کوتاہی نہیں کرتا مگر اس چیز میں کہ جس سے میں عاجز ہوں۔ (وفاء الوفا بحوالہ الزہقی و ابن ابی شیبہ)۔

(۴) ایک سال مدینہ منورہ میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فریاد کی۔ حضرت محمد و حو نے فرمایا۔ کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر اس میں ایک روشن دان آسمان کی طرف کھول دو۔ تاکہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت

نہ رہے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ خوب بارش ہوئی اور گھاس اُگی۔ اور اونٹ ایسے فریب ہو گئے کہ چربی سے پھٹنے لگے۔ اس سال کو عام الفتن کہتے تھے۔

علامہ زین مراغی فرماتے ہیں۔ کہ محط کے وقت روشندان کا کھولنا اس وقت تک اہل مدینہ کا طریقہ ہے۔ وہ قبہ خضراء مقدسہ کے اسفل میں بجانب قبلہ کھول دیتے ہیں اگرچہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت حائل رہتی ہے۔ علامہ سہودی (متوفی ۹۱۱ھ) لکھتے ہیں۔ کہ آج کل اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے۔ کہ حجرہ شریف کے گرد جو مقصورہ ہے اُس کا وہ دروازہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرہ مبارک کے سامنے ہے کھول دیتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں۔

۱۵۱) ابن جریر طبری ۱۸۰ھ کے واقعات میں بالاسناد نقل کرتے ہیں کہ حضرت عاکم بن عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک سال حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں امساک باراں ہوا۔ مویشی لاشیں ہو گئے۔ اہل بادیہ میں سے قبیلہ مزینہ کے ایک اہل خانہ نے اپنے صاحب (حضرت بلال بن عمار صحابی۔ کامل ابن اثیر) سے کہا کہ ہمیں غایت درجہ کی تکلیف ہے تو ہمارے واسطے ایک بکری ذبح کر۔ اس نے کہا کہ بکریوں میں کچھ رہا نہیں۔ اہل خانہ اصرار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے واسطے ایک بکری ذبح کی۔ جب کھال اتاری تو سرخ ہڈیاں دکھائی دیں۔ اس پر وہ پکار اٹھا۔ یا محمد اہل الخ (تاریخ الامم والملوک۔ جزء الرابع ص ۲۲۷)

۱۶) حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے قنسرین سے حضرت کعب بن ضمیرہ کو ایک ہزار سوار دے کر فتح حلب کے لئے روانہ کیا اور فرمایا کہ میں تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ ادھر یوقنا حاکم حلب کو اُس کے جاسوسوں نے خبر دی کہ عرب ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ نہال سے شہر کی فتح کے ارادہ سے آ رہے ہیں۔ اور وہ شہر سے چھ میل کے فاصلہ پر ہیں۔ یوقنا نے لشکر کو تیار کر کے ادھا اپنے ساتھ لیا اور ادھا مکین میں مقرر کیا۔ جب حضرت کعب کی نظر یوقنا کے لشکر پر پڑی۔ تو اپنے لشکر بوس سے کہا کہ میرے اندازہ میں دشمن کا لشکر پانچ ہزار ہے جس کا تم مقابلہ کر سکتے۔ عرض مقابلہ ہوا۔

۱۷) سنن دارمی۔ باب ما کرہ اللہ لعلی علیہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد منونہ۔
 ۱۸) ناضی زین الدین ابو بکر بن حسین بن عمر عثمانی مرآۃ تزیل مدینہ منورہ (متوفی ۸۱۶ھ) نے مدینہ منورہ کے حالات میں اپنی کتاب تحقیق النصرۃ بتلخیص معالم دار الحجۃ لکھی ہے۔ جس کے مبیضہ سے وہ ۱۸۶ھ میں فالغ ہوئے کشف الظنون
 ۱۹) وفار الوفا۔ جزء اول ص ۳۰۹

یہاں تک کہ مسلمانوں کو فتح میں کا یقین ہو گیا۔ مگر اسی اثنا میں کمین سے یوقنا کا لشکر اُٹھا۔ جس کے سبب سے لشکر اسلام کا ایک فرقہ بھاگنے لگا۔ دوسرے فرقہ نے اہل کمین کا مقابلہ کیا۔ تیسرا فرقہ حضرت کعب مسلمانوں کے لئے بڑے بے چین تھے۔ اور ان کے بچانے کے لئے کوشش کر رہے تھے اور گرواوا دیتے ہوئے یوں پکار رہے تھے۔

یا محمد! یا محمد! اے نصرت الہی نزل فرما۔ اے مسلمانوں کے گروہ ثابت قدم رہو یہی ایک گھڑی مدد آنے والی ہے۔ تمہارا ہی بول بالا ہے۔

یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل۔ معاشر المسلمین اثبتوا انماھی ساعة ویا الی النصر وانتم الاعلون (فتوح الشام مطبوعہ مصر۔ جزر اول۔ ص ۱۵۱)۔

(۷) حضرت عمر فاروق نے حضرت عبد اللہ بن قرق صحابی کے ہاتھ اپنا خط ابو عبیدہ بن الجراح کے نام پر موک میں بھیجا اور سلامتی کی دعا کی۔ عبد اللہ جب مسجد سے۔ تو خیال آیا۔ کہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف پر سلام عرض نہیں کیا۔ اس لئے وہ روضہ شریف پر حاضر ہوئے۔ وہاں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرات علی ابن ابی طالب و خباب حاضر تھے۔ امام حسن حضرت علی کی گود میں اور امام حسین حضرت عباس کی گود میں تھے۔ حضرت عبد اللہ نے حضرت علی و حضرت عباس سے عرض کیا کہ کامیابی کے لئے دعا فرمائیں۔ ہر دو نے روضہ شریف پر ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:-

یا اللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ و رسول مجتہبہ دکہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم کی دعا قبول ہوگئی اور ان کی خدام معاف ہوگئی، کسے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔ کہ تو عبد اللہ پر اس کا راستہ آسان کر دے اور بعید کوزدیک کر دے۔ اور اپنے نبی کے اصحاب کی مدد فتح سے کر دے۔ بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔

اللہم انا نتوسل بهذا النبی المصطفیٰ و التوسل المجتہب الذی توسل به آدم و اجیبت دعوتہ و غفرت خطیئۃ الاسمعت علی عبد اللہ طہ بقرہ و طویٰ لہ البعید و ایدت اصحاب نبیک بالنصر انک سامیع الدعاء۔

اس کے بعد حضرت علی نے عبد اللہ سے فرمایا۔ کہ اب جائیے۔ اللہ تعالیٰ حضرات عمرو عباس و علی و حسن و حسین و ازواج رسول اللہ کی دعا کو روزنہ کرے گا۔ حالانکہ انہوں نے اللہ کی

بارگاہ میں اُس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم الخلق ہیں۔ (فتوح الشام۔ جزو اول۔ صفحہ ۱۵۸)

(۸) ابن السنی رمتوفی ۳۶۵ھ کی کتاب میں ہیثم بن عنتش سے روایت ہے کہ اس نے کہا۔ ہم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھے۔ ان کے پاؤں سو گیا۔ تو ایک شخص نے ان سے کہا۔ کہ آپ یاد کیجئے اس کو جو آپ کے نزدیک سب لوگوں سے پیارا ہے۔ اس پر حضرت ابن عمر نے کہا۔ یا محمد۔ پس گویا آپ بند سے کھول دئے گئے۔ اور کتاب ابن اسنی ہی میں مجاہد سے روایت ہے۔ کہ حضرت ابن عباس کے پاس ایک شخص کا پاؤں سو گیا۔ آپ نے اس سے کہا۔ تو یاد کر اس کو جو تجھے سب لوگوں سے پیارا ہے۔ یہ سن کر اُس نے کہا۔ یا محمد۔ یہ کہتے ہی اس کے پاؤں کی خواہیدگی جاتی رہی۔ (کتاب الاذکار للنووی۔ صفحہ ۱۳۵) حضرت ابن عمر کے پاؤں سو جانے کی روایت ادب مفرد بلخاری ۱۱۳۱ میں بھی ہے۔

(۹) ایک شخص کسی حاجت کے لئے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا کرتا تھا۔ مگر وہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوتے اور اُس کی حاجت پر غور نہ فرماتے۔ وہ ایک روز حضرت عثمان بن حنیف سے ملا اور ان سے شکایت کی۔ حضرت ابن حنیف نے اُس سے کہا کہ وضو کر کے مسجد میں جاؤ۔ اور در رکعت پڑھ کر یوں دعا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ وَ اَتُوْبُکَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اِن تَقْضِیْ حَاجَتِیْ دِیْمَا اِنِّیْ حَاسِتٌ کَا نَامِ لَیْنَا۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔ دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔ حضرت عثمان ثنی نے اُسے اپنے برابر فریش پر بٹھایا۔ اور دریافت حال کر کے اُس کی حاجت پوری کر دی۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اتنے دنوں میں اس وقت تم نے اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ آئندہ جو حاجت تمہیں پیش آبا کرے ہمارے پاس آکر بتا دیا کرو۔ وہ وہاں سے رخصت ہو کر ابن حنیف سے ملا۔ اور ان کا شکر یہ ادا کیا کہ آپ نے ایسی اچھی دعا بتائی۔ ابن حنیف نے کہا۔ کہ میں نے اپنی طرف سے نہیں بتائی۔ ایک روز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا ایک نابینا نے اپنی بینائی کے جاننا رہنے کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر تم چاہو۔ میں دعا کر دیتا ہوں۔ یا صبر کرو۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے بہت دشواری ہے۔ کوئی میرا

عصا پکڑنے والا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دو گانہ ادا کر کے یہ دعا پڑھنا۔ اللہم اتی
اسئدک والوجه الیذی بنیذک علی الخ۔ ابن حنیف کا بیان ہے کہ ہم ابھی بیٹھے
ہوئے تھے کہ وہ شخص آیا۔ گویا اُس کو کوئی تکلیف ہی نہ ہوئی تھی۔ اس قصے میں خود حضور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نابینا کو طریق تو سل تعلیم فرمایا ہے۔ یہی طریق ایک صحابی سکھاؤ
ہے۔ اور یہی عمل آج تک امت میں جاری ہے۔ اس روایت کو طبرانی نے معجم کبیر میں نقل کیا ہے
اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۰) بیٹھ بن عدی نے ذکر کیا ہے کہ بنو عامر (قبیلہ نابغہ جدی) بصرہ میں کھیتوں میں
مواشی چرایا کرتے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ان
کے طلب کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے ابو موسیٰ کو دیکھتے ہی یوں آواز دی۔ یا آل عامر!
یہ سن کر نابغہ جدی بھی اپنی قوم کے ساتھ نکلا۔ ابو موسیٰ نے اُس سے پوچھا کہ تم کس واسطے نکلے
نابغہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی قوم کی دعوت قبول کی۔ اس پر ابو موسیٰ نے نابغہ کو تازیانے
لگائے۔ نابغہ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے ہیں:-

فان تک لا بن عفان امینا	اگر تو ابن عفان کا ابن ہے
فلم یرجعنا الی البراکامینا	تو اس نے تجھے ہربان ابن نہیں بھیجا
فیا قبر الذبیٰ وصاحبیدہ	اے قبر نبیؐ کی اور آپ کے دو صاحب کی
اکایا غوثنا لو تسبحونا	دیکھنا اے ہمارے فریاد رس! کاش آپ نہیں۔

(اشیاع لابن عبدالبر)

حضرت نابغہ جدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں۔ آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے
تشدد کا استغاثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ
عنہما سے کیا ہے اور یا غوثنا کہہ کر پکارا ہے۔

۱۱) معجم کبیر و اوسط میں بروایت انس بن مالک منقول ہے کہ جب حضرت علی مرتضیٰ کی والدہ
فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہو گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر ہانے آ بیٹھے۔
اور فرمایا۔ اے میری ماں کے بعد میری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ اور اس کی تعریف کی اور

اور اسے اپنی پಾದریں کفنایا۔ پھر حضور نے حضرات اسامہ بن زید۔ ابو ایوب انصاری۔ عمر بن خطاب اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا۔ انہوں نے قبر کھودی۔ جب لحد تک پہنچے۔ تو خود حضور نے لحد اپنے دست مبارک سے کھودی اور آپ اس میں لیٹ گئے۔ پھر یوں دعا کی۔

یا اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اس پر اس کی قبر کو کشادہ کر دے جو سیدہ اپنے بی کے ایہ ان نبیوں کے جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ تو انہم الرحیم ہے۔ (دعاء الوفاء۔ جز ثانی ص ۸۹)

اللهم اغفر لآمتی فاطمة بنت اسد ووسع علیہا مدخلها بحق نبیک و الانبیاء الذین من قبلی فانک ارحم الراحمین

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں ابو طالب کی کفالت میں تھے۔ تو ابو طالب کی زوجہ فاطمہ بنت اسد نے کھانے پلانے میں آپ کا خاص خیال رکھا تھا۔ یہ اسی احسان کا بدلہ تھا۔ کہ آپ نے فاطمہ کو اپنی پادریں کفنایا تاکہ آتش دوزخ سے محفوظ رہے۔ اور آپ اس کی لحد میں لیٹ گئے۔ تاکہ اُسے راحت و آرام ملے۔ یہ روایت نظر برحق نبیک جیات شریفین میں توسل کی دلیل ہے اور نظر بر الانبیاء الذین قبلی بعد وفات توسل کی دلیل ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد آج تک یہ توسل واستغاثہ جاری ہے اور تاقیامت جاری رہے گا۔ حضرت امام الائمہ سیدنا ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تابعی کو فی رضی اللہ تعالیٰ اپنا حال یوں عرض کر رہے ہیں:-

اے بید سادات! میں فصد کر کے آپ کے پاس آیا ہوں میں آپ کی خوشنودی کا امیدوارہ اور آپ کے سبزہ زار میں پناہ لڑیں ہوں۔ آپ کی وہ مقدس ذات ہے۔ کہ اگر آپ نہ ہوتے تو کبھی کوئی آدمی پیدا نہ ہوتا۔ اور نہ کوئی مخلوق پیدا ہوتا۔ میں آپ کے ہجرت کر کے امیدوارہ ہوں۔ آپ کے سوا

یا سید السادات جنتک قاصدا
ارجو صناعک واحتمی لجمالی
انت الذی لو لاک ما خلق امرء
کلا ولا خلق الوہابی لو لاک
انا طامع بالجود منک ولم یکن

۱۰ عمر بن شبہ نے عبد العزیز بن عمران سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوائے پانچ کی قبروں کے اور کسی کی قبر میں نہیں اترے۔ ان پانچ میں تین عورتیں اور دو مرد ہیں۔ بدین تفصیل۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ۔ عائشہ صدیقہ کی والدہ ام رومان حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد۔ ابن خدیجہ اور عبد اللہ بن نہم مزی لقب بردو الجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ دعاء الوفاء۔ جز ثانی۔ ص ۸۹

لابی حلیفة فی الافام سواک

خلقت میں ابو حنیفہ کا کوئی سہارا نہیں (انتہی)

(قصیدہ نعمانیہ)

حضرت ایوب سختیانی تابعی کے توسل کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ منصور عباسی کو جو طریق دعاء بتایا اُس میں بھی توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔

اعرابی کا قصہ جس کو ائمہ نے عقیبی سے نقل کیا ہے چاروں مذاہب کے علماء نے مناسک میں ذکر کیا ہے۔ اور اُسے آداب زیارت میں شمار کیا ہے۔ ابن عساکر نے اسے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مشیر الغرام الساکن الی اشرف الاماکن میں بروایت محمد بن حرب ہلالی اس طرح لکھا ہے کہ عقیبی نے کہا کہ میں مدینہ میں داخل ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کر کے حضور کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایک اعرابی نے آکر زیارت کی۔ اور یوں عرض کیا۔ یا خیر المرسل! اللہ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل کی جس میں بول ارشاد فرمایا:-

اور اگر یہ لوگ جس وقت کہ اپنی جائیں ظلم کرتے ہیں آپ کے پاس آتے اور خدا سے بخش مانگتے اور پیغمبران کے لئے بخشش مانگتے۔ تو اللہ کو معاف کرنے والا ہر بان پاتے۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا (س۔ طہ)

میں آپ کی خدمت میں آپ کے پروردگار سے گناہوں کی مغفرت کا طالب اور آپ کی شفاعت کا امیدوار بن کر حاضر ہوا ہوں۔ پھر اُس نے رو کر یہ اشعار پڑھے:-

اے سب سے بہتر جس کی ہڈیاں میدان میں مدفون ہیں۔ پس ان کی خوشبو سے پست اور اونچی زمینیں مہک گئیں۔ میری جان اُس قبر پر خدا جس میں آپ ساکن ہیں۔ اس میں پاکیزگی اور اس میں جود و کرم ہے

یا خیر من دفنت بالقاع اعظمہ
فطاب من طیبہن القاع والاکم
نفسی القداء لقبر انت ساکنہ
فید العفاف و ذید الجود والکرم

بعد ازاں اس اعرابی نے توبہ کی اور چلا گیا۔ میں سو گیا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ تم اس شخص سے ملو اور اُسے بشارت دو کہ اللہ نے میری

لہ محمد بن عبید اللہ بن عمر بن معادیہ بن عمر بن عقبہ بن ابی سفیان صحابہ حرب (متوفی ۲۲۸ھ)

شفاعت سے اُس کے گناہ معاف کر دئے " میری آنکھ کھلی۔ تو میں اس کی تلاش میں نکلا۔
مگر نہ ملا۔

قصہ اعرابی میں ہو آیت قرآن مذکور ہے۔ وہ باتفاق مفسرین مثبت توسل ہے۔ اسی طرح
قرآن کریم کی آیت ذیل سے بھی توسل ثابت ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا
إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا وَإِنِّي سَبِّحُكُمْ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (مائدہ - ۴)

اسے ایمان والو! خدا سے ڈرو۔ اور اُس کی طرف وسیلہ
دھونڈو اور اُس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس آیت میں خدا کی طرف وسیلہ دھونڈنے کا حکم ہے۔ وسیلہ سے مراد خواہ خاص شخص یا
عمل صالح ہو۔ بہر صورت توسل بہ سید المرسل ثابت ہے۔ کیونکہ اشخاص کی طرح اعمال صالح
بھی مخلوق الہی ہیں جیسا کہ آیہ واللہ خلقکم وما لعلون (اللہ نے پیدا کیا تم کو اور تمہارا
عمل کو سے ظاہر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اشرف المخلوق واکرم المخلوق وفضل المخلوق
ہونے میں کلام نہیں۔ پس آپ اشرف الوسائل واقرب الوسائل الی اللہ ہیں۔ لہذا آپ سے
توسل بطریق اولیٰ جائزہ مستحسن ہے۔

مختصر یہ کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم
سے توسل و استغاثہ مستحسن ہے۔ اور یہی مذہب اہل سنت و جماعت ہے۔ ہم یہاں صرف علامہ
ابن حاج مالکی (متوفی ۳۰۳ھ) کا قول نقل کرتے ہیں۔ جو مشددین میں شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی
کتاب مدخل میں زیارۃ قبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

ثم يتوسل باهل تلك المقابر
اعني بالصالحين منهم في قضاء
حواليجهم ومغفرة ذنوبهم يدعو
لنفسه ولوالديه ولما أخذوا
لاقاربهم ولاهل تلك المقابر و

پھر زیارۃ قضاے حاجات اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے
ان قبر والوں یعنی ان میں سے صالحین سے توسل کرے۔ پھر
اپنی ذات کے لئے اور اپنے والدین و مشائخ واقارب
واہل مقابر کے لئے اور مسلمان مردوں اور زندوں کے لئے اور
قیامت تک ان کی اولاد کے لئے اور اپنے نائب بھائیوں

لہ و فار الوفا۔ جز ثانی۔ ص ۱۰۰

لا موات المسلمین ولا حیائهم و
ذریاتہم الی یوم الدین و لمن غائب
عندہ من اخوانہ و یجاء الی اللہ
تعالیٰ بالدعاء عندہم و یكثر
التوسل بہم الی اللہ تعالیٰ لا نہ
سبحانہ و تعالیٰ اجتباہم و شرفہم
و کرمہم فکما نفع بہم فی الدنیا
ففی الآخرة اکثر۔ فمن اراد
حاجة فلیذہب الیہم و یتوسل
بہم فانہم الواسطة بین اللہ
تعالیٰ و خلقہ۔ و قد تقرر فی الشرع
و علم ما للہ تعالیٰ بہم من الاعتناء
و ذالک کثیر مشہور و ما زال انما
من العلماء و الاکابر کابر
مشرقاً و مغرباً ینبرکون بزیارة
قبورہم و یحییون برکة ذالک
حسناً و معنی و قد ذکر الشیخ الامام
ابو عبد اللہ بن النعمان رحمہ اللہ
فی کتابہ المسمی بسفینۃ النجا و لاہل
النجا و فی کلمات الشیخ الی النجا
فی اثنا عشر کلاماً علی ذالک ما ہذا لفظ
محقق لذوی البصائر و الاعتبار
ان زیارة قبور الصالحین بحیوۃ

کے لئے دعا کرے۔ اور ان اہل قبور کے پاس اللہ تعالیٰ
سے عاجزی و ندامت سے دعا کرے۔ اور بار بار ان کو اللہ
تعالیٰ کے تقرب کا وسیلہ بنائے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ
نے ان کو برگزیدہ بنایا اور بزرگ بنایا اور گرامی بنایا۔
پس جس طرح اس نے دنیا میں ان کے ذریعہ سے فائدہ پہنچایا
آخرت میں اس سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔ جو شخص کوئی
حاجت چاہے۔ اُسے چاہئے کہ ان کے پاس جائے
اور ان سے توسل کرے۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس
کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور شرع
میں ثابت و معلوم ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی کتنی توجہ و
مہربانی ہے اور وہ کثیر و مشہور ہے۔ اور مشرق و مغرب
میں علماء و اکابر قدیم سے ان کی قبروں کی زیارت کو مبارک
سمجھتے رہے ہیں اور ظاہر و باطن میں اس کی برکت محسوس
کرتے رہے ہیں۔ امام ابو عبد اللہ بن نعمان رحمہ اللہ
اپنی کتاب سفینۃ النجا میں یوں لکھتے ہیں:-
"صحابہ بصائر و اعتبار کے نزدیک یہ امر ثابت
ہے۔ کہ صالحین کی قبروں کی زیارت بغرض تبرک و
اعتبار پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی
موت کے بعد اسی طرح جاری ہے۔ جیسا کہ ان
کی زندگی میں تھی۔ اور ائمہ دین میں سے ہمارے
علمائے محققین کے نزدیک صالحین کی قبروں پر دعا
کرنا اور ان سے طلب شفاعت کرنا معمول بہ ہے۔"
وہ انبیاء و مرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین

لاجل التبرک مع الاعتبار فان
 برکة الصالحین جاریة بعد ماتهم
 کہا کانت فی حیا لقم۔ والدعاء
 عند قبور الصالحین والتشفع لهم
 معمول به عند علماء المحققین
 من ائمة الدین۔ انتهى
 واقا عظیم جناب الانبیاء والارسل
 صلوات الله وسلامه علیهم
 اجمعین فیاتی الیهم الزائر وتبعین علیہ
 قصدہم من الاماکن البعیة۔ فانما جاء
 الیہم۔ فلسوف بالذل والانکسار و
 المسکنة والفقر والفاقة والحاجة والا
 صطرار والخضوع ويحضر قلبہ وخاطرة الیہم
 والی مشاہدہم بعین قلبہ لایعین لہما
 لانہم لایملون ولا یتغیرون۔ ثم ینفی علی الله
 تعالیٰ بما هو احدہم لہم ویترضی من اصحابہم
 ثم یترحم علی التابعین اہم باحسان الی یوم الدین
 ثم یتوسل الی الله تعالیٰ بہم فی قضاء ما رددہ و
 مغفرة ذنوبہ ویستغیث بہم ویطلب حوائجہ
 منہم ویجزم بالاجابة ببرکتہم ویقوی حسن ظنہ
 فی ذلک فانہم باب الله المفتوح۔ وجرت
 سنة سبحانہ وتعالیٰ فی قضاء الحاج علی
 ایدایہم ویسببہم من عجز الیہم فلیس

کی بارگاہ عالی۔ سو نماز عید کے پاس جائے اور
 اسے چاہئے کہ دو روزانہ مقامات سے ان کا قصد کرے
 جب ان کے پاس پہنچے۔ تو ذل و انکسار و مسکنت
 و فقر و فاقہ و حاجت و اضطراب و غشوع ظاہر کرے
 اور اپنے دل کو ان کی طرف متوجہ کرے۔ اور چشم دل
 سے رنہ کہ چشم بصر سے ان کے مشاہدے میں مشغول
 ہو جائے۔ کیونکہ یہ بوسیدہ و متغیر نہیں ہوتے
 پھر اللہ تعالیٰ کی مناسب ثناء کے بعد ان پر
 درود بھیجے۔ اور ان کے اصحاب کے لئے رضائے
 خدا طلب کرے۔ اور ان کے تابعین تا قیامت
 کے لئے رحمت طلب کرے۔ پھر قضائے
 حاجات اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے
 ان کو بارگاہ الہی میں مسیدہ بنائے۔ اور ان
 سے استغاثہ کرے اور اپنی حاجتیں ان
 سے مانگے۔ اور ان کی برکت سے اجابت کا
 یقین کرے اور اس بارے میں اپنے حسن ظن
 کو قوی کرے۔ کیونکہ وہ حسد کا کھلا دروازہ
 ہیں۔ اور حسد کی یہ سنت جاریہ ہے کہ
 وہ ان کے ہاتھوں پر اور ان کے سبب
 سے قضائے حاجات فرماتا ہے۔ جو شخص
 ان کی خدمت میں پہنچنے سے عاجز ہو۔ اسے
 چاہئے کہ کسی دوسرے کے ہاتھ اپنا سلام
 پہنچائے۔ اور اپنی حوائج و مغفرت ذنوب

بالسلام عليهم ويزاكرها يحتاج اليه من
 حوائجهم ومغفرة ذنوبه وستر عيوبه الى
 غير ذلك فانهم السادة الاحرام والكرام لا يردون
 من سألهم ولا من توسل بهم ولا من تصدق
 ولا من حج اليهم - هذا الكلام في زيارة الانبياء
 والمرسلين عليهم الصلوة والسلام عمداً -
 واما في زيارة سيد الاولين والاخرين
 صلوات الله عليه وسلامه فكل ما ذكر
 يزيد عليه اصناف اعني في الانكسار
 والذل والمسكنة لانه الشافع المشفع
 الذي لا ترد شفاعة ولا يخيب من
 قصده ولا من نزل بساحته ولا من
 استعان او استغاث به اذ انه عليه
 الصلوة والسلام قطب دائرة الكمال و
 عماد من المملكة - قال الله تعالى في كتابه
 العزيز لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى
 قال علماء ونا رحمة الله تعلقه
 عليهم رآى صورته عليه
 الصلوة والسلام فاذا هو عروس
 المملكة - فمن توسل به او استغاث

بستر عيوب وغيره کا ذکر کرے۔ کیونکہ وہ سادات کرام
 ہیں۔ اور کرام رہیں نہیں کرتے اُس کو جو ان سے مجال
 کرے۔ اور نہ اس کو جو ان سے توسل کرے
 اور نہ اس کو جو ان کا قصد کرے اور نہ اُس کو
 جو ان کی پناہ لے۔ یہ کلام عام انبیاء و مرسلین
 علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے بارے میں ہے
 نہ زیارت سید الاولین والاخرین صلوات
 اللہ علیہ وسلم۔ ہوا نکسار و ذل و مسکنت
 جن کا ذکر اوپر ہوا ان کا اظہار اس بارگاہ عالی میں
 کئی گنا زیادہ کرے۔ کیونکہ حضور شافع مشفع ہیں۔
 کہ جن کی شفاعت رہیں ہوتی۔ اور وہ محروم نہیں
 رہتا جو آپ کا قصد کرے یا آپ کے آنگن میں
 اترے یا آپ سے مدد مانگے۔ یا آپ سے استغاثہ
 کرے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قطب دائرہ
 کمال اور عروس مملکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید
 میں فرماتا ہے:-

لَقَدْ رَأَى مِنْ	البتہ تحقیق دیکھا حضرت
آيَاتِ رَبِّهِ	نے اپنے رب کی نشانیوں
الْكُبْرَى	سے بڑی کر۔

ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کی تاویل میں کہا۔

لے عروس کے لئے سب چیزیں آراستہ کی جاتی ہیں۔ سب اُس کی خدمت کرتے ہیں۔ اور اس کا حکم مانتے
 ہیں۔ اور اُس کو خوش کرنے کے اسباب مہیا کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملک و
 ملکوت میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ مطلق ہیں۔ بساط و مرکبات میں آپ کا تصرف ہے۔ اور یہ عالم آپ
 ہی کے لئے بنا ہے۔ پس آپ عروس مملکت ہیں۔ کذا فی مطالع المسرات۔

به اطلب حوايجهم فلا يرد و
لا يخيب لما شهدت به المعاينة
والأثار ويحتاج الى الأدب الكلي
في زيارته عليه الصلوة و
السلام - وقد قال علماء وفارحة
الله عليهما ان الزائر يشعر بنفسه
بانده واقف بين يديه عليه الصلوة
والسلام كما هو في حياته اذ لا فرق
بين مرتته وحياته اعني في مشاهدته
لامته ومعرفته باحوالهم ونياتهم
وعزائمهم ونحو اطهرهم وذلك عند
جلي لا يخفاء فيه - فان قال القائل هذه
الصفات مختصة بالمرئي سبحانه و
تعالى فالجواب ان كل من انتقل الى
الآخرة من المؤمنين فهم يعلمون
احوال الاحياء غالباً وقد وقع ذلك
في الكثرة بحيث المنتهى من حكايات
وقعت منهم - ويحتمل ان يكون علمهم
بذلك عين عرض اعمال الاحياء
عليهم ويحتمل غير ذلك وهذه
الاشياء مغيبة عنا وقد اخبر
الصادق عليه الصلوة والسلام
بعرض الاعمال علم فلا بد من

کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شب معراج میں اپنی
ذات شریف کی صورت کو ملکوت میں دکھایا۔ تو ناگاہ
آپ عروس مملکت تھے۔ پس جس نے حضور سے
توسل یا استغاثہ کیا۔ یا حضور سے اپنی حاجتیں مانگیں۔
اس کی دعا رو نہیں ہوتی اور وہ محروم نہیں رہتا
جیسا کہ معاینہ و آثار اس پر شاہد ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت میں پورے
ادب کی ضرورت ہے۔ ہمارے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ
نے فرمایا ہے۔ کہ زائر یہ سمجھے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سامنے کھڑا ہوں جیسا کہ حضور حیات
شریف میں تھے۔ کیونکہ اپنی امت کے مشاہدے اور
ان کے احوال و نیات و عزائم و خواطر کی معرفت میں حضور
کی موت و حیات یکساں ہے۔ اور یہ آپ کے نزدیک ہے
اس میں کوئی پوشیدگی نہیں۔ اگر کوئی اعتراض کرے
کہ یہ صفات تو اللہ تعالیٰ سے مختص ہیں تو اس کا جواب
یہ ہے۔ کہ مومنوں میں سے جو عالم برزخ میں چلے جاتے ہیں
وہ زندوں کے حالات اکثر جانتے ہیں۔ چنانچہ حکایتوں
میں نہایت کثرت سے ایسے واقعات مذکور ہیں۔ اور
احتمال ہے کہ مریوں کو زندوں کے حالات کا علم اس
وقت ہو جاتا ہو۔ جب کہ ان پر زندوں کے اعمال پیش
کئے جاتے ہیں۔ اس کے صوا اور بھی احتمال ہے۔
یہ چیزیں ہم سے پوشیدہ ہیں۔ حالانکہ خود حضور
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے کہ زندوں کے اعمال ہمیں

وقوع ذلك والکیفیه فیہ غیر معلومۃ
واللہ اعلم بہا۔ وکفی فی ہذا بیانا
قولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام المؤمن
ینظر بنور اللہ انتہی۔ و نور اللہ
لا یحجبہ شیء۔ ہذا فی حق الاحیاء
من المؤمنین فکیف من کان منہم فی
الدار الاخرۃ۔ وقد قال الامام
ابو عبد اللہ القرطبی فی تذکرۃ
ماہذ الفظہ۔ ابن المبارک اخبرنا
رجل من الاضرار عن المنہال بن عمرو
حدثنا انہ سمع سعید بن المسیب یقول
لیس من یوم الا وتعرض علی النبی صلی اللہ
علیہ وسلم اعمال امتہ عند وہ
وعشیۃ فیرفہم بسیمائہم واعمام
فلذلک یشہد علیہم۔ قال اللہ تعالیٰ
فکیف اذا جننا من کل امة بشہید
وجننا بک علی ہؤلاء شہیدا
قال وقد تقدم ان الاعمال تعرض
علی اللہ تبارک وتعالیٰ یوم الخمیس
ویوم الاثنین وعلی الانبیاء والاباء
والامہات یوم الجمعة ولا تعارض
فانہ یحتمل ان ینتخص بنینا علیہ
الصلوٰۃ والسلام بعرض کل یوم

پر پیش ہوتے ہیں۔ پس اس کے وقوع میں شک نہیں
لگتا ہمیں اس کی کیفیت معلوم نہیں۔ خدا کو خوب
معلوم ہے۔ اس کے بیان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
کا یہ قول کافی ہے "مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے"
اور خدا کے نور کے لئے کوئی چیز حاجب نہیں یہ تو
زندہ مومنوں کے حق میں ہے۔ ان میں سے جو
دار آخرت میں پہلا جاتا ہے اس کا کیا حال ہوگا ایم
ابو عبد اللہ قرطبی نے اپنی کتاب مذکرہ میں یوں فرمایا
عبد اللہ بن مبارک راوی ہیں کہ انصار میں سے
ایک شخص نے ہمیں خبر دی کہ منہال بن عمرو نے
سعید بن مسیب کو سنا کہ فرماتے تھے کہ کوئی دن
ایس نہیں کہ امت کے اعمال صبح و شام نبی صلی اللہ
علیہ وسلم پر پیش نہ کئے جاتے ہوں پس حضور ان کو ان کے
پہروں سے اور ان کے اعمال کو پہچانتے ہیں۔ اسی واسطے
آپ اپنی امت پر شہادت دیں گے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد
فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ
اُمَّةٍ بِشَہِیْدٍ وَجِئْنَا بِکَ
عَلٰی هٰؤُلَاءِ شَہِیْدًا ۝ اور میں گئے تم تک کو ان پر گواہ
اور پہلے آچکا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ پر چشتہ اور
دو شنبہ کو اور پیمبروں اور بالوں اور ماؤں پر جمع کے دن
پیش ہوتے ہیں۔ اس میں کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ ہر حال
ہے کہ اعمال کا ہر روز پیش ہونا ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام
سے مختص ہو اور جمعہ کے دن میں ہونا حضور سے اور دیگر

وليام الجمعة مع الا بنياء - انتهى
 فالتوسل به عليه الصلوة والسلام
 هو محل حظ اعمال الاونا واثقال
 الذنوب والخطايا لان بركة شفاعته
 عليه الصلوة والسلام وعظمتها عند
 ربه لا يتعاضدها ذنب اذا انها اعظم
 من الجميع فليست بشر من ذنبا و
 يلجأ الى الله تعالى بشفاعته بنيد عليه
 الصلوة والسلام من لم يرسا -
 اللهم لا تحرمنا من شفاعته بحرمته
 عندك امين يارب العالمين - ومن
 اعتقد خلاف هذا فهو المحروم -

پہنبروں سے مخصوص ہو۔

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل کرنا
 گناہوں اور خطاؤں کے بوجھوں کے ساقط ہونے کا
 محل ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت کی
 برکت اور اللہ کے نزدیک آپ کی عظمت کے سامنے کوئی
 گناہ بڑا نہیں۔ اس لئے کہ آپ کی شفاعت سب سے بڑھ کر
 ہے۔ پس چاہئے کہ خوش ہوئے۔ وہ شخص جس نے
 حضور کی زیارت کی جو شخص زیارت کے لئے حاضر
 نہ ہو سکا۔ وہ حضور کو شفیع بنا کر خدا کی پناہ لے۔
 اللهم لا تحرمنا من شفاعته بحرمته عند
 امین یارب العالمین۔ جو شخص اس کے خلاف
 عقیدہ رکھتا ہے وہ محروم ہے۔

امام محمد بن موسیٰ بن نعمان مراکشی فاسی مالکی (متوفی ۶۸۳ھ) نے ۶۳ھ میں حج سے
 واپس آکر اپنی کتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام فی الیقظة والمعام تصنیف کی
 علامہ مہودی نے اس میں سے چند مثالیں ایسے اشخاص کی نقل کی ہیں۔ کہ جنہوں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا یا حضور کی قبر شریف کے پاس آپ سے کچھ مانگا۔ اور ان کو
 ان کا۔ مطلوب حاصل ہو گیا۔ ہم ذیل میں وفاء الوفا کے علاوہ دیگر کتب سے بھی توسل و استغاثہ کی
 نقل کرتے ہیں۔

(۱) حافظ محمد بن منکر (متوفی ۲۰۵ھ) کا بیان ہے۔ کہ ایک شخص نے میرے والد کے
 پاس اتنی دینار بطور امانت رکھے۔ اور وہ یہ کہہ کر جہاد پر چلا گیا۔ کہ میری واپسی تک اگر تمہیں
 ضرورت پیش آئے۔ تو خرچ کر لینا۔ والد نے مخطوط سالی کے سبب سے وہ دینار خرچ کر لئے
 اس شخص نے واپس آکر اپنی امانت طلب کی۔ والد نے جواب دیا کل میرے پاس آنا۔ اور رات مسجد نبوی
 میں گذاری کیجی قبر شریف سے پیٹتے۔ اور کبھی منبر حنیف سے۔ یہاں تک کہ قبر شریف سے استغاثہ

کرتے کرتے صبح ہونے کو آئی۔ ناگاہ تاریکی میں ایک شخص نمودار ہوا۔ وہ یہ کہہ رہا تھا: اے ابو محمد! یہ لو! والد نے ہاتھ بڑھایا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک تھیلی ہے جس میں اتنی دینار ہیں۔ صبح کو والد نے وہی دینار اُس شخص کو دے دیئے۔

(۲) امام ابو بکر مرقی کا قول ہے۔ کہ میں طبرانی اور ابوالشیخ حرم نبوی میں فاقہ سے تھے۔ جب عشاء کا وقت آیا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ! ہم بھوکے ہیں!“ یہ عرض کر کے میں لوٹا۔ ابوالقاسم (طبرانی) نے مجھ سے کہا کہ بیٹھو۔ رزق آئے گا یا موت۔ ابو بکر کا بیان ہے کہ میں اور ابوالشیخ سو گئے۔ اور طبرانی نے بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے۔ ایک علوی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا۔ ہم نے کھولا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُس کے ساتھ دو غلام ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس ایک زنبیل بھری ہوئی ہے۔ ہم نے پچھ کر کھایا اور خیال کیا کہ بقیہ کو غلام لے لے گا۔ مگر وہ باقی کو ہمارے پاس چھوڑ گئے۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے۔ تو علوی نے ہم سے کہا۔ کیا تم نے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی تھی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے پاس کچھ لے جاؤں۔

(۳) ابن جلد کا بیان ہے۔ کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور فاقہ سے تھا میں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا ”میں آپ کا مہمان ہوں!“ اتنا عرض کر کے میں سو گیا۔ خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی۔ آدھی میں نے کھالی۔ آنکھ کھلی۔ تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

(۴) ابوالخیر اقطع ذکر کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور فاقہ سے تھا۔ پانچ دن اسی طرح رہا۔ پھر قبر شریف پر حاضر ہوا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ شریفین پر سلام عرض کیا اور بول گیا ”یا رسول اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں!“ یہ عرض کر کے میں قبر شریف کے پیچھے سو گیا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت ابو بکر آپ کے دائیں طرف اور حضرت عمر بائیں طرف اور حضرت علی سامنے ہیں۔ مجھے حضرت علی نے ہلایا۔ اور کہا کہ اٹھو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ میں نے اٹھ کر حضور کی پیشانی بوسہ دیا۔ حضور نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی۔ آدھی میں نے کھالی۔ آنکھ کھلی۔ تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔

(۵) ابو عبد اللہ محمد بن زرعہ صوفی ذکر کرتے ہیں۔ کہ میں اور میرا باپ اور ابو عبد اللہ بن خفیف مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ ہم رات کو بھوکے رہے۔ میں ابھی بالغ نہ ہوا تھا اور اپنے والد کے بار بار کہتا تھا کہ میں بھوکا ہوں میرے والد نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! آج رات میں آپ کا ہمان ہوں"۔ یہ عرض کر کے والد مراقب ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد انہوں نے سراٹھایا۔ تو کبھی روتے اور کبھی ہنستے۔ ان سے سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے کچھ درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے۔ ہاتھ جو کھولا۔ تو اس میں وہ درہم موجود تھے۔ والد نے ان درہموں میں برکت دی کہ ہم شیرازہ آگئے۔ اور ان میں سے خرچ کرتے۔

(۶) احمد بن محمد صوفی کا بیان ہے۔ کہ میں تین مہینے بیابان میں پھرتا رہا پھر مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ اور روضہ شریف پر حاضر ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حضرات شریفین پر سلام عرض کیا۔ پھر سو گیا۔ خواب میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے احمد! تم آگئے ہو؟" میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ میں بھوکا ہوں اور آپ کا ہمان ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کھولو۔ میں نے کھول دیئے حضور نے درہموں سے بھر دیئے۔ میری آنکھ کھلی۔ تو دونوں ہاتھ درہموں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے نان میدہ اور فالودہ خریدا اور کھرایا۔ پھر اسی وقت صحرا کی راہ لی۔

(۷) حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں بالاسناد نقل کیا ہے۔ کہ ابوالقاسم ثابت بن احمد بغدادی ذکر کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے پاس نماز صبح کے لئے آذان دی۔ اور اس میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا۔ خدام مسجد میں سے ایک نے یہ سن کر اس پر تھپڑ مارا۔ اس شخص نے رو کر عرض کیا۔ "آپ کے حضور میں میرے ساتھ یہ سلوک کیا جاتا ہے؟" اسی وقت اس خادم پر نالج گرا۔ اُسے ہاں سے اٹھا کر گھر لے گئے۔ اور وہ تین دن کے بعد مر گیا۔

(۸) بخندہ روایات ابن نعمان یہ ہے۔ کہ میں نے ابوالسحاق ابراہیم بن سعید سے سنا۔ کہ

سے علامہ سمہوری اس کے بعد لکھتے ہیں۔ کہ ابو بکر مفری کا واقعہ دنار لابن جوزی میں ہے۔ باقی واقعات مذکورہ

بالا کو ابن جوزی کے علاوہ اوروں نے بھی ذکر کیا ہے۔

فرماتے تھے۔ کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ میرے ساتھ تین فقیر تھے ہم فاقہ میں مبتلا ہوئے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں تین دن کافی ہیں خواہ کسی چیز کے ہوں۔" اس کے بعد ایک شخص مجھ سے ملا۔ اُس نے مجھے تین مددہ کھجوریں عطا کیں۔

(۹) امام ابن نعمان ہی بروایت ابو العباس بن نفیس مرقی ضریر نقل کرتے ہیں۔ کہ اُس نے کہا کہ میں مدینہ منورہ میں تین دن بھوکا رہا۔ میں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں بھوکا ہوں۔" یہ عرض کر کے میں سو گیا۔ ایک کینز نے پاؤں مار کر مجھے جگا دیا۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گئی۔ اور گیسوں کی روٹی اور کھی اور کھجوریں پیش کیں۔ اور کہا: "ابو العباس! کھاؤ۔ میرے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ کھانا تیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ تمہیں جب بھوک لگے۔ تو ہمارے پاس آ جایا کرو۔"

(۱۰) علامہ مہودی اپنے مسموعات یوں بیان کرتے ہیں میں نے شریف ابو محمد عبد السلام بن عبد الرحمن حبیبی فاسی کو سنا کہ فرماتے تھے۔ میں مدینہ منورہ میں تین دن رہا۔ مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا۔ میں نے منبر شریف کے پاس دو گانہ ادا کر کے یوں عرض کیا: "اے میرے جد بزرگوار! میں بھوکا ہوں۔ اور آپ سے خریدنا لگتا ہوں۔" یہ عرض کر کے میں سو گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے مجھے جگا دیا۔ میں نے دیکھا کہ اس کے پاس ایک پیالہ چوبیس ہے جس میں ٹرید گھی اور مصالح و گوشت ہے۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ کھا لو۔ میں نے پوچھا کہ تم یہ کہاں سلائے ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ میرے بچے تین دن سے اسی کھانے کی تمنا کرتے تھے۔ آج اللہ تعالیٰ نے کچھ کشائش کر دی۔ تو میں نے یہ کھانا تیار کیا۔ پھر میں سو گیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ کہ فرما رہے ہیں۔ کہ تمہارا ایک بھائی مجھ سے اسی کھانے کی آرزو کرتا ہے۔ تم اس میں سے اُس کو بھی کھلاؤ۔

میں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی الامان کو سنا کہ فرماتے تھے۔ کہ میں مدینہ منورہ میں محراب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عقب میں تھا۔ شریف مکر قاسمی محراب مذکور کے پیچھے سوئے ہوئے تھے۔ وہ اٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے۔ اور ہمارے پاس سکر اتے

ہوئے آئے شمس الدین صواب خادم روضہ شریف نے ان سے مسکرائے کا سبب دریافت کیا انہوں نے بیان کیا۔ کہ میں فاقہ سے تھا۔ اپنے گھر سے نکل کر بیت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں آیا۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ عرض کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دود کا پیالہ عطا فرمایا۔ میں نے پی لیا۔ اور سیراب ہو گیا۔ دیکھ لو یہ موجود ہے۔ اور اپنے منہ میں سے اپنے ہاتھ پر دود تھوک کر دکھلا دیا ہم نے مشاہدہ کیا کہ ان کے منہ میں دود تھا۔ میں نے عبد اللہ بن حسن و میاتی کو سنا کہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے عبد القادر تنیسی نے حکایت کی۔ کہ میں فقیروں کی طرح سفر کر رہا تھا۔ میں نے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اور بھوک کی شکایت کی۔ میں وہیں سو گیا۔ ایک نوجوان نے مجھے جگا دیا۔ اور اپنے ساتھ لے گیا۔ اُس نے شہید کا ایک پیالہ اور کئی قسم کی کھجوریں اور بہت سی روٹیاں پیش کیں۔ میں نے کھانا کھایا۔ اُس نے گوشت و نان و تر سے میرا گوشہ دان بھر دیا اور بیان کیا کہ میں نماز پانچت کے بعد سویا ہوا تھا۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ میں تمہیں یہ کھانا پہنچا دوں۔ حضور نے مجھے تمہاری جگہ بھی بتا دی اور فرمایا کہ تم نے حضور سے یہی تمنا کی تھی۔

میں نے اپنے دوست علی بن ابراہیم بوعیری کو سنا کہ فرماتے تھے کہ عبد السلام بن ابی قاسم صقلی ذکر کرتے تھے۔ کہ ایک ثقہ شخص نے جس کا نام مجھے یاد نہیں رہا مجھ سے بیان کیا۔ کہ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ میرے پاس کچھ نہ تھا۔ میں کمزور ہو گیا تھا۔ ایک روز حجرہ شریف کے پاس آ کر میں نے عرض کیا "یا سید الاولین والآخرین! میں مصر کا رہنے والا ہوں۔ پانچ ماہ سے آپ کی خدمت میں ہوں۔ کمزور ہو گیا ہوں۔ یا رسول اللہ! خدا سے دعا فرمائیے کہ میرے پاس کوئی بندہ ایسا بھیج دے جو مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا مجھے اپنے ساتھ لے جاتے" میں یہ عرض کر کے منبر شریف کے پاس بیٹھ گیا۔ ناگاہ ایک شخص حجرہ میں داخل ہوا۔ اس نے کچھ کلام کیا اور کہا۔ اے جد بزرگوار! اے جد بزرگوار! پھر میری طرف آیا۔ اور میرا ہاتھ پکڑ کر باب جبریل سے نکلا۔ اور بقیع میں سے ہونا ہوا ایک خیمہ میں پہنچا۔ وہاں اُس نے غلام رکینز سے کہا۔ کہ اپنے یہاں کے لئے کھانا تیار کرو۔ چنانچہ غلام لکڑیاں چن لایا۔ اور رکینز نے انج پوس کر روٹی پکائی۔ روٹی کے ساتھ

گھی اور کھجوریں تھیں۔ میں ادھی روٹی سے سیر ہو گیا۔ اُس نے باقی ادھی اور دو صاع کھجوریں میرے توشہ دان میں ڈال دیں۔ جب میں فارغ ہوا۔ تو اُس نے میرا نام پوچھا میں نے بتلا دیا۔ پھر مجھ سے کہا۔ کہ تجھے خدا کی قسم! میرے بعد بزرگوار کے پاس پھر شکایت نہ کرنا۔ کیونکہ انہیں غلام گولہ گزرتا ہے۔ آج سے بھوک کے وقت تیرا رزق تیرے پاس آجایا کرے گا۔ یہاں تک کہ سفر کے لئے تجھے کوئی ساتھی مل جائے۔ پھر اُس نے اپنے غلام سے کہا کہ ان کو حجرہ شریف میں پہنچا دو۔ جب میں غلام کے ساتھ بقیع میں آیا۔ تو میں نے اس سے کہا کہ اب تم لوٹ جاؤ۔ میں پہنچ جاؤں گا۔ اُس نے کہا۔ یا سیدی! میں تو آپ کو حجرہ شریف میں پہنچا کر ہی آؤں گا۔ مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے آقا کو بتادیں۔ عرض وہ مجھے حجرہ شریف میں پہنچا کر پتلا گیا۔ میں چار روز توشہ دان میں سے کھاتا رہا۔ پھر مجھے بھوک لگی۔ تو وہی غلام مجھے کھانا دے گیا۔ بعد ازاں ایسا ہی ہوتا رہا۔ کہ جب مجھے بھوک لگتی۔ کھانا پہنچ جاتا یہاں تک کہ ایک جاء تکے ساتھ میں بقیع کی طرف نکلا۔

(۱۱۷) علامہ مہودی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں مسجد نبوی میں تھا۔ مصر کے حاجیوں کا قافلہ زیارت کو آیا۔ میرے ہاتھ میں خلوت کی کنجی تھی۔ جس میں میری کتابیں تھیں۔ ایک مصری عالم نے کہا۔ کہ میرے ساتھ روزہ شریف میں چلو۔ جب میں واپس آیا۔ تو مجھے کنجی نہ ملی۔ میں نے ہر چند مختلف جگہوں میں تلاش کی مگر نہ ملی۔ یہ مجھ پر بہت ناگوار گزرا۔ کیونکہ اُس وقت مجھے کنجی کی سخت ضرورت تھی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ ”یا سیدی! یا رسول اللہ! میری خلوت کی کنجی گم ہو گئی ہے۔ مجھے اُس کی ضرورت ہے۔ میں آپ کے دروازے سے مانگتا ہوں! یہ عرض کر کے میں واپس آیا۔ تو ایک لمبے کے کو جسے میں نہ پہچانتا تھا۔ خلوت کے قریب دیکھا۔ اُس کے ہاتھ میں وہ کنجی تھی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہیں یہ کہاں سر ملی؟ اُس نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجہ شریف کے پاس تھی۔ میں نے وہاں سے اٹھالی۔

(۱۱۵) علامہ منتظلی موہب لدنیہ میں اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ کئی سال مجھے ایک بیماری لاحق رہی۔ جس کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے۔ میں نے ۲۸ جمادی الاولیٰ ۸۹۳ھ کی رات

کو مکہ مشرفہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا۔ خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا۔ جس کے پاس ایک کاغذ ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے۔ کہ اذن شریف نبوی کے بعد حضرت شریفہ سے یہ احمد بن قسطلانی کی دعا ہے۔ جب میری آنکھ کھلی۔ تو والدین نے اس بیماری کا کوئی نشان نہ پایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے شفا حاصل ہو گئی۔

(۱۶) علامہ قسطلانی اپنا دوسرا واقعہ یوں ذکر کرتے ہیں۔ کہ ۵۸۵ھ میں زیارت شریف کے بعد میں مصر کو آ رہا تھا۔ کہ مکہ کے راستے میں ہماری خادمہ غزالہ جلشیہ پرکشی روز آسید کا اثر رہا۔ اس بارے میں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا۔ خواب میں ایک شخص نظر آیا جس کے ساتھ وہ جن تھا۔ اُس نے کہا کہ اس جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں نے اس جن کو بلا مت کی اور اُس سے حلف لیا کہ آئندہ اُس خادمہ کے پاس نہ آئے گا۔ میری آنکھ کھلی۔ تو خادمہ پر آسید کا کچھ اثر نہ تھا گو یا اُس کو قید سے رہا کر دیا گیا ہے۔ وہ عافیت میں رہی۔ یہاں تک کہ میں نے ۸۹۷ھ میں اس کو علیحدہ کر دیا۔

(۱۷) علامہ یوسف زہبانی نقل فرماتے ہیں۔ کہ کثیر بن محمد بن رفاعہ نے بیان کیا۔ کہ ایک شخص عبد الملک بن سعید بن خبیر بن جبر کے پاس آیا۔ اُس نے اُس شخص کا پیٹ ٹوٹا اور کہا کہ تجھے لا علاج بیماری ہے۔ اُس نے پوچھا کہ کیا بیماری ہے؟۔ ابن جبر نے کہا کہ ڈبیلہ۔ یہ سن کر وہ لوٹ آیا اور اُس نے تین بار یوں دُنا مانگی:-

اللہ اللہ اللہ ربی لا اشرک بہ شیدئا
اللهم ائی التوجه الیک بنبیک محمد
صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة یا محمد
ای التوجه الی ربک وربی ان یرحمنی
مہابی رحمة یغیننی بها عن رحمة من
سواہ

اللہ اللہ اللہ۔ اللہ میرا پورا دُکار ہے۔ میں اُس کے ساتھ کسی کو
شریک نہیں ٹھہرتا۔ یا اللہ! میں تیری بارگاہ میں تیرے نبی
محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی الرحمة کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔
یا محمد! میں آپ کے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ
پیش کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بیماری میں مجھ پر ایسی رحمت کرے
کہ جس سے کسی غیر کی رحمت سے مجھے بے نیاز کر دے۔

اس دعا کے بعد وہ پھر ابن جبر کے پاس گیا۔ اُس نے اس کا پیٹ ٹوٹا۔ تو کہا کہ تو تندرست ہو گیا

یہ ایک پیٹ کی بیماری کا نام ہے۔

ہے۔ تجھے کوئی بیماری نہیں ملے۔

(۱۸) ابو عبد اللہ سالم معروف بہ خواجہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ گویا میں دریا تھے قیل کے ایک جزیرہ میں ہوں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بگڑے ہوئے شخص مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ میں اس سے ڈر گیا۔ ناگاہ ایک شخص نے جو میرے ذہن میں آیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مجھ سے فرمایا۔ کہ جب تو کسی سختی میں ہو۔ تو یوں پکارا کہ:-

أَنَا مُسْتَجِيرُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ | يَا رَسُولَ اللَّهِ! میں آپ سے پناہ مانگنے والا ہوں۔

اتفاق سے ان ہی ایام میں ایک نابینا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ارادہ کیا۔ میں نے اس سے اپنا خواب بیان کر دیا اور کہہ دیا کہ جب تو کسی سختی میں مبتلا ہو۔ تو یوں پکارا کہ انا مستجیر بک یا رسول اللہ۔ وہ روانہ ہو کر رابع میں پہنچا۔ وہاں پانی کی قلت تھی۔ اس کا خدمتگار پانی کی تلاش میں نکلا۔ راوی کا قول ہے۔ کہ اُس نابینا نے مجھ سے ذکر کیا۔ کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی۔ میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا۔ اسی اثنا میں مجھے تمہارا قول یاد آ گیا۔ میں نے کہا۔ انا مستجیر بک یا رسول اللہ۔ اسی حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی۔ کہ تو اپنی مشک بھر لے۔ میں نے مشک میں پانی کے گرنے کی آواز سنی یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شخص کہاں سے آ گیا۔

(۱۹) ابو الحسن علی بن مصطفیٰ اعقلانی ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہم بحر عیناب میں کشتی میں جب یہ کو روانہ ہوئے۔ سمندر میں طغیانی آگئی۔ ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا۔ جب ہم ڈوبنے لگے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کرنے لگے اور یوں پکارنے لگے۔ یا محمد! یا محمد! ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نیک دل شخص تھا۔ وہ بولا۔ ہا جیو! گھبراؤ مت۔ تم بچ جاؤ گے۔ کیونکہ ابھی میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں میں نے حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کی امت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے۔ حضور نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مدد کرو۔ مغربی کا قول ہے۔ کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا۔ کہ حضرت صدیق اکبر سمندر میں گھس گئے۔ انہوں نے کشتی کے توار پر اپنا ہاتھ ڈالا۔ اور

۱۹ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۹

۲۰ حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین ص ۶۹

کھینچتے رہے یہاں تک کہ خشکی سے جا لگے۔ چنانچہ ہم صبح و سالم رہے۔ اور اس کے بعد بجز خیر صبح
نے کچھ نہ دیکھا۔ اور صبح و سالم خشکی پر پہنچ گئے۔

(۲۰) علامہ نہمانی شواہد الحق میں عبد الرحمن جزولی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ وہ
فرماتے تھے۔ کہ میری آنکھ ہر سال خراب ہو جاتا کرتی تھی۔ ایک سال مدینہ منورہ میں میری آنکھ
دکھنے لگی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کی۔ ”یا رسول اللہ! میں
حضور کی حمایت میں ہوں اور میری آنکھ دکھ رہی ہے۔“ پس مجھے آرام ہو گیا۔ اور حضور کی برکت
سے اب تک مجھے آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

(۲۱) علامہ نہمانی شواہد الحق میں کتاب الارشادات الی معرفۃ الزیارات سے نقل کرتے ہیں۔ کہ
اس کے مصنف شیخ ابو الحسن علی بن ابی بکر الساج الہروی (متوفی بجلب اللہ) کہتے ہیں۔ کہ
جزیرہ میں ایک شہر تو نہ ہے۔ وہاں مشہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مشہد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
موجود ہیں۔ میں نے جزیرہ والوں سے ان مشاہد کی نسبت دریافت کیا کہ کیا یہ نبی صلی اللہ
علیہ وسلم اور علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام پر بنائے گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ
قصہ طلب ہے۔ پھر ایک خواجہ صورت شیخ کو بلا کر بتلایا۔ کہ یہ شخص جزام میں مبتلا ہو گیا تھا۔ لوگوں نے
اس کی بیماری سے ڈر کر اسے جزیرہ کے ایک طرف نکال دیا تھا۔ ایک رات اس نے ایسا نکل مچایا
کہ لوگ وہاں پہنچ گئے۔ اور اسے تند رست کھڑا دیکھا۔ جب اس کا حال دریافت کیا گیا۔ تو اس نے
بیان کیا۔ کہ اس جگہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ فرماتے ہیں ”یہاں مسجد بنواؤ۔“
میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں بیمار ہوں۔ لوگ میری بات کا یقین نہ کریں گے۔ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے علی! اس کا ہاتھ پکڑو۔ حضرت علی
نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں تند رست ہو کر کھڑا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔
امام ابن نعمان مصنف مصباح الظلام فرماتے۔ کہ میں نے اس مسجد کو دیکھا ہے۔ ہمارے
استاد حافظ میاطی اور دیگر شیوخ اس قصہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور اس کو صحیح بتاتے تھے۔ یہ قصہ
وہاں مشہور ہے۔ اور اس مسجد البنی کہتے ہیں۔

(۲۲) علامہ بہمانی اپنی کتاب سعادت الدارین میں خود اپنے استغاثہ کا قصہ یوں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ کسی ناخدا ترس دشمن نے میرے اوپر ایسا افتراء باندھا۔ کہ سلطان عبدالحمید خان نے حکم دیا کہ مجھے معزول کر کے دور علاقہ میں بھیج دیا جائے۔ یہ سن کر مجھے بیقرار ہی ہوئی۔ جمعرات کا دن تھا۔ جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغاثہ پڑھا۔ اور تین سو پچاس بار یہ درود شریف پڑھا۔ اللہم صل علی سیدنا محمداً وعلیٰ آل سبتنا محمد۔ قد صافت حیلتي اذ رکنی بارسول اللہ۔ مجھے نیند آگئی۔ آخر رات پھر جاگا اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا۔ جمعہ کی شام ہی کو سلطان کی طرف سے تارا گیا کہ مجھے بحال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سلطان کو نصرت دے اور مفتری کو رسوا کرے۔ والحمد لله رب العالمین۔

(۲۳) امام شرف الدین بوصیری (متوفی ۶۹۴ھ) اپنے قصیدہ بردہ کا سبب تصنیف یوں بیان فرماتے ہیں:-

”میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت سے قصیدے لکھے جن میں سے بعضے وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کی درخواست پر تصنیف ہوئے۔ بعد ازاں ایسا اتفاق ہوا۔ کہ میں مرض فالج میں مبتلا ہو گیا۔ اور اس سے میرا نصف بدن بیکار ہو گیا۔ میرے جی میں آئی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح میں ایک اور قصیدہ لکھوں۔ چنانچہ میں نے یہ قصیدہ بردہ تیار کیا۔ اور بتوسل حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ باری تعالیٰ میں اپنی حاجت کے لئے دعا کی۔ میں نے اس قصیدے کو بار بار پڑھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے دعا کی اور سو گیا۔ (اب دیکھئے احمد مختار کی مسیحائی اور محمد عربی کی چارہ فرمائی)۔ خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دست شفا میرے مفلوج حصہ پر پھیرا۔ اور اپنی چادر (برودہ) مبارک مجھ پر ڈال دی۔ آنکھ کھلی۔ تو میں نے اپنے تئیں تندہ دست و توی پایا۔ میں نے اس قصیدے کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا۔ مگر جب میں صبح کو اٹھ کر گھر سے نکلا۔ تو راستے میں ایک درویش نے مجھ سے کہا۔ کہ وہ قصیدہ تجھے عنایتاً جسرا مائے بوتم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے۔ میں نے کہا۔ آپ کونسا قصیدہ طلب فرماتے ہیں؟ وہ

بولے کہ جو تم نے بحالت مرض لکھا ہے۔ اور اس کا مطلع بھی بتا دیا اور یہ بھی فرمایا۔ کہ خدا کی قسم! رات کو یہی قصیدہ میں نے دربار نبوی میں سنا ہے۔ جب یہ پڑھا جا رہا تھا۔ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو سن سن کر یوں جھوم رہے تھے جیسا کہ باد نسیم کے جھونکے سے میوہ دار درخت کی شاخیں جھومتی ہیں حضور انور نے ان کو پسند فرمایا اور پڑھنے والے پر ایک چادر ڈال دی۔ یہ سن کر میں نے یہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا۔ اُس نے لوگوں سے ذکر کر دیا۔ اور یہ خواب مشہور ہو گیا۔

(۲۷) شیخ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد جزری شافعی (متوفی ۳۳۷ھ) اپنی مشہور کتاب

حصن حصین من کلام سید المرسلین کے دیباچہ میں اپنے استغاثہ کا ذکر یوں کرتے ہیں:-

”جب میں اس کی ترتیب و تہذیب پوری کر چکا۔ تو مجھے ایسے دشمن (امیر تمیر) نے طلب کیا

کہ اللہ کے سوا کوئی اُس کو دفع نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس دشمن سے چھپ کر بھاگ گیا اور

اس کتاب کو میں نے اپنا حصین بنایا۔ میں نے حضور سید المرسلین کو خواب میں دیکھا۔ میں

حضور کے بائیں جانب بیٹھا ہوا ہوں۔ حضور گویا فرما رہے ہیں۔ کہ تو کیا چاہتا ہے؟ میں نے

عرض کیا۔ یا رسول! میرے لئے اور مسلمانوں کے لئے اللہ سے دعا کیجئے۔ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے۔ میں دیکھ رہا تھا۔ آپ نے دعائے مانگی۔

پھر دست مبارک چہرے پر ملے۔ یہ زیارت شبِ پنجشنبہ کو ہوئی۔ اور شبِ یک شنبہ کو دشمن

بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث کی برکت سے جو اس کتاب میں ہیں مجھے اور مسلمانوں

کو دشمن سے نجات دی۔“

(۲۵) فقیہ ابو محمد اشبیلی نے اپنی کتاب فضیلت حج میں لکھا ہے۔ کہ اہل غرناطہ میں سے

ایک شخص کو ایسا مرض لاحق ہو گیا۔ کہ اُس کے علاج سے اطباء عاجز آگئے اور شفا سے

مایوس ہو گئے۔ ذہیر ابو عبد اللہ محمد بن ابی الخصال نے ایک نامہ بحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم لکھا۔ اور اس مریض کی شفا کے لئے اشعار میں حضور سے توسل کیا۔ یہ نامہ کسی کے ہاتھ میں

منورہ کو بھیج دیا گیا۔ جب وہ اشعار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ شریف پر پڑھے گئے۔

۱۰ فوات الریاض للعلامة محمد بن شاكر بن احمد كرتبي متوفى ۶۲۷ھ - ترجمہ محمد بن سعید بوسیری۔

تو بیمار اپنے وطن میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ نامہ لے جانے والے نے واپس آ کر اسے دیکھا۔ تو ایسا تندرست پایا کہ گویا وہ کبھی بیمار ہی نہ ہوا تھا۔

(۲۶) ابو محمد عبدالمدون محمد زوی کمال جو اندلس میں ایک نیک شخص تھا۔ بیان کرتا ہے۔ کہ اندلس میں ایک شخص کا بیٹا قید ہو گیا۔ وہ اپنے بیٹے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنے کے لئے اپنے شہر سے نکلا۔ راستے میں کوئی اُس کا واقف ملا۔ اُس نے کہا۔ کہا جلتے ہو؟ اُس شخص نے جواب دیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کرنے جاتا ہوں۔ کیونکہ رومیوں نے میرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے۔ اور تین سو دینار زرہ فدیہ قرار دیا ہے۔ مجھ میں استطاعت نہیں۔ اُس واقف نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ ہر جگہ مفید ہے۔ مگر وہ نہ مانا۔ جب مدینہ میں پہنچا۔ تو روضہ شریف پر حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسل کیا۔ اُس نے خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔ کہ تم اپنے وطن کو لوٹ جاؤ۔ جب وہ اپنے شہر میں واپس آیا۔ تو اپنے بیٹے کو موجود پایا۔ اُس سے حال دریافت کیا۔ تو بیٹے نے کہا۔ کہ فلاں رات مجھ کو اور بہت سے قیدیوں کو خدا تعالیٰ نے رہائی دی۔ ناگاہ وہ رات وہی تھی۔ کہ اس کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ (مشواہد الحق)۔

(۲۷) ابراہیم بن مرزوق بیانی کا بیان ہے۔ کہ جزیرہ شقر کا ایک شخص قید ہو گیا۔ اور بیڑیوں اور کاٹھ میں بھوک دیا گیا۔ وہ بارہ روز اند پکار پکار کر فریاد کرتا تھا۔ اُس کے بڑے دشمن نے طنزاً کہا۔ کہ اُس سے کہو کہ تمہیں چھڑا دیے۔ جب رات ہوئی۔ تو ایک شخص نے اُسے بلایا اور کہا کہ اذان کہو۔ وہ لولا کہ تم نہیں دیکھتے کہ میں کس حال میں ہوں؟ پھر اُس نے اذان کہی جس وقت وہ اشہد ان محمداً رسول اللہ پر پہنچا۔ تو اُس کی بیڑیاں وغیرہ خود بخود ٹوٹ گئیں۔ اور اس کے سامنے ایک باغ نمودار ہوا۔ وہ باغ میں پھر رہا تھا۔ کہ اُسے ایک راستہ مل گیا جس سے وہ جزیرہ شقر میں جا پہنچا۔ اور اُس کا قصہ اس کے شہر میں مشہور ہو گیا۔ (مشواہد الحق)

(۲۸) سیدی محمد بن سعید بصری الاصل قریشی شافعی دمتونی ۸۳۹ھ کے خلاف شاہین نے کچھ طلب دنیا کے لئے لکھ دیا تھا۔ اس پر آپ نے حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں یوں توسل و استغاثہ کیا۔

میرے واسطے نبی محمد کے بھاء کے سوا کوئی ایسا بھاء نہیں کہ جس کے وسیلہ سے میں محفوظ رہوں اور اپنے مقصد کو پہنچوں کیونکہ بہت دفعہ آپ کے وسیلہ سے میری تکلیف وہ ہو گئی حالانکہ میں ملامت کرنے والے لشکر کے گمان میں محتاج و بیچ تھا۔ اے دل تو بے صبری نہ کر اور اچھا مرد بن۔ جو احمد سے غارت کا امیدوار رہے۔ کیونکہ قریب ہے تجھے شام کو فائدہ پہنچیں گے۔ اور امید ہے تجھے کل بشارتیں آئیں گی۔

مالی سوی جاہ النبی محمد
جاہ بہ احمی و ابلغ مقصدی
فلکم بہ نوال العنا عنی و حد
اعدمت فی ظن العزول المعتدی
یا قلب لا تجزع و کن خیر امری
ضمی یرحی غاماتہ من احمد
فحسی تو افیک الفوائد ممسیاً
ولعل تاتیک البشارت فی غد

آپ نے اس نظم کو تمام نہ کیا تھا کہ نیند آگئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر دو عمر کی زیارت ہوئی۔ حضور نے فرمایا ہم غارت کے لئے آگئے ہیں۔ تو ہر رات ہم پر ایک ہزار بار درود بھیجا کر۔ سورج غروب نہ ہونے پایا تھا۔ کہ منصور کی بیماری کی خبر آئی۔ پھر تیسرے دن وہ دنیا سے رخصت ہو گیا۔ جامع الکرامات للہنہانی۔ بحوالہ مناوی جز اول۔ ص ۱۵۶

(۲۹) سیدی ابوالعباس مری کا بیان ہے کہ میں جہانہ پر سوار ہو گیا۔ تلاطم کے سبب ہم ڈوبنے لگے۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر یوں دعا کی:-

اللہم بخرمتہ نبیک الامام القذی و سلمتی۔

یا اللہ! تو اپنے نبی مصطفیٰ کے طفیل مجھے کالے اور سلامت رکھ۔

میں اس دعا سے فارغ نہ ہوا تھا کہ مجھے جہانہ کے گرد فرشتے نظر آئے۔ جنہوں نے مجھے سلامتی کی بشارت دی۔ میں نے اپنے ساتھیوں کو خوشخبری دی کہ انشاء اللہ تعالیٰ تم کل صبح صبح و سالم موضع مریہ میں پہنچ جاؤ گے۔ جامع الکرامات بحوالہ مصباح الطلام۔ جز اول۔ ص ۱۵۶

(۳۰) امام شرف الدین بو صبری رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ ہمزیم میں یوں فریاد کرتے ہیں۔

اور ہم گناہوں کے بوجھ سے ناتوان و نحیف ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں۔

دہلی اونٹیاں ہمیں بارگاہِ غنا میں لائی ہیں۔

اور ہمارے دلوں میں فحاشی حاجتیں ہیں۔

جن کے لئے آپ کے دستِ مبارک کی سخاوت سے چارہ نہیں۔

بس ہماری مدد کیجئے اسے فرما دو جس و بارہاں

جبکہ خلقتِ فحط سے تنگ آجائے۔

واتینا اليك الضاء فقر

حملتنا الى الفنى الضاء

والطوت في الصدور حاجاتنا

مالها عن ندى يدريك الطوا

فاغثنا يا من هو الفوت والغيب

ث اذا اجهد الوردى اللآسماء

(۱۳) شیخ الاسلام حافظ ابوالفتح تقی الدین بن ولیق العید (متوفی ۱۱ صفر ۷۱۲ھ) نے رسول

و استغاثہ کے بارے میں یوں فرماتے ہیں :-

میں یثرب جانے والے شترسواروں سے کہتا ہوں۔

کہ تم کہہ دو کہ نبی مقرب کی زیارت نصیب ہو۔

تم حضور سے ہر ایک مرض و مشقت عرض کر دینا۔

اور ہر ایک درخواست و مطلب بیان کر دینا۔

حالانکہ رسول اللہ تمہاری دیکھتے اور تمہاری بات سنتے ہوں گے۔

حضور کے منزل میں تمہاری خوب حفاظت ہوگی۔

اور جس چیز سے تم ڈرتے ہو اس سے خوب بچاؤ ہوگا۔

اور حضور کے ہاں سے تمہارے واسطے ہر ایک نشان ظاہر ہوگا۔

پس تم غایتِ درجہ کی تعظیم سے اترنا۔

کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اس سب سے بڑا ہے جس کی

رعایت کی جائے۔

اقول لركب سائرين ليثرب

ظفروا تم تقرب الی النبى المقرب

فبشوا الیہ کل شکوی و متعب

وقصوا علیہ کل سؤل و مطلب

وانتم بمرائی للرسول و مسمع

ستحسون فی مغناہ خیر حمایة

وتکفون ما تخشون ای کفاية

وتبد و لکم من عندہ کل آية

فخلوا من التعظیم بعد غایة

فحق رسول اللہ اکبر ماری

طبقات الشافعية الکبریٰ للناج السبکی۔ ترجمہ ابن ولیق العید

(۱۴) علامہ کمال الدین بن زملکانی انصاری (متوفی ۶ رمضان ۷۳۳ھ) جنہوں نے

مسئلہ زیارت و استغاثہ میں اپنے ہم عصر ابن تیمیہ کی تردید میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اپنے قصیدہ

مدحیہ میں یوں فرماتے ہیں :-

يا صاحب الجاه عند الله خالق
 ما رزقناك الا على انك
 انت الوحيد على نعم العدا ابد
 انت الشفيح لفتاك ونسك
 يا فرقة الزبيح لا لقيت صلحة
 ولا سقم الله يوماً قلب مرضاك
 ولا حظيت بجاه المصطفى ابد
 ومن اعانتك في الدنيا والاك
 يا افضل الرسل يا مولى الانام ويا
 خير الخلائق من انس واملاك
 ها قد قصدتك اشكو بعض ما صنعت
 بي الذنوب وهذا عجب المشاكي
 قد قيذني ذلوبي عن بلوغ مدي
 قصدي الى الفوز منها هي اشراكي
 فاستغفر الله لي واسأله مصمته
 فيما بقى وعنى من غير امساك
 عليك من ربك الله الصلوة كما
 مناع عليك السلام الطيب الزاكي

اے خدائے خالق کے نزدیک قدر و منزلت والے!

سوائے در و نگو کے کسی نے آپ کے جاہ و منزلت کو رو نہیں کیا۔

دشمنوں کی خواہش کے برعکس آپ ہمیشہ آبرو والے ہیں۔

آپ دلیروں اور عابدوں کے شفیع ہیں۔

اے فرقہ کج رو! تو کسی نیکی کو نہ پائے۔

اور نہ خدا کسی روز تیرے مرغیوں کے دل سیراب کرے۔

اور نہ جاو مصطفیٰ سے کبھی فائدہ اٹھائے۔

اور نہ دنیا میں تیرے مددگار اور دوست فائدہ اٹھائیں۔

اے افضل الرسل اے تمام مخلوقات کے آقا

اے تمام انس و ملائک سے بہتر!

لو میں آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میں آپ سے اپنے گناہوں کے سارے کی

شکایت کروں۔ اور آپ کی بارگاہ ہی فریاد کرنے والے کا بھلا ہے۔

میرے گناہوں نے مجھے میرے غایت قصد تک پہنچنے سے روک کر

اپنے میں پھنسا لیا۔ پس وہ میرا حال ہیں۔

پس آپ خدا سے میرے لئے مغفرت طلب کیجئے اور

آئندہ اس کی حفاظت اور غنا بلا امساک کا سوال کیجئے۔

آپ پر آپ کے پروردگار اس کی طرف سے درود ہو

جیسا کہ ہماری طرف سے آپ پر عمدہ پاک سلام ہو۔

(نورات الوقیات - جز ثانی - صفحہ ۲۵۱)

(۳۳) مشہور مورخ قاضی عبدالرحمن معروف بہ ابن خلدون مالکی (متوفی ۸۰۸ھ) یوں

استغاثہ کرتے ہیں:-

مجھے اپنی شفاعت عطا فرمائیے جس سے میں

اپنے برے گناہوں کی معافی کی امید کر سکوں۔

ہب لی شفاعتک التي ارجو بها

صغیاً جبیلًا عن قبیح ذلوبي

انَّ النِّجَاةَ وَإِنْ أَيْتَمْتُكَ لَمْ يَمُرِّي
فَبِفَضْلِ جَاهِكْ لَيْسَ بِالتَّشْبِيهِ
أَنْتَى دَعْوَتِكَ وَأَنْتَ جَابِئِي
يَا خَيْرَ مَدْعُوٍّ وَخَيْرَ مَجِيْبٍ

اگر نجات کسی مرد کے لئے مقدر ہے

تو وہ آپ کے جاہ کے طفیل سے ہے تشبیب سے نہیں

اسے خیر مدعو، اسے خیر مجیب!

میں آپ کو پکارتا ہوں۔ مجھے قبولیت کا یقین ہے۔

(المقالات الوفیہ فی الرد علی الوہابیہ)

۳۴) شیخ شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۳ھ) یوں عرض کرتے ہیں:

اے اللہ کے نبی اے تمام مخلوق سے بہتر!

حضور مہی کی قدر و منزلت کے طفیل قیامت میں میرا بچاؤ ہوگا۔

اے کریم! اس صاحب جود و عطاء! میں ان گناہوں کی

جو مجھ سے ہوئے ہیں معافی کی امید کرتا ہوں۔

حضور فرمادیں کہ اے احمد بن علی

جنت میں بغیر مشقت کے چلا جا (المقالات الوفیہ)

نَبِيَّ اللَّهِ يَا خَيْرَ الْبَرِيَاءِ

بِجَاهِكَ اتَّقِ فَضْلَ الْقَضَاءِ

وَارْحُبْ يَا كَرِيمَ الْعَفْوِ عَمَّا

جَنَّتَهُ يَدَايَ يَا رَبَّ الْجَبَاءِ

فَقُلْ يَا أَحْمَدَ بْنَ عَلِيٍّ أَذْهَبَ

إِلَى دَارِ التَّعِيمِ بِلا شِقَاةٍ

(۳۵) امام عمر بن الوردی یوں عرض کرتے ہیں :-

اے میرے پروردگار! ہادی بشیر محمد کی طفیل سے

اور حضور کے دین کی برکت سے جو سب دینوں پر غالب ہے۔

میرے دل کو اسلام پر ثابت رکھ اور مجھے حق کی طرف

رہنمائی کر اور مجھے شیطان پر غلبہ دے۔

يَا رَبِّ بِالْهَادِي الْبَشِيرِ مُحَمَّدٍ

وَبِدِينِهِ الْعَالِي عَلَى الْأَدْيَانِ

ثَبَّتْ عَلَيَّ الْإِسْلَامَ قَلْبِي وَاهْدِنِي

لِلْحَقِّ وَالنَّصْرِي عَلَى الشَّيْطَانِ

(المقالات الوفیہ)

(۳۶) مولانا شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ قصیدہ ہمزیہ میں اس طرح استغاثہ فرماتے ہیں :-

اے اللہ کے رسول اے تمام خلق سے بہتر

قیامت کے دن میں آپ کی عطا بخشش چاہتا ہوں۔

جب کوئی سخت مصیبت پیش آوے۔

تو حضور ہی ہر بلا سے بچاؤ کے لئے قلعہ ہیں۔

رَسُولَ اللَّهِ يَا خَيْرَ الْبَرِيَاءِ

نَوَالِكَ ابْتغِي يَوْمَ الْقَضَاءِ

إِذَا مَا حَلَّ خُطْبُ مَدْلُومَةٍ

فَانْتَ الْحَصْنُ مِنْ كُلِّ الْبَلَاءِ

الیاص توجہتی و بات استنادی

وفیلک سطا سحی ویک رتجائی

حضور ہی کی طرف میری توجہ اور حضور ہی میرا سہارا ہیں۔

اور حضور ہی سے جہلائی کی طمع اور حضور ہی سے امید ہے۔

۳۷) مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاد ولی المدرسہ المد کے قصیدہ اصیب الذنوب

کی نظمین میں یوں فرماتے ہیں:-

مدار وجود الکنون فی کل لحظة

ومفتاح باب الجود فی کل عسرة

وتمسک الماسیون فی کل شدرة

ومحتصم المکروب فی کل غمرة

ومنقجم العقران من کل تائب

الیک قد العین حین ضرائفة

آپ ہر لحظہ وجود عالم کے وارث ہیں۔

اور ہر مشکل میں سخاوت کے دروازے کی کنجی ہیں۔

اور ہر شدت میں پریشان بیقرار کی پناہ ہیں۔

اور ہر مصیبت میں آفت رسیدہ کا سہارا ہیں۔

اور ہر ایک توبہ کرنے والے کی طرف سے بخشش کا وسیلہ ہیں۔

خوشخبر و خضوع کے وقت آپ ہی کی طرف آنکھ اٹھتی ہے۔

۳۸) استاد کبیر شیخ بعد المد شبراوی مصری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

کے وقت یوں عرض کرتے ہیں:-

یا رسول اللہ انی مذنب

ومن الجود قبول المذنب

یا نبی اللہ صالی حینہ

غیر حبی لک یا خیر نبی

عظیم الکرہ ولی فیک رجا

فیہ یارب فترج کر بے

یا رسول اللہ! میں گنہگار ہوں۔

گنہگار کی عرض کا قبول کرنا جو درد گہم ہے۔

یا نبی اللہ! یا سید الانبیاء!

آپ کی محبت کے سرا میرا کوئی سید نہیں

میرا اندوہ غم بڑا ہے سبھی آپ سے امید ہے

اسے میرے پروردگار! حضور کے فضیل سے میرا گم ہو کر ہے۔

(مقالات و فیہ)

۳۹) حضرت حاجی حافظ شاہ محمد امداد المد رحمہ اللہ در بانوئی میں یوں عرض کرتے ہیں:-

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم

پھنسا ہوں بے شرح گرواب غم میں نافذ ہو کر

بہار امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

ہمارے جرم و حصیال پر نہ بناؤ یا رسول اللہ

میری کشتی کناڑے پر لگاؤ یا رسول اللہ

بس اب چاہتو تراویا دباؤ یا رسول اللہ

بہار امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں

(۴۰) مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی یوں عرض کرتے ہیں :-

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قائم بیکس کا کوئی حامی کار
یہ ہے اجابتِ حق کو تری دعا کا لحاظ
قضاے مبرم و مشروط کی نہیں ہے پکار
ند اترا تو جہاں کا ہے واجب الطاعة
جہاں کو تجھ سے تجھے اپنے حق سے ہے شکر کار

(رقصائد قاسمی)

حدیث توسل بالعباس کی بحث

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں شہرہ میں جسے عام الرواۃ کہتے ہیں نجات
مختلپڑا چھو پائے اور انسان بھوک کی شدت سے مرنے لگے۔ لوگوں نے تنگ آکر حضرت فاروق اعظم
سے استتار کے لئے درخواست کی جسے امام بخاری نے یوں نقل کیا ہے :-

انس بن مالک نے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
نے جب لوگوں میں مختلپڑا عباس بن عبدالمطلب کے وسیلہ سے
بارش کی دعا کی اور یوں عرض کیا۔ یا اے اہم تیری جناب
میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکرا کرتے تھے۔ پس
تو ہمیں بارش عطا کر دیتا تھا۔ اور اب ہم تیری بارگاہ میں
اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ پس ہمیں بارش عطا کر
(قول راوی) پس بارش ہو رہی تھی۔

عن انس بن مالك ان سمر بن الخطاب رضى الله
عنه كان اذا تحطوا استسقى بالعباس بن
عبدالمطلب رضى الله عنه فقال اللهم توسل
اليك بنبينا صلى الله عليه وسلم فتسقيننا
انا نتوسل اليك بهم نبينا فاستقنا قال
ذيسقون (باب سوال الناس الامام الاستتار اذا تحطوا)

ابن تیمیہ اور اس کے تقلیدین نجد یہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت فاروق اعظم نے جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس سے توسل کیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد وفات شریف توسل جائز نہیں۔ ورنہ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ ایسا نہ کرتے۔
ابن تیمیہ کا یہ اجتہاد ایجاد بندہ ہے۔ علماء اہل سنت میں سے آج تک کسی نے اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ نہیں
کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں حیات و وفات میں اس طرح فرق کرنا کمال درجہ کی تمقاوت
ہے۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ مسئلہ زیارت و توسل کا طیارہ نہ تو ابن تیمیہ کو بھگتنا پڑا۔ ہم اس کی طرف

پہلے اشارہ کرتے ہیں۔ اب ہم حدیث زیر بحث کی نسبت بطریق اختصار حسب ذیل گزارش کرتے ہیں۔
 صحابہ کرام نے اس دعا بار بار اس نام نامی عباس کی وسیلہ نہیں بنایا۔ بلکہ یوں عرض کیا کہ اے پُروردگار
 ہم تیری جناب میں اپنے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔ اگرچہ نام نامی لے کر وسیلہ پُروردگار بھی جائز تھا
 مگر اس موقع پر حضرت فاروق اعظم اور دیگر صحابہ کرام کو قرابت نبوی جتنا کہ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
 ہی کا وسیلہ پیش کرنا منظور تھا۔ چنانچہ خود حضرت عباس اپنی زبان مبارک سے اقرار کرتے ہیں۔ جیسا
 کہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں بدین الفاظ مذکور ہے۔

اور حدیث ابی صالح میں ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے
 عباسؓ سے تیرے چچے۔ تو حضرت عمر نے عرض کیا۔
 یا اللہ ہم تیری جناب میں تیرے نبی کے چچا کو جو جائے ولہ
 نبی کے ہیں پیش کرتے ہیں۔ تو ہیں بارش عطا فرما۔
 ہمیں نا امید نہ کر۔ پھر کہا اے عباس! تم بھی دعا کرو۔
 حضرت عباس نے یہیوں دعا کی۔ یا اللہ! نہیں اتنی کوئی
 بلا رنگر گناہ کے سبب سے اور نہیں دور ہوئی مگر توبہ
 سے۔ اور قوم نے اس واسطے میرا وسیلہ پکڑا ہے۔ کہ
 میرا تعلق تیرے نبی سے ہے۔ (الحديث)

وفي حديث ابی صالح خلفا بعد عمر و بعد
 العباس المنبر قال اللهم انا توجهنا
 اليك بعم نبيك وصنوا بيه فاستننا الغيث
 ولا تجعلنا من القانتين ثم قال قل يا ابا الفضل
 فقال العباس اللهم لم ينزل جلاء الا بدنب
 وله يكشف الابتوبه وقد توجهت الي القوم
 اليك المكاني من نبيك (الحديث)

خود حضرت عمر فاروق کے بیان سے بھی صاف پایا جاتا ہے۔ کہ یہاں حقیقت میں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل ہے۔ حافظ ابن عبد البر استیعاب میں حضرت عباس بن عبد المطلب کے
 ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

حضرت عمرؓ سے ہیں کئی وجہ سے روایت پہنچی ہے کہ
 وہ اپنے ساتھ حضرت عباسؓ کو لے کر نکلے۔ اور عرض
 کیا۔ یا اللہ! ہم بوسیلہ تیرے نبی کے چچا کے تیری جناب
 میں حاضر ہوتے ہیں اور اس کو اپنا شفیع بناتے ہیں پس تو
 اس میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت کر جیسا کہ تو

وما وينا من وجه عن عمر انه خرج ليستسئ
 وخرج بالعباس فقال اللهم انا نتقرب
 اليك بعم نبيك صلى الله عليه وسلم
 نستشف به فاحفظ فيه نبيك صلى الله
 عليه وسلم كما حفظت الغلامين لصلاح

ایہہما - الحدیث

ان دو تہیم بچوں کی رعایت ان کے باپ کی نیکی کے سبب کی
 زکہ ان کی گرتی دیا اور کو سیدھا کھرا کر دیا۔

حضرت عباس میں آنحضرت کی رعایت کا مطلب یہی ہے۔ کہ قرابت نبوی کو ملحوظ رکھ کر بارش
 کی دعا کو شرف قبولیت عطا فرما تا یہ سب کمال ابن اشیر میں بھی ہے مضمون قریباً ان ہی الفاظ میں مذکور ہے۔
 عمدۃ القاری میں یہ روایت بھی ہے کہ حضرت ابو بکر صلیق نے جب مرتدین کے مقابلہ میں
 لشکر اسلام کو روانہ کیا۔ تو آپ حضرت عباس کے ساتھ مشایعت کے واسطے شہر سے باہر نکلے اور کہا۔
 یا عباس استنصر و افاؤتن فانی ارجون کا
 یحییٰ و ذواتک سکا ذکرت نبی اللہ صلی اللہ علیہ
 و سلم۔
 اسے عباس بدم کی دعا مانگ اور میں آمین کہتا جاؤں۔
 کیونکہ مجھے امید ہے۔ کہ تمہاری دعا بیکار نہ جائے گی جو
 اس کے کتہہ بارانی صلے اللہ علیہ وسلم سے تعلق ہے

خلاصہ کا م یہ کہ حضرت عباس کو وسیلہ بنا کر صرف قرابت نبوی کے سبب سے تھا اور یہ
 توسل بالنبی ہے صل اللہ علیہ وسلم۔ با اینہما اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ حدیث زیر بحث میں حضرت فاروق
 اعظم نے حضرت عباس کی ذات انفس سے بلا تعلق قرابت نبوی کے وسیلہ پر ہے۔ تو اس سے حضور
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات پاک سے وسیلہ پر کرنے کا انکار نہیں نکلتا۔ حضور کے وسیلہ ہونے اور حضور کے
 وسیع سے و عماما نکتے کا ثبوت مشافہت ہی حدیث میں موجود ہے۔ اب اس مطلق توسل کو عام ہے۔ حالت
 حیات اور وفات سے مقید بچا لیت حیات کرنا اور حالت وفات کی نفی کرنا کس قاعدے سے ہے اور
 دلالات اربع علم اصول (عبارت النفس و اشارۃ النفس و دلالت النفس و اقتضای النفس) میں سے کونسی دلالت
 اس نفی توسل پر دلالت کرتی ہے۔ ہرگز کوئی دلالت نفی توسل پر دلالت نہیں کرتی۔ یہ اجتہاد بے بنیاد کسی
 علمی قاعدے پر مبنی نہیں۔ کیونکہ اگر مثلاً ایک شخص میں ایک وصف پایا جائے۔ تو وہ دوسرے شخص میں اس
 وصف کے نہ پائے جائے کی دلیل نہیں بن سکتا۔ پس اس صورت میں حدیث زیر بحث سے توسل بالنبی
 صل اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اہل بیت و دیگر صلحاء امت سے توسل کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ اور حضرت
 فاروق اعظم نے مختلف اوقات میں بہر دو طریق پر عمل کیا ہے۔

۱۔ اسان نجد یہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اس موقع پر صحابہ کرام نے رسول اللہ صل اللہ
 علیہ وسلم کو افضل قرار دیا ہے، کو چھوڑ کر دوسرا وسیلہ کیوں اختیار کیا۔ اس کا جواب کئی طرح سے دیا گیا ہے

اولاً۔ حافظ ابن عبد البر استیعاب ذکر جبر عباس بن عبد المطلب ایوں لکھتے ہیں :-

قال ابو عمرو كان سبب ذالك ان اكارض
اجدبت اجداً بشداً على عمر بن
الريادة وذلك سنة سبع عشرة فقتل
كعب بن امير المؤمنين بن اسرائيل كانوا
اذا الصابهم مثل هذا استسقا والبصبة
الانبياء و فقال عمر هذا عم رسول الله
صلى الله عليه وسلم وصنعوا بيده وسيله بنى
هاشم فمشى اليه عمر وشكا اليه ما فيده
الفاس من القحط ثم صعد المنبر ومعه
عباس الخ -

ابن عبد البر نے کہا کہ اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت
عمرؓ کے جہد میں عام الریادۃ میں عذات خشک سالی تھی۔
اور یہ سترہ تھا۔ حضرت کعب نے کہا۔ کہ امیر المؤمنین
بنی اسرائیل میں جب ایسا قحط پڑنا تھا۔ تو وہ پیغمبروں
کے عصبہ کے وسیلہ سے بارش کی دعا کیا کرتے تھے۔
یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے چچا اور بھتیجے والے تھے اور یہ بنی ہاشم میں ہیں پس حضرت
عمرؓ نے حضرت عباس سے قحط کی شکایت کی جس میں لوگ
مبتلا تھے۔ پھر فریاد پڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت عباس
تھے الخ۔

پس یہاں بھی قرابت نبوی کی وجہ سے توسل ہے۔ جو توسل بالبنی ہے۔ صلے اللہ علیہ وسلم
ثانیاً۔ علامہ ابن حجر متیمی کی جو بر معظم صفت میں فرماتے ہیں :-

گویا نبی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قبر شریف کو چھوڑ
حضرت عباس سے توسل کرنے میں حکمت بتقابلہ عباس اپنی
تواضع کا ظاہر کرنا اور قرابت نبوی کی رفعت کا اظہار
تھا۔ پس عباس سے توسل میں توسل بالبنی صلے اللہ علیہ
وسلم ہے۔ اور زیادت ہے۔

وكان حكمة توسله به دون النبي صلى الله
عليه وسلم وقبره اظهار غاية التواضع
لنفسه والرفعة لقرابة ففى توسله بند
توسل بالنبي صلى الله عليه وسلم ونما زيادة

ثالثاً۔ شیخنا علامہ مولانا مشتاق احمد رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ دفع القائل بن التواضع
بسید الرسل ص ۱ میں یوں تحریر فرماتے ہیں :-

یہ علم کلام کا مسالہ مسالہ ہے۔ کہ ولی کی کرامت اس نبی کا معجزہ ہے جس کی امت میں وہ ولی ہے
لہذا جو کچھ کرامت حضرت عباس سے اس موقع استسقا پر ظاہر ہوئی۔ کہ ان کی وفاء سے مینہ پڑا
وہ معجزہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوا۔ یہاں افضل ذریعہ کو صحابہ نے چھوڑا نہیں بلکہ اور زیادت

افضلیت کو جتلا دیا اور بتا دیا۔ کہ ہمارے پاس ایسا افضل ذریعہ ہے جس کے اونے غایوں یا جس کے قرابت داروں کے وسید بنانے سے خداوند کریم و غا قبول فرماتا ہے۔ انتہی بندہ ان نجدیہ سے پوچھنا چاہئے کہ تمہارا دعویٰ ترغیل بالحديث ہے۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے دن سب لوگ بغرض شفاعت دیگر انبیاء سے کہ ام علیہم السلام کے پاس کیے بعد دیگرے جائیں گے۔ پھر انہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ شفاعت عظمیٰ کے بعد جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عمنسب ہے۔ علماء و شہداء امت بھی گنہگاروں کے لئے جو دوزخ میں ہوں گے شفاعت فرمائیں گے پس وہاں افضل ذریعہ چھوڑ کر دوسرے وسیلے کیوں اختیار کئے جائیں گے۔ اس حدیث سے تو ظاہر ہے کہ افضل ذریعہ کی موجودگی میں دیگر وسائل اختیار کرنا جائز ہے۔ غرض تو تسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم جائزہ تو تسل باہل البیت واصلیاء جائزہ۔ ایک وقت میں ہر دو معاً جائزہ اور مختلف اوقات میں علیحدہ علیحدہ بھی جائزہ ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمال شریف کے بعد صحابہ کرام کو کئی موقعوں پر تو تسل کی ضرورت پڑی ہے۔ جن میں سے استغاثہ و تو تسل زیر بحث ایک مثال ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ انہوں نے ایسے مواقع پر کس طرح تو تسل کیا ہے۔ اس کتاب میں ایسی دس مثالیں پہلے مذکور ہو چکی ہیں۔ جن کا حاصل ہم یہاں بالترتیب دہراتے ہیں :-

(۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دھال شریف ہو چکا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق چہر مبارک سے چادراٹھا کر یوں پکارتے ہیں :-

اذکونابا محمد عند ما بک و لنکن
من بالک -

اے محمد! ہمیں اپنے پروردگار کے پاس یاد کرنا
اور ضرور ہمارا خیال رکھنا۔

(۲) دفن شریف کے تیسرے روز ایک اعرابی مزار مقدس پر حاضر ہو کر عرض کرتا ہے
”یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس آیا ہوں تاکہ آپ میرے حق میں دعا مغفرت فرمائیں۔“
قبر شریف سے آواز آئی کہ تجھے بخش دیا گیا۔

(۳) عہد فاروقی میں محظ پڑا۔ حضرت بلال بن عمارت صحابی مزار شریف پر حاضر ہو کر عرض

کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! آپ کی امت ہلاک ہو رہی ہے۔ بارش کی دعا فرمائیں۔ حضور
 خواب میں حضرت بلال سے فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر سے میرا سلام کہو اور بارش کی بشارت
 دو۔ اور ان سے یہ بھی کہہ دو۔ کہ دین میں نرمی اختیار کریں۔ چنانچہ بلال نے حضرت فاروق اعظم
 کو یہ خبر سنائی۔ آپ سن کر رو پڑے۔ اگر بعد وفات شریف تو تسل ہائز نہ ہوتا۔ تو امیر المؤمنین
 ضرور منتج کرتے۔

(۴) ایک سال مدینہ منورہ میں مخطوط پڑتا ہے۔ لوگ حضرت عائشہ صدیقہ سے فریاد کرتے
 ہیں۔ حضرت ممدوحہ فرماتی ہیں کہ روضہ شریف پر حاضر ہو کر ایک روشندان آسمان کی طرف
 کھول دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا ہے اور خوب بارش ہوتی ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے
 اس توسل پر اعتراض نہ کیا۔ بلکہ بعد میں یہ طریق توسل اہل مدینہ میں جاری رہتا ہے۔ حضرت
 صدیقہ کی علمی قابلیت محتاج بیان نہیں۔ اگر وفات شریف کے بعد توسل ناجائز ہوتا۔ تو صحابہ کرام
 سکوت نہ فرماتے۔ یہ جواز توسل پر اجماع سکوتی ہے۔

(۵) عہد فاروقی میں عام ارمادہ ہی کا واقعہ ہے۔ کہ حضرت بلال حارث صحابی اپنے اہل نہما
 کے اسرار پر ایک بکر ذبح کرتے ہیں۔ کھال اتارنے پر سرخ ہڈیاں نظر آئیں۔ تو یوں پکارنے میں
 یا محمد! یا محمد!

(۶) عہد فاروقی ہی میں ۳۵ھ میں مسلمانوں کا مقابلہ یوقنا حاکم حلب کے لشکر جرار سے
 ہوتا ہے۔ حضرت کعب بن جزمہ شکر اسلام کے بچانے کے لئے بے چین ہو رہے ہیں اور یوں
 پکار رہے ہیں۔

یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل یا محمد! یا نصرت الہی! نزل فرما۔

اس شکر اسلام میں کس قدر صحابہ کرام شامل ہوں گے۔ مگر کسی نے اس استغاثہ پر اعتراض
 نہیں کیا۔

(۷) ۳۳ھ میں حضرت عمر فاروق اپنا خط عبدالعزیز بن قریظ صحابی کے ہاتھ حضرت عبید بن
 الجراح کے نام پر موک میں بھیجتے ہیں۔ اور بوسیدہ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سلاتی کی
 دنا کرتے ہیں۔ جاتے وقت حضرت عبداللہ روضہ اقدس پر حاضر ہوتے ہیں۔ وہاں آپ کی

درخواست پر حضرت عباس و حضرت علی رضہ شریف پر پڑھا تھا کر یوں دعا کرتے ہیں :-

اللّٰهُمَّ اِنَّا نَتَوَسَّلُ بِهٰذَا النَّبِيِّ الْمَصْنُوعِ | يَا اَللّٰهُ اِنَّمَا اسْتَجِبْتُ لِرَسُوْلِكَ بِسَبِيْلِهِ
وَالرَّسُوْلُ الْمَحْتَجُّ بِالرَّحْمَةِ | سے دعا کرتے ہیں۔ الخ

اس موقع پر حضرات حسین و حضرت عائشہ صدیقہ بھی اس دعا میں شریک ہیں۔ اس کے بعد حضرت علی حضرت عبداللہ سے فرماتے ہیں کہ اب جائیے۔ اللہ تعالیٰ حضرات عمر و عباس و علی و حسن و حسین و ازواج رسول اللہ کی دعا کو رد نہ کرے گا۔ حالانکہ ان حضرات نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس نبی کا رسیدہ پکڑا ہے جو اکرم المخلوق ہیں۔

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا پاپا یوں سو گیا۔ آپ پکارتے ہیں یا محمد! اور خوابیدگی دور ہو جاتی ہے۔

(۹) ایک شخص کسی حاجت کے لئے بار بار حضرت عثمان غنی کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے۔ مگر حضرت فلیفہ توجہ نہیں فرماتے۔ حضرت عثمان بن عفیف صحابی اس شخص کو وہ طریق تو سل بتاتے ہیں جو خود حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو بتایا تھا جس میں یہ الفاظ ہیں۔ اللّٰهُمَّ اِنِّي اسْتَلِكُ وَاَنْزَجُهُ اَبِيْلَ مُحَمَّدٍ نَبِي الْمَرْحُومَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّي اَتُوْجِبُ بِكَ اِنْ تَقَضَيْتَ حَاجَتِيْ - وہ شخص اس پر عمل کرتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے۔ یہی عمل آج تک مشائخ امت میں جاری ہے۔

(۱۰) بنو عامر (تہذیب حضرت نابغہ جعدی) بصرہ میں کھیتوں میں اپنے سواشی چرایا کرتے تھے حضرت عثمان غنی ابو موسیٰ اشعری کو ان کے طلب کرنے کے لئے بھیجتے ہیں۔ حضرت نابغہ اپنی قوم کے ساتھ شامل ہو جاتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ ان کو تازیانے گالتے ہیں۔ حضرت نابغہ صحابی اس تشدد کی فریاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یوں کرتے ہیں۔

يَا قَبْرَ النَّبِيِّ وَصَاحِبِيْهِ - الْاَيُّهَا
غَوْثِنَا لَوْ تَسْمَعُوْنَا -
پس اسے قبر نبی کی اور آپ کے دو صاحب کی
دیکھنا اسے ہمارے فریاد میں! کاش آپ سنیں!

میں نے یہ مثالیں صحابہ کو ام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اس واسطے دی ہیں۔ کہ مومنوں کے ایمان کو تازگی بخشتی ہیں۔ اس عشرہ کاملہ کے علاوہ قرآن کریم کی دو آیتوں سے توسل زیر بحث کا ثبوت۔ خود حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیائے سابقین علیہم السلام سے توسل حضرت

تابعین کا توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعرافی کا قصہ بروایت امام حنفی (متوفی ۱۰۲۸ھ) جسے علماء مذہب اربعہ نے آداب زیارت میں شمار کیا ہے۔ پھر اس زمانے تک توسل کی اور چالیس مثالیں۔ یہ سب کچھ اس کتاب میں پہلے آچکا ہے۔ زیادہ کی ضرورت نہیں۔

قائمین کرام! غور کا مقام ہے۔ حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً اور نیش سے تاقیامت واسطہ و وسیلہ و ذریعہ ہیں۔ پینا پچھ خلق عالم میں آپ ہی واسطہ تھے۔ عالم ادراج میں انبیاء کرام کی روحوں نے علوم و معارف جو حاصل کئے وہ آپ ہی کے واسطہ و ذریعہ سے کئے اس عالم میں انبیاء کرام کو جو مشکلات پیش آئیں اور انعامات الہی جو ان پر ہوئے ان مشکلات کا حل اور ان انعامات کا حصول آپ ہی کے واسطہ سے تھا۔ دنیا میں وجود عنصری کے ساتھ تشریف لانے پر خالق و مخلوق میں واسطہ آپ ہی کی ذات اقدس تھی۔ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ "دیتا خدا ہے۔ پانتا میں ہوں"۔ صحابہ کرام قضا، حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں آپ ہی کا واسطہ پیش کیا کرتے تھے۔ وفات شریفہ کے بعد بھی زمانہ صحابہ کرام سے آج تک ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اور تاقیامت رہے گا۔ عرصات قیامت میں تمام امتوں کی مشکل کا آپ ہی کے واسطہ سے ہوگا۔ اندریں حالات مشکوین کا توسل بعد الوفات سے انکار نہایت حیرت انگیز ہے۔ حضور عالیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر شریفہ میں بحیات حقیقیہ و نبویہ زندہ ہیں۔ آپ کے تصرفات بدستور جاری ہیں۔ اسی واسطے آپ کی امت میں قطب و اوتاد و ابدال تاقیامت ہوتے رہیں گے۔ آپ کی نبوی زندگی میں جس اعلیٰ وصف کے سبب سے آپ سے توسل کیا جاتا تھا۔ جو وفات شریفہ کے بعد بھی بدستور ثابت ہے۔ کیونکہ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اسی طرح وصف رحمت للعلیین بھی بعد الوفات آپ میں موجود ہے۔ کیونکہ آپ کا ارشاد مبارک ہے۔ کہ میری حیات اور میری مہمات دونوں تمہارے واسطے بہتر ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ بائیںہ آپ کی حیات و مہمات میں فرق کرنا اور توسل بعد الوفات کا انکار کرنا یقیناً حرمان و شقاوت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے بجاہ حبیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم۔

۴۔ عرصات قیامت میں شفاعت تو سہل

اس کتاب میں شفاعت کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ شفاعت کے جس قدر انواع ہیں۔ وہ سب حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہیں۔ جن میں سے بعض حضور سے مختص ہیں۔ اور بعض میں مشارکت ہے۔ قیامت میں سب سے پہلے جو باب شفاعت کھولیں گے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ اس لئے حقیقت میں تمام شفاعتیں حضور ہی کی طرف راجع ہیں اور حضور ہی ہیں صاحب شفاعت علی انما اطلاق۔ وہ انواع حسب ذیل ہیں :-

اول۔ شفاعت عظمیٰ۔ ہے جو تمام خلائق کو عام ہے اور حضور کو مختص ہے۔ میدانِ حشر میں طول و قوت کے سبب سے سب لوگ گھبرا جائیں گے۔ اور بعض شفاعت انبیاء کرام علیہم السلام وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس یکے بعد دیگرے جائیں گے۔ مگر سب کی طرف سے یہی جواب ملے گا کہ ہم اس کے اہل نہیں۔ آخر کار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوں گے اور حضور انما ہا میں اس کا اہل ہوں، فرماتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں طول و قوت سے نجات اور تجلیل حساب کے لئے شفاعت فرمائیں گے !

دوم۔ ایک جماعت کے حق میں بغیر حساب بہشت میں داخل ہونے کے لئے شفاعت ہوگی چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے ستر ہزار بے حساب بہشت میں جائیں گے اور ستر ہزار کے ساتھ اور بہت سے بے حساب جنت میں چلے جائیں گے۔ بعض کے نزدیک یہ نوع بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے۔

سوم۔ وہ اقوام جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہیں۔ شفاعت سے جنت میں جائیں گے۔ چہارم۔ جو لوگ دوزخ کے مستحق و مستوجب ہیں وہ حضور کی شفاعت سے بہشت میں چلے جائیں گے۔

پنجم۔ ایک جماعت کے رفع درجات کے لئے حضور شفاعت فرمائیں گے۔ ششم۔ گنہگار لوگ جو دوزخ میں ہوں گے وہ شفاعت سے نکل آئیں گے۔ یہ شفاعت تمام انبیاء۔ و ملائکہ و شہداء میں مشترک ہے۔

ہفتم۔ استفتاح جنت کے لئے شفاعت ہوگی۔
ہشتم۔ جو لوگ عذاب دائمی کے مستحق ہوں گے۔ ان میں سے بعض کے عذاب میں تخفیف
کے لئے ہوگی۔

نہم۔ خاص اہل مدینہ کے لئے ہوگی۔
دہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف کے ذاکرین کے لئے ہوگی (اسوۃ اللغات
جلد رابع - ص ۱۰۷)

اب اخیر میں تو کئی مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے روتا ہوا دربارہ رسالت میں یوں عرض کر رہا ہے۔
”یا رسول اللہ! قیامت میں اس مسکین عاجز بے نوا سراپا گناہ محمد نور بخش تو کئی کی شفاعت
فرما دیجئے گا!“

هذا آخر الكلام في سيرة خير الانام - عليه الف الف تحية وسلام -
رَبِّ تَقَبَّلْ مِنِّي هَذِهِ الْمَهْيُتَةَ الطَّيْفَةَ - لِحَبَابِ حَبِيبِكَ الْحَصِيبِ
عَلَيْهِ أَوْفُ الصَّلَاةِ وَالْحَيَّةِ - وَاجْعَلْهَا إِلَى حُصُولِ رِضَاكَ وَنَيْلِ شَفَاعَتِهِ
وَسِيلَةً - اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَّبِعِينَ لِشَرِيكَتِهِ الْمُتَّصِفِينَ بِمُحَبَّتِهِ الْمُهْتَدِينَ
بِقَدَائِمِهِ وَ سِيرَتِهِ - وَتَوَسَّلِي عَلَى سُنَّتِهِ وَمِلَّتِهِ وَلَا تَحْرِمْنِي فَضْلَ
شَفَاعَتِهِ - وَاحْشُرْنِي فِي أَتْبَاعِهِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِينَ - وَأَشْيَاعِهِ السَّابِقِينَ
وَأَصْحَابِ الْيَمِينِ - اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدِي وَلِإِسَائِرِ الْمُؤْمِنِينَ
يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ - بِرَحْمَتِكَ يَا رَحِيمُ يَا غَفَّارُ يَا وَهَّابُ - هَذَا
وَآخِرُ عَوَائِنَا مِنَ الْحَمْدِ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - وَالصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ
عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِمْ
ذُرِّيَّتِهِمْ وَأَوْلِيَاءِهِ أُمَّتِهِ وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ



